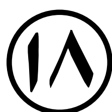
روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

Ruhani Khazain

Collection of The Books of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani,

The Promised Mesiah and Mahdi (1835-1908) Peace be on him.

Computerized Edition
Published in 2008

Published by:
Nazarat Ishaat Rabwah, Pakistan

Printed by:
Zia-ul-Islam Press, Rabwah

ISBN: 81 7912 175 5



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وعلٰی عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن
10-8-2008

پیغام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے   اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں''۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں:

''کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے......ایسا ہی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو مِنْھُمْ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ **ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہوگا جو آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا......اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ اور حسب منطوق آیت قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل وجان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجّت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب واجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے"۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد ویگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ''مضمون بالا رہا'' کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''درکلامِ تو چیزے است کہ شعراء را دراں دخلے نیست۔ کَلامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ''۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الٰہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آب حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں۔ اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا کہ:

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ''۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے''۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ''روحانی خزائن'' پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیڈ پر ایڈیشن اوّل کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ ایڈیشن اوّل میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔ البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔ یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تا کہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۲ میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون **''ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات''** جو پہلے ''تصدیق النبی'' کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے آخر میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد ۴ میں الحق مباحثہ دہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر ۱ مابین مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔ اس کے بعد مراسلت نمبر ۲ مابین منشی بوبہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل ہونے سے رہ گئی ہے۔ اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ’’التبلیغ‘‘ کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ ایڈیشن اوّل میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہو سکی تھی۔ نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کر دی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) **ریویو آف ریلیجنز** اردو کا پہلا شمارہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ اس میں صفحہ ۹ تا ۳۰ پر مشتمل ’’**گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے**‘‘ کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جا رہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا ’’**عصمت انبیاء**‘‘ کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی **ریویو آف ریلیجنز** اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹ میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔ اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

(ح) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۷؍دسمبر ۱۹۰۵ء کو بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ میں ’’احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے‘‘ کے عنوان سے ایک معرکۃ الآراء خطاب فرمایا اسے روحانی خزائن جلد ۲۰ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جا رہا۔

اس جلد کی تیاری میں عزیزم محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی نائب ناظر اشاعت کے ساتھ مکرم محمد یوسف شاہد صاحب، مکرم ظہور احمد مقبول صاحب، مکرم رشید احمد طیب صاحب، مکرم عطاء البصیر محمود صاحب، مکرم ظفر علی صاحب، مکرم فہیم احمد خالد صاحب، مکرم مدثر احمد شاہد صاحب اور مکرم سلطان احمد شاہد صاحب مربیان سلسلہ نے کام کیا۔ احباب ان واقفین زندگی کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

سید عبد الحی

ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعارف

(از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

یہ روحانی خزائن کی اٹھارویں جلد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیفات اعجاز المسیح ۔ ایک غلطی کا ازالہ ۔ دافع البلاء ۔ الھدیٰ و التبصرۃ لمن یریٰ اور نزول المسیح پر مشتمل ہے۔☆

اعجاز المسیح

روحانی خزائن جلد ۱۷ کے پیش لفظ میں تحفہ گولڑویہ کے زیر عنوان ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے لاہور میں ایک جلسہ کر کے اور قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکال کر بعد دعا چالیس آیات کے حقائق اور معارف فصیح و بلیغ عربی میں سات گھنٹے کے اندر لکھنے کے لئے تمام علماء کو عموماً اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو خصوصاً دعوت دی تھی۔ مگر کسی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا اور نہ ہی پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس اعجازی مقابلہ یعنی بالمقابل قرآنی آیات کی فصیح بلیغ عربی میں تفسیر لکھنے کی دعوت قبول کی تھی۔ لیکن بغیر اطلاع دیئے لاہور پہنچ کر اور مباحثہ کی شرط لگا کر اُس نے لوگوں کو یہ دھوکا دیا تھا کہ گویا وہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہیں۔ جب اُن کے مریدوں نے ہر جگہ ان کی جھوٹی فتح کا نقارہ بجایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گندی گالیاں دیں اور یہ مشہور کیا کہ پیر صاحب تو سچے دل سے بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے اور اسی نیت سے لاہور تشریف لے گئے تھے لیکن خود دعوت دینے والے لاہور نہ پہنچے اور بھاگ گئے اس لئے آپ نے اپنے اشتہار ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء مندرجہ اربعین نمبر ۴ میں بالقاء ربّانی تفسیر لکھنے کے لئے ایک اور تجویز پیش کی۔ آپ نے فرمایا:

> ’’اگر پیر جی صاحب حقیقت میں فصیح عربی تفسیر پر قادر ہیں اور کوئی فریب انہوں نے نہیں کیا۔ تو اب بھی وہی قدرت اُن میں ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا مَیں ان کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اسی میری درخواست کو اس رنگ پر پورا کر دیں کہ میرے

☆ موجودہ ایڈیشن میں مزید دو کتابیں شامل کی گئی ہیں۔ گناہ سے نجات اور عصمت انبیاء علیہم السلام۔ (ناشر)

دعاوی کی تکذیب کے متعلق فصیح بلیغ عربی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھیں جو چار[۴] جز سے کم نہ ہو اور مَیں اسی سورۃ کی تفسیر بفضل اللہ وقوتہٖ اپنے دعویٰ کے اثبات سے متعلق فصیح بلیغ عربی میں لکھوں گا۔ انہیں اجازت ہے کہ وہ اس تفسیر میں تمام دنیا کے علماء سے مدد لے لیں۔ عرب کے بلغاء فصحاء بلالیں۔ لاہور اور دیگر بلاد کے عربی دان پروفیسروں کو بھی مدد کے لئے طلب کر لیں۔ ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء سے ستّر[۷۰] دن تک اس کام کے لئے ہم دونوں کو مہلت ہے ایک دن بھی زیادہ نہیں ہوگا۔ اگر بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد عرب کے تین نامی ادیب ان کی تفسیر کو جامع لوازمِ بلاغت وفصاحت قرار دیں اور معارف سے پُر خیال کریں تو مَیں پانسو[۵۰۰] روپیہ نقد ان کو دوں گا اور تمام اپنی کتابیں جلا دوں گا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا اور اگر قضیہ برعکس نکلا یا اس مدت تک یعنی ستر روز تک وہ کچھ بھی نہ لکھ سکے تو مجھے ایسے لوگوں سے بیعت لینے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ روپیہ کی خواہش۔ صرف یہی دکھلاؤں گا کہ کیسے انہوں نے پیر کہلا کر قابل شرم جھوٹ بولا۔'' (اربعین نمبر۴، روحانی خزائن جلد۱۷ حاشیہ صفحہ ۴۴۹، ۴۵۰)

نیز فرمایا:۔

''ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسن بھیں وغیرہ کو بُلا لیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کرلیں۔ فریقین کی تفسیر چار[۴] جز سے کم نہیں ہونی چاہئے ...... اور اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵؍فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستّر[۷۰] دن ہیں فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔'' (اربعین نمبر۴، روحانی خزائن جلد۱۷ صفحہ ۴۸۴)

اِس اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خاص تائید سے حضرت اقدس علیہ السلام نے مدت معیّنہ کے اندر ۲۳؍فروری ۱۹۰۱ء کو **''اعجاز المسیح''** کے نام سے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کر دی۔ اور اس تفسیر کے لکھنے کی غرض یہ بیان فرمائی کہ تا پیر مہر علی شاہ صاحب کا

جھوٹ ظاہر ہو کہ وہ قرآن مجید کا علم رکھتا ہے اور چشمۂ عرفان سے پینے والا اور صاحبِ خوارق و کرامات ہے۔(دیکھو صفحہ ۳۶-۳۹ جلد ھذا) مگر پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو اپنے گھر بیٹھ کر بھی بالمقابل تفسیر لکھنے کی جرأت نہ ہوئی اور اپنی خاموشی سے اعتراف شکست کرتے ہوئے اپنے جاہل اور کاذب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔حضرت اقدس علیہ السلام نے باعلامِ الٰہی اپنی اس تفسیر کے متعلق لکھا کہ اگر ان کے علماء اور حکماء اور فقہاء اور ان کے باپ اور بیٹے متفق اور ایک دوسرے کے معاون ہو کر اتنی قلیل مدت میں اس تفسیر کی مثل لانا چاہیں تو وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے (صفحہ ۵۷ جلد ہذا) اور فرمایا کہ

> (ترجمہ) ’’مَیں نے اس کتاب کے لئے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے علماء کے لئے معجزہ بنائے اور کوئی ادیب اس کی نظیر لانے پر قادر نہ ہو اور ان کو لکھنے کی توفیق نہ ملے اور میری یہ دُعا قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی اور کہا **منعہ مانع من السماء** کہ آسمان سے ہم اسے روک دیں گے اور مَیں سمجھا کہ اس میں اشارہ ہے کہ دشمن اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوں گے۔‘‘
>
> (اعجاز المسیح ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۸، ۶۹)

چنانچہ اس عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق نہ پیر گولڑوی کو اور نہ عرب و عجم کے کسی اور ادیب فاضل کو اس کی مثل لکھنے کی جرأت ہوئی۔اسی طرح اس کتاب کے سرورق پر آپ نے بطور تحدی فرمایا کہ یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ **وَ مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ ۔ فَسَوْفَ یَرٰی اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ** کہ جو شخص بھی غصہ میں آکر اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے تیار ہوگا وہ نادم ہوگا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوگا۔

چنانچہ ایک مولوی محمد حسن فیضی ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم مدرس مدرسہ نعمانیہ واقع شاہی مسجد لاہور نے عوام میں شائع کیا کہ مَیں اس کا جواب لکھتا ہوں۔ابھی اس نے جواب کے لئے **اعجاز المسیح** پر نوٹ ہی لکھے تھے اور ایک جگہ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ** بھی لکھ دیا تو اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ وہ جلد ہلاک ہو گیا۔

الغرض اس کتاب کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے کئی نشانات ظاہر ہوئے جن کی تفصیل ’’نزول المسیح‘‘ میں درج ہے۔

نوٹ:۔ اعجاز المسیح کے ایڈیشن اوّل کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ۲۰ رفروری ۱۹۰۱ء کا ایک اشتہار ’’خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا‘‘ کے عنوان کے تحت اور حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا ایک

اشتہار ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا‘‘ شامل اشاعت ہیں۔ روحانی خزائن کے پہلے ایڈیشن میں یہ دونوں اشتہار کسی وجہ سے شامل نہیں تھے۔ اب موجودہ ایڈیشن میں اعجاز المسیح کے آخر میں یہ دونوں اشتہار شامل کر دیئے گئے ہیں۔ (ناشر کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن)

ایک غلطی کا ازالہ

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو بطور اشتہار ۵؍نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کیا گیا اس کی تالیف کا باعث یہ ہوا:-

’’کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۶)

یہ رسالہ اس لحاظ سے ایک اہم رسالہ ہے کہ اس رسالہ میں اصولی طور پر اس اختلاف کا حل پیش کیا گیا ہے جو بظاہر آپ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں اور ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں میں اپنی نبوت کے متعلق نظر آتا ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تالیفات میں آپ نے بکثرت اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ۱۹۰۱ء سے بعد کی تالیفات میں بکثرت اپنے نبی ہونے کا اقرار کیا ہے۔

اور نبی کے معنے خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا ذکر کر کے اور اپنی ڈیڑھ سو پیشگوئیوں کا جو امورِ غیبیہ پر مشتمل تھیں اور پوری ہو چکی تھیں حوالہ دے کر اس رسالہ میں فرماتے ہیں:-

’’میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو مَیں کیونکر ردّ کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ .... **اور جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت**

سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اُس کا نام پا کر اُس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اِس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

اس اختلاف کو جو آپ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں میں نظر آتا ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں خود تسلیم فرمایا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ ''تریاق القلوب'' کے صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے:۔

''اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیحؑ پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔''

(دیکھو روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۱ بحوالہ تریاق القلوب)

پھر ریویو جلد اوّل نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے:۔

''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔''

الغرض دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔ حضرت اقدسؑ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براھین احمدیه میں مَیں نے لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح مَیں ہی ہوں۔ اِس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی

مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدااور رسول نے دی تھی۔مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تُو ہی ہے .... اِسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو مَیں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۲تا ۱۵۴)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کو جزئی فضیلت قرار دینا صرف اس وجہ سے تھا کہ آپ اپنے آپ کو غیر نبی اور حضرت مسیح عیسیٰؑ کو نبی سمجھتے تھے۔لیکن جب آپ پر یہ انکشاف ہو گیا کہ آپ بھی نبی ہیں تو آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام پر تمام شان میں افضل ہونے کا اعلان کر دیا۔اِسی طرح دافع البلاء میں بھی اپنے آپ کو ان سے بہتر قرار دیا۔

سو آپ کا ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنے نبی ہونے سے انکار مسلمانوں میں نبی کی اس عام رائج تعریف کے ماتحت تھا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے یا پہلی شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کرے اور یہ کہ وہ نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا سے تعلّق رکھتے ہیں (دیکھو الحکم ۱۷/ اگست ۱۸۸۹ء)اس لئے ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ لفظ نبی کو جو الہامات میں آپ کے لئے استعمال ہوا تھا ظاہر پر محمول نہیں فرماتے تھے بلکہ تاویل کر کے اُسے بمعنی محدّث لیتے یا جزئی نبوت کے نام سے تعبیر فرماتے تھے۔مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یہ منکشف ہو گیا کہ نبی ہونے کے لئے نئی شریعت کا لانا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو تو آپ نے اپنے لئے نبی کا استعمال شروع فرما دیا اور اس

رسالہ میں تحریر فرمایا:-

’’اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدّث رکھنا چاہئے تو مَیں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لُغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۹)

اور حقیقۃ الوحی کے حوالہ میں ’’اوائل‘‘ سے مراد ’’تریاق القلوب‘‘ تک کا زمانہ ہے۔ گویا اواخر ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حقیقت آپ پر منکشف ہوئی جس کا اعلان سب سے پہلے آپ نے اس رسالہ میں کیا۔ اور جیسے حقیقۃ الوحی میں فرمایا کہ صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا اسی طرح اس رسالہ میں فرمایا:-

’’اِس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ (نبی اور رسول کے...... ناقل) موجود ہیں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۶)

اس رسالہ کی اشاعت کے بعد آپ نے اپنی متعدد کتب میں نبوت کی وہی تعریف بیان فرمائی جس کا اعلان اس رسالہ میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ تتمہ حقیقۃ الوحی میں آپ فرماتے ہیں:-

’’**اے نادانو! میری مراد نبوت** سے یہ نہیں ہے کہ مَیں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مُراد میری نبوت سے کثرت مکالمت ومخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ ومخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں مَیں اس کی کثرت کا نام بموجب حُکمِ الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح ۔ اور مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔‘‘ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۳)

پس آپ کے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ کا کوئی الہام یا آپ کی کوئی تحریر منسوخ

ہوئی۔ بلکہ نبوت کی مسلمانوں میں رائج تعریف کے پیش نظر ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبی کے لفظ کو ظاہر سے پھیر کر بمعنی محدّث لیتے تھے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو نبوت کی حقیقت کا انکشاف کیا اسی پہلی چیز کا نام بحکم الٰہی نبوت رکھا اور اس نئی تعریف کے ماتحت اپنے آپ کو نبی قرار دیا۔

دافع البلاء و معیار اهل الاصطفاء

یہ رسالہ آپ نے اپریل ۱۹۰۲ء میں شائع فرمایا جب کہ پنجاب میں طاعون کا بہت زور تھا اس رسالہ میں طاعون سے متعلق آپ نے ان الہامات کا ذکر فرمایا ہے جن میں طاعون کی وباء کے پھیلنے کے متعلق پیشگوئی تھی اور یہ بھی بتایا گیا تھا کہ طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح کا نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دُکھ دیا گیا۔ اس کے قتل کرنے کے منصوبے کئے گئے۔ اس کا نام کافر اور دجّال رکھا گیا۔ اور پہلی کتابوں میں پیشگوئی پائی جاتی تھی کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت سخت طاعون پڑے گی۔ اور فرمایا کہ اس کا یقینی علاج تو یہی ہے کہ اس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کیا جائے اور اپنی زندگیوں میں ایک روحانی تبدیلی پیدا کی جائے نیز وحیٔ الٰہی کی بناء پر آپ نے یہ اعلان فرمایا:۔

> ’’کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔‘‘
>
> (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۰)

اور فرمایا:۔

> ’’میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا **تو ضرور وہ** مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔‘‘
>
> (دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۸)

لیکن کسی مخالف کو ایسا اعلان کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور طاعون کی وباء پہلی کتب کی پیشگوئیوں کے

مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان ثابت ہوئی۔

الھدٰی و التّبصرة لمن یرٰی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء ہند کے تعصب اور انکارِ حق پر اصرار کو دیکھ کر شام اور مصر وغیرہ کے علماء کی طرف توجّہ فرمائی کہ شاید ان میں سے کوئی تائیدِ حق کے لئے کھڑا ہو جائے۔ شام کے متعلق معلوم ہوا کہ وہاں دینی مناظرات کی اجازت نہیں اس لئے آپ نے جہاں مصر کے بعض علماء اور مدیرانِ جرائد و مجلّات کو **اعجاز المسیح** کے چند نسخے ارسال کئے وہاں ایک نسخہ تقریظ کے لئے الشیخ محمد رشید رضا مدیر المنار کو بھی بھجوایا۔ مناظر اور الھلال کے مدیران نے تو اس کی فصاحت و بلاغت کی بہت تعریف کی مگر الشیخ محمد رشید رضا نے نحویوں اور ادیبوں کے استشہاد پیش کئے بغیر لکھ دیا کہ کتاب سہو و خطا سے بھرپور ہے اور اس کے سجع میں بناوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ اور لطیف کلام نہیں۔ اور عرب کے محاورات کے خلاف ہے۔ (صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۷ جلد ھذا) اور ستّر دن کی مدّت جو آپ نے اس کی مثل لانے کے لئے مقرر کی تھی اس کا ذکر کر کے اُس نے یہ لاف زنی کی:۔

”ان کثیرًا من اھل العلم یستطیعون ان یکتبوا خیرًا منہ فی سبعۃِ ایامٍ“

(المنار جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)

یعنی بہت سے اہلِ علم اس سے بہتر سات دن میں لکھ سکتے ہیں:۔

جب اس کا یہ ریویو ہندوستان میں شائع ہوا تو علمائے ہند نے اس کی آڑ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف از سرِ نو مخالفت کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ تب آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل اور اتمامِ حجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہی تو آپ کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ آپ اس مقصد کے لئے ایک کتاب تالیف فرمائیں اور پھر مدیر المنار اور ہر اس شخص سے جو ان شہروں سے مخالفت کے لئے اٹھے اس کی مثل طلب کریں۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت تضرّع اور خشوع و خضوع سے دُعا کی یہاں تک کہ قبولیت دعا کے آثار ظاہر ہوئے۔

و وفقت لتألیف ذالک الکتاب. فأُرسلہ الیہ بعد الطبع و تکمیل الابواب. فان اتٰی بالجواب الحسن و احسن الردّ علیہ. فاحرق کتبی و اقبّل قدمیہ.

واعلق بذیله. و اکیل الناس بکیله.وھا انا اقسم بربّ البریّۃ.اُؤَکّدُ العھد لھٰذہ الالیّۃ.

(الھدیٰ . روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۲۶۴)

اور مجھے اس کتاب کی تا ٔلیف کی توفیق بخشی گئی۔سومَیں بعد چھپ جانے اور اس کے بابوں کی تکمیل کے اس کی طرف بھیجوں گا۔ پھر اگر منار نے اس کا جواب خوب دیا اور عمدہ ردّ کیا تو مَیں اپنی کتابیں جلادوں گا اور اس کے پاؤں چُوم لوں گا اور اس کے دامن سے لٹک جاؤں گا اور پھر لوگوں کو اس کے پیمانہ سے ناپوں گا۔اور لو مَیں پروردگار جہاں کی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم سے عہد کو پختہ کرتا ہوں۔

مگر ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی فرمادی:-

’’اَم له فی البراعۃ یدٌطُولٰی سیھزم فلا یُریٰ .نبأ من اللہ الذی یعلم السرّ و اخفٰی.‘‘

(الھدیٰ۔روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۲۵۴)

آیا فصاحت و بلاغت میں اسے بڑا کمال حاصل ہے؟ عنقریب وہ گریز کر جائے گا اور پھر نظر نہ آئے گا یہ پیشگوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں درنہاں کو جاننے والا ہے۔

مدیر المنار کے علاوہ دوسرے ادباء وعلماء سے متعلق بھی فرمایا:-

’’ام یزعمون انھم من اھل اللسان. سیھزمون و یولّون الدبر عن المیدان–‘‘

(الھدیٰ۔روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۲۶۸)

کیا وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اہلِ زبان ہیں۔عنقریب شکست کھائیں گے اور میدان سے دم دبا کر بھاگیں گے۔‘‘

جب کتاب شائع ہوئی اور اس کا ایک نسخہ شیخ رشید رضا صاحب کو بھی ہدیۃً بھجوایا گیا تو انہوں نے الھدیٰ سے قبرِ مسیح سے متعلق مضمون کا بہت سا حصّہ نقل کر کے جو مسیحؑ کی کشمیر کی طرف ہجرت سے متعلق تھا اپنے رسالہ المنار میں نقل کر کے لکھا کہ ایسا ہونا عقلاً ونقلاً مستبعد نہیں ہے۔

لیکن انہیں یہ توفیق نہ ملی کہ اس کے جواب میں ایسی فصیح و بلیغ کتاب لکھ کر آپ کی پیشگوئی کو باطل

ثابت کرتے۔ جب مَیں حیفا میں مقیم تھا اس وقت شیخ رشید رضا نے اپنے رسالہ المنار میں یہ ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود نے ''سیھزم فلا یُریٰ '' میں اس کی موت کی پیشگوئی کی تھی جو غلط نکلی اس پر مَیں نے اُن کو تفصیلی جواب دیا تھا کہ اِس میں کوئی موت کی پیشگوئی نہ تھی بلکہ یہ پیشگوئی تھی کہ ایڈیٹر المنار، الھدیٰ جیسی فصیح و بلیغ کتاب لکھنے کی توفیق نہیں پائے گا جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور باوجودیکہ ایڈیٹر المنار، الھدیٰ کی اشاعت کے بعد تیس[30] سال سے زائد عرصہ تک زندہ رہا لیکن اسے یہ توفیق نہ ملی کہ اس کتاب کے جواب میں بالمقابل کوئی کتاب لکھتا اور اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی کمال آب و تاب سے پوری ہوئی۔

اِس کتاب کی تالیف ربیع الاول ۱۳۲۰ ہجری میں مکمل ہوئی اور ۱۲؍جون ۱۹۰۲ء کو چھپ کر شائع ہوئی۔

نزول المسیح

رسالہ دافع البلاء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کو اپنی صداقت کی علامت قرار دیتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ قادیان طاعون جارف سے محفوظ رہے گی۔ اور مختلف اہلِ مذاہب کو چیلنج کیا تھا کہ وہ بھی چاہیں تو کسی شہر کے طاعون سے محفوظ رہنے کے متعلق پیشگوئی کر سکتے ہیں۔ مگر جس شہر کے متعلق بھی ایسی پیشگوئی کی جائے گی وہ طاعون کا ضرور شکار ہوگا۔

دافع البلاء کی اشاعت پر ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے قادیان کی حفاظت سے متعلق پیشگوئی کو غلط ثابت کرنے کے لئے جھوٹی اور خلاف واقعہ رپورٹیں شائع کیں اور قادیان کی حفاظت سے متعلق پیشگوئی کو اعتراضات کا نشانہ بنایا تب حضرت اقدس علیہ السلام نے اُن کی ان مفتریات کا جواب اس کتاب میں دیا۔

اِسی طرح آپ نے دافع البلاء میں لکھا تھا کہ مسیح موعودؑ امام حسینؓ سے افضل ہے اس پر علی حائری لاہوری شیعہ مجتہد نے ایک رسالہ لکھا جس میں امام حسینؓ کو تمام انبیاء سے افضل قرار دیا اور لکھا کہ

> ''امام حسین کی وہ شان ہے کہ تمام نبی اپنی مصیبتوں کے وقت میں اسی امام کو اپنا شفیع ٹھہراتے تھے اور اس کی طفیل ان کی مصیبتیں دُور ہوتی تھیں۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصیبت کے وقت میں امام حسین کے ہی دست نگر تھے اور آپ کی مصیبتیں بھی امام حسین کی شفاعت سے ہی دُور ہوتی تھیں۔''

ان کے اس غیر معقول اور بے دلیل دعویٰ کی حضرت اقدس علیہ السلام نے اس کتاب میں نہایت احسن طور پر تردید فرمائی۔

اِسی اثناء میں پیر مہر علی شاہ کی طرف سے ایک کتاب سیف چشتیائی شائع ہوئی جس میں اُس نے ''**اعجاز المسیح**'' کے بالمقابل تفسیر لکھنے کی بجائے **اعجاز المسیح** پر بیہودہ نکتہ چینیاں کی تھیں اور اعجاز المسیح کے چند فقروں کے متعلق لکھا تھا کہ وہ بعض امثلہ عرب اور مقامات حریری وغیرہ سے سرقہ کئے گئے ہیں۔ نیز لکھا تھا کہ چونکہ آپ کی وحی وحیٔ نبوت نہیں کیوں نہ اِسے از قبیل اضغاثِ احلام سمجھا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی ان بیہودہ نکتہ چینیوں کا اس کتاب میں مفصّل و مدلّل اور مُسکت جواب دیا ہے اور اپنی وحی کو یقینی اور قطعی رحمانی وحی ثابت کیا ہے اور الہام رحمانی کی گیارہ فیصلہ کن نشانیاں تحریر فرمائی ہیں (دیکھو صفحہ ۴۹۲، ۴۹۳ جلد ھٰذا) پھر اپنے یقینی الہامات میں سے جو خوارق اور غیب کی خبروں پر مشتمل تھے ان میں سے بطور نمونہ ایک سو تیئیس پیشگوئیوں کو جو پوری ہوئیں ذکر فرمایا ہے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب نے جو آپ پر سرقہ کا الزام لگایا تھا اس کا علمی اور تحقیقی جواب دیتے ہوئے حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محل اور موقع کے مناسب اقتباس بھی فنِ بلاغت میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح توارد بھی مسلّمہ ادباء و شعراء ہے اور اسے سرقہ نہیں کہا جاتا ورنہ سرقہ کے الزام سے کوئی نہیں بچا۔ نہ خدا کی کتابیں اور نہ انسانوں کی کتابیں۔ لیکن اس جگہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص تصرّف سے یہ انکشاف فرما دیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جس نے سرقہ کا الزام لگایا تھا وہ خود سارق ثابت ہوا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں جو **اعجاز المسیح** اور شمس بازغہ پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات کئے تھے وہ درحقیقت مولوی محمد حسن فیضی کے نوٹوں کی ہو بہو نقل تھے جو اس نے بطور یادداشت کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حواشی پر لکھے تھے۔ جو پیر صاحب نے اپنی علمیت جتانے کے لئے ان کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اپنی طرف منسوب کر کے شائع کر دیئے اور اس کی اطلاع میاں شہاب الدین اور مولوی کرم دین سکنہ بھیں نے خطوط کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولوی فضل الدین صاحب بھیروی کو دی اور آخر کار وہ اصل کتابیں جن پر محمد حسن فیضی نے نوٹ لکھے تھے خرید کر لی گئیں اور اس طرح پیر مہر علی شاہ صاحب خود سارق ثابت ہوئے اور اس رنگ میں آپ کے الہام **انّی مھین من اراد اھانتک** میں مندرجہ پیشگوئی

نہایت شان سے پوری ہوئی۔

حضرت اقدسؑ نے میاں شہاب الدین اور مولوی کرم دین کی وہ خط و کتابت جس میں انہوں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے سرقہ کا ذکر کیا تھا۔اس کتاب (نزول المسیح) میں شائع کر دی۔(دیکھو حاشیہ صفحہ ۴۵۰ تا ۴۵۸ جلد ھٰذا) یہ کتاب جولائی اور اگست ۱۹۰۲ء میں زیر تصنیف تھی۔ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹۵ جس میں ۱۰؍اگست ۱۹۰۲ء اور صفحہ ۵۱۰ جس میں ۲۰؍اگست ۱۹۰۲ء کی تاریخ تحریر فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ یہ کتاب چھپ بھی رہی تھی۔اسی اثناء میں وہی خطوط جو حضرت اقدسؑ نے اس میں شائع کئے تھے حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ نے اپنے اخبار الحکم مؤرخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۲ء میں شائع کر دیئے۔جس پر مولوی کرم دین بگڑ گیا کیونکہ اُس نے اپنے ایک خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ مصلحت اِسی میں ہے کہ شائع نہ کیا جائے کیونکہ وہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ کے مریدوں سے بہت خائف تھا۔

الحکم میں اس کے خطوط شائع ہونے پر سراج الاخبار جہلم مؤرخہ ۶؍اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک خط اور ۱۳؍اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک قصیدہ مولوی کرم دین صاحب کے نام سے شائع ہوا جس میں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ خطوط جعلی اور جھوٹے ہیں۔اس کے لکھے ہوئے نہیں اور لکھا کہ مرزا غلام احمد کی ملہمیت کی آزمائش کے لئے مَیں نے انہیں دھوکا دیا تھا وغیرہ۔

اس پر حکیم فضل الدین صاحب مالک و مہتمم ضیاء الاسلام پریس قادیان نے (جن کے نام مولوی کرم دین نے ابتدائی خطوط لکھے تھے) ۱۴؍نومبر ۱۹۰۲ء کو گورداسپور کی عدالت میں ان کے خلاف زیر دفعہ ۴۲۰ استغاثہ دائر کر دیا۔دوران مقدمہ ۲۲؍جون ۱۹۰۳ء کو مولوی کرم دین نے زیر طبع کتاب نزول المسیح کے اوراق پیش کئے اور مستغیث سے تصدیق کروانا چاہی۔جس پر حکیم فضل الدین صاحب نے ۲۹؍جون ۱۹۰۳ء کو زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند دوسرا استغاثہ دائر کر دیا اور بیان دیا کہ یہ کتاب بحیثیت مہتمم مطبع ضیاء الاسلام قادیان میری ملکیت تھی اور چونکہ ابھی تک باضابطہ شائع نہیں ہوئی اس لئے یہ مال مسروقہ ہے اور ملزم کرم دین مال مسروقہ کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا مجرم ہے۔چونکہ سراج الاخبار کے مضامین میں مولوی کرم دین نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے خلاف بھی ہرزہ سرائی کی تھی اس لئے شیخ صاحب موصوف نے بھی مولوی کرم دین صاحب اور مولوی فقیر محمد صاحب ایڈیٹر و مالک سراج الاخبار کے خلاف زیر دفعات ۵۰۰۔۵۰۱ و ۵۰۲ ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کر دیا۔

ان حالات میں جبکہ مولوی کرم دین صاحب اپنے خطوط کے منکر ہو چکے تھے۔حضرت اقدس

مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کی اشاعت اس وقت تک مناسب نہ خیال کی جب تک کہ عدالت سے یہ فیصلہ نہ ہو جائے کہ یہ خطوط مولوی کرم دین صاحب کے اپنے لکھے ہوئے ہیں یا نہیں۔

اور اس اثناء میں آپ بعض اور دوسری اہم تصانیف کی طرف متوجہ ہو گئے اور یہ کتاب چھپی ہوئی پڑی رہی۔ جو ٹائیٹل پیج طبع کرا کر ۲۵ ؍اگست ۱۹۰۹ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے عہد سعادت مہد میں پہلی بار شائع ہوئی۔ (دیکھو صفحہ ۶۱۹، ۶۲۰ جلد ھٰذا)

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ان روحانی خزائن سے ہمیں اور ہماری اولادوں کو اور اقوامِ عالم کو کماحقہٗ مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین

۲۵ ؍رمضان المبارک ۱۳۸۵ ہجری قمری
بمطابق ۱۸ ؍جنوری ۱۹۶۶ء

خاکسار
جلال الدین شمسؔ
ربوہ

گناہ سے نجات کیوں کر مل سکتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مضمون رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے پہلے شمارہ جنوری ۱۹۰۲ء میں حضور کے نام کے بغیر شائع ہوا تھا۔ طرز تحریر اور مضمون کی اندرونی اور بیرونی شہادات سے ثابت ہے کہ یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی تحریر فرمایا ہوا ہے۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی کے پہلے شمارہ (اشاعت ۲۰ ؍جنوری ۱۹۰۲ء) میں بھی یہ مضمون شامل ہے۔ اس رسالہ کی اشاعت کے چار دن بعد ایڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار کی ۲۴ ؍جنوری ۱۹۰۲ء کی اشاعت میں ریویو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ”میگزین کے مضامین کے متعلق کہ وہ کیسے ہیں؟ ہمیں بغیر اس کے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ **حضرت مسیح موعودؑ کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں۔**“ اس کے بعد انہوں نے اس رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین کی مکمل فہرست دی ہے جس میں تیسرے نمبر پر اس مضمون کا ذکر ہے اور پھر لکھا ہے کہ:۔ ”مندرجہ بالا مضامین جو سب کے سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے نکلے ہیں لئے ہوئے پہلا رسالہ شائع ہوا ہے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے یہ مضمون پہلی بار روحانی خزائن میں شامل کیا جا رہا ہے۔

عصمت انبیاء علیہم السلام

نجات کس طرح مل سکتی ہے اوراس کی حقیقی فلاسفی کیا ہے؟

حضرت سلطان القلم مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پُر معارف اورمعرکۃ الآراء مضمون ریویو آف ریلیجنز کے اردو شمارہ مئی ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا تھا۔اس کا اصل مسودہ حضور علیہ السلام کے دست مبارک سے تحریر فرمودہ ہے جو صاحبزادہ مرزا عبدالصمد صاحب سکرٹری مجلس کارپرداز کے پاس محفوظ ہے۔ہماری درخواست پر انہوں نے اس مسودہ کی نقل نظارت کو مہیا کی جس کے لئے نظارت اشاعت محترم صاحبزادہ صاحب کی ممنون ہے۔

اس قلمی مسودہ کے جو ۲۹ صفحات ہمیں ملے ہیں ان میں مضمون مکمل نہیں ہوتا تھا چنانچہ اس کو ریویو اردو مئی ۱۹۰۲ء سے مکمل کیا گیا ہے۔حوالہ کے لئے صفحہ کے باہر ریویو کے صفحات کا نمبر درج ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے روحانی خزائن میں یہ مضمون پہلی بار شامل کیا جارہا ہے۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت



ٹائیٹل بار اول

من سرّہ ان یقرء الفاتحۃ مع معارفها المخفیۃ ۔ وحقائقها
الروحانیۃ ۔ فلیقرء تفسیرنا ھذا بالتدبر وصحّۃ النیۃ ۔
ولا یحسر عن ساعدہ للمقابلۃ ۔ فانہ کتاب لیس لہ
جواب ۔ ومن قام للجواب وتنمّر ۔ فسوف یری انہ
تندم وتذمّر ۔ فطوبی لمن ھمّ من ما اصطفیناہ ۔ واخذ
ما اعطیناہ ۔ وما کان کالذی لبس الصفاقۃ ۔ وخلع
الصداقۃ ۔ وھذا ردّ علی الذین یجھّلوننا ویصبغون
التلبیس ۔ ویقولون لیس عندھم من علم بل عُصبۃ
من مفالیس ۔ وانّا اقررنا بانّ کُتُبنا کلّھا من حولِ اللّٰہ
ذی الجلال ۔ وما نحن الا کالجھال ۔ وانّ کتابی
ھذا بلیغ ۔ وفصیح وملیح ۔
وانی
سمّیتہ

اِعجاز المسیح

وقد طُبع
فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یومًا من شھر الصیام وکان من الھجرۃ سنۃ ۱۳۱۸
ومن شھر النصاری ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۱ ۔ مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور باھتمام
الحکیم فضل دین البھیروی ۔

قیمت عمر جلد ۷۰۰

اطلاع

عام اطلاع کے لئے اردو میں لکھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ستر دن کے اندر ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کو اس رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے پورا کر دیا۔ سچ یہی ہے کہ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہوا۔ ان دنوں میں یہ عاجز کئی قسم کے امراض اور اعراض میں بھی مبتلا ہوا جس سے اندیشہ تھا کہ یہ کام پورا نہ ہو سکے کیونکہ بباعث ہر روز کے ضعف اور حملہ مرض کے طبیعت اس لائق نہیں رہی تھی کہ قلم اٹھا سکے۔ اور اگر صحت بھی رہتی تو خود مجھ میں کیا استعداد تھی۔ من آنم کہ من دانم۔ لیکن اخیر پر ان مراض بدنی کا بھید مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ تا یہ جماعت بھی جو اس جگہ میرے دوستوں میں سے موجود ہیں یہ خیال نہ کریں کہ میری اپنی دماغی طاقتوں کا یہ نتیجہ ہے۔ سو اس نے ان عوارض اور موانع سے ثابت کر دیا کہ میرے دل اور دماغ کا یہ کام نہیں۔ اس خیال میں میرے مخالف سراسر سچ پر ہیں کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر توانا ہے جس کے آستانہ پر ہمارا سر ہے۔ اگر کوئی اور بھی ایسے کاموں میں مدد دے سکتا ہے جن میں معجزانہ طاقت ہے تو پھر اس صورت میں ناظرین کو توقع کرنی چاہیئے کہ اس کتاب کے ساتھ اور اس کے مانند انہی ستر دنوں میں صدہا اور تفسیریں سورۃ فاتحہ کی میری شرط کے موافق شائع ہونے والی ہیں یا شائع ہو چکی ہیں کیونکہ اسی پر مدار فیصلہ رکھا گیا ہے۔ بالخصوص سید مہر علی شاہ صاحب پر تو یقین ہے کہ انہوں نے اس وقت تفسیر لکھنے کے لئے ضرور کچھ کوشش کی ہوگی ورنہ اب وہ ان لوگوں کو کیونکر منہ دکھا سکتے ہیں جن کو یہ کہا گیا تھا کہ وہ تفسیر لکھنے کے لئے لاہور آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ ستر دن میں لکھ نہ سکے تو سات گھنٹہ میں کیا لکھ سکتے۔ غرض منصفین کے لئے خدا کی تائید دیکھنے کے لئے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ ستر دن کی میعاد ٹھہرا کر صدہا مولوی صاحبان بالمقابل بلائے گئے۔ اب ان کا کیا جواب ہے کہ کیوں وہ ایسی تفسیر شائع نہ کر سکے۔ یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے؟

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی

پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے در بے نیاز میں

اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر الٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے

پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیاں۔ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لِلّٰه الذی أنطق الإنسان. وعلّمه البیان. وجعل
ہمہ حمد آں خدا را کہ انسان را گویائی بخشید و سخن فصیح گفتن او را تعلیم فرمود
کلام البشر مظهر حُسنه المستتر. ولَطّف أسرار
و کلام انسان را برائے حُسن پوشیدہ او مظہر مقرر فرمود و بہ الہام خود
العارفین بإلهامهٖ. وکمّل أرواح الروحانیین بإنعامه.
رازہائے عارفان را لطیف کرد۔ و بانعام خود روحہائے روحانیاں را کمال
وکفّل أمرهم بعنایته. واستودعهم ظلّ حمایتهٖ.
بخشید واز راہ عنایت خود متکفل امور شاں شد و بہ سایہ حمایت خود
وعادا من عادا أولیاءهٗ وما غادرهم عند الأهوال.
ایشاں را سپرد و دشمن گرفت آناں را کہ دشمن داشتند اولیاء او را۔ و اولیاء خود
وسمع دعاءهم إذا أقبلوا علیه کل الإقبال. وأری لهم
را بر وقت خوفہا فرو نگذاشت و دُعائے ایشاں شنید چوں بہمہ ہمت سوئے او توجہ
غیرته وصار لهم کقسورة للأشبال. ولوٰی إلیهم
کردند۔ وبرائے شاں غیرت خود نمود۔ وبرائے شاں چناں گردید کہ شیر با بچگان خود می باشد۔ و
کزافرةٍ فی مواطن الجدال. وما زایلهم فی موقف
میل کرد سوئے ایشاں ہمچو خویشاں دیاراں درمقامہائے خصومت کردن وجدائی نگزید از ایشاں در مقامے

﴿۲﴾

وَمَا نسيهم عند الابتهال. وألزمهم كلمة التقوىٰ.
و فراموش نکرد ایشاں را بوقت زاری در دُعا و لازم حال ایشاں کرد کلمہ
وثبّتهم على سُبُل الهدىٰ. وجذبهم إلى حضرته
تقویٰ را و ثابت کرد ایشاں را بر راہ ہائے ہدایت۔ وکشید ایشاں را سوئے
العُليا. ووهب لهم أعينا يُبصرون بها. وقلوبًا
جناب بلند خود و ایشانرا چشم بینندہ عطا کرد۔ و دلے داد کہ
يفقهون بها. وجوارح يعملون بها. وجَعَلهم
فہمندہ است۔ و اعضاہا داد کہ بداں کارہا مے کنند و ایشاں را
حرز المخلوقين. وروح العالمين. وَالسّلام
پناہ مخلوقات کرد۔ و جان عالمیاں بگردانید۔ و سلام و درود
والصّلوٰة على رسولٍ جاء فى زمن كان كدستٍ
براں رسول کہ در چناں زمانہ آمد کہ بداں چار بالش مشابہ
غاب صدره. أو كليل أفل بدره. وظهر فى
بود کہ بالانشین او ناپدید باشد یا بداں شب مماثلت می داشت کہ ماہ چہاردہم او ناپیدا بود
عصر كان الناس فيه يحتاجون إلى العُصرة. و
و در آں زمانہ ظاہر شد کہ مردم محتاج پناہ و نجات بودند۔ وزمین صاحب
كانت الأرض أمحَلَت وخلت راحتها من بُخل
خشک سال شدہ بود و از وجہ بخل باران کف دست او
المزنة. فأَروى الأرض التى احترقت لإخلاف
تہی بود۔ پس آں نبی آں زمینے را سیراب کرد کہ از تخلف باراں

﴿۳﴾

اَلْعِھاد. وأحيا القلوب كإحياء الوابل للسنة
معہود سوختہ بود۔ و دلہا را چناں زندہ کرد کہ زندہ مے کند باراں بزرگ
الجماد. فتهلّل الوجوه وعاد حبرها وسبرها. و
سال بے باراں را۔ پس روشن شدند رُوہا و باز آمد ہیئت شاں و حسن
تراء ت معادن الطبائع وظهرت فضّتها وتبرها.
شاں ونمودار شدند معدنہائے طبیعتہا و ظاہر شد سیم آں ہا و زر آنہا
وطُهّر المؤمنون من كل نوع الجناح. وأُعطُوا جناحًا
و پاک کردہ شدند موماناں از ہر قسم گناہ۔ و آں پر دادہ شدند کہ
يطير إلى السماء بعد قصّ هذا الجناح. وأُسِّسَ
سوئے آسمان مے پرد بعد بریدن ایں پرہا۔ وہر امر شاں بر پرہیزگاری
كل أمرهم على التقوىٰ. فما بقى ذرّة من غير اللّٰه
بنا کردہ شد۔ پس یکذرہ از غیراللہ نماند۔ و نہ خواہش نفس ماند و پاک
ولا الهوىٰ. وطُهّرت أرضُ مكّة بعد ما طيف فيها
کردہ شد زمین مکہ بعد ازینکہ بہ بت ہا درو مے گشتند۔ پس
بالأوثان. فما سُجد على وجهها لغير الرحمان. إلٰى هذا
سجدہ نہ کردہ شد بر رُوئے آں بجز خدا تا ایں وقت
الأوان. فصلّوا على هذا النبيّ المحسن الذى هو
پس درود بفریسید بریں نبی کہ او مظہر صفات خدائے
مظهر صفات الرحمان المنّان. وَهَلْ جزاء
رحمان و منّان ہست۔ و پاداش احسان بجز

﴿۴﴾

الإحسان إلّا الإحسان. والقلب الذی لا یدری
احسان چیزے نیست و دلے کہ احسان او نمی

إحسانه. فلا إیمان له. أو یضیع إیمانه. اللّٰهم صلّ
داند او را نصیبے از ایمان نیست یا ایمان خود ضائع خواہد کرد

علی هذا الرسول النبیّ الأمّی الذی سقی الآخرین.
اے خدائے ما بریں رسول امّی درود بفرست۔ ایں آں رسول است

کما سقی الأوّلین. وصبّغهم بصبغ نفسه وأدخلهم
کہ گروہ آخر را آں جام نوشانیدہ کہ گروہ اول را نوشانید و او شاں را برنگ

فی المُطَهّرین. فنوّرهم اللّٰه بإشراق أشعة المحبّة.
خود آورد و در پاکاں اوشانرا داخل کرد۔ پس روشن کرد خداتعالیٰ اوشاں را۔

وسقاهم من أصفی المُدامة. وألحقهم بالسابقین من
بشعاعہائے محبت خود و از صاف تر شراب او شانرا نوشانید و بافانیاں او شانرا

الفانین. وقرّبهم وقبّل قربانهم. ودقّق مشاعرهم وجلّی
پیوند داد و او شانرا قرب خود بخشید و قربانی شاں قبول فرمود و حواس شاں

جنانهم. ووهب لهم من عنده فهم المقَرّبین. وزکّی
باریک کرد و دل شاں روشن کرد و اوشانرا از طرف خود فہم مقرباں عطا فرمود

نفوسهم وصفّی ألواحهم. وحلّی ارواحهم. ونجّا نفوسهم
ونفسہائے شاں پاک کرد و روحہائے شانرا صفائی ہا داد ولوحہائے ایشانرا آراستہ کرد☆

من سلاسل المحبوسین. وکفّل أمورهم کما هی عادته
ونفوس ایشانرا از زنجیر گرفتاراں نجات داد وخود متکفل امور ایشاں شد چنانچہ عادت

☆ ایڈیشن اول کے فارسی ترجمہ میں سہو کتابت سے ’’الواح‘‘ اور ’’ارواح‘‘ کا ترجمہ آپس میں بدل گیا ہے عربی متن کی مناسبت سے فارسی ترجمہ یوں صحیح ہوگا ’’ولوح ہائے شانرا صفائی ہاداد وروح ہائے ایشانرا آراستہ کرد‘‘ (ناشر)

بِأصفيائه. وشرح صدورهم كما هي سيرته في
او بادوستاں خود است و سینہ او شانرا منشرح کرد چنانچہ سیرت او با اولیاء

أولياءه. ودعاهم إلى حضرته. ثم تبادر إلى فتح
خود است۔ و سُوئے جناب خود ایشانرا بخواند باز برائے کشادن در

الباب برحمته. وأدخلهم في زمرته. وألحقهم بسكّان
برحمت خود جلدی فرمود و در گروہ خود ایشانرا داخل کرد و بساکنان

جنّته. وقيل داركم أتيتم. وأهلكم وافيتم. وجُعلوا
بہشت ملحق فرمود و گفتہ شد کہ بخانہ خود آمدہ اید و اہل خود را ملاقات کردہ اید

من المحبوبين. وهذا كلّه من بركات محمدٍ خير الرسل
و از جملہ محبوبان گردانیدہ شدند۔ و ایں ہمہ از برکتہائے محمد خیر الرسل

وخاتم النبيّين. عليه صلوات اللّٰه وملائكتهٖ وأنبيائه
وخاتم الانبیاء است۔ برو درود خدا و فرشتگان و پیغمبران و تمام

وجميع عباده الصالحين.
بندگان نیک است۔

أمّا بعد. فاعلموا أيّها الطالبون المنصفون.
بعد زیں بدانید اے طالبان و منصفان۔

والعاقلون المتدبّرون. انى عبد من عباد الرحمان.
و عاقلان فکر کنندگان کہ من بندہ ام از بندگان رحمان۔

الذين يجيئون من الحضرة. وينزلون بأمر ربّ العزّة.
آنانکہ از حضرت احدیت مے آیند و بامر الٰہی نازل مے شوند۔

﴿۶﴾

عند اشتداد الحاجة. وعند شیوع الجهلات و
وقتیکہ سخت ضرورت شاں پیش آمد و امور باطلہ و بدعتہا شائع
البدعات وقلّة التقویٰ والمعرفة. لیُجدّدوا ما
مے شوند و تقویٰ و معرفت کم مے گردد تا تازہ کنند آنچہ کہنہ شد
أَخْلَقَ. ویجمعوا ما تَفَرَّق. ویتفقّدوا ما افْتُقِد. و
و جمع کنند آنچہ متفرق گشت و گم شدہ را باز جویند۔ و
یُنجزوا ویُوفوا ما وُعِد من ربّ العالمین. وكذالک
وعدہ خود را بظہور رسانند۔ و ہم چنیں من آمدم و من
جئتُ وأنا أوّل المؤمنین. وإنی بُعثت علی رأس هذه
اول المؤمنین ہستم۔ و من بر سر صدی مبعوث
المائة المباركة الربّانیة. لأجمع شمل المِلّة الإسلامیة.
شدہ ام۔ تا کہ ملّت اسلام را جمعیت بخشم و ہر حملہ
وأدفع ما صیل علی كتاب اللّٰه وخیر البریة. وأكسر عصا
کہ بر قرآن و حضرت نبوی کردہ شد آنرا دفع کنم و عصائے
من عصٰی وأقیم جدران الشریعة. وقد بیّنتُ مرارًا
آنکس بشکنم کہ نافرمان است و شریعت را قائم کنم و من بارہا
وأظهرتُ للناس إظهارًا. انی أنا المسیح الموعود.
بیان کردہ ام و چنانچہ شرط اظہار است ظاہر کردم و من مسیح موعود
والمهدی المعهود. وكذالک أُمرتُ وما كان لی أن
و مہدی معہود ہستم۔ وہم چنیں مرا حکم شد و مرا نہ می سزد کہ

﴿۷﴾

أعصی أمر ربّی وألحَقَ بالمجرمین. فلا تعجلوا علیّ
نافرمانی حکم ربّ خود کنم و بمجرمان لاحق شدم۔ پس بر من جلدی
وتدبّروا أمری حق التدبّر إن کنتم متّقین. وعسیٰ أن
مکنید و اگر تقویٰ دارید در امر من تدبر کنید ممکن است کہ
تُکذّبوا امرءًا وھومن عنداللّٰہ. وعسٰی ان تُفسّقوا
شما تکذیب کسے کنید و او از خداتعالیٰ باشد و ممکن است کہ
رجلاً وھو من الصالحین. وإن اللّٰہ أرسلنی لاُصلح
شما کسے را فاسق بگوئید و او صالح باشد۔ وخدا مرا برائے
مفاسد ھذا الزمن. وأُفرّق بین روض القدس
اصلاح ایں زمانہ فرستادہ تا کہ در باغہائے قدس و سبزہ
وخضراء الدمن. وأرِی سبیل الحق قومًا ضالین.
سرگین فرق کردہ بنمایم و تا کہ راہ حق قومے را بنایم کہ راہ
وما کان دعوای فی غیر زمانہ. بل جئتُ کالربیع
گم کردہ اند و ایں دعویٰ من بے وقت نیست بلکہ من ہمچو آں
الذی یُمطر فی إبّانہ. وعندی شھاداتٌ من
باران بہاری آمدہ ام کہ در موسم و وقت خود می بارد۔ و نزد من
ربی لقوم مستقرین. وآیاتٌ بیّناتٌ للمبصرین.
از طرف رب من گواہی ہا ہستند برائے قومے کہ حق را می جویند
و وجہ کوجہ الصادقین للمتفرّسین. وقد جاء ت
و روشن نشانہا ہستند برائے آنانکہ مے بینند و رُوئے ہست ہمچو رُوہائے صادقاں برائے



أیّـام الـلّـه وفُتـحـت أبـواب الـرحـمة للطالبین. فلا تکونوا
آنانکہ اہل فراست اند۔ و بہ تحقیق روزہائے خدا آمدہ اند و برائے طالباں در ہائے
أوّل کـافـرٍ بهـا وقـد کـنتـم مـنتـظـریـن. أین الخفـاء.
رحمت مفتوح شدہ اند پس از ہمہ پیشتر شما کافر نہ شوید و شما انتظار می کردید
فـافتحوا العین أیها العقلاء. شهدت لی الأرض و السماء.
کجاست پوشیدگی در امر من پس چشم بکشائید اے عاقلاں۔ زمین و آسمان گواہی من
وأتـانـی الـعـلـمـاء الأمـنـاء. وعـرفنی قلوب العـارفین.
دادند و عالمان امین نزد من آمدند و دلہائے عارفاں مرا شناخت
وجـری الیـقیـن فـی عـروقهـم کـأُقْـریةٍ
و یقین در رگہائے دلہائے شاں چناں جاری شد کہ آبریزہا
تـجـری فـی البسـاتـین. بیـد أن بـعـض عـلـمـاء هـذه
در باغہا جاری می باشند۔ مگر ایں است کہ بعض عالمان ایں
الـدیـار. مـا قبـلـونـی مـن البخل والاستکبار. فما ظلمونا
دیار از بخل و تکبّر مرا قبول نہ کردہ اند۔ پس بر ما ستم
ولـکـن ظـلـمـوا أنـفسهـم حسـدًا واستـعـلاءً. ورضـوا
نہ کردہ اند ہمہ ظلم شاں بر جان شان است کہ موجب آں حسد و تکبر است
بظلمات الجهل وترکوا عِلمًا وضیاءً ا. فتراکم الظلام فی
و راضی شدہ اند بتاریکی جہالت وعلم و نور را بگذاشتند۔ پس گرد آمد تاریکی در
قـولهـم وفـعـلهـم وأعیـانهـم. حتـی اتـخـذ الخفـافیـش
گفتار ایشاں و کردار ایشاں و وجود ایشاں سجدے کہ شپرہ ہا در دِل

وَكَرًّا لجنانهم. وما قعد قارية على أغصانهم.
آشیانہ گرفتند۔ و مرغ مبارک برشاخہائے شاں نہ نشست۔
وكانوا من قبل يتوقعون المسيح على رأس
و پیش زیں امید ہا مے داشتند کہ مسیح موعود بر سر ایں صدی ظاہر
هذه المائة. ويترقّبونه كترقّب أهلّة الأعياد أو
خواہد شد۔ انتظار او چناں مے کردند کہ مردم انتظار ہلالہائے عید میمایند
أطايب المأدبة. فلمّا حُمّ ما توقعوه. وأُعطى
یا انتظار الوان نعمت دعوتے می کنند۔ پس چوں طیار کردہ شد آنچہ انتظار می کردند و دادہ
ما طلبوه. حسبوا كلام الله افتراء الإنسان.
شد آنچہ می جستند۔ کلام خدا را افتراء انسان پنداشتند۔ وگفتند کہ ایں
وقالوا مفترى يُضل الناس كالشيطان. وطفقوا
شخص مفتری است ہمچو شیطان مردم را گمراہ می کند۔ و شروع کردند
يشكّون فى شأنه بل فى إيمانه. وكذّبوه
کہ در شان او شک می کردند بلکہ در ایمان او نیز ہم۔ و تکذیب او کردند
وفسّقوه وكفّروه مع مريديه وأعوانه. وأنزل
واو را فاسق گفتند۔ و نام او کافر نہادند وہم چنیں مریداں و انصار او را بکفر منسوب کردند
الله كثيرا من الآى فما قبلوا. وأرَى التأييد
و خداتعالیٰ بسیارے از نشان ہا فرود آورد پس قبول نکردند۔ و در ابتدا و انتہا
فى المبادى والغاى فما توجهوا. وقالوا كاذب وما
تائیدہا فرمود مگر ہیچ توجہے نمودند۔ و گفتند کہ دروغگوست و

﴿۱۰﴾ تَفکّروا فی مآل الکاذبین. وقالوا مُختلق وما
در انجام دروغگویاں فکرے نہ کردند۔ و گفتند کہ مفتری است و
تذکّروا من دَرَجَ من المختلقین. والأسف کل
آناں را یاد نہ کردند کہ در حالت افترا ازیں جہاں بگذشتند۔ و تمامتر افسوس
الأسف أنهم یقولون ولا یسمعون. ویعترضون
ایں است کہ ایں مردم بگویند و نمی شنوند۔ و اعتراض می کنند
ولا یُصغون. ویلمزون ولا یُحقّقون. وحصحَصَ
و سوئے جواب گوش نمی دارند و عیب گیری می نمایند و تحقیق نمی کنند۔ و ظاہر
الحق فلا یُبصرون. وإذا رموا البری بأفیکة
شد حق پس نہ می بینند۔ و چوں ناکردہ گناہ را بتہمتے متہم می کنند
فضحکوا وما یبکون. ما لهم لا یخافون. أم لهم براء ة
پس می خندند و نہ می گریند۔ چہ شد او شانرا کہ نمی ترسند۔ آیا در کتابہا
فی الزبر فهم لا یُسألون. وما أری خوف اللّٰه فی قلوبهم
از مواخذہ بروں داشتہ شدہ اند و باز پرس نخواہد شد۔ نہ می بینم خوف خدا در
بل هم یؤذون الصادقین ولا یُبالون. ما أری
دلہائے ایشاں بلکہ ایشاں ایذا می دہند راستاں را و ہیچ پروا نمی دارند۔ نمی بینم
فناء صدورهم رحبًا. وکمثلهم اختاروا صحبًا.
صحن سینہ ایشاں را کشادہ و ہمچو خود دوستان خود چیدہ اند۔
ویهمزون ویغتابون وهم یعلمون. ولا یتکلمون
عیب مردم مے کنند و غیبت می نمایند و می دانند کہ بد میکنیم۔ و کلام نہ می کنند

إلَّا کطائر یخذق. أو کمسلول یبصق. لا یبطُنون ﴿۱۱﴾
مگر ہمچو آں پرندہ کہ سرگین خود می اندازد یا ہمچو آں مسلول کہ تف خود می افگند
أمرنا. ولا یعرفون سرّنا. ثم یُکفرون ویسبّون
از کار ما ایشاں را ہیچ آگاہی نیست و بر راز ما ہیچ اطلاعے نے۔ باز کافر می گویند
ویھذرون من غیر فھم الکتاب. ولا کھریر الکلاب.
و دشنام می دہند۔ وبغیر فہمیدن کتاب بیہودہ گوئی ہا می کنند و نہ ہمچو سگانے کہ عوعو می کنند
وما بقی فیھم فھم یھدیھم إلی صراطٍ مستقیم. ولا خوف
در ایشاں آں فہم نماندہ کہ سوئے راہ راست ایشاں را رہبری کند و نہ آں
یجذبھم إلی سُبُل مرضات اللّٰہ الرحیم. ومنھم مقتصدون.
خوفے ماندہ کہ بجانب سبیل ہائے رضائے خداوند رحیم بکشند۔ بعض ازیشاں
یُکذّبون ولا یعلمون. وبعضھم یکفّون
میانہ رو ہستند۔ تکذیب می کنند ونہ می دانند کہ کرا ردّ کردیم وبعض از یشاں
الألسنة ولا یسبّون. وتجد أکثرھم مُفحشین علینا
زبان بندمی دارند و دشنام نمی دہند۔ و اکثر ایشاں را خواہی یافت کہ برما
ومُکفّرین، سابّین غیر خائفین. فلیبک الباکون
ہیچ دقیقہ فحش گوئی نمی گذارند و کافر می گویند ونمی ترسند۔ پس باید کہ گریہ کنندگان
علی مصیبة الإسلام. وعلی فتن ھذہ الایّام.
بر مصیبت اسلام بگریند۔ و بر فتنہ ہائے ایں زمانہ نالہ ہا کنند۔
وأی فتنة أکبر من فتن ھذہ العلماء. فإنھم ترکوا
وکدام فتنہ بزرگتر از فتنہائے ایں علماء است۔ پس ایشاں دین

﴿۱۲﴾

الّذین غریبًا کشهداء الکربلاء. وإنها نار أذابت قلوبنا.
را بحالت غربت گذاشتند ہمچو شہیدان کربلا وایں آتشے است کہ
وجنّبت جنوبنا. وثقّلت علینا خطوبنا.
دل مارا گداخت و پہلوہائے مارا بشکست و کارہائے مارا در مشکل انداخت
ورمت کتاب اللّٰه بأحجار من جهلات الجاهلین.
وکتاب اللہ را بہ سنگہائے باطل سنگسار کردند
ونریٰ کثیرا منهم یخفون الحق ولا یجتنبون الزور
وبسیارے را ازیشاں مے بینیم کہ راستی را مے پوشند و ہمچو نیکاں از
کالصلحاء. وتکذب ألسنتهم عند الإفتاء. غشوا
دروغ پرہیز نمی کنند۔ و زبانہائے شاں فتویٰ ہائے دروغ می دہند۔ طبیعتہائے
طبائعهم بغواشی الظلمات. وقدّموا حَبّ الصِلات
خود را پردہ ہائے تاریکی پوشیدہ اند۔ و دانہ بخشش ہائے را بر محبت
علی حُبّ الصَلٰوة. نبذوا القرآن وراء ظهورهم
نماز مقدم مے دارند۔ قرآن را از پے دنیاء خود پس پشت
للدنیا الدنیّة. وأمالوا طبائعهم إلی المقنیات
انداختند۔ وطبیعتہائے خود را سوئے ذخیرہ ہائے مادی
المادیة. واشتدّ حرصهم ونهتمهم وشغفهم باللذات
میل دادند۔ و حرص و آرزو و رغبت شاں سوئے لذتہائے فانیہ
الفانیة. وجاوز الحدّ شُحّهُم فی الأمانی النفسانیة.
بدرجۂ نہایت رسید۔ وشدت حرص شاں در آرزوہائے نفسانی از حد متجاوز

﴿۱۳﴾

مَا بقی فیهم علم کتاب اللّٰه الفرقان. ولا تقوی القلوب
گشت۔ باقی نماند در ایشاں علم قرآن شریف و نہ پرہیزگاری دلہا
وحلاوة الإیمان. وتباعدوا من أعمال البرّ وأفعال
و شیرینی ایمان۔ و از کارہائے نیکی و کارہائے رشد دُور افتادند
الرشد والصلاح. وانتقلوا من سُبل الفلاح إلى
و از راہ ہائے نجات سوئے طریقہائے تباہی منتقل
طرق الطلاح. وعاد جمرهم رمادًا. وصلاحهم فسادًا.
شدند و اخگر شوق دین شاں خاکستر گردید و صلاح شاں بفساد
بعدوا من الخیر والخیر بعد منهم کالأضداد. وصاروا
متبدل گشت۔ ایشاں از نیکی دور شدند و نیکی ازیشاں ہمچو ضدہا دور شد۔ و
لإبلیس کالمُقرّنین فی الأصفاد. وانجذبوا إلى الباطل
برائے شیطان چناں شدند کہ گویا در قید او مضبوط بستہ شدند و سوئے باطل چناں
کأنّهم یُقادون فی الأقیاد. یخونون فی فتاواهم ولا یتّقون.
منجذب شدند کہ گویا ایشاں در قیدہا کشیدہ می شوند۔ در فتویٰ ہا خیانت می کنند
ویُکذّبون ولا یُبالون. ویقربون حرمات
و نہ می ترسند و دروغ می گویند و پروا ندارند و اقدام برگنہ ہا می کنند
اللّٰه ولا یبعدون. ولا یسمعون قول الحق بل یریدون
و دور نہ مے مانند و سخن حق نمی شنوند بلکہ می خواہند کہ
أن یسفکوا قائله ویغتالون. ولمّا جاء هم إمام بما
حق گو را بکشند و وچوں امامے آمد کہ مخالف

﴿۱۴﴾

لَا تھوی أنفسھم أرادوا أن یقتلوہ وھم یعلمون. وما کان
نفس ایشاں بود خواستند کہ او را قتل کنند و ہیچ نفسے بجز
لبشر أن یموت إلّا بإذن اللّٰہ فکیف المرسلون. إنہ یعصم
اذن رب نہ می میرد پس چگونہ مرسلاں بمیرند۔ و خداتعالیٰ
عبادہ من عندہ ولو مکر الماکرون. یقولون نحن
بندگان خود را نگہ می دارد اگرچہ مکر کنندگان مکر کنند۔ می گویند کہ
خدام الاسلام وقد صاروا أعوانًا للنصارٰی فی
ما خادمان اسلام ہستیم حالانکہ در عقائد خود نصاریٰ را مدد
أکثر عقائدھم. وجعلوا أنفسھم کحبالۃ لصائدھم.
مے دہند۔ و صیادان آں گروہ را ہمچو دامے مدد می دہند
یقولون سمعنا الأحادیث بالأسانید. ولا یعلمون
می گویند کہ ما حدیثہا را باسانید شنیدیم و از معنی توحید
شیئا من معنی التوحید. ویقولون نحن أعلم بالأحکام
ہیچ خبر نہ مے دارند۔ وے گویند کہ ما احکام شریعت
الشرعیۃ. وما وطئت أقدامھم سکک الأدلّۃ الدینیۃ.
را مے دانیم و حال ایں است کہ قدم ایشاں در کوچہ ہائے ادلہ دینیّہ
یطیرون فی الھوی کالحَمام. ولا یُفکّرون فی ساعۃ
نیفتادہ است۔ ہمچو کبوتر در حرص و ہوا می پرند و در ساعت موت فکر
الحِمام. یسعون لحطامٍ بأنواع قلقٍ. ویُخرجون کأھل
نہ می کنند برائے اندک نفعے دنیا بصد بے قراری می دوند۔ و ہمچو منافقان

﴿۱۵﴾

اٰلنفاق رؤوسهم من كل نفقٍ. يقعون من الشحّ على كل

سرہائے خود را از سوراخہا بروں مے آرند و از شدت حرص بر ہر پیالہ

غضارة. ولو كان فيه لحم فارة. إلّا الذين عصمهم اللّٰه

مے افتند اگرچہ درآں موشے مُردہ باشد مگر کسانے کہ خدا ایشاں را

بأيدى الفضل والكرامة. فأولئك مُبرّءون مِمّا

نگہ داشت۔ پس ازیں عیوب بری ہستند و بر ایشاں

قيل وليس عليهم شيء من الغرامة. وإنّهم من

تاوانے نیست و مغفرت شامل حال

المغفورين. ومن الفتن العظمٰى والآفات الكبرىٰ

او شاں است۔ ویکے از فتنہ ہائے عظیم و آفتہائے بزرگ

صول القسوس. بقسى الهمز واللمز كالعسوس.

حملہ پادریان است کہ بکمانہائے عیب گیری و نکتہ چینی ہمچو صیادے می کنند۔

وكل ما صنعوا لجرح ديننا من النبال والقياس. بنوه

و ہمہ آں تیرہا و کمانہا کہ برائے مجروح کردن دین ما ساختہ اند

على المكائد كالصائد لا على العقل والقياس. نبذوا

ہمچو صید گیرندہ برفریبہا بنیادش نہادہ اند نہ بر عقل و قیاس۔ حق را

الحق ظهريّا. وما كتبوا فيما دوّنوه إلّا أمرًا فريّا. وقد

پسِ پشت انداختند و در کتب خود بجز دروغ ہیچ ننوشتند و بر

اجتمعت هممهم علٰى إعدام الإسلام. واتفقت آراء هم

معدوم کردن اسلام ہمتہائے ایشاں مجتمع شدند۔ و برائے محو کردن

﴿۱۶﴾

لِمحو آثار سيدنا خير الأنام. يدعون الناس إلى
شانہائے سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق رائے ایشاں شد۔ مردم را
اللظى والدرک. ناصبين شَرَک الشرک. وما وجدوا
سوئے دوزخ و ہاویہ می خوانند و دام شرک را گسترده اند۔ و ہیچ مکرے
كيدًا إلّا استعملوه. وما نالوا جهدًا إلّا بذلوه. استحرت
نیافتند مگر آنرا استعمال کردند و نہ کوششے مگر آنرا خرچ کردند۔ جنگ
حربهم. وكثر طعنهم وضربهم. ونعرت كوساتهم. و
ایشاں گرم شد و طعن و ضرب ایشاں بسیار شد۔ آوازه نقاره شاں و آواز
صاحت من كل طرف بوقاتهم. وجالت خيولهم.
بوق شاں از ہر طرف بلند گردید و اسپ ہائے شاں جولان کردند
وسالت سيولهم. وسعوا كل السعى حتى جمعوا عساكر
وسیلہائے شاں رواں شدند۔ و چنداں کوشش کردند کہ شرط کوشش است
الإلحاد. ورفعوا رايات الفساد. وصُبّت على المسلمين
تا بحدے کہ لشکرہائے الحاد را جمع کردند و رایت ہائے فساد را بلند کردند
مصائب وخُرّبت تلك الربوع. وأهديت لسُقياها
وبر مسلماناں مصیبتہائے ریختہ شد و ایں قصرہا و کاخہا خراب شدند۔ و برائے آب نوشی شاں
الدموع. وكثر البدعة وما بقى السُنّة ولا الجماعة.
اشکہا بطور ہدیہ فرستاده شدند۔ و بدعت بکثرت شده و نہ سنت باقی ماند و نہ جماعت۔
ورُفع القرآن وضاقت عن صونه الاستطاعة. فحاصل
و قرآن برداشتہ شد و نگہداشت آں در وسعت اختیار نماند۔ پس حاصل

﴿۱۷﴾

الْــكــلام إن الإســلام مُــلِـئَ مـن الآلام. وأحــاطـت بــه
کلام این است کہ اسلام از دردہا پر کردہ شد و دائرہ تاریکی برو
دائـرة الظلام. و أَرَى الزمان عجائب فی نقض أسواره.
محیط شد۔ و زمانہ در شکستن دیوارہائے اسلام کار عجیب نمود
وأسـال الـدهـر سيـولا لتـعـفية آثـاره. واكـمل القدرامره
و زمانہ برائے محو کردن آثار او سیلہا جاری کرد و قضاء
لإِطـفـاء انـواره. ولـمّـا كـان هذا من المشيّة الربّـانية.
و قدر امر خود را برائے اطفاء نور او بکمال رسانید و چونکہ ایں ہمہ
مبـنيّـا عـلـى الـمـصـالح الخفية. فما تطرّق الٰی عزم العدا
بارادہ الٰہی بود و بر مصلحتہائے پوشیدہ بنا می داشت لہٰذادر قصد
خـلـل. ولا إلٰـى أيـديهـم شـلـل. ولا إلٰـى ألسنتهم فلل.
دشمناں ہیچ خلل واقع نشد ونہ دستہائے شاں شل گشتند ونہ زبانہائے شاں
وكـان مـن نتـائـجـه أن الـمِـلّة ضـعـفت. والشريعة اضمحلت.
کند شدند۔ و از نتیجہ ہائے آں این بود کہ شریعت نابود شد و
وجرفتها الـمـجـارف. حتـى أنـكـرها العارف. وكثراللغو
او را بیل ہا ازبُن برکندند تا بحدے کہ چشم عارفاں او را نشاخت و
وذهـب الـمـعـارف. بـاخـت أضـواء ها. ونـاء ت أنواء ها.
امور بیہودہ بسیار شدند و معارف را نشانے نماند و در روشنی ہائے او فتور
وديـس الـمِـلّة وطـالـت لأواء هـا. وكان هذا جزاء قلوبٍ
آمد و ستارہ ہائے او دور شدند۔ و ملّت اسلام زیر پا کوفتہ شد و سختی آں زیادہ

﴿۱۸﴾

مقفلة. وأثام صدورٍ مغلقة. فإن أكثر المسلمين
شد وایں ہمہ پاداش آں دلہا بود کہ بر خود قفل می داشتند و جزائے آں
فقدوا تقواهم. وأغضبوا مولاهم. وترى كثيرا منهم
سینہ ہا بود کہ بند بودند چرا کہ اکثر مسلماناں پرہیزگاری خود را گم کردند ومولائے خود را
شغفهم حبّ الأموال والعقار والعقيان. وملك
رنجانیدند۔ وبسیارے را ازیشاں می بینی کہ فریفتہ محبت مال و زمین و زر ہستند و
فؤادهم هوى الأملاك والنسوان. وقلّب قلوبهم
خواہش املاک و زن ہا مالک دلہائے ایشاں شدہ و گردش داد دِلہائے ایشاں را
لوعة اِمرتها فشُغلوا بها عن الرحمٰن. وترى أكثرهم
سوزش برکتہائے آں یعنی می خواہند کہ درآں مال ہا برکت وزیادت شود پس ازیں باعث از
اعتضدوا قِربة الملحدين. وانقادوا كَقَئُوْدٍ لسير
رحمان دور افتادند۔ و می بینی اکثر ایشاں را کہ مشک ملحدان بازو آویختہ اند و
الكافرين. وحسبوا أن الوصلة إلى الدولة طرق
سیرت کافراں را ہمچو اسپ رام شوندہ مطیع گشتند او خیال کردند کہ وسیلہ سوئے دولت طریقہائے
الاحتيال او القتال. وزعموا أن النبالة لا يحصل إلّا
حیلہ گری است یا جنگ و پیکار و گمان کردند کہ ہمہ بزرگی وفضل در تیرہا یعنی جنگ
بالنبال. فليس عندهم تدبير تأييد المِلّة من غير سفک
کردن است پس نزد ایشاں تدبیر تائید ملت بجز خونریزی بہ تیغہا و نیزہ ہا
الدماء بالمرهفات والأسنّة. ويستقرون فى كل وقت
بطریقے دیگر نیست و در ہر وقت می جویند کہ کدام موقع می آید

﴿۱۹﴾

مَواضع الجهاد. وإن لم يتحقّق شروطه ولم يأمر به
که جهاد کنیم۔ اگرچہ شرطہائے جہاد متحقق نشوند و کتاب خدا
كتاب ربّ العباد. ومن المعلوم أن هذا الوقت ليس
برائے جنگ کردن اجازت ندہد۔ و معلوم است کہ ایں وقت
وقت ضرب الأعناق لإشاعة الدين. ولكل وقت
وقت جنگ و خونریزی برائے دین نیست۔ و برائے ہر وقت
حكم آخر فى الكتاب المبين. بل يقتضى حكمة الله
در قرآن شریف حکمے علیحدہ است۔ بلکہ دریں زمانہ حکمت الٰہی
فى هذه الأوقات. أن يؤيّد الدين بالحجج والآيات.
تقاضا می فرماید کہ تائید دین بہ دلائل و نشانہا کردہ شود۔
وتُنقّد أمور المِلّة بعين المعقول. ويُمعن النظر فى الفروع
و امور بچشم معقولیت تحقیق کردہ شوند۔ و در فروع و
والأصول. ثم يُختار مسلك يهدى إليه نور الإلهام
اصول نظر را دوانیدہ شود باز آں مسلک اختیار کردہ شود کہ الہام الٰہی
ويضعه العقل فى موضع القبول. وأن يُعدّ عُدّة كمثل
سوئے آں رہ نماید و عقل او را در موضع قبول نہد۔ وبرائے مقابلہ مخالفین
ما أعدّ الأعداء . ويُفلّ السيف ويُحدّ الدهاء . و
ہمچو آں طیاری کردہ شود کہ دُشمناں کردہ اند و شمشیر را کند کردہ شود
يُسلك مسلكُ التحقيق والتدقيق. وتشرب الكأس
وعقل را تیز کردہ شود و مسلک تحقیق و تدقیق اختیار کردہ شود و ازیں

﴿۲۰﴾ اَلّدهاق من هذا الرحيق. فإن أعداءنا لا يسلّون
شراب پیالہ ہائے پر نوشیدہ شوند۔ چراکہ دشمنان ما برائے مذہب
النواحل للنحلة. ولا يشيعون عقائدهم بالسيوف
شمشیر ہا نمی کشند و عقائد خود را بہ شمشیر ہا و نیزہ ہا شائع
والأسنّة. بل يستعملون ما لطف ودق من أنواع المكائد.
نہ می کنند بلکہ باریک در باریک فریبہا برائے ثبات دین خود
ويأتون فی صور مختلفة كالصائد. وكذالك
استعمال می کنند وہمچو صیاد در مختلف صورتہا می آیند۔ و ہم چنیں
أراد اللّٰه لنا فی هذا الزمان. أن نكسر عصا الباطل
خدا تعالیٰ دریں زمانہ ارادہ فرمودہ است کہ عصائے باطل را ببرہان
بالبرهان لا بالسنان. فأرسلنی بالآيات لا بالمرهفات.
بشکنیم نہ بنیزہ۔ پس خداوند تعالیٰ بہ نشانہا مرا فرستاد بہ تیغہا
وجعل قلمی وكلمی منبع المعارف والنكات. وما أعطانی
نفرستاد وقلم مرا وکلمات مرا چشمۂ معارف ونکتہ ہا کرد و مرا تیغ و سنان نداد
سيفًا و سنانًا. وأقام مقامهما برهانا وبيانًا. ليجمع علی
وبجائے آں برہان و بیان عطا فرمود من کلمہ ہائے متفرقہ را جمع کند۔ و
يدی الكلم المتفرّقة. ويُنظم بی الأمور المتبدّدة. و
امور پریشان را در سِلک انتظام بکشد و دِلہائے لرزندہ را تسکین
يُسكّن القلوب الراجفة. ويُبكّت الألسنة المرجفة.
بخشد و زبان ہائے دروغ گوینده را لاجواب کند۔ و دِل ہائے

﴿۲۱﴾

وَيُنير الخواطر المظلمة. ويُجدّد الأدلة المخلقة. حتى
تاریک را روشن کند۔ و دلائل کہنہ را تازہ گرداند۔ تا آنکہ ہیچ
لا يبقى أمر غير مستقيم. ولا نهج غير قويم. فحاصل القول
امر غیر مستقیم نماند۔ و ہیچ راہ کج نماند۔ پس حاصل کلام ایں است
ان البيان والمعارف من معجزاتی. وإن مرهفاتی آياتی
کہ بیان و معارف از معجزات من اند و شمشیرہائے من نشانہائے من وکلمات من
وكلماتی وكنت دعوت بعض أعدائی لإراءة هذه
اند و من بعض دشمنان خود را برائے نمودن ایں معجزات خواندم تا مگر شرح صدر
المعجزة. لعل الله يشرح صدورهم أو يجعل لهم نصيبًا من
اوشاں را میسر آید یا از معرفت نصیبے او شانرا حاصل شود۔ پس گفتم اگر
نور المعرفة. فقلت إن كنتم تنكرون بإعجازی. وتصولون
شما ازیں معجزہ من منکر ہستید و ہمچو غازیاں حملہ می کنید۔ و گمان
علیّ كالغازی. وتظنون أنكم أُعطيتم علم القرآن. وبلاغة
شما این است کہ شمارا علم قرآن و فصاحت سحبان دادہ شدہ است۔ پس
سحبان. فتعالوا ندع شهداء نا وشهداءكم. وعلماء نا
بیائید ما می خوانیم گواہان شمارا و گواہان خود را و عالمان شمارا و عالمان خود را
وعلماء كم. ثم نقعد مقابلين. ونكتب تفسير سورة مرتجلين.
باز بالمقابل مے نشینیم وبطور بدیہہ تفسیر سورتے می نویسیم۔
منفردين غير مستعينين. فما كان أحدٌ منهم أن يقبل
وبذاتِ خود مے نویسیم و از کسے مدد نمی جوئیم پس مجال ہیچکس از ایشاں

﴿۲۲﴾

الشرط المعروض. ویتبع الأمر المفروض. ویقعد بحذائی.
نبود کہ ایں شرط قبول کند و ایں امر قرار دادہ را پیروی نماید۔ وبرابر من نشیند۔
ویُملی التفسیر کإملائی. بل جعلوا یکیدون لیطفئوا
و ہمچو من در عربی تفسیر نویسد بلکہ طریق مکاری اختیار کردند۔ تا
النور. ویُکذّبوا المأمور. وکان أحدٌ منهم یُقال له
نور را معدوم کنند و مامور را کاذب ظاہر کنند۔ ویکے ازیشاں بود کہ
مهر علی. وکان یزعم أصحابه أنه الشیخ الکامل
مہر علی نام داشت و اصحاب او گمان بردند کہ او شیخ کامل و ولی جلی
والولی الجلی. فلمّا دعوته بهذه الدعوة. بعد ما
است۔ پس ہرگاہ من او را بایں دعوت خواندم بعد زانکہ
ادّعی أنه یعلم القرآن وأنه من أهل المعرفة. أبی من أن
او دعویٰ کرد کہ من قرآن مے دانم و اہل معرفت ام۔ ازیں امر انکار
یکتب تفسیرا بحذاء تفسیری. وکان غبیّا ولو کان کالهمدانی
کرد کہ بمقابل من تفسیر بنویسد۔ و در اصل غبی بود و دانشمند
أوالحریری. فماکان فی وسعه أن یکتب کمثل تحریری. و
نبود و در طاقت او نبود کہ ایں چنیں تفسیر در فصیح عربی تواند
مع ذالک کان یخاف الناسَ. وکان یعلم أنه إن تخلّف فلا
نوشت و نیز از مردم مے ترسید و مے دانست کہ اگر تخلف ورزید پس نہ
غلبة ولا جحاسَ. فکاد کیدًا وقال إنی سوف أکتب
او را غلبہ است و نہ خصم را ازیں آزارے رسد پس مکرے اندیشید و گفت

﴿۲۳﴾

التفسير كمّا أشير. ولكن بشرط أن تُباحثني قبله بنصوص
کہ من تفسیر مے نویسم لیکن بدیں شرط کہ اوّل بامن از روئے قرآن و
الأحاديث والقرآن. ويُحَكّمُ من كان لك عدوًّا وأشد
و حدیث بحث کردہ شود و آنکس را حَکَم مقرر کردہ شود کہ
بُغضًا من علماء الزمان☆ فإن صدّقني وكذّبك بعد
ترا سخت ترین دشمنان است پس اگر آں شخص تصدیق من کرد و
سماع البيان. فعليك أن تُبايعني بصدق الجنان. ثم
تکذیب تو نمود پس لازم خواہد بود کہ بصدق دل بیعت من کنی باز
نكتب التفسير ولا نعتذر ونترك الأقاويل. وإنّا قبلنا
ما تفسیر خواہیم نوشت و عذرے نخواہیم کرد و ما شرط تو
شرطك وما زدنا إلّا القليل. هذا ما كتب إليّ
قبول کردیم و زیادہ نہ کردیم مگر اندکے۔ این است کہ سوئے من
وطبعه وأشاع بين الأقوام. واشتهر أنه قبل الشرائط
نوشت و طبع کرد و شائع کرد و شہرت داد کہ او شرط را قبول
وما كان هذا إلّا كيدا لإغلاط العوام. ولمّا جاءني
کردہ است حالانکہ صرف ایں فریبے بود تا عوام را در غلط اندازد و
مكتوبه المطبوع. وكيده المصنوع. قلت إنّا لله و
ہرگاہ نامہ مطبوع او ومکر مصنوع او مرا رسید۔ گفتم انّا للّٰہ و برآنچہ
لعنتُ ما أشاع. وتأسّفتُ على وقت ضاع. ثم إنه
شائع کرد او لعنت کردم و بر ضائع شدن دریغ خوردم باز مکرے

☆ اراد من ذالک الرجل محمدحسین البٹالوی. منه

﴿۲۴﴾

اسۤتعمل کیدًا آخر. ورحل من مکانه وسافر. ووصل
دیگر بکار آورد واز جائے خود کوچ کردہ و سفر اختیار نمود و بہ لاہور آمد
لاهور. وأثار النقع کالثور. وأرجفت الألسنة أنه ما جاء
وبر انگیخت غبار مانند ثور و بہ دروغ مشہور کردند کہ برائے تفسیر نوشتن در
إلّا لیکتب التفسیر فی الفور. فلمّا رأیت أنهم حسبوا
لاہور آمدہ است۔ پس چوں دیدم کہ آں مردم کرمے را
الدودة ثعبانا. والشوکة بستانا. قلت فی نفسی ان نذهب
اژدہائے تصور کردہ اند و خارے را بستانے گمان بردہ اند در
إلی لاهور فأیّ حرجٍ فیه. لعلّ اللّٰه یفتح بیننا ویسمع
دل خود گفتم کہ اگر ما نیز ہم بہ لاہور رویم کدام حرج است۔ تا شاید
الناس ما یخرج من فینا وفیه. فشاورتُ صحبتی فی الأمر.
خدا در ما حکم کند و مخلوق را ازاں سخنہا آگاہ کند کہ از دہن ما و دہن
وکشفتُ عندهم عن هذا السرّ. واستطلعتُ
او برآیند پس دریں امر بدوستان خود مشورہ کردم و ایں راز برایشاں کشودم و
ما عندهم من الرأی. وسردتُ لهم القصة من
از ایشاں آگہی خواستم کہ دریں رائے شاں چیست و تمام قصّہ از اول تا
المبادی إلی الغای. فقالوا لا نری أن تذهب
آخر بر ایشاں خواندم۔ پس در جواب گفتند کہ نزد ما حاجتے
إلی لاهور. وإن هو إلّا محلّ الفتن والجور. وقد
نیست کہ بہ لاہور روی نہ آنجا بجز فتنہ و ظلم چیزے نیست و ظاہر

﴿۲۵﴾

تبیّن أنه ما قبل الشروط. وأری الضمور والمقوط. و
شدہ است کہ ایں شخص شرط ہا قبول نکرد۔ و لاغری نمود و ہمچو شتر لاغر ظاہر شد۔ و
تشحّط بدمه وما رأی سبیل الخلاص إلّا الشحوط.
در خونِ خود طپید و بجز دوری سبیل رہائی ندید و ستم کرد و کفران نعمت نمود۔
وهمط وغمط. وما ذبح کبش نفسه وما سمط وما قمط.
و نفس خود را ذبح نکرد و نہ موہائے او برکند و نہ پاہائے او
وإنّا سمعنا أنه ما جاء بصحة النیّة. ولیس فیه رائحة من
جہت کشتن بست وما شنیدیم کہ او بصحت نیت نیامدہ است و یک ذرہ
صدق الطویة. هذا ما رأینا والأمر إلیک. والحق ما
صدق در دل او نیست ایں رائے ماست و اختیار در دست تست و حق
أراک اللّٰه وما رأیت بعینیک. وکذالک کانت جماعتی
ہماں است کہ تو بہ بینی۔ و ہم چنیں جماعت من ایں جوش
یمنعوننی و یردعوننی. ویُصرّون علیّ ویکفّوننی. حتی
مے داشت کہ مرا منع مے کردند و باز مے داشتند۔ تا بحدے کہ اعراض
تلوّیت عما نویتُ. وحُبّب إلیّ رأیهم فقبلتُ وما أبیتُ.
کردم از نیتے کہ کردہ بودم و مرا رائے شاں پسند آمد۔ پس ہماں
وترکت ما أردت. وطویتُ الکشح عمّا قصدتُ. ثم طفق
رائے اختیار کردم و انکار نکردم و ترک کردم آنچہ مے خواستم۔ باز
المخالفون یمدحونه علی فتح المیدان. ویطیرونه
شروع کردند مخالفان کہ تعریف او بر فتح میدان مے کردند۔ و بغیر

﴿۲۶﴾

مَن غیر جناح العرفان. وکانوا یکذبون ولا یستحیون.
پر ہائے معرفت او را پرانیدند و بودند کہ دروغ مے گفتند وحیا
ویتصلّفون ولا یتقون. ویفترون ولا ینتهون. وینسبون
نمے کردند و لاف می زدند و نمی ترسیدند و افترامے کردند وباز نمے
إلیہ بحار محامد ما استحقّها. وأبکار معارف ما استرقّها.
آمدند و بسوئے اوآں دریاہائے محامدرا نسبت مے دادند کہ اوحق آنہا ندارد وآں ابکار
وکانوا یسبّوننی کما هی عادة السفهاء. ویذکروننی بأقبح
معارف را بوے منسوب می کردند کہ اوآنہا را بکنیز گی نہ گرفتہ است و بودند کہ دشنام می دادند
الذکر وبالاستهزاء. ویقولون إن هذا الرجل
مرا۔ چنانچہ عادت سفہا است ومرا بہ بدترین طریقہ وباستہزا یادمی کردندومی گفتند کہ ایں شخص
هاب شیخنا وخاف. وأکله الرعب فما حضر المصاف.
از شیخ ما ترسیدہ است و ہیبت شیخ ما او را بخورد ازہمیں سبب حاضر مباحثہ نشدہ است
وما تخلّف إلّا لخطب خشّی وخوف غَشّی. ولو بارز
وتخلف اواز وجہ ایں کارے بزرگ است کہ اورا ترسانید ونیز آں خوفیست کہ بروطاری شد
لکلمہ الشیخ بأبلغ الکلمات. وشبّح رأسه بکلام هو
واگر برائے مباحثہ بیروں آمدے شیخ ما بفصیح ترین کلمہا اوراخستہ کردے وبکلامے سرِ اوشکستے کہ در
کالصَفات فی الصِفات. وکذالک کانوا یهذرون.
صفات ہمچو سنگے روشن وسپید است۔ وہمچنیں بودند کہ بیہودہ گوئیہا مے کردند واستہزا می نمودند
ویستهزء ون بی ویسبّون. ووالله لا أحسب نفسی إلّا
و دشنام می دادند۔ وبخدا کہ من نفس خود را نمی شمارم مگر

كَمَيْتٍ تُرّبَ. أو كبيتٍ خُرّبَ. والناس يحسبوننى ﴿۲۷﴾
ہمچوآں مردہ کہ بروخاک انداختہ باشند یا ہمچوآں خانہ کہ اوراخراب کردہ باشند۔ ومردم مرا
شيئًا ولستُ بشيء. وما أنا إلّا لربى كفىء. وما كان لى
چیزے می شمارند ومن چیزے نیستم ۔ ومن نیستم مگر برائے خداوند خود ہمچوسایہ وایں کار من نبود
أن أبارز وأدعو العدا. ولكن الله أخرجنى لهذا الوغىٰ.
کہ من بمیدان مباحثہ بیروں آیم ودشمناں رادعوت کنم مگر خدا برائے ایں جنگ مرا بیروں آورد۔
وما رميتُ إذ رميتُ ولكن اللّٰه رمٰى. ولى حِبٌّ قدير
ومن ہر تیرے کہ می اندازم نمے اندازم آں تیررا بلکہ خدائے من مے اندازد۔ ومرا دوستے قادر
وإعانته تكفينى. ومتُّ فظهر الحِبُّ بعد تجهيزى
است وامدادِ او مرا کافیست ۔ ومن مُردم پس ظاہر شد آں دوست بعد تجہیز وتکفین
وتكفينى. ووهب لى بعد موتى كلامًا كالرياض. و قولًا
من۔ وبخشید مرا پس از مردن من کلامے کہ ہمچو روضہ ہا است۔ و سخنے
أصفى من ماء يسيح فى الرضراض. وحجة بالغة تلدغ
عطا کرد کہ آں ازاں آب صافی تر است کہ بر زمین سنگریزہ ہا جاری می باشد۔ ومرا آں
الباطل كالنضناض. وكلها من ربى وما أنا إلّا خاوى
حجت بالغہ داد کہ باطل راچناں می گزد کہ مارے مہلک انساناں را۔ وایں ہمہ از پروردگار من
الوفاض. وأُمرتُ أن أنفق هذه الأموال على الأوفاض.
است ومن ترکش خود خالی می دارم۔ ومن حکم دادہ شدہ ام کہ ایں مالہا را بر ہر قسم مردم خرچ
وأن أرُمّ جدران الإسلام قبل الانقضاض.
کنم۔ و دیوارہائے اسلام را قبل از افتادن آنہا از سرِ نو مرمت نمایم

﴿۲۸﴾

وَمن بارزني فقد بارز الله رب العالمين. وما جئتُ
وہر کہ بمقابلہ من بیروں آمد پس او بیرون نہ آمدہ است مگر بمقابلہ خدا تعالیٰ۔ ومن نیامدہ ام
إلّا بزيّ المساكين. وما أجيز حزنا من حولي. ولا بطنًا
مگر بر پیرایہ مسکیناں۔ ومن ہیچ زمینے بلند را از قوت خود قطع نمی کنم و نہ زمینے نشیب را
من جولي. بل معي قادر يواري عيانه. ويُرى برهانه.
بہ طاقت خود می نوردم بلکہ بامن قادر یست کہ وجود خود پوشیدہ می دارد و برہان خود می نماید
فلأجل ذالك تحامت العدا عن طريقي. وقطّعت النحور
پس ہمیں سبب است کہ دشمنان از راہ من دورے مانند بسیار گردنہا وچنبر گردنہا کہ
والأعناق من منجنيقي. وما لأحد بمقاومتي يدان.
از منجنیق من پارہ پارہ شدند۔ و ہیچکس را بمن تاب مقابلہ نیست
ويدي هذه تعمل تحت يد الله الرحمان. نزلت عليّ
ونہ قوت برابر ایستادن۔ وایں دست من زیر دست خدا تعالیٰ کار می کند۔ برمن آں
بركات هي حرز للصالحين. فجمعتُ بها لنفسي
برکتہا فرود آمدہ اند کہ برائے نیکوکاراں در حکم تعویذ اند۔ پس فراہم کردم بآں برکتہا برائے
التحصين والتحسين. ومن نوادر ما أُعطي لي من
نفس خود حصن حصین را و نیز حمد و ثنا را۔ و از عجائب عنایات خداوندی و کرامات او
الكرامات. أن كلامي هذا قد جُعل من المعجزات. فلو
ایں است کہ کلام من بطور معجزہ گردانیدہ شدہ۔ پس اگر بادشاہے
جَهّز سلطانٌ عسكرًا من العلماء . ليبارزوني في تفسير
لشکرے از علماء طیار کند تا در تفسیر قرآن و بلاغت و فصاحت

﴿۲۹﴾

القرآن ومُلح الإنشاء . فواللّٰه إنی أرجو من حضرة الكبرياء.
بامن مقابلہ کند۔ پس بخدا من از جناب او امید دارم
ان يكون لی غلبة وفتحٌ مبينٌ علی الأعداء . ولذالک
کہ غلبہ و فتح بر دشمنان مرا باشد و از بہر ہمیں شائع
بثثتُ الكتب وأشعتُ الصحف النخب فی الأقطار.
کردم کتابہا را و فرستادم رسالہ ہائے فصیح و بلیغ را در ہر طرف
وحششتُ علی هٰذا☆ المصارعة كل من يزعم نفسه من
و برائے کشتی کردن آں ہمہ را ترغیب دادم کہ گمان مے کنند کہ
أبطال هٰذه المضمار. وما كان لأحد من علماء هذه
از بہادران میدان اند و ہیچکس را از علمائے ایں دیار
الديار. أن يُبارزنی فيما دعوتهم بإذن اللّٰه القهّار.
یا رائے ایں امر نیست کہ بمقابلہ من درآں امور کہ من باذن الٰہی دعوت کردہ ام
فما أنت وما شأنک أيها المسكين الجولروی. أتتغاوی
بیروں آیند۔ پس تو چیستی و شانِ تو چیست اے مسکین گولڑوی۔ آیا برمن
علیّ بأخلاط الزمر وأوباش الناس أيها الغوی. أيّها الغافل
بچند مجہول الحال مردم و اوباش آنہا تاخت مے کنی۔ اے غافل
اعلم أن السماء أهدتک إلیّ لتكون نموذج وعبرة
بداں کہ آسمان ترا بطور ہدیہ پیش من آوردہ است تاکہ بر زمین
فی الأرضين. وقادک إلیّ القدر ليُرِی الناسَ ربّی قدر
نمونہ عبرت شوی و قضاء و قدر ترا سوئے من کشیدہ است تا خدا

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے المصارعة کی مناسبت سے درست هذه ہے۔اسی طرح اگلی سطر میں ’’المضمار‘‘ کی مناسبت سے هٰذا درست ہوگا (ناشر)

﴿۳۰﴾

الْمقبولين. وإنّا إذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح
قدر مقبولاں بنماید و ما چوں بصحن قومے فرود مے آئیم پس صبح آں مردم
المنذرين. أيها المسكين. لا تقل غير الصدق. ولا
کہ انذار شاں مقصود می داریم بدصباحے می باشد۔ اے مسکین بجز راستی چیزے مگو۔
تشهد لغير الحق. واتّق الله ولا تكن من المجترئين.
و بجز حق ہیچ گواہی مدہ۔ واز خدا بترس و دلیری مکن۔
أأنت تجد فی نفسک قدرة على تفسير القرآن. برعاية
آیا در نفس خود قدرت مے یابی کہ تفسیر قرآن برعایت
مُلح الأدب ولطائف البيان. سبحان ربی!إن هذا
بلاغت و لطائف بیان بنویسی۔ سبحان اللہ ایں دروغے
إلّا كذب مبين. وأنت تعلم مبلغ علمک وتعلم علم
صریح است۔ و تو خود مے دانی کہ چہ قدر علم تست۔
من معک ومن تبعک ثم تدّعی الفضل كالماكرين.
و چہ اندازہ علم کسانے است کہ نزد تو ہستند یا پیروی تو کنند باز دعویٰ فضل و
ويعلم العلماء أنک لست رجل هذا الميدان. ولكنّهم
کمال میکنی و علماء مے دانند کہ تو مرد ایں میدان نیستی مگر ایشاں عیب تو
يكتمون عوارک كما يُكتم الداء الدخيل ويُسعى للكتمان.
می پوشند ہمچو کسے کہ اندرونی بیماری را می پوشد وبرائے پوشیدن سعی کردہ می شود۔
فحاصل الكلام. . إنک لست أهل هذا المقام. وما
پس حاصل کلام ایں است کہ تو اہلِ ایں مقام نیستی۔ نہ بطور

﴿۳۱﴾

عَلّمک اللّٰہ العلم والأدب من لدنہ موھبۃ. وما اقتنیتَ
موہبت علم را از خدا یافتی و نہ بطور کسب۔ ذخیرہ
المعارف مکتسبۃ. ومع ذالک لمّا حللتَ لاھور. إدّعیتَ
آں کردی۔ و باوجود ایں چوں بہ لاہور آمدی دعویٰ کردی کہ گویا
کأنک تکتب التفسیر فی الفور. تعامیت أوما رأیتَ عند
بلاتوقف تفسیر خواہی نوشت چوں از حدود در گذشتی پس دیدہ و دانستہ خود را
غلوائک. وفعلت ما فعلت وسدرتَ فی خیلائک. و
کور ساختی یا خود ندیدی و کردی آنچہ کردی و بتمامتر بیبا کی تکبر خود نمودی ومردم را بغلط
خدعت الناس بأغلوطاتک. ولوّنتھم بألوان خزعبیلاتک.
بیانیہائے خود فریب دادی۔ و بگفتار باطل خود رنگین کردی۔ فریب بر
و خدعتَ کل الخدع حتی أجاح القوم جھلاتک.
فریب کردی و با اباطیل قوم را از بیخ برکندی۔ و مارہائے تو مردم
وأھلک الناس حَیَواتک. ثم ما ترکتَ دقیقۃ من الإغلاظ
را ہلاک کردند۔ باز با ایں ہمہ از سخت گوئی و عیب گیری ہیچ دقیقہ نگذاشتی۔
والازدراء. وتفرّدتَ فی کمال الزرایۃ والسب والھذر
و در بد گفتن و دشنام دادن و ژاژخائی و استہزاء یگانہ بر آمدی۔
والاستھزاء. وما قصدتَ لاھور إلا لطمعٍ فی محامد العامۃ.
وقصد لاہور بدیں طمع کردہ بودی کہ مردم تعریف تو کنند و ترا از
ولِتُعَدّ فی أعینھم من حُماۃ المِلّۃ. ومن مُواسی الدین ومعالجی
حامیان ملت و از جملہ درد خواہانِ دین چارہ گراں ایں غم

﴿۳۲﴾

هٰــذه الــغــمّة ببـذل الـمــال والهـمّة. ولـعـلک تــامـن
بشمارند۔ و بخرچ مال و ہمت تعریف کردہ شوی و تاکہ بدیں سفر
بهـذا الـقـدر حصائد الألسنة. ولا تُرهق بالتبعة و المعتبة.
ازملامت زبانہا در امن بمانی۔ ہیچ عتابے و انجام بد لاحق حال تو
وليـحسـب الـنــاس كـأنک مُـنــزّه عـن مـعـرّة اللكن.
نشود و تاکہ مردم بدانند کہ گویا دامن تو از عیب لکنت و عدم
ولســت كــعــنيــن فـی رجــال الــلســن. وليـظــن
قدرت برتقریر پاک است و ہمچو نامردے نیستی در مردان زبان آوردے و تا
الـعـامة الـذيـن هـم كـالأنـعـام. أنک رُزقـتَ من كل علمٍ
عام مردم کہ ہمچو چارپایاں ہستند گمان کنند کہ گویا از ہر قسمے علم ترا دادہ اند
وأُنـعـمـتَ مـن أنـواع الإنـعــام. وأُعـطِيتَ بصيرة تُدرک
وبانواع انعام ترا مخصوص فرمودہ اند وآں بصیرت دادہ شدی کہ
مــنتهــی الـعـرفـان. وإصـابة تُـكـمّـل دائــرة البيـان. و
انتہائی مرتبہ معرفت است و آں رائے صائب کہ دائرہ بیان را مکمل می کند و
فهـمًـا كـفهـم ذوّادٍ عـن الـزيـغ والـطغيان. وعقلًا كبازی
آں فہم دادہ شدی کہ رفع کنندہ کجی و طغیان است وآں عقل کہ پرندگان
يـصيـد طيـر البـرهـان. ونـطـقًـا مُـؤيّـدًا بـالحجج القاطعة
برہان را ہمچو باز شکار میکند و آں نطق کہ بہ حجتہائے قاطعہ تائید یافتہ
المنيرة. ونفسًا مُتحلّية بأنواع المعارف وحسن السريرة.
است وآں نفس کہ بانواع معارف و حسن باطن آراستہ است۔

﴿۳۳﴾

وتوفيقًا قائدًا إلى الرشد والسداد. وإلهامًا مُغنيا
و توفیق کہ سوئے ہدایت بکشد و الہامے کہ
عن غير رب العباد. ثم ما بقى منك من تحميدك.
از غیر خدا مستغنی سازد۔ باز ہر چہ از خود ستائی تو باقی ماندہ بود
كمّله صحبك في تأييدك. و أُنشِد الأشعار في ثنائك.
دوستان تو آنرا بکمال رسانیدند و شعرہا در تعریف تو خواندہ شدند۔
وما تُرك دقيقة في إطرائك. ثم سبّوني وحقّروني
و در تجاوز از حد در صفت وثنائے تو ہیچ دقیقہ نگذاشتند باز بعد از بلند کردن تو
بعد رفعك وإعلائك. وكانوا لا يُلاقون أحدًا ولا
مرا دُشنام دادند و بہ تحقیر یاد کردند و بودند کہ بہر کہ ملاقی مے شدند
يوافون رجلًا إلا ويذكرونني عندهم استخفافا. و
و ملاقات مے نمودند مرا بہ تحقیر یاد مے کردند
أكلوا لحمي بالغيبة فما أكلوا إلا سمًّا زعافا. فلمّا بلغت
باگلہ گوشت من بخوردند پس نخوردند مگر زہر ہلاہل را و ہرگاہ کہ
إهانتهم منتهاها. وكَلَّمني كَلِمهم بمُداها. ووصل
توہین شاں بانتہا رسید و کلمات شاں مرا بکارد ہا خستہ کردند وامر
الأمر إلى مداها. ورأيتُ أنهم جاروا كل الجور. وأثاروا
توہین تا بغایت رسید و دیدم کہ ایشاں بدرجہ کمال ظلم کردند۔ وہمچو
كالثور. وتركوا طريق الانصاف. وسلكوا مسلك
گاؤ گرد برانگیختند وطرق انصاف گذاشتند و راہ ظلم اختیار کردند

﴿۳۴﴾

الاعتساف. وكثر الهذر والهذيان. ومُلِئت
و بیہودہ گوئی شاں بسیار شد و باکلمہ ہائے دُشنام دہی
بكلمات السبّ القلوب والآذان. وتاهت الخيالات
دل ہا و گوش ہا پر شدند و خیالات آوارہ شدند
وكُذّبت المعارف وصُدّقت الجهلات. أُلقىَ في
و تکذیب معارف کردند و تصدیق امور باطلہ کردند در دل من
روعى أن أُنجّي العامة من أغلوطاتهم. وأُطفئَ
انداختند کہ عامہ مردم را از غلط بیانی شاں خلاص دہم و بقول
بقولٍ فيصلٍ ما سعّروا بتُرهاتهم. وأكتب التفسير
فیصل افروختہ او شانرا منطفی گردانم وتفسیر بنویسم۔
وأُرِى الصغير والكبير أنهم كانوا كاذبين.
ومردم راازخورداں وبزرگاں بنمایم کہ ایشاں کاذب اند۔

وما حملني على ذالك إلا قصد إفشاء كذب
ومرا بر تالیف ایں تفسیر بجز قصدانشاء دروغ ایں مکّار ہیچ چیزے آمادہ
هذا المكّار. فإنه مكر مكرًا كُبّارًا وأظهر كأنه من
نکرد چرا کہ او از بس بزرگ مکرے نمود و ظاہر کرد کہ گویا
العلماء الكبار. وادّعى أنه يعلم القرآن. وفاق
او از علماء کبار است و دعویٰ کرد کہ قرآن می داند و بر ہمگناں
الأقران. وحان أن يَغلب ويُعان. والغرض من
سبقت دارد۔ و قریب است کہ غالب شود و مدد دادہ شود۔ واز نوشتن

﴿۳۵﴾

تفسیری هذا تفریق الظلام والضیاء. و إراءة تضوّع
ایں تفسیر غرض اینست کہ در تاریکی و روشنی فرق کردہ آید و در خوشبوئے
المسک بحذاء جیفة البیداء. وإظهار
مشک و بد بوئے مردار بیابان امتیاز ظاہر کردہ شود۔ ونیز غرض
خدع الخادع ومواسات الرجال والنساء. و
من اظہار مکر ایں مکار است و ہمدردی مرداں و زناں و شفقت
الاشفاق علی العُمی ومُتّبعی الأهواء. وقضاءُ خطبٍ
برکوراں و پیروان حرص و ہوا ازاں مقصود است۔ و نیز ایں ارادہ
کان کحق واجب ودین لازم لا یسقط بدون الأداء.
کردہ شد کہ ایں کارے بزرگ را کہ ہمچو حق واجب و قرض لازم است کہ
فهذا هو الأمر الداعی إلی هذه الدعوة. مع قلّة الفرصة.
بجز ادا کردن ساقط نتواند شد ادا کردہ آید پس ہمیں امر برائے ایں دعوت تفسیر
لیکون تفسیر الفرقان فرقانا بین
نوشتن باوجود کمی فرصت موجب گشت تاکہ تفسیر قرآن فرق کند در اہلِ
أهل الهدی وأهل الضلالة. ولولا التصلّف
ہدایت و اہل ضلالت۔ و اگر لاف زنی و دراز زبانی و
وتطاول اللسان. وإظهار شجاعة الجنان من
اظہار شجاعت باوجود بُزدلی ازیں شخص بظہور نیامدے
هذا الجبان. لمررتُ بلغوه مرور الکرام. وما
البتہ من بر لغو ایں کس بعفو ے گذشتمے۔ و او را

﴿۳۶﴾

جَعلتہ غرض السہام. ولکنہ ھتک سترہ
نشانہ تیر ہا نہ مے ساختم۔ مگر او پردہ خود را خود بدرید
بیدیہ. فکان منہ ما ورد علیہ. وإنہ کذب
و ہر چہ برو آمد ازو آمد۔ و او دروغ فاحش
کذبا فاحشا وما خاف. بل خدع وزوّر وأغری
گفت و نہ ترسید۔ بلکہ فریب کرد و دروغ را راست
علیّ الأجلاف. وزعم نفسہ کأنہ صاحب
نمود و مردم سفلہ را برمن انگیخت۔ و در بارہ نفس خود گمان کرد
الخوارق والکرامات. وعالم القرآن وشارب
کہ گویا او صاحب خوارق و کرامات و دانندہ قرآن و نوشندہ
عین العرفان ومالک الدقائق والنکات. فوجب علینا
چشمہ معرفت و مالک دقائق و نکتہ ہا ہست۔ پس واجب شد
أن نُرِی الناس حقیقۃ ما ادّعاہ. ونُظھر ما
برما کہ مردم را حقیقت دعویٰ او بنمائیم و ہر چہ پوشیدہ کرد
أخفاہ. ولولا الامتحان. لصعب التفریق بین
او را ظاہر کنیم۔ و اگر در دُنیا امتحان نبودے البتہ فرق کردن در
الجماد والحیوان. وکنتُ أقدر أن أُرِی ظالعہ
جاندار و بیجان مشکل بودے و من قدرت میداشتم کہ اسپ لنگ
کالضلیع وحُمرہ کالأفراس. ولکن ھذا مقام العماس
او را ہمچو اسپے مضبوط و توانا بنمایم و خران او را ہمچو اسپان مضبوط جلوہ دہم

﴿۳۷﴾

لآ وقت عفو عثار الناس. والمتكبّر ليس بِحَرِیّ أن
مگر ایں مقام جنگ سخت است نہ وقت درگزر کردن از لغزشہائے مردمان۔ وتکبر
يُقال عِثارُه. وستر عواره. وكذالك لا يليق به
کنندہ لائق ایں نیست کہ از لغزش او درگزر کردہ شود وعیب او پوشیدہ آید و ہم چنیں
ان يعرض عن ذالك الخصام. ويستقيل من هذا
او را نیز لائق نیست کہ ازیں پیکار رُوئے خود بگرداند وازیں مقام درخواست
المقام. مع دعاوى العلم وكونه من العلماء الكرام.
درگزر کند۔ باوجود دعویٰ ہائے علم و از علمائے کرام بودن۔ بلکہ
بل ينبغى أن يُسبر عقله. ويُعرف حقله. وقد
مے سزد کہ عقل او آزمودہ شود۔ و زراعت خام او شناختہ آید۔ و او
ادّعى أنه صبّغ نفسه بألوان البلاغة كجلودٍ تُحَلّى
دعویٰ کردہ است کہ بگوناگوں بلاغت نفس او را رنگین کردہ اند و ہمچو
بالدباغة. فإن كان هذا هو الحق ومن الأمور
آں چرم ہا کردہ اند کہ بدباغت آراستہ و پیراستہ می کنند۔ پس اگر ایں دعویٰ ہائے
الصحيحة الواقعة. فأى خوف عليه عند هذه
او صحیح و واقعی ہستند۔ پس کدام خوف در وقت مقابلہ دامن او
المقابلة. بل هو محلّ الإبشار والفرحة. لا وقت
مے گیرد بلکہ مقابلہ جائے شاد شدن و مقام فرحت است نہ وقت
الفزع والرِعْدة. فإن كمالاته المخفية تظهر عند
ترس و لرزہ بر بدن افتادن۔ چراکہ کمالات پوشیدہ او در وقت امتحان

﴿۳۸﴾

هٰـذا الامتحان والتجربة. ويرى الناس كلهم ما كان

و تجربہ ظاہر خواہند شد۔ و مردم شان و مرتبہ او را کہ

له مستورًا من الشأن والرتبة. ومن المعلوم أن

پوشیدہ بود خواہند دید۔ و ایں امر معلوم خاص و عام

قيمة المرء الكامل يزيد عند ظهور كماله. كما أن

است کہ قدر و قیمت انسان کامل در وقت ظہور کمال او زیادہ میگردد و ہم چناں کہ

البئر يُحَبّ ويؤثر عند شرب زلاله. ولا يخفى أن

آں چاہے محبوب دلہاے شود کہ آب شیرین او بنوشند۔ و پوشیدہ نیست کہ

القادر على تفسير القرآن. يفرح كل الفرح عند السؤال

ہر کہ قادر برتفسیر قرآن باشد۔ او بروقت سوال از بعض معارف قرآن

عن بعض معارف الفرقان. فإنه يعلم أن وقت

خوش و خورم خواہد گردید۔ چراکہ او ازیں سوال بداند کہ وقت تافتن

اشراق كوكبه جاء . وحان أن يُعرَف ويُخزى الأعداء.

ستارہ او آمدہ است۔ و آں وقت رسیدہ است کہ شناختہ شود و رسوا کند

فلا يحزن ولا يغتمّ إذا دُعِي لمقابلة. ونودى لمناضلة.

دشمناں را۔ پس او چوں برائے مقابلہ خواندہ شود ازیں امر غمگین نمی شود و اندوہش نمی گیرد

بل يزيد مسرّة ويحسبها لنفسه كبشارة. أو كتفاؤل

بلکہ بشنیدن ایں دعوت مسّرت او زیادہ می گردد وایں مقابلہ را درحق نفس خود بشارتے

لإمارة. فإن العالم الفاضل لا يُقَدّرُ حق قدره. إلّا

می پندارد۔ یا او برائے بزرگی خود فالے نیکو می انگارد چراکہ عالمے و فاضلے

﴿۳۹﴾

بعد رؤية أنوار بدره. ولا يخضع له الأعناق بالكلية.
را قدر نہ می کنند مگر بعد از دیدن بدر او۔ و گردنہا برائے او خم نہ می شوند۔
إلّا بعد ظهور جواهره المخفية. وإنّا اخترنا الفاتحة
مگر بعد ظاہر شدن جوہر ہائے پوشیدہ او۔ و ما برائے ایں امتحان سورۃ فاتحہ
لهذا الامتحان. فإنها أمّ الكتاب ومفتاح الفرقان ومنبع
را برگزیدیم۔ چراکہ او ام الکتاب است و جائے بر آمدن درہا و
اللؤلؤ والمرجان. وكوكنة لطير العرفان. وليكتب كلٌّ
مرجانہا۔ و ہمچو آشیانہ است برائے پرندہ ہائے معرفت و باید کہ ہر یک
منّا تفسيرها بعبارة تكون من البلاغة فى أقصاها. و
از ما تفسیر ایں سورۃ بعبارتے نویسد کہ بغایت درجہ بلاغت رسیدہ باشد
تُنير القلب وتُضاهى الشمس فى بعض معناها.
و چناں تفسیرے بود کہ دل را روشن کند و آفتاب را در بعض خوبیہائے او
ليرى الناس من اقتعد منّا غارب الفصاحة. و
مشابہ باشد تاکہ مردم بہ بینند کہ کدام کس از ما ہر دو فریق بر کوہان فصاحت
امتطى مطايا الملاحة. ولِيُعرفَ أريبٌ حداه العقلُ
سوار شدہ است و سواری ملاحت را زیر ران کردہ و تاکہ آں دانشمند شناختہ شود کہ عقل
إلى هذا الأرب. ويعلم أديبٌ ساقه الفهم إلى
او را سوئے ایں حاجت راندہ است و آں ادیب دانستہ شود کہ فہم او را سوئے ایں
رياض العرب. وليُضمر كلّ منّا لهذا المراد. كل ما
باغ عرب کشیدہ شدہ است۔ و باید کہ لاغر کند ہر یکے ازیں دو فریق برائے

﴿۴۰﴾

عَنده من الجياد. ويفرى كل طريق من الوهاد
این مراد ہمہ آں اسپان تازی را کہ نزد خود میدارند و قطع کند ہر پستی وبلندی را
والنجاد. بزاد اليراع والمداد. ليشاهد الناس مَنْ
بسفر خرچ قلم و سیاہی تاکہ مردم بہ بیند کہ آں کیست کرا عنایت
تُداركه العناية الإلٰهية. وأخذ بيده اليد
الٰہی تدارک فرمودہ است و دستِ او گرفتہ۔ و ہر کہ
الصمدية. ومن كان يزعم نفسه أنه هو العالم
گمان مے کند کہ او عالم ربانی است پس برو ہیچ مشکلے
الربّاني. فليس عليه بعزيز أن يكتب تفسير السبع
نیست کہ تفسیر سورہ فاتحہ برعایت ادب و
المثاني. مع رعاية مُلح الأدب وشوارد المعاني. ثم
بلاغت بنویسد۔ و علاوہ ازیں ایں ہم باید
إني أرخيتُ له الزمام كل الإرخاء. ووسّعتُ له
اندیشید کہ من زمام را برائے ایں شخص از بس نرم و سُست کردہ ام و
الكلامَ لتسهيل الإنشاء . وكتبتُ من قبلُ في صحيفةٍ
کلام را بروکشادہ نمودم تا بآسانی تواند نوشت۔ و در آں اشتہارے کہ پیش ازیں
أشعتُها. ونميقةٍ إليه دفعتها. أن ذالك الرجل الغُمْرَ
شائع کردہ ام و دراں نامہ کہ من سوئے او فرستادہ ام درج کردہ ام کہ اگر
إن لم يستطع أن يتولّى بنفسه هذا الأمر. فله أن
ایں شخص نادان بنفس خود طاقت تفسیر نوشتن ندارد پس او را اختیار است کہ

﴿۴۱﴾

يُشرك به من العلماء الزمر. أو يدعو من العرب
از گروہ خود چند مولویاں را شریک خود کند یا برائے
طائفة الأدباء . أو يطلب من صلحاء قومه همّةً و
ایں کار گروہے از ادیبان عرب بخواند یا از زاہدان
دعاءً لهذه الـلأواء . وما قلتُ هذا القول إلّا ليعلم
قوم خود دعائے و ہمتے برائے ایں سختی پیش آمدہ بجوید و
الناس أنهم كلهم جاهلون. ولا يستطيع أحدٌ منهم
من ایں سخن نگفتہ ام مگر برائے ایں کہ تا مردم بدانند کہ ایں
أن يكتب كمثل هذا ولا يقدرون. وليس من
ہمہ جاہلاں ہستند و ہیچکس ازیشاں قدرت ندارد کہ مانند ایں تفسیر
الصواب أن يُقال أن هذا الرجل المدعو كان عالمًا
بنویسد۔ وایں عذر خوب نباشد کہ گفتہ شود کہ ایں شخص کہ برائے
في سابق الزمان. وأمّا في هذا الوقت فقد انعدم
تفسیر نوشتن خواندہ شدہ در زمان نخستین عالمے بود و امادریں وقت پس
علمه كثلج ينعدم بالذوبان. ونسج عليه عناكب النسيان.
علم او معدوم شدہ است ہمچو برفے کہ بگداختن ناپیدا می گردد و بر
فإن العلم الذى ادّعاه. وحفظه ووعاه.
دماغ او تارہائے نسیان تنیدہ شدہ چراکہ آں علمے کہ دعویٰ آں ایں شخص
وقرأه وتلاه. لا بدّ أن يكون له هذا العلم كَدَرٍّ ربّاه.
مے کند و میگوید کہ من ایں ہمہ علوم را خوب یاد میدارم و خواندہ ام

﴿۴۲﴾

أَوْ كسراج أضاء بيته وجَلَّاه. فكيف يزول هذا
ضرور است کہ ایں علم برائے او ہمچو شیرے باشد کہ پرورش اونمودہ یا ہمچو چراغے
العلم بهذه السرعة. ويخلو كظرف مُنثلمٍ وعاء الحافظة.
باشدکہ خانہ او را روشن کردہ پس چگونہ چنیں علم بدیں زودی فراموش تواند گشت
وتنزل آفة مُنْسية على المدارک والجنان. حتّى لا
و چگونہ ظرف حافظہ او ہمچو آوند سُوراخ داربگردد و چناں آفت برحواس و دل نازل
يبقى حرف على لوحها إلى هذا القدر القليل من
شود کہ ہمہ یادکردہ رافراموش کند تا بحدے کہ باندک زمانہ حرفے برلوح حواس باقی نماند
الزمان. وكيف تهبّ صراصر الذهول. على علوم
وچگونہ تُند ہَوائے نسیان براں علمہا بوزد کہ بمشقت حاصل
كُسبت بشق النفس والقحول. ولو فرضنا أنّ آفة
کردہ شدہ۔ و اگر فرض کنیم کہ آفت نسیان درخت
النسيان أجاح شجرة علمه من البنيان. وسقطت
علم او را از بیخ بر کندہ است و بر شگوفہ ہائے درایت او
على زهر درايته صواعق الحرمان. فكيف نفرض أن
صاعقہ محرومی افتاد۔ پس چگونہ فرض توانیم کرد
هذا البلاء. ورد على ألوف من العلماء الذين جُعلوا
کہ ایں بلا براں ہزار ہا علماء نیز وارد شدہ کہ شریک
له كالشركاء. وأُشرِكوا فی وزره كالوزراء. بل أُذن له
او کردہ شدند و انباز بار او ہمچو وزیراں کردہ شدند بلکہ

﴿۴۳﴾

أنّ يطلب كل ما استيسر له من الأدباء . لعلّه يكتب
او را اجازت داده شد کہ ہر کرا از ادیباں بخواہد برائے
قولًا بليغا ولا يتيه كالناقة العشواء . ثم من المُسَلّم
مدد خود بخواند شاید بدیں طور سخن فصیح تواند نوشت و ہمچو ناقہ کور
أن اللّٰه يُربّى عقول الصالحين. ويُسعدهم
سرگردان نشود۔ باز این امر ہم از مسلمات است کہ خداتعالیٰ عقل نیکوکاراں
بالهداية إلى طرق الروحانيين. ويُذكّرهم
را خود پرورش می فرماید و مدد ایشاں می کند تا راہ رُوحانیاں بیابند و
إذا ما ذهلوا معارف كلام اللّٰه القدّوس. ويُنزل
ایشاں را یاد می دہاند چوں معارف کلام الٰہی را فراموش کنند
السكينة عند الزلزال على النفوس. ويؤيّدهم
و بر ایشاں وقت زلزلہ سکینت نازل می فرماید و از روح القدس
بروحٍ منه. ويُعضد بالإعانة على الإبانة. ويتولى
تائید ایشاں می کند و بازوئے ایشاں برائے بیان کردن استوار
أمورهم ويُميّزهم بالحصات والرزانة. ويصرفهم
می سازد و متولی امور ایشاں می گردد و بعقل و آہستگی در ایشاں وغیر
من السفاهة. ويَعصمهم من الغواية ويحفظهم
ایشاں فرق ظاہر مے فرماید و ایشاں را از سفاہت باز می دارد و از گمراہی
في الرواية والدراية. فلا يقفون موقف مندمةٍ.
نگہ می دارد و در روایت و درایت خود حافظ ایشاں می گردد و پس درجاہائے ندامت

﴿۴۴﴾

وَلا یــرون یــوم تــنــدّم ومــنــقــصــة. ولا تــغــرب أنــوارهــم.
نمی ایستند و روز خجالت و نقصان نمی بینند و نورہائے ایشاں ناپدید
ولا تــخــرب دارهــم. منابعهم لا تغور. وصنائعهم لا تبور.
نمی شوند و خانہ شاں خراب نمی گردد چشمۂ ایشاں خشک نمی شود و کارہائے شاں
ویُـؤَیّـدُون فـی کـل مـوطـن ویُـنصرون. ویُرزَقون من کل
تباہ نمی گردند و ایشاں در ہر جائگاہ و مقام حرب منصور و مؤیّد می شوند و
مــعــرفة ومــن کــل جهــل یُبــعــدون. ولا یــمــوتــون حتــی
از معارف رزق دادہ می شوند و از جہل او شانرا دُور میدارند و نمی میرند
تُـکَـمّـل نـفـوسهـم فـإذا کُـمّلت فإلی ربهم یُرجعون. فإن
تا وقتیکہ نفوس شاں مکمل نکردہ شوند و بعد از تکمیل نفوس خود سوئے رب خود
الـلّٰـه نـورٌ فـیـمـیـل إلـی الـنور. وعادته البَدور إلی البدور.
باز می گردند۔ چرا کہ خدا نور است پس سوئے نور میلان او می گردد و عادت
ولـمّـا کــانــت هذه عــادة الـلّٰــه بــأولیــائــه. وسُـنّتـه
اوست کہ سوئے آناں می شتابد کہ در چشم او ماہِ تمام اند۔ و چوں عادت او
بـعـبــاده الــمـنـقـطـعیـن وأصفیـائـه. لـزم أن لا یـری عبده
بااولیاء خود و سنت او بہ بندگان فناشدہ و برگزیدگان ہمیں است لازم
الــمــقـبــول وجـــه ذلّة. ولا یُـــنسب إلـی ضـعـفٍ وعـلّة
آمد کہ بندہ مقبول او روئے ذلت نہ بیند و ہیچ کمزوری و بیماری در
عــنــد مـقــابـلةٍ مـن أهـل مـلّة. ویـفـوق الـکل عند تفسیر
وقت مقابلہ از احدے اہلِ مذہب سوئے او منسوب کردہ نشود و در تفسیر

﴿۴۵﴾

اَلْقرآن. بأنواع علم ومعرفة. وقد قيل أن الولیّ
قرآن و گوناگوں علم و معرفت فائق ثابت گردد و بہ تحقیق گفتہ شدہ
يخرج من القرآن والقرآن يخرج من الولی. وإنّ
کہ ولی از قرآن بیروں می آید و قرآن از ولی ظهور می فرماید و بہ تحقیق
خفايا القرآن لا يظهر إلّا على الذی ظهر من يَدَیِ
باریکیہائے پوشیدہ قرآن ظاہر نمی شوند مگر برکسے کہ از دست خدائے علیم و
العليم العلیّ. فإن كان رجلٌ ملك وحده هذا
برتر ظهور یافتہ باشد پس اگر مردے مالک ایں فہم گردد تن تنہا
الفهم الممتاز. فمثله كمثل رجل أخرج الرُكاز. وما
پس مثل او مثل کسے است کہ خزانہ بے نشان بر آرد و
بذل الجهد وما رأى الارتماز. فهو ولیّ اللّٰه وشأنه
آنجا کہ امید ندارد بغیر اینکہ کوششے کردہ باشد یا اضطرابے کشیدہ پس
أعظم وذيله أرفع من همز الهمّاز. ولمز اللمّاز. وما
او ولی خداست و شان او بزرگ تر و دامن او برتر از عیب گرفتن
أُعطی هذا الولیّ الفانی من معارف القرآن كالجَهاز.
عیب گیر است و ہر چہ ایں ولی فانی را از معارف قرآن ہمچو رخت مُردہ
فهو معجزة بل هو أكبر من كل نوع الإعجاز. وأیّ
دادہ شد پس آں معجزہ است بلکہ از ہر قسم معجزہ بزرگتر است و کدام
معجزة أعظم من اعجازٍ قد وقع ظل القرآن. وشابه كلام
معجزہ ازاں معجزہ بزرگ تر خواہد بود کہ قرآن را ہمچو ظل واقع شدہ و

﴿۴۶﴾

اَللّٰہ فی کونہ أبعد من طاقة الإنسان. ولیس هذا
کلام الٰہی را در خارق عادت بودن مماثل گشتہ۔ و ایں مقام بجز
الموطن إلّا للمتّقین. ولا تُفتح هذه الأبواب إلّا علی
پرہیزگاراں کسے را مسلّم نیست۔ و ایں درہا بجز امینے برکسے نے
الصّالحین. ولا یمسّه إلّا الذی کان من المُطَهّرین.
کشائید۔ و دست کسے بجز پاک آنجا نمے رسد۔
وإن اللّٰه لا یهدی کید الخائنین. الذین یجعلون
و خدا تعالیٰ کامیاب نمی کند خیانت پیشگاں را آنانکہ مکر ہا را
المکائد منتجعًا. والأکاذیب کهفًا ومرجعًا. ولهم
معاش خود گرفتہ اند و دروغہا را پناہے ساختہ اند کہ بوقتِ ضرورت
قلوبٌ کلَیْلٍ أردف أذنابه. وظلام مدّ إلی مدی
سوئے شاں رجوع مے کنند۔ و دلہائے ایشاں ہمچو آں شب اند کہ دمہائے تاریکی
الأبصار أطنابه. لا یعلمون ما القرآن. وما العلم و العرفان.
خودرا بتمامتر کشیدنی کشیدہ اند وطنابہائے ظلمت خودرا تا انتہائے نظر گستردہ اند۔ نمی دانند
ومن لم یعلم القرآن وما أوتی البیان. فهو
کہ قرآن چیست وعلم ومعرفت چہ باشد۔ وہر کہ قرآن نداند و بیان ندادہ شدہ۔ پس
شیطان أو یُضاهی الشیطان. وما عرف الرحمان.
او شیطان است یا مثیل شیطان و خدا را نشناختہ و
وما کان لفاسق أن یبلغ هذه المنیة العلیّة. ولو
مجال فاسقے نیست کہ ایں آرزوئے بلند را بیابد اگرچہ نفس

﴿۴۷﴾

شحذ إليها النفس الدنيّة. بل هو يختار طريق الفرار.
خسیس خود را سوئے آں تیز کند۔ بلکہ فاسق را عادت ایں باشد
خوفًا من هتك الأستار. وظهور العثار. وكذالك
کہ طریق گریختن را اختیار می کند تا پردہ او دریدہ نشود و لغزش
فَعَلَ هذا الرجل الكائد. والْمُزَوِّرُ الصائد.
او ظاہر نگردد۔ و ہم چنیں ایں شخص مکار و دروغ آرایندۂ جویائے شکار طریق و
فانظروا كيف زوّر. وأرى التهوّر. وقال لبّيتُ الدعوة وما
عادت خود نمودہ۔ پس بہ بینید کہ چگونہ دروغ آراست و دلیری و بیباکی نمود و گفت کہ من
لبّى. وقال عبّيتُ العسكر للخصام وما عبّى. وما
دعوت تفسیر نوشتن قبول کردم حالانکہ قبول نکرد۔ و گفت من لشکر برائے پیکار طیار
بارز بل خدع وخبّ. وإلى حُجرهِ أبّ. وتراء ى نَحيفا
کردہ ام حالانکہ طیار نہ کرد و در میدان نیامد بلکہ فریب کرد و مکر نمود و بسوئے سوراخ خود
ضعيفا وكان يُرى نفسه رجلًا ببّا. وأخلد إلى الأرض
رجوع نمود و ظاہر شد کہ لاغرے است و نزار و بود کہ مے نمود خود را مردے قوی ہیکل
وشابه الضبّ. وما صعد وما وثبّ. وجمع الأوباش
و میل کرد سوئے زمین و مشابہ شد سُوسمار را و صعود نہ کرد و نہ استقامت ورزید
وما دعا الربّ. وحقّرني وشتم وسبّ. وتبع الحيَل
و اوباش را جمع کرد و خدا را یاد نہ کرد و مرا دُشنام داد و تحقیر من نمود و
وما صافى اللّٰه وما أحبّ. وما قطع له العُلَق وما
حیلہ گریہا کرد و باخدا محبت صافی نداشت و برائے او قطع تعلق غیر

﴿۴۸﴾

جَبّ. وقال إنی عالم والآن نجم علمه أزبّ. وكلّ ما دبّر
نہ نمود۔ و گفتہ بود کہ من عالم ام مگر اکنوں ستارہ علم او غروب شد
تبّ. وإن كان عالمًا فأی حرج علی عالم أن يُفسّر
و ہر چہ تدبیر کردہ بود آں ہمہ تدبیر تباہ گشت۔ واگر عالم بودے پس کدام
سورة من سور القرآن. ويكتب تفسيره فی لسان الفرقان.
حرج بر عالم بود کہ تفسیر قرآن نویسد۔ بلکہ بدیں طریق ثنا
بل يُحمد لهذا ويُثنی عليه بصدق الجنان.
کردہ شدے و مردم دانستندے کہ او
ويُعلَم أنه من رجال الفضل والعلم والبيان. ويُشكر
صاحب عقل و علم و بلاغت است و شکر
بما ينفع الناس من معارفٍ عُلّم من الرحمان. فلذالک
او کردہ شدے چراکہ مردم را از معارف خود نفع رسانیدے پس
أقول أنه من كان يدّعی ذُرَی المكان المنيع. فليبذل
ازبہر ہمیں می گویم کہ ہر کہ مکان بلند را دعویدار است اکنوں می باید
الآن جهد المستطيع. ويُثبّت نفسه كالضليع. ولا
کہ تا تواند کوشش کند۔ و نفس خود را ہمچو اسپے مضبوط و تیز رو
شكّ أن إظهار الكمال من سيرة الرجال وعادة الأبطال.
بنماید۔ و ہیچ شک نیست کہ ظاہر کردن کمال از عادت مردان و سیرت بہادران
لينتفع به الناس وليُخرَجَ به مسكينٌ من سجن الضلال.
است تا کہ مردم بدو منتفع شوند و تا کہ بدو مسکینے از زندان گمراہی بیروں آید۔

﴿۴۹﴾

ولا یرضی الکامل بأن یعیش کمجهول لا یُعرف.
و مرد کامل خوش نمے شود کہ ہمچو شخصے ناشناختہ زندگی بسر کند
ونکرة لا تُعَرّف. وإن الفضل لا تتبیّن إلّا بالبیان.
یا ہمچو نکرہ غیر متعین بماند و بتحقیق فضل بجز بیان کردن ظاہر نمی گردد
ولا یُعرف الشمس إلّا بالطلوع علی البلدان. وإنی ألزمتُ
و آفتاب بجز طلوع شناخت نمی شود۔ و من بر نفس خود لازم
نفسی أن أکتب تفسیری هذا فی إثبات ما أُرسِلتُ به
کردہ ام کہ ایں تفسیر خود را در اثبات دعاوی خود بنویسم
من الحضرة. وأن أفتح هذه الأبواب بمفاتیح الفاتحة. مع
وایں درہا را بکلید ہائے سورہ فاتحہ بکشایم۔
لطائف البیان ورعایة الملح الأدبیة. والتزام الفصاحة
و رعایت فصاحت و بلاغت مرعی دارم و
العربیة. ومن المعلوم أن نمق الدقائق الدینیة. والرموز
ایں امر معلوم است کہ نوشتن دقائق
العلمیّة. والإیماضات والإشارات. مع توشیح
دینیہ مع آراستن عبارت ہا و
العبارات وترصیع الاستعارات. والتزام
لازم گرفتن محاسن کنایہ ہا مع
محاسن الکنایات. وحسن البیان ولطائف
حُسن بیان امرے است از بس

﴿۵۰﴾

الْإِيـمـاء ات. أمـرٌ قد عُدّ من المعضلات. وخطبٌ حُسبَ
دشوار و کارے است بزرگ کہ
مـن الـمشـكـلات. ومـا جـمـع هذين الضدّين إلّا كتـاب
از مشکلات شمردہ شدہ و ایں ہر دو امر را
الـلّـه مظهر الآيات البينات. وماحى الأباطيل والجهلات.
بجز کتاب الٰہی ہیچ کس جمع نکردہ
وإنّ الشعـراء لا يـمـلـكـون أعـنّة هـذه الجيـاد. فتنتشـر
است۔ و شاعران مالک نمے باشند
كـلـمـاتهـم انتشـار الـجراد. ولكنى سألتُ اللّٰه فأعطانى.
عنانہائے ایں اسپان را پس کلمہ ہائے ایشاں ہمچو
وجـئتـه عـطشـان فـأرواني. فـنـحـن الموفّقون. ونحن
ملخ پراگندہ مے باشند مگر من سوال کردم از خدا تعالیٰ
الـمـؤيّـدون. تـُؤاتينا الأقلام. كأنها السهام والحسام. ولنا
پس داد مرا و آمدم نزد او تشنہ پس مرا سیراب کرد پس ما توفیق
مـن ربّـنـا كـلام تـام وظلّ ظليل. فكلّ رداء نرتديه جميل.
و تائید یافتہ ہستیم۔ قلم ہا بما موافقت می نمایند گویا آں تیرہا ہستند
ولـنـا جبـلّةٌ لا تبـلـغهـا الجبـــال. و قـوّةٌ لا تـُعـجـزهـا
یا تیغ و مارا از خدائے خود کلام کامل و سایۂ کامل است پس ہر چادرے کہ ما
الأثـــقـــال. وحـــالٌ لا تـُـــغَيّـــرهـــا الأحــوال. و
بپوشیم آں چادر خوب است و مارا طبیعتے است کہ کوہ ہا بآں نمی رسند و مارا قوتے است کہ بار ہا

﴿۵۱﴾

رَبٌّ لا تُرَدّ من حضرته الآمال.
اور اعاجز نمی کنند وحالے است کہ تغیر حالات آں حال را متغیر نمی کنند وخدائے است کہ
فحاصل الكلام أنى من الله وكلامى من هذا العلّام. وإنى
از جناب او امید ہا رو نمی شوند۔ پس حاصل کلام ایں است کہ من از خدایم و کلام من
كتبتُ دعواى ودلائلها فى هذا الكتاب. لِاسعف الخصم
از دست کہ من دعویٰ خود و دلائل دعویٰ دریں کتاب نوشتہ ام تا حاجت روائی
بحاجته وأُنجّيه من الاضطراب. فإن الخصم كان يدعونى
دشمن خود کنم چراکہ دشمن مرا سُوئے مباحثات مے خواند
إلى المباحثات. بعد ما دعوته لنمق التفسير فى حلل
بعد زانکہ من او را برائے نوشتن تفسیر فصیح خواندہ
البلاغة ومحاسن الاستعارات. فلمّا لويتُ عذارى
بودم پس ہرگاہ اعراض کردم و عذرِ خود پیش کردم در بارہ عدم حاضری
وتصدّيت لاعتذارى من المناظرات. حمل إنكارى على
برائے مباحثہ حمل کرد انکار مرا بر گریختن از جنگ
فرارى من هذه الغزاة. وما كان هذا إلّا كيدًا منه وحيلةً
و ایں سراسر فریب او بود تا برائے نجات خود حیلہ
للنجاة. ليستعصم من اللائمين واللائمات. وكان يعلم
پیدا کند تا از ملامت کنندگان خود را محفوظ دارد و مے دانست
أن إعراضى كان لعهدٍ سبق. وما كنتُ كعبدٍ
کہ اعراض من برائے آں عہد بود کہ پیش زیں کردہ شد

﴿۵۲﴾

أبـقَ. ولـكنه طلب الفرار بهذه المعاذير الكاذبة. لعل الناس
و ہمچو آں بندہ نبودم کہ گریختہ مگر او طلب کرد گریختن را بدیں عذر ہائے
يـفهـمونه بطل المضمار ومُتمّ الحجة. فأردنا الآن أن نُعطيه
دروغ تاکہ مردم او را بہادر میدان بفہمند۔ پس ارادہ کردیم کہ
مـاسـأل ولا نـردّه بـالـحـرمـان. ونُـجَـلّي مطلع صدقنا بنور
ہرچہ خواستہ است او را دہیم و بمحرومی او را رد نہ کنیم و
البـرهـان. ونقطع معاذيره كلها بسيف البيان. لعلّ الله يجلو
مطلع صدق خود را بنور برہان روشن کنیم تا شاید خداتعالیٰ بایں طریق ما
بـه صـداء الأذهـان. ويُـفَهّم ما لم يفهموه قبل هذا الميدان.
زنگ ذہن ہا دور فرماید و ہر چہ نہ فہمیدہ اند
فهـذا هـو السبـب الـموجـب لنمق الدعوى والدلائل. لئلا
بفہم ایشاں در آرد پس ایں سبب موجب است برائے نوشتن دعویٰ
يـبـقـى عـذر للسائل. وإن هذا التفسير جمع المباحثات. مع
و دلائل تاکہ باقی نماند عذر مر سائل را و ایں تفسیر جمع کردہ است
اللطائف والنِكات. فاليوم أدرک الخصم كل ما طلب منّا في
مباحثات را بالطائف و نکات۔ پس امروز دشمن ہر چہ از
حُـلل المناظرات. مع أنه ترک طرق الديانات. وتصدى للأمر
ما در پیرایۂ مناظرات خواست یافت باوجود ایں امر کہ او طریق دیانت را
بـأنـواع الاهـتـضـام والـخيانات. وبقي دَيْنُنا فعليه أن يقضي
ترک کرد و بانواع حق تلفی وخیانت ہا پیش آمد و باقی ماند قرض ما بر و پس باید کہ ادا کند قرض

﴿۵۳﴾

اَلّـذِیْـن کَـرَدّ الأمـانات. وإنی عاهدتُ اللّٰـه أن لـن أحضر
را ہمچو رد کردن امانت ہا و من بخدائے خود عہد می دارم کہ
مـواطـن الـمبـاحثـات. وأشـعتُ هذا العهد فی التألیفات.
در مقامات مباحثات ہرگز حاضر نشوم وایں عہد را بذریعہ
فـمـا کـان لـی أن أنـکُـث العهود. وأعصی الربّ الودود.
کتابہائے خود شائع کردہ ام پس مرا جائز نبود کہ عہد ہا را بشکنم
فـلأجـل ذالک أغـلـقـتُ هـذا البـاب. ومـا
و خدائے خودرا نافرمان شوم پس برائے ہمین ایں در را بند
حـضرت الخصم للبحث ولو عیّبنی واغتاب. وإنی کلّمته
کردم و برائے بحث حاضر نشدم اگرچہ مرا بعیب منسوب کرد و
کـالـخـلـیـط فـکَـلِـمـنـی بـالتـخلیط. وقد دعوتُـه من قبل
گلہ کرد و من او را ہمچو دوست مخاطب کردم پس خستہ کرد مرا بعداوت
فـفـرّمـن شـوکـتـی. ثـم دعـوتُ فهـابَـهُ هیبتـی. وهـذه
و من او را پیش زیں دعوت کردم پس از رعب من بگریخت۔ باز
ثـالثةلیتـم عـلیـه حـجّة اللّٰـه وحُـجّتـی. إنه مال إلی الزمر
دعوت کردم پس ہیبت برو زیادہ شد و ایں بمرتبہ سوم است تا حجۃ اللہ برو
ومـلـنـاإلـی الـذمـار. وإن الـمـعـارف مـنّا کبعوث جُمّروا
کامل شود۔ او سُوئے سرود مائل گشت و ما سوئے فرائض منصبی۔ ومعارف از
عـلـی‌الثغور مـن قِبَـلِ مـلـک الـدیـار. ثـم اعـلـمـوا
طرف ما ہمچو آں لشکرے است کہ بر سرحد ہا از سلطان وقت مامور شود

﴿۵۴﴾

أنّ رسالتی ہذه آیة من آیات اللّٰه رب العالمین. وتبصرة
باز بدانید کہ ایں رسالہ من نشانے است از نشانہائے خدا تعالیٰ
لقوم طالبین. وإنّها من ربّی حجة قاطعة وبرهان مبین.
و بصیرت افزاینده است طالبان را۔ وایں از طرف پروردگار من حجتے قاطعہ
کذالک. لیذیق الأفّاکین قلیلا من جزاء ذنوبهم.
و برہانے روشن است تا کہ او دروغگویاں را قدرے پاداش
ویُرِی الناس ما ترشّح من ذَنوبهم. ویُجنّبهم بمعجزة
دروغ شاں بچشاند۔ و مردم را بنماید کہ از دلو شاں چہ چکیده
قاهرة. ویزیل اضطجاع الأمن من جنوبهم. ویستأصل
است و بمعجزه قاہره پہلوئے شاں بشکند و خواب امن از پہلوئے شاں
راحة کاذبة من قلوبهم. والحق والحق أقول.
برباید۔ و راحت دروغ از دل شاں مستاصل فرماید۔
إن هذا کلام کأنه حسام. وإنه قطع کل
ومن راست راست می گویم کہ ایں کلام ہمچو تیغے است و ایں ہمہ
نزاع وما بقی بعده خصام. ومن کان یظنّ أنه فصیح
نزاع ہا را بریده است و بعد زیں ہیچ نزاعے نماند۔ و ہر کہ گمان
وعنده کلام کأنه بدر تام. فلیأت بمثله والصمتُ
مے کند کہ او فصیح است و نزد او کلامے است کہ گویا ماه تمام است پس
علیه حرام. وإن اجتمع آباء هم وأبناء هم.
باید کہ بیارد آں کلام را و خاموشی بر او حرام است و اگر جمع شوند

﴿۵۵﴾

وَأكفاء هم وعلماء هم. وحكماء هم وفقهاء هم. على أن
پدران ایشاں و پسرانِ ایشاں و ہمسرانِ ایشاں و عالمانِ ایشاں وحکیمانِ ایشاں وفقیہانِ
يـأتوا بمثل هذا التفسير. في هذا المُدى القليل الحقير. لا
ایشاں بر ایں امر کہ مثل ایں تفسیر بیارند دریں مدّتے اندک و ناچیز نتوانند
يـأتون بمثله ولو كان بعضهم لبعضٍ كالظهير. فإني دعوتُ
کہ بیارند اگرچہ بعض بعض را مددگار شوند۔ چرا کہ من دریں
لـذالك وإن دُعـائي مُستـجـاب. فـلـن تقدر علٰى جوابه
بارہ دُعا کردہ ام و دعائے من مستجاب است۔ پس بجواب
كتّـاب. لا شيـوخ ولا شاب. وإنه كنز المعارف ومدينتها.
ایں کتاب ہرگز قادر نخواہند شد پیرے ازیشاں باشد یا جوانے و ایں
ومـاء الـحـقـائـق وطيـنـتهـا. وقـد جـاء ألطف صُنعًا. وأرق
خزانہ معارف است و شہر آنہا و آب حقیقتہا است و تراب آنہا و بطرز
نسـجًـا. وأكثـر حـكـمًـا. وأشـرف لـفـظًـا.
لطیف و ببافت باریک انجام پذیرفتہ است و دریں کتاب حکمتہا بسیار
وأقـلّ كـلـمًـا. وأوفـر مـعـنًـى. وأجـلـى بيـانًـا. وأسنٰـى
اند و الفاظ درکمال مرتبہ شرف و بزرگی افتادہ وکلمہ ہا کمتر اند ومعنی بسیار و بیان
شـأنًـا. ومـا كتبتُه من حولي. وإني ضعيف وكمثلي قولي.
شیریں و شان بلند ومن ایں کتاب را از طاقت خود ننوشتم چرا کہ من ضعیف امر
بـل الـلّٰـه وألـطـافـه اغـلاق خـزائـنـه. ومـن
و قول من نیز ضعیف بلکہ خداتعالیٰ و مہربانیہائے او کلیدہائے خزائن ایں کتاب

﴿۵۶﴾

عَنده أسرار دفائنه. جمعت فيه أنواع المعارف ورتّبت.
اند و از طرف او دفینہائے اسرار ایں کتاب است۔ و دریں کتاب گونا گوں معارف
وصفّفت شوارد النكات وألجمت. من عرفه عرف
جمع کردم و آنہا را ترتیب دادم و اسپان نکتہ ہا را صف بصف ایستادہ کردہ ام
القرآن. ومن حسبه كذبًا فقد مان. فيه باكورة العرفان.
و لگام دادم۔ ہر کہ ایں کتاب را شناخت قرآن را شناخت۔ و ہر کہ دروغ پنداشت
ودقائق الفاتحة والفرقان. وفيه بلاد الأسرار وحصونها.
ایں را او خود دروغ گفت۔ دریں میوہ ہائے نورسیدہ از معرفت اند۔ ودقائق سورہ فاتحہ
وسهل الحقائق وحزونها. وعيون البصيرة وعيونها.
وفرقان دریں موجود اند۔ ودریں شہر ہائے راز ہا وقلعہ ہائے اسرار است وزمینے نرم از
وخيل البراهين ومتونها. وذالك من بركات أمّ الكتاب.
حقائق وزمینے سخت از دقائق است وچشمہ ہائے بصیرت دریں موجود اند و نیز
وما اطّلعتُ عليها إلّا بعد تفهيم ربّى التوّاب.
چشم ہائے آں وایں از برکت ہائے امّ الکتاب است بہ تفہیم خدائے
فإنها سورة لا تطوى عرصتها بانضاء المراكب. ولا
ما کہ توّاب است چرا کہ آں سورتے است کہ بلاغر کردن سواریہا
يبلغ نورَها نورُ الكواكب. ولمّا كان الظالمون
میدان آں نتواں پیمود۔ و نور ستارہ ہا بنور او نہ تواند رسید و ہرگاہ کہ
نسبوني إلى الهزيمة. أعوزني فريتهم هذه
ظالمان مرا سوئے شکست نسبت دادند ایں کذبِ صریح ایشاں مرا سوئے

﴿۵۷﴾

إلّی تفسير سورة الفاتحة. لأُخلّص نفسی من النواجذ
ایں تفسیر محتاج کرد تا کہ خلاص دہم نفس خود را از دندان

والأنياب. فإن صول الكلاب أهون من صول المفترى
اوشاں چرا کہ حملہ سگان نرم تر است از حملہ مفتریان

الكذّاب. وهذا من فضل اللّٰه ورحمته ليكون
و کاذبان و ایں از فضل خدا و رحمت اوست تا کہ

آية للمؤمنين. وحسرة على المنكرين. وحجّة على
برائے مومناں نشانے شود و برمنکران حسرت گردد۔ و

كل خصم إلى يوم الدين. وهدًى للمتقين.
حجت گردد بر ہر پیکار کنندہ تا روزِ قیامت و ہدایت شود برائے پرہیزگاراں

وليعلم الناس أن الفوز بصدق المقال.
و تاکہ مردم بدانند کہ کامیابی براست گفتاری است نہ بہ لاف

لا بالتصلّف كالجهال. والفتح بطهارة البال. لا بِعَذِرَةِ
زنی و فتح بہ پاکی دل است نہ بہ پلیدی سخنانے کہ

الأقوال. التى هى كالأبوال. وصلاح الحال بسلاح العلم
ہمچو بولہا ہستند۔ و درستی حال باسلحہ علم و کمال ہست

والكمال. لا بالاحتيال والاختيال. فويلٌ للذين قصدوا
نہ بہ حیلہ گری و ناز و تکبر۔ پس واویلا براں مردم است کہ

الفتح بالمكائد. ورصدوا مواضعها كالصائد.
بامکر ہا فتح را می خواہند و ہمچو جویائے شکار در کمین می نشینند

﴿۵۸﴾

وَإن هو إلّا من أحكم الحاكمين. وينصر من
تا بر موقع مکر و فریبہا کنند وفتح میسر نمی شود مگر بحکم احکم الحاکمین۔ او مدد می کند
يشاء ويُكفّل الصالحين. فيندمل جريحهم.
ہر کرا مے خواہد و متکفل نیکاں می شود۔ پس ہر کہ از یشاں خستگی دارد زخم او بفضل الٰہی
ويستريح طليحهم. ولا تركد ريحهم. ولا تَخْمُدُ
مندمل می گردد۔ وشتر درماندہ شاں آرام می یابد و ہوائے شاں نمی ایستد و چراغ
مصابيحهم. ومنصوره يُملأ من علم الفرقان ولسان
شاں مُنْطفی نمی گردد۔ و نصرت دادۂ خدا پُرکردہ می شود از علم فرقان و زبان عرب
العرب. كما يُملأ الدلو إلى عقد الكرب. وإنه أنا ولا
ہم چناں کہ پُر کردہ می شود دلو از آب تا برسنے کہ می بندند درمیان ہر دو
فخر. وإن دعائى يذيب الصخر. وإنّ يومى هذا يوم الفتح
گوشہ دلو۔ وآں منصور منم وہیچ فخر نیست و دعائے من بگدازد سنگ را و ایں روز من
ويوم الضياء بعد الليلة الليلاء. اليوم خرس الذين
روز فتح و بلندی است و روز نور بعد شبہائے تاریک۔ امروز بے زبان شدند
كانوا يهذرون. وغُلّت أيديهم إلٰى يوم يبعثون.
آنانکہ بیہودہ گوئیہا می کردند۔ و دستہائے شاں تا
وكنتُ أطوف حول هذه الأوراق. كسائل يطوف
بقیامت بستہ شد و بودم کہ مے گشتم گرد ایں اوراق
فى السكك والأسواق. فأرانى اللّٰه
ہمچو سائلے کہ مے گردد گرد بازارہا و کوچہ ہا پس بنمود مرا

﴿۵۹﴾

مـا أراني. وسقاني ما سقاني. فوافيتُ دروبها كما هداني.
خدا آنچہ بنمود و نوشانید مرا آنچہ نوشانید۔ پس درآمدم براہ ہائے باریک
وأُعطي لي ما سألتُ. وفُتح عليّ فحللتُ. وكل ما رقّمتُ
سورہ فاتحہ ہم چناں کہ ہدایت کرد مرا خدا و دادہ شدم آنچہ خواستم۔ و کشادند
فهو من أنفاس العلام. لا من أفراس الأقلام. فما كان لي أن
برمن پس درآمدم و ہر چہ نوشتم دریں کتاب آن از جرعہ ہائے عالم الغیب است از
أقول إني أعلم من غيري. أو زاد منهم سيري. ولا أقول أن
اسپان قلمہائے من نیست۔ پس مرا سزاوار نبود کہ بگویم کہ من از غیر خود دانا تر ام یا
روحي التفّ بأرواح فتيان كانوا من الأدباء. أو غالت
سیر من از و زیادہ تر است و نمی گویم کہ روح من بآں جواناں پیوستہ است کہ از
نفسي جميع نفائس الإنشاء. ولا أدّعي أني انتهيت إلى
ادیباں بودند و نہ اینکہ نفس من ہمہ جنس نفیس انشاء را ربودہ است و نہ ایں دعوٰی
فناء منتهى الأدب. أو أكلتُ كل باكورة من المعاني
می کنم کہ تا پیش خانہ انتہائی مرتبہ ادب رسیدہ ام و نہ اینکہ ہر میوہ نو رسیدہ معانی
النخب. بل دعوتُ مُخدّراته فوافتني فتياته
برگزیدہ را خوردہ ام بلکہ پردگیان ادب را خواندہ بودم پس زنان جوان بلاغت
فقبلهن فتاه مفتّرة شفتاه متهللا مُحيّاه.
نزد من آمد پس قبول کرد آں زنان را جوانے کہ کامل درفن ادب است و ہر دو لب او
فلا تستطلعوني طِلع أديب. وما أنا في بلدة الأدب إلّا
خنداں بودند رُوئے او روشن و درخشندہ بود پس از من خبر ادیبے نپرسید و من در شہر ادب صرف ہیچو

﴿۶۰﴾

كَغريب. وكل ما ترون منى فهو من تأييد ربى. ومن
مسافرے ام۔ و ہرچہ از من مے بینند آں از تائید رب من است و
حضرةٍ ألقيتُ بها جِرانى وحملتُ إليها إربى. وإنه فى
ازاں جناب است کہ درانجا پیش گردن خود انداختم و سوئے او حاجت خود
العُقبىٰ وهذه حبّى. وإنى مسيحه وحمارى حمارة
برداشتم و او مرا در دنیا و دین محبوب است۔ ومن مسیح او ہستم و خرمن سنگ
حفظه ولطفه قُتبى. ولولا فضل اللّٰه ورحمته لكان
حفاظت اوست کہ گردا گرد خانہ من است و لطف او پالان من است۔ و اگر
كلامى ككلم حاطب ليل. أو كغثاء سيل. ووالله إنى
فضل خدا و رحمت او نبودے کلام من ہمچو ہیزم چین شب بودے یا بہ خس و خاشاک
ما قدرتُ على هذا بقريحةٍ وقّادة. بل بفضل
کہ بر سیل می باشد مشابہت داشتے و بخدا کہ من بریں کلام از طبیعت تیز خود قادر نشدم
من اللّٰه وسعادة. وإن هذه المخدرة ما سفرت عن
بلکہ ایں سعادت محض از فضلِ خداوندی است۔ وایں پردہ نشین معانی از روئے خود
وجهها بيدى القصيرة. ولكن بفضل اللّٰه و عناياته
پردہ بدست کوتاہ من نہ برادشتہ است مگر عنایات کثیرہ خداتعالیٰ ایں پروگیاں
الكثيرة. فإنه رأى الإسلام كسقيم فى موماةٍ.
معارف و دقایق را از نقاب برکشیدہ۔ چرا کہ او تعالیٰ اسلام را دید ہمچو بیمارے و
فيه رمق حياة. ساقطًا على صلاتٍ كقذائف
ناتوانے در بیابانے از حیاتِ او بجز دمے چند باقی نماندہ۔ و برسنگ افتادہ بود ہمچو خشک چوبہائے

﴿۶۱﴾

فَلوات. وعلاه صغار. وعليه أطمار. فأدركه
صحرا۔ ذلت وحقارت بررُوئے او دویدہ و برو پارچہ کہنہ وفرسودہ ودریدہ۔ پس درعین وقت
كإدراك عهاد. لسنةٍ جماد. ورحض وجهه و
ضرورت برسرِ او رسید۔ و برغمخواری او چناں شتافت کہ باران بہاری برائے غمخواری سال
أزال وسخ مئين. وصب عليه الماء المعين. فبعث
خشک می شتابد و گرد از روئے او شست و چرک صدی ہا بآب صافی دور کرد۔ و بندۂ از
عبدًا من عباده لإتمام الحجة. وأودع كلامه
بندگان فرستاد۔ و معجزہ در کلام او ودیعت
إعجازًا ليكون ظلًّا للمعجزة النبوية. عليه ألوف
نہاد تا کہ آں کلام معجزہ نبویہ را بطور ظل باشد۔ براں نبی ہزار ہا درود
الصلاة والتحيّة. ولا يمسّ منه منقصة شأن كلام
و تحیۃ باد۔ و ازیں معجزہ در کلام الٰہی ہیچ منقصت و کسرِ
رب الكائنات. فإن الكرامات أظلال للمعجزات.
شان لازم نمی آید چراکہ کرامات ظل معجزات ہستند
وكذالك دمّر الله كل ما دبّر العِدا كالصائد. وهدم كل
و ہم چنیں تباہ و ویران کرد خدا تعالیٰ ہر چہ دشمنان
ما بنوا من المكائد. وأبطل كل ما حققوا مكيدةً. وأخر
بتدبیر ہا قرار دادہ بودند و منہدم کرد ہر چہ از فریبہا ساختہ بودند و
كل ما قدموا حربةً. وعطّل كلّ ما
باطل کرد ہر فریبے را کہ ثابت و متحقق کردہ بودند ومؤخر کرد آں حربہ ہا را کہ پیش آوردہ

﴿۶۲﴾

نصبوا حيلة. وهدّم كل ما أشادوا بروجًا مشيدة.
بودند۔ و بیکار کرد ہر حیلہ را کہ اوشاں نصب کردہ بودند و ویران کرد و منہدم ساخت
وأطفأ كلّ ما أوقدوا نارًا. وأغلق الدروب كلما
آن برج ہا را کہ برافراشتہ بودند۔ و مُنطفی کرد ہر آتشے را کہ افروختہ بودند و در ہا
أرادوا فرارًا. فما كان في وسعهم أن يبارزوا
بہ بست چوں ارادہ گریختن داشتند۔ پس طاقتے او شاں نماند کہ ہمچو بہادراں
كأبطال المضمار. أو يخرجوا من هذا السجن
در میدان بیایند۔ یا ببرجستن خندق ہا و دیوار ہا ازاں زندان
بتسوّر الخنادق والأسوار. وما قدّموا قدمًا إلّا
بیروں شوند۔ و ہیچ قدمے پیش نہ کردند مگر بہ انواع
رجعوا بأنواع النكال. حتى جاء وقت هذا التفسير
عذاب پس پا کردہ شدند۔ تا ایں کہ وقت ایں تفسیر
الذى هو آخر نبل من النبال. وإنّا كمّلناه
رسید کہ آخرین تیر از تیرہا است۔ و ما کامل کردیم ایں
بفضل اللّٰه ذى الجلال. وجاء أرسى و ارسخ من الجبال.
را بفضل خدائے ذوالجلال۔ و آمد مضبوط تر و قوی تر از کوہ ہا
وصار كحصن حصين بُنى بالأحجار الثقال.
و ہمچو آں حصن حصین شد کہ از سنگہائے گراں طیار کردہ می شد
وإنه بلغ حدّ الإعجاز من اللّٰه الفعّال. وإنه محفوظ
وایں تفسیر بمرتبہ اعجاز از خداتعالیٰ رسیدہ است۔ وایں نگاہ داشتہ

﴿۶۳﴾

مَن قصد العدوّ المدحور الضّال. وانتصفنا به من العِدا
شده است از دشمنے رانده شده گمراه و ما انتقام گرفتیم از دشمنان
بعض الانتصاف. وكسرنا خيامًا ضربوها وقبابا نصبوها
بدیں تفسیر اندکے از انتقام ہا۔ وشکستیم آں خیمہ ہا
فى المصاف. وكان هذا الأمر صعبا ولكن اللّٰه الان
را کہ زدہ بودند و آں پردہ ہا راکہ از بہر جنگ نصب کردہ بودند
لى شديدًا. وأدنٰى إلىّ بعيدًا. ونقل العدوّ من السعة
وایں امر خیلے سخت بود مگر خداتعالیٰ برائے من سخت را نرم
إلى المضايق. وأعمى أبصاره وصرف همته عن العلوم
ساخت و دور را قریب کرد و دشمن را در مشکل انداخت۔
الحقائق. وألقى الرعب فى قلوبهم.
و چشم او را کور کرد و ہمت او را از علوم و حقایق بجانب دیگر بگردانید
وأخذهم بذنوبهم فنبذوا سلاحهم. وتركوا لقاحهم.
و در دل شان رعب انداخت و بباعث گناہ شاں از رُسوائی ایشانرا نصیبے داد۔
وأنفدوا وجاحهم. وقوّضوا قبابهم.
پس اسلحہ خود را انداختند و شتران خود را بگزاشتند وآب اندک کہ می داشتند
ونثلوا جعابهم. ونفضوا جرابهم. وأروا من
آں ہم خرچ کردند۔ وخیمہ ہا را بکندند وترکشہا را خالی نمودند وزنبیل زادرابیفشاندندو
العجز أنيابهم. وأذن لهم أن يأتوا بجميع جنودهم
از عجز دندان خود وا نمودند و اوشانرا اجازت دادہ شد کہ بہمہ لشکر خود

﴿۶۴﴾

مَن خیلها ورجلها وحفلها وجحفلها. وزمرها وقوافلها.
وسواران خود و پیادگان خود و جماعت خود ولشکر خود وگروہ ہائے خود و قافلہ ہائے خود بیایند۔
فصاروا کمیت مقبور. أو زیت سراج احترق وما بقی معه
پس ہمچو آں مُردہ شدند کہ در قبر نہادہ می شود و ہمچو آں روغن چراغے گشتند کہ ہمہ
من نور. وسکّتنا من بارز من صغیرهم وکبیرهم. وأوکفنا
آں سوخت و چیزے نور بادے نماند و ما دہن ہر خورد و کلاں ایشاں بہ بستیم کہ
من نهق من حمیرهم. فما کانوا أن یتحرکوا من المکان. أو
بمیدان بیروں آمد و برخر ہائے ایشاں کہ آواز مکروہ می برداشتند خرکین مضبوط کشیدیم پس نبود
یمیلوا من السِنة إلی السنان. بل جرّبنا من شرخ الزمن إلی
طاقت شاں کہ از مقام خود حرکت کنند یا از غنودگی سوئے نیزہ بیایند۔ بلکہ ما
هذا الزمان. إن هؤلاء لا یستطیعون أن یبارزونا فی
از ابتدائے زمانہ ایشاں را تجربہ کردہ ایم کہ ایں مردم
المیدان. ولیس فیهم إلّا السب والشتم قاعدین فی
طاقت مقابلہ ندارند۔ و در ایشاں طاقت بجز
الحجرات کالنسوان. یفرّون من
دشنام دادن و سخت گفتن ہمچو زنان نیست۔
کل مأزق. ویتراءی أطمارهم من تحت یلمقٍ. ثم لا
از ہر حرب گاہ تنگ و خطرناک می گریزند و ظاہر می شود پارچہ ہائے کہنہ شاں
یقرّون ولا یتندّمون. ولا یتقون اللّٰه
کہ زیر قبا می دارند۔ بعض نہ اقرار می کنند و نہ شرمندہ می شوند و نہ از خدا بترسند

﴿٦٥﴾

ولا يــرجـعـون. فهــذا التــفسيـــر عـليـــه سهم من سهـام.
و نہ از بیہودہ گوئی باز می آیند۔ پس ایں تفسیر برائے شاں تیرے است از تیرہا
وكَـلْـمٌ بـكـلام. لـعـلـهـم يتـنبّهـون. وإلـى الـلّـه يتوبون.
و خستہ کردن است بکلام شاید متنبہ شوند و سوئے خدا میل کنند۔ و ما
وإنّـا شـــرطــنــا فيـــه أن لا يـجـاوز فـريـق مـنّـا سبعيـن
دریں تفسیر شرط کردیم کہ کسے از ما ہر دو فریق در نوشتن تفسیر از ہفتاد روز تجاوز
يـومًــا. ومـن جــاوز فـلـن يُـقبل تفسيره ويستحق لومًـا.
نکند و ہر کہ تجاوز کند پس تفسیر او بمنصّہ قبول نخواہد افتاد و مستحق ملامت خواہد شد۔ و
وكــذالـک مــن الشـــرائـط أن لا يـكـون التـفسيـر أقـل
ہم چنیں از شرائط یکے این است کہ تفسیر از چار جزو کم نباشد۔ و ایں
مـن أربـعة أجــزاء. وهـذه شــروط بيـنــي وبين خصمـي
شرطہا در من و فریق ثانی برابر اند۔ و ما ازیں پیشتر
عــلــى ســواء. وقد شهـرنــاهــا مـن قبـل وبـلّـغنـاهـا إلـى
مشتہر کردیم ایں شرط ہا را و رسانیدیم آں اشتہارہا بعد
الأحبــاب والأعـداء. بـعـد الـطبع والإملاء. والآن نشرع
طبع کردن سوئے دوستاں و دشمناں و اکنوں ما شروع مے کنیم
فـي الـتـفسـيـر بـعـون الـلّـــه الـنـصيـر القدير. ورتبناه على
در تفسیر بمدد خدائے نصیر و قدیر و مرتب کردیم ایں تفسیر را
أبواب لئلا يشقّ على طُلّاب. ومع ذالک سلكنا مسلک
برچند باب تا گراں نیاید برطلاب و باوجود ایں رفتیم بر مسلک اعتدال

﴿۶۶﴾

اَلْوسط ليس بإيجاز مُخلّ. ولا إطنابٍ مُملّ. وإنه له
نہ چناں اختصار است کہ بمضمون مخل آید و نہ چنداں اطناب است کہ ملال افزاید۔ و
عن هذا العاجز كالعجزة. وأُخرج من رحم القدر برحم
ایں رسالہ از طرف ایں عاجز برائے مہر علی بطور فرزند آخرین است۔ و از رحم قضاء و
من اللّٰه ذى العزّة. فى أيام الصيام وليالى الرحمة.
قدر برحمت الٰہی بیروں کردہ شدہ۔ و ایں کتاب در ماہ رمضان
وسمّيتُه " إعجاز المسيح فى نمق التفسير الفصيح".
و شبہائے نزول رحمت پیرایہ تالیف یافتہ و نام ایں کتاب است اعجاز المسیح
وإنى أُريتُ مبشرةً فى ليلة الثلثاء . إذ دعوتُ
فی نمق التفسیر الفصیح۔ ومن در شب سہ شنبہ خوابے دیدہ بودم
اللّٰه أن يجعله معجزة للعلماء. ودعوتُ أن
بوقتے کہ ایں دعا کردم کہ یا الٰہی ایں کتاب را بطور معجزہ بگرداں و
لايقدر على مثله أحدٌ من الأدباء . ولا يُعطى لهم
دعا کردم کہ بر مثیل ایں کسے از ادیباں قادر نشود و ہیچکس را
قدرة على الإنشاء . فأجيب دعائى فى تلك الليلة
توفیق ایں کار میسر نہ آید۔ پس دراں شب مبارک دعائے من
المباركة من حضرة الكبرياء. وبشّرنى ربى
بمرتبہ قبول رسید و خدائے من مرا بشارت داد کہ از آسمان
وقال "منعه مانع من السماء" ففهمت
منع کردہ شد کہ کسے نظیر ایں کتاب بنویسد۔ و ازیں بشارت فہمیدم

﴿۶۷﴾

أنّــــه يشيــــر إلـــى أن الــعــدا لا يــقــدرون عــليـــه. و
کہ خدا دریں الہام ایں اشارت کردہ است کہ ایشاں براں قادر نخواہند شد۔ و
لا يــأتــون بــمثلــه ولا كــصفتيــه. وكـانت هذه البشـارة
مثل آں نتوانند آورد نہ در بلاغت نہ در حقائق سورہ فاتحہ و ایں بشارت در عشرہ
مــن اللّٰــه الــمنّــان. فــي الـعشــر الآخــر من رمضـان.
آخری از رمضان بود کہ ماہ نزول قرآن است۔
الــذي أنـــزل فيـــه الـقــرآن. ثـم بـعـد ذالک كُتــب
باز بعد زیں ایں تفسیر نوشتہ شد بمدد خدائے قادر۔
فيـه هـذا التـفسيـر. بعون اللّٰه القدير. ربّ اجعل أفئدة من
اے خدا بعض دِلہا را سوئے ایں تفسیر مائل کن و ایں را کتابے
الـنــاس تهـوي إليــه. واجـعـلــه كتـابًـا مُبـاركًـا وأنـزل
مبارک بگرداں۔ و از نزد خود بریں برکات
بـركـات مـن لدنک عليه. فإنّا توكـلـنـا عليک. فانصرنا
نازل کن زیرا کہ ما بر تو توکل کردیم۔ پس
مــن عــنــدک وأيّــدنـا بيـديک. وكـفّـل أمـرنـا كـمـا
مدد ما از جانب خود کن و بہر دو دستِ خود در تائید ما باش و متکفل
كـفـلــتَ الســابـقيـن مـن الـصــالـحين. واستجـب هذه
امر ما شو ہم چنانکہ متکفل امر گزشتگان از نکوکاران بودہ۔ وایں ہمہ
الــدعــوات كــلهـــا و إنّـــا جــئــنــاک متـضــرعيــن.
دعاہائے ما قبول فرما و ما بحالت تضرع پیشِ تو آمدیم۔

﴿۶۸﴾

فکن لنا فی الدنیا والدین. آمین.
پس ما را باش چہ در دنیا و چہ در آخرت۔ آمین۔

الباب الأول

باب اوّل

فی ذکر أسماء هذه السورة وما يتعلق بها

در نامہائے ایں سورة و دیگر متعلقات

اعلم أن هذه السورة لها أسماء كثيرة. فأوّلها
بداں کہ ایں سورة را نام ہا بسیار اند۔ پس اوّل
فاتحة الكتاب. وسُمّيَت بذالك لأنها يُفتتح بها
آنہا فاتحۃ الکتاب است و ایں نام برائے ایں نہادہ شد کہ در
المصحف وفی الصلاة وفی مواضع الدعاء
قرآن و در نماز و در وقتہائے دعا از خداتعالیٰ ابتداء بدیں
من رب الأرباب. وعندی أنها سُمّیت بها لما
مے کنند۔ و نزدیک من اصل حقیقت این است
جعلها اللّٰه حكَمًا للقرآن. ومُلئ فيها ما كان فيه
کہ ایں سورة ازیں وجہ فاتحہ میگویند کہ او تعالیم قرآن را حکم است
من أخبار ومعارف من اللّٰه المنّان. وإنها
و پُرکردہ شد درو ہمہ آنچہ در قرآن بود از اخبار و معارف

﴿۶۹﴾

جَامعة لكل ما يحتاج الإنسان إليه في
وایں سورة جامعہ است آں ہمہ چیزہا را کہ انسان از بہر معرفت مبدء
معرفة المبدء والمعاد كمثل الاستدلال على
ومعاد محتاج آنہا است۔ ہمچو استدلال بر وجود صانع و
وجود الصانع وضرورة النبوة و الخلافة في
ضرورت نبوۃ و خلافت در بندگان۔ و از بزرگ تر خبرہا
العباد. ومن أعظم الأخبار وأكبرها أنها تبشر
ایں است کہ ایں سورة بشارت می دہد بزمانہ مسیح موعود
بزمان المسيح الموعود وأيام المهدى المعهود.
و روزہائے مہدی معہود و ما در مقام خود ایں را
وسنذكره في مقامه بتوفيق الله الودود.
ذکر خواہیم کرد بتوفیق خدائے ودود۔ و از جملہ اخبار فاتحہ ایں است کہ
ومن أخبارها أنها تبشر بعمر الدنيا الدنية.
او عمر دنیا بیان می فرماید و عنقریب از خداتعالیٰ قوت یافتہ
وسنكتبه بقوّةٍ من الحضرة الأحديّة. وهذه هى
آں را خواہیم نوشت و ایں ہماں فاتحہ است کہ ازو خبر دادہ
الفاتحة التى أخبر بها نبى من الأنبياء . وقال رأيتُ ملكا
است پیغمبرے از پیغمبران۔ و گفت کہ من فرشتہ را دیدم کہ
قويًّا نازلا من السّماء . وفى يده الفاتحة على صورة
قوی بود و از آسمان فرود آمدہ بود و در دست او سورہ

﴿۷۰﴾

الکتاب الصغیر. فوقع رجله الیُمنٰی علی البحر
فاتحہ است بر شکل کتابے خورد۔ پس آں فرشتہ پائے بر دریا
والیسرٰی علی البر بحکم الربّ القدیر. وصرخ
نہاد و پائے دیگر بر زمین بحکم ربّ قدیر و بآواز
بصوت عظیم کما یزأر الضرغام. وظهرت الرعود
بلند فریاد کرد ہم چناں کہ شیر می غرّد۔ و بآواز او ہفت رعد
السبعة بصوته وکلٌّ منها وُجِد فیه الکلام. وقیل اختم
پیدا شد و دراں ہمہ کلامے محسوس بود۔
علی ما تکلّمت به الرعود. ولا تکتب کذالک
و گفتہ شد کہ ایں کلمات رعد ہا را سر بمہر کن و منویس
قال الرب الودود. والملک النازل أقسم بالحیّ
ہم چنیں حکم رب ودود است۔ و فرشتہ نازل شوندہ قسم
الذی أضاء نوره وجه البحار والبلدان. أن لا
بآں خدائے زندہ یاد کرد کہ دریا ہا و آبادی ہا را نور بخشیدہ است۔
یکون زمانٌ بعد ذالک الزمان بهذا الشان.
کہ بعد ایں زمانہ مسیح موعود ہیچ زمانہ بدیں شاں و مرتبہ نخواہد
وقد اتفق المفسرون أن هذا الخبر یتعلق
آمد و مفسراں اتفاق کردہ اند کہ ایں خبر در
بزمان المسیح الموعود الربّانی. فقد جاء
حق مسیح موعود ربانی است۔ پس زمانہ مسیح موعود

﴿۷۱﴾

آلـزمـان وظهـرت الأصـوات السبـعة مـن السبع المثاني.
آمد و ہفت آواز از سورہ فاتحہ کہ ہفت آیت است ظاہر شد
وهـذا الزمان للخير والرشد كآخر الأزمنة. ولا يأتي زمان
و ایں زمانہ برائے خیر و رشد آخری زمانہ است۔ و بعد زیں ہیچ زمانہ
بـعـده كمثله في الفضل والمرتبة. وإنّا إذا ودّعنا الدنيا فلا
در فضل و مرتبہ بدیں زمانہ نتواند رسید۔ و ما چوں پدرود کردیم دنیارا پس
مسيح بعدنا إلى يوم القيامة. ولا ينزل أحدٌ من السماء ولا
بعد ما ہیچ مسیحے تا قیامت نخواہد آمد و نہ کسے از آسمان نازل شد و نہ
يـخـرج رأس من الـمـغارة. إلّا مـا سبـق مـن ربـى قولٌ فى
از غار بیروں خواہد آمد۔ مگر آنچہ دربارہ اولاد من خدائے من گفت
الذريّة.☆ وإنّ هـذا هـو الـحـق و قـد نزل من كان نازلا من
و ایں راست است و فرود آمد آنکہ فرود آیندہ بود۔
الـحـضرة. وتشهـد عـلـيـه السـمـاء والأرض ولكنكم لا
و آسمان و زمین بریں گواہی می دہند لٰکن شما بریں
تـطّـلـعـون عـلـى هذه الشهادة. وستذكرونني بعد الوقت
گواہی اطلاع نمی دارید و عنقریب بعد از وقت مرا یاد خواہید کرد
والسـعيد مـن أدرک الـوقـت ومـا أضـاعـه بـالغفلة.
و سعادت مند کسے است کہ وقت را دریافت و بغفلت ضائع نکرد

☆ الحاشية: اليه اشارة فى قوله عليه السلام يتزوج ويولد له. منه

اسی کی طرف اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کو اولا د دی جائے گی۔منہ

﴿۷۲﴾ ثــمّ نـرجـع إلى كلمنا الأولى. فاسمعوا منى يا أولى النُّهٰى.
باز سوئے کلمہ اول خود رجوع می کنیم۔ پس بشنوید اے دانشمنداں! کہ
إن لـلـفـاتـحـة أسـماء أخرىٰ. منها سورة الحمد بما افتتح
برائے سورہ فاتحہ دیگر نامہا نیز ہستند ازانجملہ سورۃ الحمد است چرا کہ
بـحـمـد ربّـنـا الأعلىٰ. ومنها أم القرآن بما جمعت مطالبه
ابتدائے آں سورۃ بحمد است۔ و ازاں جملہ نام او ام القرآں است چراکہ
كـلـهـا بـأحسـن البيـان. وتـأبـطت كصدفٍ دررَ الفرقان.
تمام مطالب قرآن را جمع کردہ است و ہمچو صدف در بغل گرفت
وصــارت كـعُــشٍّ لـطيـر الـعـرفـان. فـإن الـقـرآن
دُرّ ہائے فرقان را و ہمچو آشیانہ شد برائے پرندہ ہائے معرفت چراکہ قرآن
جـمع علوما أربعة فى الهدايات. علم المبدء[۱] وعلم المعاد[۲]
در ہدایت ہائے خود چار علم را جمع کردہ است۔ علم مبدء و
وعلم النبوة[۳] وعلم توحيد[۴] الذات والصفات. ولا شك أن
علم معاد و علم نبوت و علم توحید ذات و صفات
هذه الأربعة موجودة فى الفاتحة. وموؤودة فى صدور
و ہیچ شک نیست کہ ایں ہر چہار علم در سورہ فاتحہ موجود اند۔ و
أكثـر عـلـمـاء الأمة. يقـرء ونهـا وهـى لا تـجـاوز
زندہ بگور اند در سینہ ہائے اکثر علماء امت۔ می خوانند سورہ فاتحہ را
مــن الـحـنـاجـر. لا يـفـجـرون أنهـارهـا السبعة بل
وآں از حنجر ہائے او شاں بزیر نمی رود۔ و نہر ہائے او را کہ ہفت اند نمی شگافند

﴿۷۳﴾

يعيشون كالفاجر. ومن الممكن أن يكون تسمية

بلکہ ہمچو فاجرے زندگی می کنند و ممکن است کہ ایں سورۃ را

هذه السورة بأمّ الكتاب. نظرًا إلٰى غاية التعليم

اُمُّ الکتاب نام نہادن بدیں خیال باشد کہ جامع تعلیمات

فى هذا الباب. فإن سلوك السالكين لا يتم

ضروریہ است۔ چرا کہ سلوک سالکان تمام نمی شود مگر بعد

إلّا بعد أن يستولى على قلوبهم عزّة الربوبيّة

اینکہ عزت ربوبیت و ذلت عبودیت بر ایشاں غالب

وذلّة العبودية. ولن تجد مرشدًا فى هذا الأمر

شود۔ و دریں امر ہیچ مرشد ہمچو سورہ فاتحہ

كهذه السورة من الحضرة الأحدية. ألا ترى كيف

نہ خواہی یافت۔ آیا نہ می بینی کہ چگونہ ظاہر

أظهر عزّة اللّٰه وعظمته بقوله ”اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ“.[1]

کرد عزت و عظمت خداتعالیٰ را بقول او کہ الحمد للّٰہ

إلى ”مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ“.[2] ثم أظهر ذلّة العبد وهوانه

رب العالمین تا مالک یوم الدین۔ بعد ازاں بقول او کہ ایاک

وضعفه بقوله ”اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ“.[3]

نعبد و ایاک نستعین ذلت وضعف بندہ را بیان فرمود۔

ومن الممكن أن يكون تسمية هذه السورة به نظرًا

وایں ہم ممکن است کہ نام ایں سورۃ اُمُّ الکتاب باعتبار

---

[1] الفاتحة: ۲ [2] الفاتحة: ۴ [3] الفاتحة: ۵

﴿۷۴﴾

إلٰی ضرورات الفطرة الإنسانية. وإشارةً إلی
ضروة ہائے فطرت انسانیہ داشتہ باشد۔ و اشارۃ باشد
ما تقتضی الطبائع بالکسب أو الجواذب
سوئے آں امور کہ طبیعت انسانی می خواہد بکسب یا بجذبہ الٰہی
الإلهية. فإن الإنسان يُحبّ لتكميل نفسه أن
چراکہ انسان برائے تکمیل نفس خود می خواہد کہ او را
يحصل له علم ذات اللّٰه وصفاته وأفعاله.
علم ذات باری عزّ اسمہٗ و علم صفات و افعال او حاصل گردد و
ويُحبّ أن يحصل له علم مرضاته بوسيلة
دوست میدارد کہ حاصل شود علم رضامندی ہائے او بذریعہ احکام او
أحكامه التی تنكشف حقيقتها بأقواله. وكذالک
کہ کاشف حقیقت آنہا اقوال او ہستند و ہم چنیں تقاضا می کند
تقتضی روحانيته أن تأخذ بيده العناية
روحانیت او کہ عنایت ربّانی دست او بگیرد و
الربّانية. ويحصل بإعانته صفاء الباطن والأنوار
بمدد او صفاء باطن و انوار و مکاشفات الٰہیہ
والمكاشفات الإلٰهية. وهذه السورةالكريمة مشتملة
حاصل شوند و ایں سورہ کریمہ بریں مطالب مشتمل است
علی هذه المطالب. بل وقعت بحُسن بيانها و قوة
بلکہ بوجہ حسن بیان و قوتِ تقریر خود سوئے

﴿۷۵﴾

تبیانها كالجالب. ومن أسماء هذه السورة
ایں مطالب می کشد۔ و از جملہ نامہائے ایں سورۃ سبع
”السبع المثانی“. وسبب التسمية أنها مُثنّى نصفها
مثانی است و سبب تسمیہ این است کہ ایں سورۃ ثنیٰ
ثناء العبد للرب نصفها عطاء الرب للعبد
است نیمہ آں تعریف است از بندہ مر رب خود را
الفانی. وقيل أنها سُمّيت المثانی بما أنها مُستثناة
و نصف آں عطائے ربّ است مر بندہ فانی را۔ و گفتہ شد کہ نام ایں
من سائر الكتب الإلٰهية. ولا يوجد مثلها فی التوراة
سورۃ برائے ایں مثانی نہادہ اند کہ ایں سورۃ از تمام کتب الٰہیہ مستثنیٰ است و
ولا فی الإنجيل ولا فی الصحف النبويّة. وقيل أنها
مثل ایں نہ در توریت و نہ در انجیل و نہ در قرآن است۔ و گفتہ شد
سُمّيت مثانی لأنها سبع آيات من اللّٰه الكريم.
کہ ازیں وجہ نام او سبع مثانی است کہ آں ہفت آیت اند از خدا
وتعدل قراءت كل آية منها قراءة سُبُعٍ من القرآن العظيم.
تعالیٰ و ہر یک از آیت برابر است ہفتم حصہ قرآن را و گفتہ
وقيل سُمّيت سبعًا إشارة إلى الأبواب السبعة
اند کہ ازیں وجہ نام او سبع مثانی نہادہ شد کہ آں اشارہ سوئے
من النيران. ولكل منها جزء مقسوم يدفع
ہفت دروازہ دوزخ است و برائے ہر دروازہ دوزخ از سورۃ جز مقسوم

﴿۷۶﴾

شُوَاظَها بإذن الله الرحمان. فمن أراد أن يمرّ سالمًا من سبع
است کہ شعلہ آں را دور مے کند۔ پس ہر کہ می خواہد کہ از
أبواب السعير. فعليه أن يدخل هذه السبع ويستأنس بها
دوزخ بسلامت برود۔ پس برو لازم است کہ در ابواب ایں
ويطلب الصبر عليها من الله القدير. وكل ما يُدخِل في جهنم
ہفت آیہ در آید و بآنہا انس و از خدا صبر بخواہد و ہر آں
من الأخلاق والأعمال والعقائد. فهي سبع موبقات من حيث
امور کہ داخل جہنم می کنند آں از روئے اصول ہفت اند و
الأصول. وهذه سبع لدفع هذه الشدائد. ولها أسماء أخرى
ایں آیتہا ہم ہفت اند برائے دفع ایں شدائد۔ و برائے
في الأخبار. وكفاك هذا فإنه خزينة الأسرار. ومع ذالك
ایں سورۃ نام ہائے دیگر نیز ہستند مذکور در احادیث۔ مگر ترا ہمیں قدر
حصر هذا التعداد. إشارة إلى سنوات المبدء والمعاد. أعني
کافی است کہ آں خزانہ راز ہا است۔ ممکن است کہ تعداد آیتہا اشارۃ باشد سوئے تاریخ
أن آياتها السبع إيماء إلى عمر الدنيا فإنها سبعة آلاف. ولكل
مبدء و معاد۔ و نزدِ من ہفت آیت سورہ فاتحہ اشارۃ است سوئے ہفت ہزار سال
منها دلالة على كيفية ايلاف. والألف الأخير في الضلال
عمر دنیا۔ و ہر یک را از آیات سورہ فاتحہ دلالت است بر کیفیت ہزار تمام کردن و ہزار
كبير. وكان هذا المقام يقتضي هذا الإعلام كما كفلت الذكر
آخری در ضلالت کبیرہ است و ایں مقام بیان ایں مدت را مے خواست چرا کہ سورۂ فاتحہ متکفل

﴿۷۷﴾

إلـى مـعـاد مـن ائتِناف. وحاصل الكلام أن الفاتحة حصن
ذکر مبدء و معاد شدہ است۔ و حاصل کلام ایں است کہ سورہ فاتحہ
حـصـيـن. ونـور مبين. ومُعلّم ومُعين. وإنها يحصنُ☆ أحكام
حصنِ حصین و نور مبین و معلّم و معین۔ و او
الـقرآن من الـزيادة والـنـقـصـان. كتحصين الثغور بامرار
نگہ می دارد احکام قرآن را از زیادت و نقصان ہمچو
الأمـور. ومثلهـا كـمثـل نـاقة تـحـمل كل ما تحتاج إليه.
نگہداشتن سرحد ہا باحسن انتظام۔ و سورۃ فاتحہ ہمچو شُتر مادّہ است کہ
وتـوصـل إلى ديار الحِبّ من ركب عليه. وقد حُمل عليها
تمام ما یحتاج بر خود برداشتہ است و آنرا کہ برو سوار است سوئے دیار
مـن كـل نـوع الأزواد والنفقات. والثياب والكسوات. أو
دوست می برد و ہر قسم زاد و نفقہ و پارچات و کسوت ہا برو
مثـلهـا كـمثـل بـركة صـغير. فيها ماء غزير. كأنها مجمع
محمول است۔ یا مثال او ہمچو حوضے خورد است و آب
بـحـار. أو مـجـرى قـلـهـذم زخـار. وإنـي
بسیار است گویا آں مجمع دریا ہاست یا گذرگاہ دریائے بزرگ است
أرى أن فـوائـد هذه السـورة الـكـريـمة ونـفـائسهـا لا
و من بینم فائدہ ہائے ایں سورۃ و خوبی ہائے آں بیشمار است
تُـعـدّ ولا تُـحـصٰـى. ولـيـس فـي وُسع الإنسـان
و در طاقت انسان نیست کہ آں را شمار کند۔ اگرچہ

☆سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ درست ”تحصن“ ہے۔ (ناشر)

﴿۸۷﴾ أنّ يحصيها وإن أنفد عمرًا فی هذا الهوى.
دریں تمنّا عمرے خرچ کُند۔

وإن أهل الغيّ والشقاوة. ما قدروها حق قدرها
بہ تحقیق اہل گمراہی و بدبختی نشناختند حق شناخت او

من الجهل والغباوة. وقرأوها فما رأوا طلاوتها
از جہل و غباوت۔ وخواندند او را مگر خوبی و خوبصورتی او را

مع تكرار التلاوة. وإنها سورة قوى الصَّول على
باوجود کثرت تلاوت ☆ و آں سورتے است قوی الحملہ بر

الكفرة. سريع الأثر على الأفئدة السليمة. ومن
منکران۔ و جلد اثر کنندہ بردِلہائے سلیم۔ و ہر کہ

تأمّلها تأمّل المنتقد. ودناها بفكر منير
درو نگریست ہمچو نگریستن سرہ کنندہ و نزدیک شد او را تفکر روشن

كالمصباح المتّقد. ألفاها نور الأبصار.
ہمچو چراغ روشن کردہ۔ خواہد یافت او را نور چشمہ ہا

ومفتاح الأسرار. وإنه الحق بلا ريب. ولا
و کلید راز ہا۔ وہمیں حق است بلا ریب و بغیر

رجم بالغيب. وإن كنتَ فی شكٍّ فقم وجرّب
سخن گفتن بگمان۔ و اگر تو در شک ہستی پس برخیز و آزمایش کن

واترك اللغوب والأيْن. ولا تسأل عن كيف
و ماندگی و سُستی را بگذار و از چگونہ و کجا سوال

☆ ”فمارأو“ کا ترجمہ ”ندیدند“ ایڈیشن اول میں لکھنے سے رہ گیا ہے۔ البتہ روحانی خزائن نے حاشیہ میں اسے دیا ہے (ناشر)

﴿۷۹﴾

وأين. ومن عجائب هذه السورة أنها عرّف[1] اللّٰه
مکن۔ و از عجائب ایں سورة یکے ایں است کہ آں تعریف
بتعريف ليس في وُسع بشرٍ أن يزيد عليه. فندعو
اللہ جلّشانہٗ نہ انساں کردہ است کہ زیادت براں ممکن نیست۔
اللّٰه أن يفتح بيننا وبين قومنا بالفاتحة. وإنّا
پس ما از خدا می خواہیم کہ درمیان ما و قوم ما بفاتحہ فیصلہ بکند و
توكلنا عليه. آمين يا رب العالمين.
ما بر اُو توکل کردیم۔ آمین اے پروردگار عالمیان۔

الباب الثاني

باب دوم

في شرح ما يُقال عند تلاوة الفاتحة والقرآن العظيم أعني أعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم

درشرح کلمہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اعلم يا طالب العرفان. أنه من أحلّ نفسه محل تلاوة الفاتحة
بدان اے طالب معرفت ہر کہ نفس خود را در محل خواندن فاتحہ و فرقان در آرد۔
والفرقان. فعليه أن يستعيذ من الشيطان. كما جاء في القرآن.
پس برو لازم است کہ اعوذ باللّٰه من الشيطان بگوید چنانکہ درقرآن آمدہ است۔
فإن الشيطان قد يدخل حِمى الحضرة كالسارقين. و
چراکہ شیطان گاہے داخل می شود در مرغزار حضرت عزّت ہمچو دزدان۔ و

[1] السورة کی مناسبت سے عَرَّفت آنا چاہئے۔ غالباً سہو کتابت ہے (ناشر)

﴿۸۰﴾ یَدخل الحرم العاصم للمعصومين. فأراد اللّٰه أن
در آں حرم داخل می شود کہ مخصوص بمعصومان است۔ پس ارادہ کرد اللہ تعالیٰ
يُنجّى عباده من صول الخناس. عند قراء ة الفاتحة
کہ نجات دہندگان خود را از شیطان چوں فاتحہ و قرآن
وكلام رب الناس. ويدفعه بحربة منه ويضع الفاس
بخوانند۔ و بحربہ خود شیطان را دفع کند و برسر
فی الراس. ويُخلّص الغافلين من النعاس. فعلّم كلمة
او تبر نہد و غافلان را از غفلت نجات دہد۔
منه لطرد الشيطان المدحور إلى يوم النشور. و
پس مردم را یک کلمہ از طرف خود برائے راندن شیطان آموخت و
كان سرّ هذا الأمر المستور. أن الشيطان قد
تا قیامت ہمیں تدبیر راندن شیطان است و راز ایں امر پوشیدہ ایں است
عادى الإنسان من الدهور. وكان يُريد إهلاكه
کہ شیطان از قدیم دشمن انسان است و او می خواست کہ بطور پوشیدہ
من طريق الاخفاء والدمور. وكان أحبّ
ہمچو شخصے کہ ناگہ بے اجازت می آید انسان را ہلاک کند۔ وبرائے
الأشياء إليه تدمير الإنسان. ولذالک الزم نفسه
ہمیں بر نفس خود لازم گرفتہ است کہ بر ہر امرے
أن تُصغى إلى كل أمر ينزل من الرحمٰن. لدعوة الناس
گوش دارد کہ از خدا تعالیٰ برائے دعوت مردم

﴿۸۱﴾

إلى الجِنان. ويبذل جهده للإضلال والافتنان. فقدّر الله له
سوئے بہشت نازل می شود۔ وکوشش خود از بہر گمراہ کردن خرچ میکند۔
الخيبة والقوارع ببعث الأنبياء . وما قتله بل أنظره إلى يومٍ
پس مقدر کرد برائے او خداتعالیٰ نومیدی و سختی ہا را از بعث انبیاء و
تُبعث فيه الموتى بإذن الله ذى العزة والعلاء . وبشّر بقتله
مہلت داد او را تا آں روز کہ مردگان برخیزند و
فى قوله الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. فتلك هى الكلمة التى تُقرأ
خبر داد از قتل او بہ قول خود شیطان مقتول است یعنی قتل
قبل قوله : بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . وهذا الرجيم هو
خواہد شد۔ پس ایں ہماں کلمہ است کہ قبل بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم می خوانند
الذى ورد فيه الوعيد. أعنى الدجّال الذى يقتله المسيح
وایں رجیم آسمان است کہ در حق او وعید وارد است۔ یعنے آں دجال
المبيد. والرجم القتل كما صُرّح به فى كتب اللسان
کہ بر دستِ مسیح ہلاک کنندہ قتل خواہد شد۔ ولفظ رجم بمعنی قتل است چنانچہ
العربية. فالرجيم هو الداجل الذى يُغال فى زمان
درکتابہائے لُغت عربی تصریح آں موجود است۔ پس رجیم ہماں گمراہ کنندہ
من الأزمنة الآتية. وعدٌ من اللّٰه الذى يخول
است کہ در آیندہ زمانہ قتل خواہد شد۔ ایں وعدہ خداست کہ نگہ
على أهله ولا تبديل للكلم الإلٰهية. فهذه بشارة
میدارد اہل خود را و در کلمات الٰہیہ تبدیلی ممکن نیست۔ پس ایں از

﴿۸۲﴾

لّلمسلمین من اللّٰہ الرحیم. وإیماءٌ إلٰی أنہ یُقتل الدجّال
خدائے رحیم برائے مسلماناں بشارتے است۔ و اشارۃ است سوئے ایں امر
فی وقتٍ کما ھو المفھوم من لفظ الرجیم.
کہ او دجّال را خواہد کشت چنانچہ از لفظ رجیم فہمیدہ می شود۔

اشعار☆

وَمَعْنَی الرَّجْمِ فِی ھٰذَا الْمُقَامِ — کَمَا عُلِّمْتُ مِنْ رَبِّ الْأَنَامِ
و معنے رجم دریں مقام — چنانچہ از خدا تعالیٰ تعلیم دادہ شدم

ھُوَ الإِعْضَالُ إِعْضَالُ اللِّئَامِ — وَإِسْکَاتُ الْعِدَا کَھْفِ الظَّلَامِ
آں درماندہ کردن است چنانچہ لئیماں درماندہ گردند — و خاموش کردن دشمناں کہ پناہ تاریکی اند

وَضَرْبٌ یَخْتَلِی أَصْلَ الْخِصَامِ — وَلَا نَعْنِیْ بِہٖ ضَرْبَ الْحُسَامِ
و زدن است کہ ببرد بیخ خصومت را — و مراد ما از زدن شمشیر زدن نیست

تَرَی الإِسْلَامَ کُسِّرَ کَالْعِظَامِ — وَکَمْ مِّنْ خَامِلٍ فَاقَ الْعِظَامِ
می بینی اِسلام را کہ شکستہ کردہ شد ہمچو استخوان — و بسیار گمنام اند کہ سبقت بُردند از بزرگان

فَنَادَی الْوَقْتُ أَیَّامَ الإِمَامِ — لِتُنْجَی الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ السِّھَامِ
پس آواز داد وقت روز ہائے امام را — تا نجات یابند مسلمانان از تیرہا

فَلَا تَعْجَلْ وَفَکِّرْ فِی الْکَلَامِ — أَلَیْسَ الْوَقْتُ وَقْتُ الِانْتِقَامِ
پس جلدی مکن و فکرکن در کلام — آیا وقت وقت انتقام نیست

أَتَی✻ فَوْجُ الْمَلَائِکَۃِ الْکِرَامِ — بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی أَضْحَی الزِّمَامِ
می بینم فوجِ ملائکہ کرام را — بدستِ مصطفیٰ زمام دادہ شد

☆ ایڈیشن اول اور روحانی خزائن میں حرکات اور اعراب نہیں دیئے گئے۔ (ناشر)
✻ ایڈیشن اول میں لفظ اتی چھپا ہوا ہے جب کہ ترجمہ کی مناسبت سے ارٰی ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم (ناشر)

﴿۸۳﴾

وقد أتــى زمــان تهـلک فيـه الأباطيل ولا تبقى الـزور
وآں زمانہ می آید کہ باطل درآں ہلاک خواہد شد و دروغ
والـظـلام. وتـفـنى الملل كلها إلّا الإسلام. وتُملأ الأرضُ
نخواہد ماند و بجز اسلام ہمہ ملّلہا چوں مردہ خواہند گردید و زمین
قسطًا وعدلًا ونورًا. كما كانت مُلئت ظلمًا وكفرًا وجَوْرًا
از انصاف و نور پُر کردہ خواہد شد چنانکہ از ظلم و کفر و دروغ
وزورًا. فهنـاک تـقـتَل☆ من سبق الوعيد لتدميره. ولا نعنى
پُر شدہ بود۔ و دریں وقت آں دجال را خواہند کشت کہ در کتب
مــن الــقـتـل إلّا كسـر قـوّتـه وتـنـجية أسيـره.
پیغمبران وعدہ کشتن اوست و مراد از قتل شکستن قوّت و نجات اسیران است۔
فحاصل الكلام أن الـذى يُقال له الشيطان الرجيم. هو
پس حاصل کلام ایں است کہ آنکہ او را شیطان رجیم مے گویند ہمچو دجال لئیم است
الدجّال اللئيم. والخنّاس القديم. وكان قتله أمرًا موعودًا.
و خناس قدیم۔ و کشتن او امرے است وعدہ کردہ شدہ و کارے است
وخطبًا معهودًا. ولـذالک ألزم اللّٰه كافّة أهل الملّة. أن
عہد کردہ شدہ و از بہر ہمیں خداتعالیٰ لازم حال مومناں کردہ است کہ در وقت
يقرء وا لفظ "الرجيم" قبل قراء ة الفاتحة وقبل البسملة.
قراءت فاتحہ قبل از بسم اللّٰہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم خواندہ باشند
ليتذكر القارئ أن وقت الدجّال لا يُجاوز وقت
تا کہ خوانندہ یاد کند کہ وقتِ دجال از وقت قومے تجاوز نخواہد کرد

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے درست "یقتل" ہے۔ (ناشر)

﴿۸۴﴾

قَوم ذُکروا فی آخر آیة من هذه الآیات السبعة. وکان
کہ در آخر آیت ایں سورہ ذکر آنہا است۔ و
قدر اللّٰہ کُتب من بدء الأوان. أنه یقتل الرجیم المذکور
تقدیر خدا چنیں بود کہ آں دجال رجیم یعنی کشتنی در آخر زمانہ
فی آخر الزمان. ویستریح العباد من لدغ
کشتہ خواہد شد۔ و مردم از گزیدن ایں مار در امن
هذا الثعبان. فالیوم وصل الزمان إلی آخر الدائرة.
خواہند آمد۔ پس امروز زمانہ تا انتہائے دائرہ خود
وانتهی عمر الدنیا کالسبع المثانی إلی السابعة.
رسیدہ است۔ و عمر دنیا ہمچو ہفت آیت سورہ فاتحہ بر ہزار ہفتم
من الألوف الشمسیّة والقمریّة. الیوم تجلّی
رسید۔ وایں ہفت ہزار بحساب شمسی وقمری است۔ امروز آں شیطاں قومے را
الرجیم فی مظهرٍ هو له کالحُلل البروزیة. واختتم
مظہر خود گرفتہ است بطور بروز۔ و امر گمراہی بر قومے ختم
أمر الغی علی قوم اختتم علیه آخر کلم الفاتحة. ولا یفهم
شد کہ ذکر آں قوم در آخر کلمہ سورہ فاتحہ است و ایں امر را
هذا الرمز إلّا ذو القریحة الوقّادة. ولا یُقتل الدجّال إلّا
کسے فہمد کہ طبیعت تیز می دارد۔ و دجال را کسے نتواند کشت مگر
بالحربة السماویة. أی بفضلٍ من اللّٰہ لا بالطاقة
بحربہ سماوی۔ اے بفضل الٰہی غلبہ برو خواہد شد نہ بطاقت

﴿۸۵﴾

البشـــرية. فـلا حـــرب ولا ضـــرب ولـكـن أمــرٌ
بشری۔ پس نہ جنگ خواہد شد نہ زد و کوب مگر امرے
نـازلٌ من الـحضـرة الأحـدية. وكـان هـذا الدجّال
است از خداتعالیٰ۔ و بود ایں دجال کہ بعض
يبـعـث بـعـض ذراريـه فـى كل مـائة من مئين.
ذریات خود را در ہر صدی مامور مے کرد تا مومناں
ليُضل الـمـؤمـنيـن والـموحّدين والصـالحين
و موحداں و صالحاں و اہل حق و طالبان حق
والـقـائـمـين عـلى الـحق والـطـالبيـن. ويهـدّ مبانـى
را گمراہ کند و تا کہ بنیاد ہائے دین را بشکند و کتاب
الـديـن. ويـجـعـل صـحف الـلّـه عـضين. وكـان
الٰہی را پارہ پارہ کند۔ و وعدہ خداتعالیٰ ایں بود کہ
وعـدٌ مـن الـلّـه أنـه يُقتَل فى آخر الزمان. ويغلب الصلاح
دجال در آخر زمانہ قتل کردہ خواہد شد و نیکی بر فساد و گمراہی
عـلـى الـطـلاح والـطـغـيـان. وتُبَدّل الأرض ويتوب أكثر
غالب خواہد گردید و زمین دیگر خواہد شد و مردم سوئے خدا
الـنـاس إلـى الرحمٰن. وتُشرِق الأرض بنور ربّها. وتخرج
رجوع خواہند کرد و زمین بنورِ پروردگار خود روشن کردہ خواہد شد۔
الـــقـلـوب مـــن ظـلـمـــات الشيـطـــان. فهـــذا هـــو
و دِل ہا از تاریکی ہا بروں خواہند آمد۔ پس ہمیں

﴿۸۶﴾

مــوت البــاطــل ومــوت الـدجّـال وقتـل هـذا الثعبـان.
است موت باطل و موت دجال و قتل ایں اژدہائے بزرگ
أم يـقـولـون إنه رجل يُقتل فى وقت من الأوقات. كلا. بل
آیا مردم ایں می گویند کہ دجال انسانے است کہ دروقتے از اوقات
هـو شيـطـان رجيـم أبـو السّيـئـات. يُرجم فى آخر الزمان
قتل کردہ خواہد شد۔ ہرگز نیست بلکہ او شیطان کشتنی است پدر بدیہا۔ کہ در
بـإزالة الـجهـلات. واستيصال الخزعبيلات. وعدٌ حقٌّ من
آخر زمانہ بدور کردن امور باطلہ کشتہ خواہد شد۔ وعد حق
اللّٰه الرحيم. كما أُشير فى قوله: ”الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“. فقد
است از خداتعالیٰ۔ چنانچہ در کلمہ شیطان رجیم سوئے او اشارہ شدہ
تـمّـت كـلـمة ربـنا صدقًا وعدلًا فى هذه الأيام. ونظر اللّٰه
پس کلمہ رب ما از روئے راستی و عدل دریں روز بظہور رسید۔ و نظر کرد
إلـى الإسـلام. بـعـد مـا عَـنَـتْ بـه البلايا والآلام. فـأنزل
سوئے اسلام۔ بعد زانکہ نازل شد برو بلاہا و دردہا۔ پس
مسيـحـه لـقتـل الـخـنّـاس وقـطع هذا الخصام. وما سُمِّىَ
مسیح خود را برائے قتل ابلیس نازل کرد تا قطع خصومت کند۔ و نام شیطان از
الشيـطـان رجيمًاإلّا على طريق أنباء الغيب. فإن الرجم هو
بہر ہمیں رجیم داشتہ شد کہ وعدہ قتل او بود چراکہ معنی رجم
الـقـتـل مـن غيــر الــريــب. ولـمــا كــان الـقـدر قـد
قتل است بے شک و شبہ۔ و چونکہ تقدیر چنیں رفتہ بود

﴿۸۷﴾

جری فی قتل هذا الدجّال. عند نزول مسیح
که دجال در زمانہ مسیح قتل خواہد شد۔ خبر داد خدا
اللّٰه ذی الجلال. أخبر اللّٰه من قبلِ هذه الواقعة
تعالیٰ ازیں واقعہ برائے بشارت
تسليةً وتبشيرًا لقوم يخافون أيام الضلال.
قومے کہ از روز ہائے ضلالت مے ترسند۔

الباب الثالث

باب سوم

فی تفسیر آیة بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

درتفسیر آیت بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اعلم وهب لک اللّٰه علم أسمائه. وهداک إلى
بداں اے خوانندہ خدا ترا علم نامہائے خود بہ بخشد و سوئے راہ ہائے
طرق مرضاته وسبل رضائه. أن الاسم مشتق من
رضامندی خود ترا ہدایت فرماید کہ لفظ اسم کہ در
الوسم الذی هو أثر الكیّ فی اللسان العربية. يُقال
بسم اللہ آمدہ است از وسم مشتق است و وسم در زبان عربی نشان داغ را
"اتّسم الرجل" إذا جعل لنفسه سِمةً يُعرف بها
مے گویند در امثال عرب مشہور است کہ می گویند اتّسم الرجل

﴿۸۸﴾

وَيُـمـيّـز بهـا عـنـد الـعـامة. ومـنـه سمت البعير ووسـامـه
و ایں وقتے می گویند چوں شخصے برائے خود نشانے مقرر کند کہ بداں شناختہ شود
عـنـد أهـل الـلـسـان. وهـو مـا وُسِم بـه البعير من ضُروب
و از غیر خود امتیاز یابد۔ و از ہمیں لفظ وسم لفظ سمت البعیر و وسام البعیر بر آوردہ
الـصـور ليُـعـيـن لـلـعـرفـان. ومـنـه مـا يُقـال إنّى توسّمتُ
اند و آں چیزے است کہ بداں بر شتر داغ می کنند یعنے از قسم صورت ہا کہ از بہر شناختن
فيـــه الـــخيـــر. ومـــا رأيت الـضيــر. أى تـفـرّسـتُ فـمـا
بر جلد شتر می کنند۔ و از ہمیں لفظ وسم است قول ایشاں کہ توسّمتُ فيه الخير یعنے من
رأيـت سـمـةَ شـرٍّ فـى مـحـيّـاه. ولا أثـر خبث فى مَحيـاه.
بنظر فراست درو نگہ کردم پس در رُوئے او نشانے از شر ندیدم و در زندگی او
ومـنــه الـوسـمـى الـذى هـو أوّل مـطـر من أمطار الربيع.
اثرے از خبث۔ و از ہمیں لفظ وسم است لفظ وسمی کہ آں باراں بہاری را می گویند کہ در
لأنـــه يَسِـــمَ الأرض إذا نــزل كـــالـيـنـــابيـع. ويُـقـــال
ابتدائے موسم مے بارد چرا کہ آں باراں چوں می بارد بر زمین نشان می کند و می گویند کہ ایں
”أرض مـوسـومـة“ إذا أصـابهـا الـوسـمـى فى إبّانه. وسكّن
زمین موسومہ است وقتیکہ آں باراں برو باریدہ باشد و مزارعان را بباریدن او
قلوب الكفار بجريانه. ومنه موسم الحج والسوق وجميع
تسکین دل حاصل شدہ باشد۔ واز ہمیں لفظ وسم است لفظ موسم حج و
مـواسـم الاجـتـمـا ع. لأنـهـا مـعـالـم يـجـتمـع إليـهـا لـنـو ع
موسم سوق وغیرہ موسم ہا کہ بمعنی مجمع است چرا کہ لفظ موسم براں جاہائے معیّنہ

﴿۸۹﴾

غرض من الأنواع. ومنه المیسم الذی یُطلق علی
اطلاق می یابد کہ دراں جا مردم جمع مے شوند واز ہمیں لفظ وسم لفظ میسم
الحسن والجمال. ویستعمل فی نساء ذات
است کہ بر حسن و جمال اطلاق می یابد و اکثر بر زنانے اطلاق آں می شود کہ
ملاحة فی أکثر الأحوال. وقد ثبت من تتبّع کلام
ملاحت و حسن می دارند۔ و از تتبع کلام عرب و دیوان ہائے شاں
العرب ودواوینهم. أنهم کانوا لا یستعملون هذا
ثابت شدہ است کہ لفظ میسم اکثر در موارد خیر و خوبی استعمال
اللفظ کثیرًا إلّا فی موارد الخیر من دنیاهم ودینهم.
می یابد۔ خواہ در دین و خواہ در دُنیا۔ و تو میدانی کہ
وأنت تعلم أن اسم الشیء عندالعامة ما یُعرف به ذالک
نزد عامہ مردم تعریف اسم ایں است کہ او چیزے است کہ
الشیء . وأما عند الخواص وأهل المعرفة فالاسم لأصل
بدو چیزے را می شناسند مگر نزد خواص و اہل معرفت۔ پس اسم اصل
الحقیقة الفیء . بل لاشکّ أن الأسماء المنسوبة إلی
حقیقت را بمرتبہ سایہ است بلکہ ہیچ شکے و شبہے نیست کہ آں ہمہ اسماء کہ
المسمّیات من الحضرة الأحدیة. قد نزلت منها
سوئے مسمیات منسوب اند آنہا مسمیات خود را بمنزلہ صُورتہائے
منزلة الصور النوعیة. وصارت کوکناتٍ لطیورِ
نوعیہ ہستند و برائے پرندہ ہائے معانی علوم حکمیہ ہمچو

﴿۹۰﴾

الٓمعانی والعلوم الحِكَمية. وكذالك اسم اللّٰه و الرحمٰن
آشیانہ ہستند۔ و ہم چنیں است اسم اللہ و

و الـرحيـم فـی هـذه الآية الـمبـاركة. فإن كـل واحـد
رحمان و رحیم دریں آیت مبارکہ چرا کہ ہر

مـنهـا يـدل عـلـى خـصـائـصـه وهـويّتـه الـمـكـتـومة.
واحد از اسم اللہ و رحمان و رحیم برخاصیتہائے پوشیدہ خود دلالت می کند

والـلّٰـه اسـمٌ لـلـذات الإلهية الـجـامـعة لـجـمـيـع
واسم اللہ خدا تعالیٰ را اسم ذات است کہ جامع جمیع انواع

أنـواع الـكـمـال. والـرحـمٰـن والرحيم يدلّان على تحقق
کمال است۔ و صفت رحمان و رحیم دلالت می کند کہ ایں ہر دو

هـاتـيـن الصفتين لهذا الاسم المستجمع لكل نوع الجمال
صفت دریں اسم اللہ متحقق اند۔ باز در

والجلال. ثم للرحمٰن معنى خاص يختص به ولا يوجد فی
صفت رحمان معنے خاص ثابت است کہ

الـرحيـم. وهـو أنـه مُـفيـضٌ لوجود الإنسـان وغيـره من
در صفت رحیم یافتہ نمی شود۔ و آں ایں است کہ رحمان

الـحـيـوانـات بـإذن الـلّٰـه الـكـريـم. بـحـسـب
آں را گویند کہ فیض او بر انسان و غیر انسان کہ جان

مـا اقـتـضـى الـحِـكَـم الإلٰهية مـن الـقـديـم. وبـحـسـب
می دارند جاری است لیکن ہماں قدر ہر یکے رامی رسد کہ

﴿۹۱﴾

تَحمّل القوابل لا بحسب تسوية التقسيم☆. وليس فی هذه
مقتضائے حکمت الٰہیہ باشد و نیز قابلیت جوہر تحمل آں تواند کرد و
الصفة الرحمانية دخل كسبٍ وعملٍ وسعيٍ من القوى
دریں صفت رحمانیت دخلے کسب و عمل
الإنسانية والحيوانية. بل هی مِنّةٌ من اللّٰه
و کوششِ انسانی نیست و نہ دخل کوشش حیوانی۔ بلکہ ایں
خاصة ما سبقها عمل عامل. ورحمته من لدنه
احسانے است خالص از خدا تعالیٰ بے آنکہ کسے کارے کردہ باشد و
عامّة ما مسّها أثر سعيٍ من ناقصٍ أو
رحمتے ازو عام است۔ ہیچ سعی بدو
كامل. فالحاصل أن فيضان الصفة الرحمانية
مس نکردہ۔ پس حاصل کلام ایں است کہ فیضان
ليس هو نتيجة عملٍ ولا ثمرة استحقاقٍ. بل هو
صفت رحمانیت آں نتیجہ عمل عاملے نیست و نہ ثمرہ
فضلٌ من اللّٰه من غير إطاعة أو شقاق.
استحقاقے بلکہ آں فضلے خاص است از خداتعالیٰ بے آنکہ فرمانبرداری
وينزل هذا الفيض دائما بمشيّة من اللّٰه و إرادة. من
یا مخالفت را درو دخلے باشد۔ وفرود مے آید ایں فیض ہمیشہ بہ ارادۂ
غير شرط إطاعة و عبادة و تُقاة و زهادة. و
الٰہی بغیر شرط فرمانبرداری و پرہیزگاری۔ و بناء ایں

☆ ایڈیشن اول میں لا بحسب تسوية التقسيم کا ترجمہ ”نہ کہ بقدر برابری تقسیم“ لکھا جانے سے رہ گیا ہے۔ (ناشر)

﴿۹۲﴾

كان بـنـاءُ هذا الفيض قبل وجود الخليقة وقبل أعمالهم.
فیض قبل از وجود انسان و حیوان و اعمال اوشان

وقبـل جهـدهـم وقبـل سؤالهم. فلأجل ذالک توجد آثار
است۔ و پیش از کوشش ایشاں و سوال ایشاں۔ از بہر ہمیں

هـذا الـفيـض قبل آثار وجود الإنسان والحيوان. وإن كان
است که آثار ایں فیض پیش از آثار وجود انسان

ساريًا فی جـمـيـع مـراتـب الـوجـود والـزمان والمكان.
و حیوان اند۔ اگرچہ ایں فیض در تمام مراتب وجود

والطاعة والعصيان. ألا ترى أن رحمانية الله تعالى وسعت
و زمان و مکان و حالت طاعت و عصیان سرایت می دارد آیا

الـصـالـحين والظالمين. وترى قمره وشمسه يطلعان على
نہ می بینی کہ رحمانیت الٰہی ہمہ نیکاں و بداں ہر دو را فرو گرفتہ

الـطائعين والعاصين. وانه أعطى كل شيء خلقه وكفّل أمر
است و می بینی کہ آفتاب و ماہتاب او تعالیٰ بر فرمانبرداران و نافرماناں

كـلهـم أجـمـعيـن. ومـا مـن دابّة إلّا عـلـى
ہر دو طلوع می کند و خداتعالیٰ ہر چیز را مناسب ضرورت او پیدائش عطاء

الـلّـه رزقهـا ولـو كـان فـی السـمٰـوات أو فـی
فرمودہ است و متکفل تمام امور شاں شدہ۔ و ہیچ حرکت کنندہ نیست کہ متکفل رزق

الأرضيـن. وانـه خـلـق لهـم الأشـجـار وأخـرج مـنـهـا
او خدا نباشد اگرچہ او در آسمان باشد یا در زمین و او برائے شاں درختہا و شگوفہ ہا

﴿۹۳﴾

الثمار والزهر والريّاحين. وإنها رحمة هيّأها الله للنفوس
و ریاحین پیدا کردہ است و آں رحمت الٰہی است
قبل أن يبرأها وإن فيها تذكرة للمتّقين.
کہ برائے نفسہا قبل پیدائش آنہا طیار کردہ شد و یاددہانی
وقد أعطى هذه النعم من غير العمل ومن غير الاستحقاق.
برائے متقیان است و ایں نعمت ہا بے عمل و بے استحقاق
من اللّٰه الراحم الخلّاق. ومنها نعماء أخرى من حضرة
دادہ شد۔ از طرف خداتعالیٰ و
الكبرياء. وهى خارجة من الإحصاء.
از قسم ایں رحمت نعمت ہائے دیگر اند از حضرت کبریا
كمثل خلق أسباب الصحة وأنواع الحيَل
وآں نعمتہا از شمار خارج اند و منجملہ شاں اسباب صحت و حیلہ ہا و
والدواء لكل نوع من الدّاء. وإرسال الرسل وإنزال
دواست۔ و ازیں قسم است فرستادن
الكتب على الأنبياء. وهذه كلها رحمانية من
پیغمبران و کتاب ہا۔ و ایں ہمہ رحمانیت است
ربنا أرحم الرحماء. وفضل بحتٌ ليس من عمل عامل
از خدا تعالیٰ و فضل خاص است
ولا من التضرّع والدعاء. وأمّا الرحيمية
بغیر عمل عاملے و نہ از زاری و دعا۔ مگر فیض رحیمیت

﴿۹۴﴾

فَهِیَ فیض أخص من فیوض الصفة الرحمانية.
فیضے است خاص تر از فیض ہائے صفت رحمانیت و
ومخصوصة بتكميل النوع البشرى وإكمال الخلقة
مخصوص است بتکمیل نوع بشری مگر دریں سعی و
الإنسانية. ولكن بشرط السعى والعمل الصالح وترك
کوشش کردن شرط است۔ و ترک جذبات
الجذبات النفسانية. بل لا تنزل هذه الرحمة حق
نفسانیہ ضروری است۔ بلکہ ایں رحمت
نزولها إلّا بعد الجهد البليغ فى الأعمال. وبعد تزكية
فرود نیاید چنانچہ حق فرود آمدن است مگر پس
النفس وتكميل الإخلاص بإخراج بقايا الرياء
از کوشش بلیغ در عمل ہا۔ و پس از تزکیہ
وتطهير البال. وبعد إيثار الموت لابتغاء مرضات
نفس و تکمیل اخلاص باخراج بقایا ریا و پاک کردن دل بلکہ
اللّٰه ذى الجلال. فطوبى لمن أصابه حظ من
پس از اختیار کردن موت از بہر خوشنودی خدائے ذوالجلال۔ پس خوش
هذه النِعم. بل هو الإنسان وغيره كالنَعم. وههنا سؤال
زندگی کسے راست کہ ازیں نعمت بہرہ مے دارد بلکہ ہماں انسان است باقی ہمچو
عضال نكتبه فى الكتاب مع الجواب. ليفكّر فيه
چارپایاں اند۔ وایںجا سوالے است سخت مے نویسم اورا کتاب مع جواب۔ تا کہ فکر کند

﴿۹۵﴾

مَن كان من أولی الألباب. وهو أن اللّٰه اختار من
در و ہر کہ از دانشمنداں باشد وآں ایں است کہ خداتعالیٰ
جميع صفاته صفتی الرحمان والرحيم فی البسملة.
در بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم از ہمہ صفات خود ایں ہر دو
وما ذكر صفتا أخری فی هذه الآية. مع أن
صفت رحمان و رحیم را اختیار کردہ و دیگر ہیچ صفتے بیان نفرمودہ
اسمه الأعظم يستحق جميع ما
باوجود اینکہ اسم اعظم او کہ اللہ است مستحق تمام صفات کاملہ
هو من الصفات الكاملة. كما هی مذكورة فی
است۔ چنانچہ آں ہمہ صفات در قرآن شریف مذکور اند
الصحف المطهّرة. ثم إن كثرة الصفات تستلزم
باز ایں امر ہم سوال را مضبوط مے کند کہ کثرت ذکر صفات در
كثرة البركات عند التلاوة. فالبسملة أحق وأولی
وقت تلاوت موجب برکت است بسم اللہ برائے ایں برکت زیادہ تر
بهذا المقام والمرتبة. وقد نُدِب لها عند
حق میدارد و در ہر امر مہتم بالشان خواندن بسم اللہ مندوب است
كل أمرٍ ذی بال كما جاء فی الأحاديث النبوية. وإنها أكثر
چنانکہ در احادیث آمدہ است و نیز بسم اللہ اکثر
وردًا علی ألسن أهل الملّة. وأكثر تكرارًا فی كتاب اللّٰه
بر زبان ہائے مسلماناں جاری است و در قرآن شریف اکثر تکرار

﴿۹۶﴾

ذی العزّة. فبأی حکمة ومصلحة لم یُکتب صفاتٌ
بسم اللہ است پس از کدام حکمت و مصلحت صفات دیگر دریں
أخری مع هذه الآیة المتبرّکة. فالجواب أن اللّٰه
آیت نںوشتہ شد۔ پس جواب ایں است کہ
أراد فی هذا المقام. أن یذکر مع اسمه الأعظم
خداتعالیٰ دریں آیت ارادہ فرمودہ است کہ با اسم
صفتین هما خلاصة جمیع صفاته العظیمة
اعظم او ذکر آں صفات او کردہ آید کہ آں صفتہا خلاصہ جمیع
علی الوجه التام. وهما الرحمن والرحیم. کما
صفات عظیمہ است وآں رحمان و رحیم است۔ چنانچہ
یهدی إلیه العقل السلیم. فإن اللّٰه تجلّی علی
عقل سلیم سوئے آں ہدایت مے فرماید۔ چراکہ خداتعالیٰ
العالم تارة بالمحبوبیة ومرة بالمحبّیّة. وجعل
بریں عالم گاہے بطور محبوبیت تجلی فرمودہ است و گاہے بطور
هاتین الصفتین ضیاءً ینزل من شمس الربوبیّة علی
محبّیت۔ وایں ہر دو صفت را روشنی قرار دادہ کہ از آفتاب ربوبیت
أرض العبودیّة. فقد یکون الرب محبوبًا والعبد
بر زمین عبودیت می افتد۔ پس گاہے رب محبوب می باشد
مُحِبًّا لذالک المحبوب. وقد یکون العبد
و بندہ محبّ ایں محبوب۔ و گاہے بندہ محبوب

﴿۹۷﴾

مَحبوبًا والرب مُحبًّا له وجاعله كالمطلوب. ولا شك أن
و رب محبّ کہ آں بندہ را مطلوب میگرداند و ہیچ شک
الفطرة الإنسانية التی فُطرت علی الُمُحبّة والخلّة ولوعة
نیست کہ فطرت انسانی تقاضا مے کند کہ
البال. تقتضی أن يكون لها محبوبًا يجذبها إلى وجهه
او را محبوبے باشد کہ
بتجلّيات الجمال والنعم والنوال. وأن يكون له مُحِبًّا
بہ تجلیات جمالیہ و نعمتہائے سوئے خود بکشد وایں
مُواسيًا يُتَداركُ عند الأهوال وتشتت الأحوال. ويحفظها
کہ او را محبّے باشد کہ در وقتِ خوفہا تدارک او کند۔
من ضيعة الأعمال. ويوصلها إلى الآمال. فأراد اللّٰه أن
و کارہائے او را از ضائع شدن نگہ دارد و تا امید ہا برساند۔
يُعطيها ما اقتضتها ويُتمّ عليها نعمه بجوده العميم. فتجلّى
پس خدا تعالیٰ ارادہ فرمود کہ ہرچہ طبیعت انسانی
عليها بصفتيه الرحمٰن والرحيم ☆.
خواستہ است او را بدہد۔ پس برو بصفت رحمان و رحیم تجلی کرد

☆ الحاشية

قدعرفت ان اللّٰه بصفة الرحمٰن ينزل على كل عبدمن الانسان والحيوان والكافر
بدانستی کہ خدا بصفت خود کہ رحمان است نازل مے فرمائد بر ہر بندہ خواہ انسان باشد
واهل الايمان انواع الاحسان والامتنان. بغير عمل يجعلهم مستحقين فی
خواہ حیوان وخواہ کافر باشد وخواہ مومن قسم ہائے احسان ومنّت را۔ بغیر کارے کہ بدو مستحق

ولا ريب أن هاتين الصفتين هما الوُصلة بين الربوبية
وہیچ شک نیست کہ ایں ہر دو صفت پیوند دہندہ است در ربوبیت
والعبودية. وبهما يتم دائرة السلوك والمعارف ﴿۹۸﴾
و عبودیت و بہ آں ہردو تمام مے شود دائرہ سلوک و معارف
الإنسانية. فكل صفةٍ بعدهما داخلة في أنوارهما. وقطرة
انسانیہ۔ پس ہر صفت ماسوائے آں ہر دو داخل در نور آں ہر دوست و قطرہ از
من بحارهما. ثم إن ذات الله تعالٰى كما اقتضت لنفسها
دریائے آنہاست باز ذات الٰہی ہم چناں کہ برائے نفس خود ارادہ کرد
أن تكون لنوع الإنسان محبوبة ومُحبّة. كذالك اقتضت
کہ محبوب و محبّ باشد۔ ہم چنیں برائے
لعباده الكُمّل أن يكونوا لبني نوعهم كمثل ذاته
بندگان کاملین خود ارادہ فرمود کہ برائے بنی نوع خود

بقیۃ الحاشیۃ

حضرة الديّان. اذ لاشک ان الاحسان علٰى هٰذا المِنْوال يجعل
جزا باشند۔ وہیچ شک نیست کہ احسان بدیں طریق محسن را محبوب
المحسنين محبوباً في الحال فثبت ان الافاضة على الطريقة الرحمانية.
مے گردند پس ثابت شد کہ فیض رسانیدن بر طریق رحمانیت ظاہر میکند در چشم
يظهر في اعين المستفيضين شان المحبوبيّة. واما صفة الرحيميّة. فقد
فیض یابان شان محبوب را۔ مگر صفت رحیمیت لازم کردہ است بر نفس خود
الزمت نفسها شان المحبّية. فان الله لا تتجلّٰى☆ علٰى احدٍ بهذا الفيضان الّا
شان محبیت را۔ چرا کہ خُدا برحیمیت بر ہر کسے تجلّی نمے فرماید مگر بعد
بعد ان يحبّه و يرضٰى به قولا و فعلا من اهل الايمان. منه
زینکہ اورا دوست میدارد و از روئے قول و فعل برو راضی میباشد۔ منه

☆سہو کتابت ہے درست یتجلّٰی ہے (ناشر)

خُلُقًا وسيرة. ويجعلوا هاتين الصفتين لأنفسهم لباسًا
مثل ذات باری شوند در خلق و سیرت و برائے نفسہائے خود ایں ہر دو صفت
وكسوةً. ليتخلّق العبودية بأخلاق الربوبية. ولا يبقى نقص
را بطور لباس بسازند تا کہ عبودیت باخلاق ربوبیت متخلق گردد و در
فی النشأة الإنسانية. فخلق النبيين والمرسلين. فجعل
نشاء انسانیہ ہیچ نقصے نماند۔ پس پیدا کرد انبیاء
بعضهم مظهر صفته الرحمان وبعضهم مظهر صفته
و مرسلان را و بگردانید بعض او شاں را مظہر صفت رحمانیت و
الرحيم. ليكونوا محبوبين ومُحِبّين ويُعاشروا بالتحابب ﴿۹۹﴾
بعض او شانرا مظہر رحیمیت۔ تا کہ بعض محبوب باشند و بعض محبّ
بفضله العظيم. فأعطى بعضهم حظًّا وافرًا من صفة
و تا کہ محبت یکدگر معاشرت کنند۔ پس بعض افراد را حظّے
المحبوبية. وبعضًا آخر حظًّا كثيرًا من صفة المُحبّيّة.
وافر از محبوبیّت عطا فرمود۔ و بعض را حظّے کثیر
وكذالک أراد بفضله العميم. وجوده القديم.
از محبت عطا کرد۔ و ہم چنیں بجود عمیم خود ارادہ فرمود۔
ولَمّا جاء زمن خاتم النبيين. وسيدنا محمد
و چوں زمانہ خاتم النبیین آمد کہ سیّدِ ما
سيد المرسلين. أراد هو سبحانه أن يجمع هاتين
و سیّد المرسلین است۔ خداتعالیٰ ارادہ فرمود کہ ایں

الصفتين في نفسٍ واحدةٍ. فجمعهما في نفسه عليه
ہر دو صفت در نفس واحد جمع فرماید۔ پس در نفس آں نبی ایں ہر دو
ألف ألف صلوة و تحية. فلذالك ذكر تخصيصًا
صفت جمع کرد برو ہزار ہزار سلام وتحیت باد۔ پس از بہر ہمیں بطور خاص صفت
صفة المحبوبية والمحبيّة على رأس هذه السورة.
محبوبیت و محبیت را۔ بر سر ایں سورۃ بسم اللہ ذکر کرد۔
ليكون إشارةً إلى هذه الإرادة. وسمّى نبينا محمّدًا و
تا کہ اشارت گردد سوئے ایں ارادہ۔ و نام نبیٔ ما احمد و محمد نہاد
أحمد كما سمّى نفسه الرحمان والرحيم
چنانکہ نام خود دریں آیت رحمٰن و رحیم نہاد۔ پس ایں اشارہ است
في هذه الآية. فهذه إشارة الٰى أنّه لا جامع لهما ﴿۱۰۰﴾
سوئے ایں امر کہ جمع کنندہ ایں ہر دو صفت بطریق ظلیت بجز نبی
على الطريقة الظلية إلّا وجود سيدنا خير البريّة. وقد
ما ہیچ کس نیست۔ و تو دانستی کہ ایں ہر دو
عرفتَ أن هاتين الصفتين أكبر الصفات من صفات
صفت بزرگتر از تمام صفات حضرت احدیت
الحضرة الأحدية. بل هما لبّ اللباب وحقيقة الحقائق
اند۔ بلکہ آں مغز مغزہا و حقیقت حقیقتہا است
لجميع أسمائه الصفاتية. وهما معيار كمال كل من
برائے اسمائے صفاتیہ خداتعالیٰ۔ و آں ہر دو

استکمل وتخلّق بالأخلاق الإلهية. وما أُعطی نصیبًا کاملا
محک کمال ہر آں کس است کہ طالب کمال است و تخلق باخلاق الٰہی دارد و

منهما إلّا نبیّنا خاتم سلسلة النبوّة. فإنّه أُعطی اسمین کمثل
نصیبے کامل ازاں ہر دو صفت ہیچکس دادہ نشد مگر رسول ما صلی اللہ علیہ وسلم کہ

هاتین الصفتین. اوّلهما محمد و الثانی احمد من فضل ربّ
خاتم انبیاء است چراکہ او دو نام دادہ شد ہمچو ایں دو صفت اول محمدؐ و

الکونین. اما محمد فقد ارتدی رداء صفت الرحمٰن. وتجلّٰی
دوم احمدؐ از فضل رب الکونین۔ مگر محمدؐ پس آں پوشیدہ

فی حُلل الجلال والمحبوبیّة. وحُمِّد لبرٍّ منه والإحسان. وأمّا ﴿۱۰۱﴾
است چادر از صفت رحمان۔ و تجلّی فرمود در حلّہ ہائے جلال و محبوبیت

أحمد فتجلّی فی حلّة الرحیمیة والمُحبّیة والجمالیة. فضلا من
وتعریف کردہ شد از وجہ نیکی کردن و احسان کردن۔ و نام احمد تجلّی کرد در حلّہ رحیمیت

اللّٰه الذی یتولی المؤمنین بالعون والنصرة. فصار اسما نبیّنا
و مُحبیت و جمالیت از فضلِ الٰہی کہ متولّی امر موموناں می گردد بمدد

بحذاء صفتی ربّنا المنّان. کصورٍ مُنعکسةٍ تُظهرها
کردن۔ پس گردیدند ہر دو نام نبیؐ ما بمقابل ہر دو صفت خدائے ما مثل آں صورت ہائے

مرآتان متقابلتان. وتفصیل ذالک أن حقیقة صفة
منعکسہ کہ ظاہر میکند آں ہارا آں دو شیشہ کہ مقابل یکدیگر باشند۔ وتفصیل آں ایں است کہ

الرحمانیة عند أهل العرفان. هی إفاضة الخیر
حقیقت صفت رحمانیت فیض رسانیدن است انسان را وغیر انسان را

لكل ذى روح من الإنسان وغير الإنسان. من غير عمل
بغیر عمل کہ پیش رفتہ باشد
سابقٍ بل خالصًا على سبيل الامتنان. ولا شك ولا
بلکہ محض بر سبیل احسان و ہیچ شک
خلاف أن مثل هذه المنّة الخالصة. التى ليست جزاء
نیست کہ ہمچو ایں احسان خالص آنکہ جزاء عمل عاملے
عمل عامل من البريّة. هى تجذب قلوب
نیست آں مے کشد دل ہائے مومناں را
المؤمنين إلى الثناء والمدح والمحمدة. فيحمدون
سوئے ثنا و مدح۔ پس او شاں تعریف
المحسنَ ويُثنون عليه بخلوص القلوب
محسن مے کنند و برو ثنا مے گویند بخلوص قلب و صحت
وصحة النيّة. فيكون الرحمان مُحَمّدًا يقينا من
نیت۔ پس آنگاہ رحمان محمد می شود بغیر وہمے
غير وهم يجّر إلى الريبة. فإن المنعم الذى يُحسن إلى
کہ شک افگند۔ چرا کہ آں انعام کنندہ کہ بمردم بغیر حق
الناس من غير حقٍ بأنواع النعمة. يحمده كل من أُنعم
نیکی مے کند۔ ستائش او آناں مے کنند
عليه. وهذا من خواص النشأة الإنسانية. ثم إذا كمل
کہ بآں ہا نیکی کردہ شد و ایں از خواص نشاء انسانی است باز چوں

﴿۱۰۲﴾

الحمد بکمال الإنعام. جذب ذالک إلی الحب التام.
حمد بوجہ انعام کثیر بدرجہ کمال برسد موجب محبت تام مے گردد۔
فیکون المحسن مَحَمّدًا ومحبوبًا فی أعین المحبّین. فهذا
پس احسان کنندہ محمد می گردد و محبوب نیز و ایں
مآل صفة الرحمان ففکر کالعاقلین. وقد ظهر من هذا
انجام کار صفت رحمان است پس فکر کن ہمچو عاقلاں و ازیں مقام
المقام لکل من له عرفان. أن الرحمن محمّدٌ وأن محمدًا
بر صاحب معرفت ظاہر شد کہ رحمان محمد است و
رحمان. ولا شک أن مآلهما واحدٌ. وقد جهل الحق من
محمد رحمان است و ہیچ شک نیست کہ مآل محمد و رحمان واحد است و
هو جاحدٌ. وأمّا حقیقة صفة الرحیمیة. وما
ہر کہ انکار کرد او حق را نشاخت۔ مگر حقیقت صفت
أُخفی فیها من الکیفیة الروحانیة. فهی إفاضة إنعامٍ و ﴿۱۰۳﴾
رحیمیت۔ و آنچہ پوشیدہ کردہ شد درو از کیفیت روحانیہ۔
خیرٍ علی عملٍ من أهل مسجدٍ لا من أهل دَیْرٍ. و
پس آں افاضۂ خیر است بر اعمال اہل مسجد نہ اہل دیر و
تکمیل عمل العاملین المخلصین. وجبر نقصانهم
کامل کردن است عمل عاملاں و نیکو کردن
کالمتلافین والمعینین والناصرین. ولا شک
نقصان شان ہمچو تدارک کنندگان و مدد کنندگان۔ و ہیچ شک نیست

أن هـذه الإفاضة فی حکم الحمد من اللّٰہ الـرحیم. فإنه لا
کہ ایں فیض رسانیدن در حکم تعریف کردن است از طرف خدا چراکہ نازل نمی کند
یُـنـزِل هذه الرحمة علی عاملٍ إلّا بعد ما حمده علی نهجه
ایں رحمت را بر عاملے مگر بعد زاں کہ تعریف کرد او را بر راہ راست
الـقویم. ورضی به عملا ورآه مُستحقًّا للفضل العمیم. ألا
او و بر عمل او راضی شد و او را مستحق فضل عمیم دانست۔ آیا نمی بینی
تـری أنـه لا یـقبـل عـمل الکافرین والمشرکین والمرائین
کہ او قبول نمے کند عمل کافران و مشرکان و ریاکاران و متکبران
والـمتـکبّـریـن. بـل یُـحبـط أعمالهم ولا یهدیهم إلیـه ولا
بلکہ حبط اعمال شاں می کند و سوئے خود ہدایت نمی فرماید و مدد نمی کند
یـنصرهم بل یترکهم کالمخذولین. فلا شک أنّه لا یتوب
و ہمچو مخذولاں می گزارد۔ پس ہیچ شک نیست کہ او تعالیٰ
إلـی أحـدٍ بالرحیمیة ولا یُکمّل عمله بنصرة منه والإعانة.
سوئے کسے برحمت رجوع نمی فرماید و عمل او را بمددِ خود کامل نمی فرماید
إلّا بـــعــد مـــا رضـــی بـــه فـعــلا وحـــمــده حــمــدًا
مگر بعد زانکہ بر کار او راضی شد و او را تعریف کرد
یّستـلـزم نـزول الـرحـمة. ثـم إذا کـمـل الـحمد من اللّٰـه ﴿۱۰۴﴾
کہ مستلزم نزول رحمت است۔ باز چوں حمد کردن خدا تعالیٰ بندہ را
بـکـمــال أعـمــال الـمـخـلـصـیـن. فیـکون اللّٰـه أحمد و
بوجہ عمل خالص بندہ بکمال می رسد۔ پس دریں صورت خدا احمد می گردد

العبد محمّدًا. فسبحان اللّٰه أوّل المحمّدين والأحمدين.
وبندہ محمد۔ پس پاک است آنکہ اول المحمدین والاحمدین است۔
وعند ذالک يكون العبد المخلص فى العمل محبوبًا فى
و دریں ہنگام بندہ مخلص بوجہ عمل خود محبوب باری
الحضرة. فإن اللّٰه يحمده من عرشه. وهو لا يحمد أحدًا
می شود۔ چراکہ خدا از عرش خود تعریف او میکند و او تعریف
إلّا بعد المحبّة. فحاصل الكلام ان كمال الرحمانية يجعل
کسے نمی کند مگر بعد زانکہ او را محبوب خود میگرداند۔ پس حاصل کلام ایں
اللّٰه مُحمّدًا ومحبوبًا. ويجعل العبد أحمد ومُحِبًّا يستقرى
است کہ کمال رحمانیت خدا را محمد و محبوب میگرداند و بندہ
مطلوبًا. وكمال الرحيمية يجعل اللّٰه أحمد ومُحِبًّا.
را احمد و محبّ می گرداند کہ مطلوب را می جوید و کمال
ويجعل العبد مُحمّدًا وحِبًّا. وستعرف
رحیمیت خدا را احمد و محبّ می گرداند و بندہ را
من هذا المقام شأن نبيّنا الإمام الهمام. فإن اللّٰه ﴿۱۰۵﴾
محمد و محبوب میگرداند۔ و خواہی دانست ازیں مقام شان پیغمبرِ ما را
سمّاه مُحَمّدًا وأحمد وما سمّا بهما عيسى
کہ امامِ بزرگ است چرا کہ خداتعالیٰ نام او محمد و احمد
ولا كليمًا. وأشركه فى صفتيه الرحمان
نہاد۔ و ایں ہر دو نام نہ عیسیٰ را داد و نہ موسیٰ را و در صفت رحمان

والرحيم بما كان فضله عليه عظيمًا. وما ذكر هاتين
و رحیم او را شریک کرد چراکہ برو فضل عظیم بود و ایں ہر دو
الصفتين فى البسملة إلّا ليعرف الناس أنهما للّٰه كالاسم
صفت را در بسم اللہ ازیں جہت ذکر کرد تا مردم بدانند کہ ایں ہر دو صفت خدا
الأعظم وللنبى من حضرته كالخلعة. فسمّاه اللّٰه محمدًا
را ہمچو اسمِ اعظم اند نسبت باقی صفات و نبی کریم را ہمچو خلعت۔ پس نام او
إشارة إلى ما فيه من صفة المحبوبية. وسمّاه أحمد إيماءً
محمد نہاد(صلی اللہ علیہ وسلم)تا اشارہ کند سوئے صفت محبوبیت کہ
إلى ما فيه من صفة الـمُحبّية. أمّا محمد فلأجل أن
دروست ونام او احمد نہاد تا اشارہ کند سوئے صفت محبّیت کہ
رجلا لا يحمده الحامدون حمدًا كثيرًا إلّا
در اوست مگر محمد از بہر ایں مستلزم محبوبیت است کہ
بعد أن يكون ذالك الرجل محبوبا. وأمّا أحمد
مردم ہیچکس را بکثرت تعریف نمی کنند۔ مگر اینکہ
فلأجل أن حامدًا لا يحمد أحدًا بحمدٍ كاثر إلّا ﴿۱۰۶﴾
شخص تعریف کردہ شدہ نزد شاں محبوب می باشد
الذى يُحبّه ويجعله مطلوبًا. فلا شك أن اسم
مگر احمد از بہر ہمیں مستلزم محبّیت است کہ ہیچ تعریف کنندہ تعریف کسے
محمد يوجد فيه معنى المحبوبيّة بدلالة الالتزام.
نمی کند مگر دراں حلت محبّ او می باشد۔ پس ہیچ شک نیست کہ در اسم محمد بدلالت

وكذالك يوجد فی اسم أحمد معنى الْمُحبّية من اللّٰه
التزام معنی محبوبیت موجود اند و ہم چنیں در اسم احمد معنی محبیت یافتہ می شوند
ذی الأفضال والإنعام. ولا ريب أن نبيّنا سُمّی محمدًا لما
از طرف خدائے فضل و انعام کنندہ۔ وہیچ شک نیست کہ خداتعالیٰ نام پیغمبرما
أراد اللّٰه أن يجعله محبوبًا فی أعينه و
محمد نہاد تا کہ او را در چشم خود و در چشم مردم محبوب بگرداند۔ و ہم چنیں
أعين الصالحين. وكذالك سمّاه أحمد لما أراد
خداتعالیٰ نام آں نبی احمد نہاد چرا کہ ارادہ فرمود کہ او ذات او را
سبحانه أن يجعله مُحِبَّ ذاتِه ومُحبَّ المؤمنين
دوست دارد و نیز مسلماناں و مومناں را دوست دارد۔
المسلمين. فهو محمد بشأن وأحمد بشأن. واختصّ أحد
پس آں نبی دو شان دارد از روئے شانے نام او محمد است و از روئے شانے دیگر
هذين الاسمين بزمان والآخر بزمان. وقد أشار اليه
نام او احمد است۔ و نام ازیں ہر دو بزمانے خاص است و نامے دیگر بزبانِ دیگر و بہ تحقیق
سبحانه فی قوله "دَنَا فَتَدَلّٰى"[1] وفی "قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى"[2]. ﴿۱۰۷﴾
اشارہ کردہ حق تعالیٰ در قول یعنی در آیت دَنٰی فتدلّٰی و آیت قاب قوسین او
ثم لمّا كان يُظَنُّ أن اختصاص هذا النبی المُطاع
ادنٰی۔ باز چوں خاص کردن ایں نبی مطاع الخلق و
السَجّاد. بهذه المحامد من رَبّ العباد.
مطیع الحق بدیں ہر دو اسم دریں گمان مردم را مے انداخت کہ گویا او

[1]، [2] النجم : ۹

یجرّ إلی الشرک کما عُبِد عیسٰی لهذا الاعتقاد.
دریں خصوصیت شریک باری است چنانکہ عیسٰیؑ را شریک گردانیدہ شد۔
أراد اللّٰہ أن یورثهما الأمّة المرحومة علی
ارادہ کرد خداتعالیٰ کہ وارث ایں ہر دو نام بر طریق ظلیت امت مرحومہ
الطریقة الظلّیّة. لیکونا للأمّة کالبرکات المتعدّیة.
را بکند۔ تا ایں ہر دو اسم برائے امت ہمچو برکات متعدیہ شوند و
ولیزول وهم اشتراک عبدٍ خاصٍ فی الصفات الإلٰهیة.
تا کہ ایں وہم دور شود کہ بندہ خاص در صفت الٰہیہ
فجعل الصحابة ومن تبعهم مظهر اسم محمد
شرکتے میدارد۔ پس صحابہ را و امثال او شاں را
بالشؤون الرحمانیة الجلالیة. وجعل لهم غلبة
باشیون جلالیہ رحمانیہ مظہر اسم محمد ساخت۔ و او شاں
ونصرهم بالعنایات المتوالیة. وجعل المسیح الموعود
را غلبہ داد و بعنایات متواترہ مدد او شاں کرد۔ و

﴿۱۰۸﴾

مظهر اسم أحمد وبعثه بالشؤون الرّحیمیة
مسیح موعود را مظہر اسم احمد ساخت و او را بشان رحیمیت
والجمالیة. وکتب فی قلبه الرحمة والتحنّن
و جمال مبعوث فرمود۔ و در دل او رحمت نوشت
وهذّبه بالأخلاق الفاضلة العالیة. فذالک هو
و بہ اخلاق مہذب کرد۔ پس ایں ہماں

المهدی المعهود الذی فیه یختصمون. وقد رأوا الآیات
مہدی معہود است کہ درو خصومت می کنند۔ و دیدند نشانہا
ثم لا یهتدون. ویصرّون علی الباطل وإلی الحق لا
باز ہدایت نمی یابند و بر باطل اصرار می کنند و سوئے حق
یرجعون. وذالک هو المسیح الموعود ولکنهم لا
رجوع نمی نمایند و ہمیں مسیح موعود است مگر ایشاں شناخت
یعرفون. وینظرون إلیه وهم لا یُبصرون. فإن اسم عیسٰی
نمی کنند۔ و سوئے او نظر می کنند مگر نمی بینند۔ چرا کہ
واسم احمد متّحدان فی الهویّة. ومتوافقان فی الطبیعة.
اسم عیسٰی و اسم احمد در ماہیت یکے اند۔ و آں ہر دو
ویدلّان علی الجمال وترک القتال من حیث الکیفیة.
از روئے کیفیت بر جمال و ترک قتال دلالت
وأمّا اسم محمد فهو اسم القهر والجلال.
می کنند۔ و اما اسم محمد پس آں قہر و
وکلاهما للرحمان والرحیم کالاظلال.
جلال است و آں ہر دو مر رحمان و رحیم را ہمچو اظلال اند۔
ألا تریٰ أن اسم الرحمٰن الذی هو منبع للحقیقة
نمی بینی کہ اسم رحمان کہ منبع اسم محمد است
المحمدیة یقتضی الجلال کما یقتضی شأن المحبوبیة. ﴿۱۰۹﴾
تقاضا می کند جلال چنانکہ تقاضا مے کند شان محبوبیت را۔

ومن رحمانيته تعالى أنه سخّر كل حيوان للإنسان. من
واز رحمانیت خداتعالیٰ است کہ برائے انسان
البقر والمعز والجمال والبغال والضان. وإنه أهرق دماءً
گاؤ گوسپند شتر و میش مسخر کرد و
كثيرة لحفظ نفس الإنسان. وما هو إلّا أمرٌ جلالي ونتيجة
برائے حفاظت انسان بسیار خونہا ریخت و
رحمانية الرحمان. فثبت أن الرحمانية يقتضي القهر
نیست ایں امر جلالی مگر نتیجہ رحمانیت رحمان۔ پس
والجلال. ومع ذالک هو من المحبوب لطف لمن أراد له
ثابت شد کہ رحمانیت قہر و جلال را می خواہد۔ و آں
النوال. وكم من دود المياه والأهوية تُقتل للإنسان.
از محبوب لطیف است برائے کسے کہ ارادہ عطا کردن برائے اوست۔
وكم من الأنعام تُذبح للناس إنعامًا من الرحمان.
و بسیارے از کرمہائے آبہا و ہوا ہا کُشتہ می شوند برائے انسان۔ وبسیارے از چارپایان
فخلاصة الكلام إن الصحابة كانوا مظاهر
ذبح کردہ میشوند برائے مردم بطور نعمت از رحمان۔ پس خلاصہ کلام ایں است کہ
للحقيقة المحمّدية الجلالية. ولذالک قتلوا ﴿۱۱۰﴾
صحابہ رضی اللہ عنہم مظہر حقیقت محمدیہ جلالیہ بودند۔
قومًا كانوا كالسباع ونعم البادية.
و از بہر ہمیں قتل کردند قومے را کہ ہمچو درندگان

لِيُخلّصوا قومًا آخرين من سجن الضلالة والغواية.
و چارپایاں جنگل بودند تا قومے دیگر را از زندان گمراہی خلاص دہند و بکشند
ويجرّوهم إلى الصلاح والهداية. وقد عرفتَ أن الحقيقة
ایشانرا سوئے صلاحیت و ہدایت و بہ تحقیق دانستی کہ
المحمدية هو مظهر الحقيقة الرحمانية.
حقیقت محمدیہ مظہر حقیقت رحمانیہ است۔
ولا منافاة بين الجلال وهذه الصفة الإحسانية.
و ہیچ منافات نیست در رحمانیت و دریں صفت احسانی۔
بل الرحمانية مظهرٌ تامٌ للجلال والسطوة الربّانية.
بلکہ رحمانیت مظہر تام است مرجلال و سطوت ربانی را و
وهل حقيقة الرحمانية إلّا قتل الذى هو أدنى
حقیقت رحمانیت بجز ایں چیست کہ ادنےٰ را
للذى هو أعلى. وكذالك جرت عادة الرحمٰن مذ
برائے اعلیٰ قتل کردہ شود۔ و ہمیں ساں عادت رحمان جاری شدہ
خلق الإنسان وما وراءه من الورَى. ألا ترى
از روزیکہ دنیا را پیدا کرد۔ آیا نمی بینی کہ چگونہ
كيف تُقتل دود جُرح الإبل لحفظ نفوس الجمال. وتُقتل
کشتہ می شوند کرمہائے زخم شتر برائے حفاظت جان شتراں و کشتہ
الجمال لينتفع الناس من لحومها وجلودها. و
می شوند شتران تا مردم بگوشت و پوست شاں نفع بگیرند و



يتّخذوا من أوبارها ثياب الزينة والجمال. وهذه كلها من

از موہائے شاں پارچات زینت طیار کنند۔ وایں

الرحمانية لحفظ سلسلة الإنسانية والحيوانية. فكما أن

ہمہ از طرف رحمانیت است برائے حفاظت سلسلہ انسانی و حیوانی

الرحمان محبوب كذالك هو مظهر الجلال. وكمثله

پس ہمچناں کہ رحمان محبوب است ہموں طور مظہر جلال نیز ہست۔

اسم محمدٌ فی هذا الكمال. ثم لما ورث الأصحاب اسم

و مثل اوست نام محمد ازیں کمال۔ باز چوں اصحاب وارث

محمد من اللّٰه الوهّاب. وأظهروا جلال اللّٰه وقتلوا

اسم محمد شدند از خداتعالیٰ و ظاہر کردند جلال الٰہی را و

الظالمين كالأنعام والدواب. كذالک ورث المسيح

قتل کردند ظالمان را ہمچو چارپایاں۔ ہم چنیں وارث

الموعود اسم أحمد الذی هو مظهر الرحيمية والجمال.

شد مسیح موعود اسم احمد را و اختیار کرد برائے

واختار له اللّٰه هذا الاسم ولمن تبعه وصار له كالآل.

او ایں اسم را و برائے تابعان او کہ

فالمسيح الموعود مع جماعته مظهر من

برائے او ہمچو آل شدند۔ پس مسیح موعود مع جماعت خود مظہر

اللّٰه لصفة الرحيمية والأحمدية. ليتم قوله

است برائے صفت رحیمیت و احمدیت تا کہ کامل شود قول

’’وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ ‘‘[1]. ولا رادّ للإرادات الربانية. وليتم حقيقة
او تعالیٰ کہ از قسم صحابہ قومے دیگر نیز ہست کہ ہنوز بہ صحابہ نہ پیوستہ اند و ارادہ الٰہی

﴿۱۱۲﴾ المظاهر النبوّية. وهذا هو وجه تخصيص صفة الرحمانية
را کسے ردّ نتواند کرد وتا کہ مظاہر نبویہ صورت کمال بگیرد۔ وہمیں وجہ خاص کردن صفت رحمان

والرحيمية بالبسملة. ليدل على اسمى محمد وأحمد
و رحیم در بسم اللہ است۔ تا کہ دلالت کند بر اسم محمد و احمد

ومظاهرهما الآتية. أعنى الصحابة ومسيح اللّٰه الذى كان
و مظاہر آں ہر دو کہ آئندہ ظہور شاں مقدر بود یعنی صحابہ و مسیح موعود کہ در

آتيًا فى حلل الرحيمية والأحمدية. ثم
پیرایہائے رحیمیت و احمدیت آئندہ شود۔ باز دوبارہ بیان کنیم

نكرر خلاصة الكلام فى تفسير ’’ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ‘‘.
وخلاصہ کلام در تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پس

فاعلم أن اسم اللّٰه اسم جامد لا يعلم معناه إلّا
بدان کہ اسم اللہ اسمے است جامد نمی داند معنی آں مگر خدائے علیم

الخبير العليم. وقد أخبر عزّ اسمه بحقيقة هذا الاسم
و خبیر۔ و بہ تحقیق خبرداد بحقیقت ایں اسم خدا تعالیٰ دریں

فى هذه الآية. وأشار إلى أنه ذاتٌ مُتّصفةٌ بالرحمانية
آیت اشارت کرد سوئے ایں کہ آں ذات متصف است برحمانیت

والرحيمية . أى متصفة برحمة الامتنان. و
و رحیمیت۔ اے برحمت احسان و برحمت

[1] الجمعة : ۴

﴿۱۱۳﴾ رحمةٌ مقَيَّدَةٌ بالحالة الإيمانية. وهاتان رحمتان كَماءٍ
مقید بحالت ایمانیہ۔ و ایں ہر دو رحمت
أصفى وغذاءٍ أحلٰى من منبع الربوبية. وكل ما هو
ہمچو آب صافی و غذاء شیریں از چشمہ ربوبیت اند۔ و ہر چہ
دونهما من صفات فهو كشعب لهذه الصفات.
سوائے ایں ہر دو از صفت ہا است پس آں ہمچو شعبہ ہاست برائے ایں
والأصل رحمانية ورحيمية وهما مظهر سر الذات.
صفات و اصل رحمانیت و رحیمیت است۔
ثم أعطى منهما نصيبٌ كاملٌ لنبيّنا إمام النهج القويم.
باز ازاں ہر دو پیغمبر مارا نصیبے کامل دادہ شد۔
فجعل اسمه مُحمّدًا ظل الرحمان. و اسمه أحمد
پس اسم او محمد ظلّ رحمان قرار دادہ شد واسمِ احمد ظلّ
ظلّ الرحيم. والسرّ فيه أن الإنسان الكامل لا يكون
رحیم۔ و دریں راز ایں‌است کہ انسان کامل کامل نمی گردد
كاملا إلّا بعد التخلّق بالأخلاق الإلٰهيّة
مگر بعد تخلق بہ اخلاق الٰہیہ و صفات ربوبیت۔
وصفات الربوبيّة. وقد علمتَ أن أمر الصفات كلها
و بدانستی کہ امر ہمہ صفات باری بمآل کار
تؤول إلى الرحمتين اللتين سمّيناهما بالرحمانية
سوئے دو رحمت باز گشت می کند یکے رحمانیت

﴿۱۱۴﴾

والرحيمية. وعلمت أن الرحمانية رحمةٌ مطلقةٌ علٰى سبيل
دوم رحیمیت۔ و بدانستی کہ رحمانیت رحمت مطلقہ است
الامتنان. ويَرِدُ فيضانها على كل مؤمن وكافر بل كل نوع
بر سبیل احسان۔ و وارد مے شود فیضان او بہ ہر مومن و
الحيوان. وأمّا الرحيمية فهى رحمةٌ وجوبية من اللّٰه
کافر بلکہ ہر قسم نوع جانداراں۔ مگر رحیمیت پس آں رحمت
أحسن الخالقين. وجبت للمؤمنين خاصة من دون
وجوبیہ ہست خاص برائے موﻣﻨﺎں بجز
حيوانات أخرى والكافرين. فلزم أن يكون الإنسان
دیگر حیوانات و کافران۔ پس
الكامل أعنى محمدًا مظهر هاتين الصفتين.
لازم آمد کہ انسان کامل اعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہر
فلذالك سُمّى محمدًا وأحمد من رب الكونين. وقال
ایں ہر دو صفت باشد واز بہر ہمیں نام او محمد و احمد است۔ و خداتعالیٰ
اللّٰه فى شأنه ”لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ
در شان او فرمود کہ مردم از ہر قوم نزد شما رسول آمد کہ
عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ“[1]
از بہترین خاندان شماست برو گراں می آید کہ شما را در وے
فأشار اللّٰه فى قوله ”عَزِيزٌ“ وفى قوله ”حَرِيصٌ“ إلى
رسد و بر سلامتی شما حریص است و ایں صفت رحمانیت

[1] التوبۃ : ۱۲۸

أنه عليه السلام مظهر صفته الرحمان☆ بفضله العظيم.
دروست که بے استحقاق ہمدردی تمام مخلوق
لأنه رحمة للعالمين كلهم ولنوع الإنسان ﴿۱۱۵﴾
ے کند وصفتے دیگر رحیمیت است دریں رسول زیرانکہ او نمی خواہد کہ
والحيوان. وأهل الكفر والإيمان. ثم قال
اعمال مومناں ضائع شوند پس خداتعالیٰ در قول خود عزیز ودر قول خود حریص
"بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ". فجعله رحمانًا ورحيمًا
سوئے ایں اشارہ کردہ است زیرانکہ آں نبی رحمت است برائے تمام عالم انسان
كما لا يخفى على الفهيم. وحمده وعزا إليه خُلُقًا
باشند یا حیوان۔ پس تعریف کرد او را و منسوب کرد سوئے او خلق عظیم را
عظيمًا من التفخيم والتكريم. كما جاء في القرآن
از روئے بزرگ دانستن۔ و اکرام کردن چنانچہ در قرآن شریف آمدہ است و
الكريم. وإن سألتَ ما خُلُقُهُ العظيم فنقول إنه رحمان
اگر سوال کنی کہ خلق عظیم او چیست پس می گویم کہ او رحمان است و رحیم و
ورحيم. ومُنِحَ هو عليه الصلاة هذين النورين وآدم
دادہ شد او را ایں ہر دو نور و آدم درمیان آب و گل بود

☆ الحاشية
قال اللّٰه تعالىٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[1]. ولا يستقيم هٰذا
گفت خداتعالیٰ (کہ اے نبی) ما ترا برائے ہمہ چیز ہا رحمت فرستادیم و ایں معنے درست
المعنى الا في الرحمانيّة فان الرحيميّة يختص بعالمٍ واحد من المؤمنين. منه
نمی شوند مگر در رحمانیت چرا کہ رحیمیت بعالم واحد مخصوص است کہ عالم مومنان ست۔ منہ

[1] الانبياء : ۱۰۸

بیـن الـمـاء والـطـیـن. وكـان هـو نبيًّـا ومـا كـان لآدم
او را از وجودِ خود نشانے نہ بود و نہ پوست
أثـر مـن الـوجـود ولا مـن الأديـم. وكـان اللّٰه نورًا فقضى
ظاہر بود۔ و خدا نور بود پس
أن يـخـلـق نـورًا فـخـلـق محمدَ نِالـذى هو كدُرّ يتيم. و
خواست کہ نورے پیدا کند پس پیدا کرد محمد را
أشـرک اسـمـيـه فـى صـفـتيـه فـفـاق كل من أتـى اللّٰـه
کہ ہمچو لؤلؤ یکدانہ است و ہردو اسم او محمد واحمد را در ہر دو صفت خود
بـقـلـب سـلـيـم. وإنهما يتلألآن فى تعليم القرآن الحكيم.
کہ رحمٰن و رحیم است شریک ساخت پس سبقت برو
وإن نبيّـنـا مـركّـب مـن نـور مـوسٰـى ونور عيسٰى كـمـا
برہمہ آں مردم کہ بدل سلیم پیش خدا حاضر شدند وآں ہر دو نام می درخشند در
هـو مُـركّـب مـن صـفـتـى ربّـنا الأعلٰى. فاقتضى التركيب
تعلیم قرآنِ حکیم ورسول ما صلی اللہ علیہ وسلم مرکب است از نور موسیٰ ونورِ عیسیٰ ہم چناں
أن يُـعـطٰـى لـه هـذا الـمـقـام الـغـريـب. فلأجل ذالک
مرکب است از ہر دو صفت خدائے بزرگ پس تقاضا کرد ترکیب کہ ایں مقام
سـمّـاه الـلّٰـه مـحـمّـدًا وأحـمـد. فـإنـه ورث نـور
عجیب او را دادہ شود۔ پس از بہر ہمیں خداتعالیٰ نام او محمد و احمد نہاد
الـجـلال والـجـمـال وبـه تـفـرّد. وإنـه
چرا کہ او وارث شدہ است نور جلال و جمال را و بداں نور متفرد است و او را

﴿۱۱۶﴾

أُعطى شأن المحبوبين وجَنانُ الْمُحِبِّين. كما هو من
داده شده است شان محبوباں و دل محبّاں چنانچہ آں ہر دو صفت
صفتى رب العالمين. فهو خير المحمودين و
ربّ العالمین است۔ پس بہترین محمودان است
خير الحامدين. وأشركه اللّٰه فى صفتيه وآعطاه حظًّا ﴿۱۱۷﴾
و بہترین حامداں و شریک کرد او را خداتعالیٰ
كثيرًا من رحمتيه. وسقاه من عينيه. وخلقه بيديه.
در ہر دو صفت خود و عطا کرد او را حظّ کثیر از ہر دو رحمت واز ہر دو
فصار كقارورة فيها راح. أو كمشكٰوة فيها مصباح.
چشمہ خود او را نوشانید و پیدا کرد او را بہر دو دست خود کہ دستِ جلال و جمال است۔
وكمثل صفتيه أنزل عليه الفرقان. وجمع فيه
پس ہمچو آں شیشہ شد کہ در وشراب باشد یا ہمچو آں قندیل کہ درو چراغ بود وہمچو آں ہردو
الجلال والجمال وركّب البيان. وجعله سلالة
صفت نازل کرد بروفرقان را۔ وجمع کرد درقرآن جلال و جمال ہر دو را ومرکب کرد
التوراة والإنجيل. ومرأةً لرؤية وجهه الجليل والجميل.
بیان را وکرد او را بطور عرق کشیدہ از تورات و انجیل و آئینہ برائے دیدن حضرت
ثم أعطى الأمّة نصيبًا من كأس هذا الكريم. وعلّمهم من
باری کہ صاحب جلال و جمال است باز عطا کرد امت را حصہ از پیالہ ایں کریم
أنفاس هذا المتعلّم من العليم. فشرب
و تعلیم داد اوشاں را از نفسہائے ایں تعلیم یافتہ ازاں دانندہ۔ پس

﴿۱۱۸﴾

بعضهم من عين اسم محمد ن التي انفجرت من صفة
بعض مردم از چشمہ اسم محمد بخوردند کہ از صفت رحمان
الرحمانية. وبعضهم اغترفوا من ينبوع اسم أحمد ن الذي
جوش زدہ است و بعض ایشاں از چشمہ اسم
اشتمل على الحقيقة الرحيمية. وكان قدرًا مُقدّرًا من الابتداء
احمد مشت آب گرفتند کہ بر حقیقت رحیمیت اشتمال دارد و بود اندازہ
ووعدًا موقوتا جاريًا على ألسُن الانبياء . أن اسم أحمد لا
مقرر کردہ شدہ از ابتدا و وعدہ بوقت وابستہ و جاری شدہ بر زبان انبیاء
تتجلّى بتجلّي تامٍ في أحدٍ من الوارثين. إلّا في المسيح الموعود
کہ اسم احمد بتجلی تام در احدے از وارثین متجلی نخواہد شد۔ مگر
الذي يأتي الله به عند طلوع يوم الدين. وحشر المؤمنين.
در مسیح موعود کہ بدو وقت مالک یوم الدین خواہد آمد
ويرى اللّٰه المسلمين كالضعفاء . والإسلام كصبي نُبِذ
و خواہد دید خداتعالیٰ مسلماناں را کمزوراں و اسلام را
بالعراء . فيفعل لهم أفعالا من لدنه وينزل لهم من السماء .
ہمچو طفل افتادہ در دشت پس خواہد کرد برائے او شاں کارہا وفرود آید برائے شاں۔
فهناك تكون له السلطنة في الأرض كما هي في
پس آں وقت او را بر زمین سلطنت چناں خواہد بود کہ بر
الأفلاك. وتهلك الأباطيل من غير ضرب الأعناق و
آسمان ہا و ہمہ باطل ہا ہلاک خواہند شد بغیر کشتن مردم و

تـنقطع الأسباب كلها وترجع الأمور إلى مالك الأملاک.
اسباب ہمہ منقطع خواہند شد و امرے مالک الملک منتقل خواہد شد۔
وعـدٌ من اللّٰه حق كمثل وعدٍ تمّ فی آخر زمن بنی إسرائيل.
ایں وعدہ حق از خداتعالیٰ است ہمچو آں وعدہ کہ درآخر زمانہ بنی اسرائیل باتمام رسید
إذ بُعـث فيهم عيسى بن مريم فأشاع الدين من غير أن يقتل
یعنی آن وقت کہ درآں عیسیٰ بن مریم مبعوث شد و دین را بغیر شمشیر شایع کرد۔
من عصى الرب الجليل. وكان فی قدر اللّٰه العلیّ العليم. أن
و بود در تقدیر خدائے علیم و حکیم کہ آخر ایں
يـجـعـل آخـر هـذه السـلسـلة كآخر خلفاء الكليم. فلأجل
سلسلہ را ہمچو آخر سلسلہ خلفاء موسیٰ را بگرداند۔ پس برائے ہمیں
ذالک جـعـل خـاتـمة أمـرهـا مستـغنية من نصر الناصرين.
خاتمہ اسلام مستغنی کردہ شد از مدد مددکنندگاں و مظہر
ومـظهـرًا لـحـقيقة مالک يوم الدين. كما يأتی تفسيره بعد
برائے حقیقت مالک یوم الدین چنانچہ تفسیرآں قریب می آید و از
حيـن. ومـن تتـمّة هـذا الـكلام. أن نبينا خَيرالانام لما كان ﴿۱۱۹﴾
تتمہ ایں کلام است کہ چونکہ نبی ما صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم الانبیاء است
خـاتـم الانبيـاء واصـفى الأصفياء. وأحبّ الناس إلى حضرة
و صافی تر از مقام برگزیدگان و از ہمہ محبوب تر نزد حضرت احدیت
الـكبرياء. أراد اللّٰه سبحانه أن يجمع فيه صفتيه العظيمتين على
ارادہ کرد او سُبحانہ کہ بطور ظلیت صفات عظیمہ خود

الطريقة الظلية. فوهب له اسم محمد واحمد ليكونا
درو جمع کند۔ پس بخشید او را اسم محمد و اسم احمد تا کہ
كالظلين للرحمانية والرحيمية. ولذالک أشار فی قوله
ایں ہر دو اسم برائے رحمانیت و رحیمیت بطور ظل باشند و از بہر ہمیں
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ.[1] إلى أن العابد الكامل يُعطى له
در قول خود ایاک نعبد و ایاک نستعین اشارہ فرمود است کہ پرستار
صفات رب العالمين. بعد أن يكون من العابدين الفانين.
کامل را بطور ظل صفات رب العالمین دادہ می شود بعد زانکہ از
وقد علمتَ أن كل كمال من كمالات الأخلاق
عابداں فنا شدہ شود۔ و تو دانستی کہ ہر کمال
الإلهية. مُنحصرٌ فى كونه رحمانًا ورحيمًا و
از کمالات اخلاق الٰہیہ منحصر است در
لذالک خصّهما اللّٰه بالبسملة. وعلمتَ أن اسم ﴿۱۲۰﴾
صفت رحمان و رحیم و از بہر ہمیں ایں ہر دو اسم بہ بسم اللہ خاص
محمد وأحمد قد أُقيما مقام الرحمان والرحيم. و
کردہ شدند۔ و دانستی کہ اسم محمد واحمد قائم مقام صفت رحمان
أودعهما كل كمال كان مخفيّا فى هاتين الصفتين
و رحیم است۔ و ہر کمال کہ دریں ہر دو صفت مخفی بود دریں
من اللّٰه العليم الحكيم. فلا شك أن اللّٰه
ہر دو نام نہادہ شد۔ پس ہیچ شک نیست کہ خداتعالیٰ

[1] الفاتحة : ۵

جعل هذين الاسمين ظلّين لصفتيه. ومظهرين لسيرتيه.
ایں ہر دو اسم را برائے ہر دو صفت خود بطور ظل و مظہر
ليُرى حقيقة الرحمانية والرحيمية فى
کردہ است تا کہ بینند حقیقت رحمانیت و رحیمیت را
مراة المحمدية والأحمدية. ثم لمّا كان كُمّل أمّته
در آئینہ محمدیت و احمدیت باز چوں کاملان امت
عليه السلام من أجزائه الروحانية. وكالجوارح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را ہمچو اجزاء روحانیت بودند و ہمچو اعضا بودند
للحقيقة النبوية. أراد اللّٰه لإبقاء آثار هذا
حقیقت نبویہ را ارادہ فرمود خداتعالیٰ برائے باقی داشتن نشان ہائے ایں
النبى المعصوم. أن يورثهم هذين الاسمين كما
نبی معصوم۔ اینکہ وارث کند ایشاں را دریں ہر دو صفت ہم چناں کہ
جعلهم وُرثاء العلوم. فأدخل الصحابة تحت ظل اسم
وارث علوم کردہ است۔ پس صحابہ را زیر ظل اسم محمد داخل کرد
محمد ن الذى هو مظهر الجلال. وأدخل المسيح ﴿۱۲۱﴾
آں اسم کہ مظہر جلال است و داخل کرد مسیح موعود
الموعود تحت اسم أحمد ن الذى هو مظهر الجمال. وما
زیر ظل احمد کہ مظہر جمال است و ایں
وجد هؤلاء هذه الدولة إلّا بالظلية. فإذن ما ثَمَّ شريكٌ
دولت را نیافتند مگر بظلیت۔ پس اکنوں نیست اینجا شریکے

على الحقيقة. وكان غرض اللّٰه من تقسيم هذين
علی وجہ الحقیقت و غرض خداتعالیٰ از تقسیم ایں دو
الاسمين. أن يُفرّق بين الأمة ويجعلهم فريقين. فجعل
اسم ایں بود۔ کہ یک امت را دو امت سازد۔
فريقًا منهم كمثل موسٰى مظهر الجلال. وهم صحابة النبى
پس گروہے را ازیشاں ہمچو موسیٰ از روئے جلال کرد وآں
الذين تصدّوا أنفسهم للقتال. وجعل فريقًا منهم
صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اند کہ برائے قتال خویشتن را پیش کردند
كمثل عيسٰى مظهر الجمال. وجعل قلوبهم ليّنةً
و فریقے را ازوشاں ہمچو عیسیٰ مظہر جمال کرد و دل شاں
وأودع السلم صدورهم وأقامهم على أحسن الخصال.
نرم گردانید و آشتی را در سینہ شاں نہاد و بر احسن خصال
وهو المسيح الموعود والذين اتّبعوه من النّسآء والرجال. ﴿۱۲۲﴾
اوشانرا قائم کرد و آں مسیح موعود است و تابعان او از
فتمّ ما قال موسٰى وما فاه بكلام عيسٰى وتمّ وعد الربّ
زنان و مردان پس بہ تمام رسید آنچہ موسیٰ گفت و آنچہ عیسیٰ گفت
الفعّال. فإن موسٰى أخبر عن صحبٍ كانوا مظهر اسم
و تمام شد وعدہ خداتعالیٰ۔ چرا کہ موسیٰ خبرداد ازاں اصحاب
محمد نبينا المختار. وصور جلال اللّٰه
کہ مظہر اسم محمد بودند و صورت ہائے جلال الٰہی

القهّار. بقوله ”اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ“.[1] وإن عيسى أخبر عن
بودند بقول او کہ اوشاں سخت برکافراں اند۔ و بہ تحقیق عیسیٰ از گروہے
”آخَرِينَ مِنْهُمْ“ وعن إمام تلك الأبرار. أعنى المسيح
دیگر خبر داد و از امام آں نیکاں۔ مراد من آں مسیح
الذى هو مظهر أحمد الراحم الستّار. ومنبع جمال الله
است کہ مظہر احمد است کہ رحم کنندہ و ستار است۔ ومنبع جمال رحیمیت
الرحيم الغفّار. بقوله ”كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ“.[2] الذى هو
است۔ و ایں در قول اوست کہ گفت کہ آں گروہ ہمچو سبزہ نبات است
معجب الكفار. وكل منهما أخبر بصفاتٍ تناسب صفاته
کہ بہ نرمی سر می بردارد و آخر مزارعین را در تعجب می اندازد و ہر یک ازیں ہر دو
الذاتية. واختار جماعة تشابه أخلاقهم أخلاقه المرضية.
موسیٰ وعیسیٰ بداں صفتہا خبرداد کہ مناسب صفات ذاتیہ او بودند۔ واختیار کرد جماعتے را کہ
فأشار موسٰى بقوله ”اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ“.[3] إلى صحابةٍ ﴿۱۲۳﴾
اخلاق اوشاں باخلاق او مشابہ بودند۔ پس موسیٰ بقول خود کہ اشدّاء علی الکفار سوئے
أدركوا صُحبة نبيّنا المختار. وأَروا شدّةً وغلظةً فى
صحابہ رضی اللہ عنھم اشارہ کرد آنانکہ صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یافتند
المضمار. وأظهروا جلال الله بالسيف البتّار. وصاروا
و شدّت و سختی در میدان نمودند۔ و جلال الٰہی بشمشیر برّان ظاہر نمودند
ظلّ اسم محمد رسول الله القهّار.
و ظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدند

[1]، [2]، [3] الفتح : ۳۰

علیه صلوات اللّٰه وأهل السماء وأهل الأرض من الأبرار
بر و سلام خدا و آسمانیاں و زمیناں از نیکاں۔
والأخیار. وأشار عیسى بقوله ”كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ“☆
وعیسیٰ بقول خود معنی فقرہ کزرع اخرج شطأہ
إلى قومٍ ”آخَرِينَ مِنْهُمْ“ وإمامهم المسيح. بل ذكر اسمه
سوئے قومے دیگر و امام شاں کہ مسیح است اشارہ
أحمد بالتصريح. وأشار بهذا المثل الذى جاء فى القرآن
کرد۔ و بدیں مثل کہ در قرآن شریف است
المجيد. إلى أن المسيح الموعود لا يظهر إلّا كنباتٍ ليّنٍ
اشارہ کرد کہ مسیح موعود ظاہر نہ شود۔
لا كالشىء الغليظ الشديد. ثم من عجائب
مگر ہمچو سبزہ نرم نہ ہمچو چیزے کہ غلیظ و شدید است باز از عجائب

☆ الحاشية: اعلم يا طالب العرفان انه ما جاء فى كتاب اللّٰه الفرقان ان الصحابة كانوا رحماء على اهل البغى والعدوان. واما رُحم بعضهم على بعضٍ فلا يخرجهم من الجلاليّة. بل تزيد قوّة الجلال كونهم فى صورة الوحدةِ فانّهم كشخص واحدٍ عنداللّٰه وكالجوارح لحضرة الرسالة. ولايختلج فى قلبٍ انّ مثل الزرع مشتركٌ فى التوراة والانجيل فانّ هٰذا المثل قد خُصّ بكتاب عيسٰى فى التنزيل. ثم لا نجده فى التوراة ونجده فى الانجيل بالتفصيل ومن المعلوم انّ القرّاء الكبار يقفون على قوله تعالٰى مثلهم فى التوراةِ. و لايلحقون به هٰذا المثل عندقراء ة هٰذه الأيات. بل يخصونه بالانجيل يقينًا من غير الشبهات ولاجل ذالک كتب الوقف الجائزعليه فى جميع المصاحف المتداولة وان كنت فى شک فانظر اليهالزيادةالمعرفة. منه

القرآن الكريم أنه ذكر اسم أحمد حكايتًا عن عيسٰى
قرآن کریم این است کہ او از زبان عیسٰی علیہ السلام احمد را
وذكر اسم محمد حكايتًا عن موسٰى. ليعلم أن النبى ﴿۱۲۴﴾
نقل کرد و از موسٰی علیہ السلام اسم محمد تا کہ خواننده بداند کہ نبی
الجلالى أعنى موسى اختار اسمًا يُشابه شأنه. أعنى محمد
جلالی یعنے موسٰی مناسب حال خود اسمے اختیار کرد یعنے محمد کہ
الذى هو اسم الجلال. وكذالك اختار عيسى اسم
اسم جلالی است۔ و عیسٰی علیہ السلام اسم احمد اختیار کرد کہ
أحمد الذى هو اسم الجمال بما كان نبيّا جماليًا وما
اسم جمالی است چرا کہ عیسٰی نبی جمالی بود و ہیچ چیزے از قہر
اعطى له شىء من القهر والقتال. فحاصل الكلام أن كُلًّا
و جلال نداشت۔ پس حاصل کلام این است کہ ایں ہر دو نبی سوئے مثیل خود
منهما أشار إلى مثيله التام. فاحفظ هذه النكتة فإنها تُنجيك
اشارت کرده اند۔ یادگیر ایں نکتہ را چرا کہ آں نجات دہد ترا از وہم ہا۔
من الأوهام. وتكشف عن ساقى الجلال والجمال. وتُرى
و ہر دو ساق جلال و جمال را برہنہ مے کند و بعد
الحقيقة بعد رفع الفدام. وإذا قبلتَ هذا فدخلتَ فى حِفظ
رفع سرپوش حقیقت را وامی نماید۔ پس اگر ایں قبول کردی پس داخل شدی در حفظ
اللّٰه وكلاءه من كل دجّال. ونجوتَ من كل ضلال.
خداتعالٰی از ہر دجال۔ ونجات یافتی از ہر گمراہی۔

﴿۱۲۵﴾

البآب الرابع

باب چہارم

فی تفسیر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ .

اعلم أن الحمد ثناءٌ على الفعل الجميل لمن
بدانکہ حمد تعریفے است بر فعل جمیل کسے را کہ می سزد تعریف را
يستحق الثناء . ومدحٌ لِمُنعمٍ أنعم من الإرادة وأحسن
و مدح است مر منعمے را کہ باراده خود انعام کرده است
كيف شاء . ولا يتحقق حقيقة الحمد كما هو حقّها إلّا
و نیکی کرده است بطوریکہ خواستہ و متحقق نمی شود حقیقت حمد چنانکہ
للذى هو مبدءٌ لجميع الفيوض والأنوار. ومُحسنٌ
حق اوست مگر برائے کسے کہ او مبدء تمام فیضہا ونورہاست و بر وجہ
على وجه البصيرة لا من غير الشعور ولا من الاضطرار.
بصیرت احسان کننده است نہ بغیر اراده و نہ در وقت انتظار۔ پس
فلا يوجد هذاالمعنى إلّا فى اللّٰه الخبير البصير. وإنه هو
یافتہ نمی شوند ایں معنی مگر در خبیر و بصیر۔ و
المحسن ومنه المنن كلها فى الأول والأخير. و
فی الحقیقت محسن ہموں است و ہمہ احسانہا از دست در اول و در آخر

﴿۱۲۶﴾

لـہ الـحـمـد فـی هـذه الـدار وتـلـک الدار. وإليـه يرجع
و او راست تعریف دریںجا و در آنجا وسوئے او آں ہمہ
كـل حـمـد يُـنسب إلى الأغيار. ثم إن لفظ الحمد مصدرٌ
راجع مے گردد کہ سوئے اغیار منسوب کردہ می شود۔ باز لفظ حمد مصدر است کہ
مبـنـيٌّ عـلـى المعلوم والمجهول. وللفاعل والمفعول. من
مبنی است بر معلوم و مجہول۔ و برائے فاعل و مفعول از خدا
الـلّٰـه ذى الـجـلال. ومـعـنـاه أن اللّٰه هو محمّدٌ و هو أحمد
تعالیٰ۔ و معنی او ایں است کہ خدا محمد است و خدا احمد بر وجہ کمال
عـلـى وجـه الـكـمـال. والقرينة الدالة على هذا البيان. أنه
و قرینہ دلالت کنندہ بریں بیان ایں است کہ خداتعالیٰ
تعالى ذكر بعد الحمد صفاتا تستلزم هذا المعنى عند أهل
ذکر کرد بعد حمد آں صفتہا را کہ مستلزم ایں معنے اند و
الـعـرفـان. والـلّٰـه سبحانه أومأ في لفظ الـحـمد إلى صفات
خدائے سُبحانہ اشارت کرد در لفظ احمد سوئے آں صفات
تـوجـد فـي نـوره الـقـديـم. ثـم فسّر الحمد وجعله مخدّرة
کہ در نور قدیم او یافتہ مے شوند و لفظ حمد را آں عروس ساخت
سَـفَـرَتْ عـن وجهها عـنـد ذكـر الرحمان والرحيم. فـإن
کہ در وقت ذکر رحمان و رحیم از برقع روئے خود بیروں آورد۔
الـرحـمـان يـدل عـلـى أن الـحـمـد مبـنـى عـلـى المعلوم.
چراکہ لفظ رحمان دلالت میکند براینکہ صیغہ حمد مبنی بر معلوم است۔

﴿۱۲۷﴾

وّالرحيم يدل على المجهول كما لا يخفٰى على أهل

و لفظ رحیم دلالت بریں میکند کہ لفظ حمد مبنی بر مجہول است

العلوم. وأشار الله سبحانه فى قوله ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ إلى أنه

چنانچہ بر اہل علم پوشیدہ نیست و اشارت کرد در قول او کہ رب العالمین

هو خالق كل شيء ومنه كلما فى السّمٰوات والأرضين.

است سوئے اینکہ پیدا کنندہ ہر یک چیز خداست و ازدست ہرچہ در

ومن العالمين ما يوجد فى الأرض

آسمانہا و زمینہا است۔ و از جملہ عالمہا آناں ہستند کہ برزمین یافتہ می شوند از

من زمر المهتدين. وطوائف الغاوين والضالين. فقد

گروہ ہا ہدایت یافتگاں و گروہ ہائے گمراہاں۔ پس گاہے زیادہ مے شود عالم

يزيد عالم الضلال والكفر والفسق وترك الاعتدال.

گمراہی و کفر و فسق و ترک اعتدال تا بحدے کہ

حتى يملأ الأرض ظلمًا وجورًا ويترك الناس طرقَ

زمین از ظلم و جور پُر می شود و مردم راہ ہائے خدا ترک

اللّٰهِ ذاَ[1] الجلال. لا يفهمون حقيقة العبودية. ولا

می کنند۔ نمی فہمند حقیقت عبودیت را و نہ

يؤدّون حق الربوبية. فيصير الزمان كالليلة

ادا مے کنند حق ربوبیت را پس زمانہ ہمچو شب تاریک

الليلاء. ويُداسُ الدين تحت هذه اللأوَاء.

مے گردد و دین زیر سختی ہا کوفتہ مے شود۔

[1] سہو کتابت ہے درست ذِی ہے (ناشر)

﴿۱۲۸﴾

ثمّ یأتی اللّٰہ بعالم آخر فتُبَدّل الأرضُ غیر الأرض و
باز خداتعالیٰ عالمے دیگر ظاہر مے فرماید پس مبدل می شود زمین
ینزل القضاء مُبدلا من السماء . ویُعطَی للناس قلبٌ
و نازل می شود تقدیر نو از آسمان۔ و دادہ
عارفٌ ولسانٌ ناطقٌ لشکر النعماء . فیجعلون
می شود مردم را دل شناسندہ و زبان گویندہ برائے شکر نعمت پس نفسہائے خود را
نفوسهم کمورٍ مُعَبَّدٍ لحضرة الکبریاء . ویأتونه
برائے خدا تعالیٰ ہمچو راہ نرم کردہ می کنند و می آیند پیش او بخوف و رجاء
خوفًا ورجاءً بطرف مغضوضٍ من الحیاء . و
و بچشم پوشیدہ از حیا۔ و روئے کہ کردہ باشند سوئے قبلہ
وجه مقبل نحو قبلة الاستجداء . وهمّة فی العبودیة قارعة
طلب بخشش و بہ ہمتے کہ از عبودیت سر بلندی را مس کردہ
ذُروَة العلاء . ویشتد الحاجة إلیهم إذ انتهی الأمر إلی
باشد۔ و سخت می شود حاجت سوئے شاں چوں امر
کمال الضلالة. وصار الناس کسباع أو نَعَمٍ من
مردم تا کمال گمراہی برسد۔ ومردم ہمچو درندگان یا چارپایاں از
تغیر الحالة. فعند ذالک تقتضی الرحمة الإلهیة
تغیر حالت شوند پس دریں وقت رحمت الٰہی تقاضا می کند
والعنایة الأزلیة أن یُخلق فی السماء ما یدفع
و عنایت ازلی می خواہد کہ درآسمان آنرا پیدا کند کہ دفع

﴿۱۲۹﴾

الظلام. ویھدم ما عمّر إبلیسُ و أقام.
تاریکی کند و بشکند آنچہ ابلیس عمارت کرد و قائم کرد۔ از مکانہا و
من الأبنیة والخیام. فینزل إمامٌ من الرحمٰن.
خیمہا پس نازل می شود امامے از رحمان تا دفع کند لشکر
لیذُبّ جنود الشیطان. ولم یزل ھذہ الجنود و
شیطان را۔ و ہمیشہ ایں لشکر و آں لشکر جنگ می کنند۔
تلک الجنود یتحاربان. ولا یراھم إلّا من
و نمے بینند اوشانرا مگر کسے کہ او را چشم دادہ باشند تا بجدے کہ گردنہائے
اعطی لہ عینان. حتی غُلّ أعناق الأباطیل. وانعدم
باطل بستہ می شوند و دلائل شاں معدوم می شوند پس ہمیشہ
ما یُری لھا نوع سراب من الدلیل. فما زال
می باشد امام غالب بر دشمناں مدد کنندہ آنرا کہ
الإمام ظاھرًا علی العِدا. ناصرًا لمن اھتدی.
ہدایت یابد بلند کنندہ نشانہائے ہدایت را زندہ کنندہ
معلیا معالم الھدی مُحییًا مواسم التُّقٰی. حتی یعلم الناس
نشانہائے تقویٰ را تا بدانند مردم کہ او قید کرد طواغیت کفر را
أنہ أَسَر طواغیت الکفر وشدّ وثاقھا. وأخذ سباع
و مضبوط کرد قید آنہا را و گرفت درندہ ہائے دروغ را و بست
الأکاذیب وغلّ أعناقھا. وھدم عمارۃ البدعات وقوّض
آنہا را بشکست عمارت بدعات و ویران کرد بنائے

﴿۱۳۰﴾

قبّابها. وجمع كلمة الإيمان ونظم أسبابها.
گرد بر آورده او و جمع کرد کلمۂ ایمان را و منتظم کرد اسباب آنرا و قوی کرد
وقوّى السلطنة السماوية وسدّ الثغور. وأصلح
آسمانی سلطنت را و رخنہائے او را بند کرد و اصلاح شان او
شأنها وسدّد الأمور. وسكّن القلوب الراجفة.
کرد و امور او درست کرد وتسکین داد دلہائے لرزندہ را۔ و
وبكّت الألسنة المرجفة. وأنار الخواطر المظلمة.
لاجواب کرد زبانہائے دروغ گوئندہ را۔ و روشن کرد دلہائے تاریک را
وجدّد الدولة المخلقة. وكذالك يفعل الله الفعّال.
و تازہ کرد دولت کہنہ را۔ و ہم چنیں مے کند خدائے
حتى يذهب الظلام والضلال. فهناك ينكص
فعال۔ تا بحدے کہ دور مے شود تاریکی و گمراہی۔
العدا على أعقابهم. ويُنكّسون ما ضربوا من
پس در آن وقت پس پا می روند دشمن و نگون مے کنند
خيامهم. ويحلّون ما اربوا من آرابهم. ومن أشرف
آنچہ زدند از خیمہ ہا و بکشائند آنچہ زدند از گرہ ہا
العالمين. وأعجب المخلوقين. وجود الأنبياء
شریف تر عالم ہا وجود انبیاء و
والمرسلين. وعباد الله الصالحين الصدّيقين.
مرسلان است۔ و بندگان خدا کہ صالح و صدیق اند

﴿۱۳۱﴾

فَإنهم فاقوا غيرهم فى بث المكارم وكشفِ المظالم
چرا کہ اوشاں سبقت بردند از غیر خود در شائع کردن مکارم و دور
وتهذيبِ الأخلاق. وإرادةِ الخير للأنفس والآفاق.
کردن مظالم و تہذیب اخلاق۔ و ارادہ کردن نیکی برائے خویشاں و
ونشرِ الصلاح والخير. وإجاحةِ الطلاح والضير.
و دوراں و شائع کردن نیکی و دور کردن تباہی
وأمرِ المعروف والنهيِ عن الذمائم.
و ضرر را و امر معروف و منع کردن از بدی ہا۔
وسوقِ الشهوات كالبهائم. والتوجّهِ إلى رب العبيد.
و از راندن شہوات ہمچو بہائم و توجہ کردن سوئے
وقطعِ التعلّق من الطريف والتليد. والقيامِ على
خداتعالیٰ۔ وقطع تعلق کردن از مال نو و مال کہنہ۔
طاعة الله بالقوة الجامعة. والعُدّة الكاملة. والصولِ
و قیام کردن بر فرمانبرداری خداتعالیٰ بقوت جامعہ و طیاری
علی ذراری الشیطان بالحشود المجموعة.
کاملہ و حملہ کردن بر ذریت شیطان با لشکر
والجموع المحشودة. وتركِ الدنيا للحبيب.
جمع کردہ و جماعتہائے جمع شدہ و ترک دنیا برائے دوست
والتباعُدِ عن مغناها الخصيب. وتركِ مائها
و دور شدن ازجائے آں کہ با زراعت است

﴿۱۳۲﴾

وَمرعاها كالهجرة. وإلقاء الجران في الحضرة.
و ترک کردن آب دنیا و چراگاہ دنیا ہمچو ہجرت و انداختن پیش کردن در
إنهم قومٌ لا يتمضمض مقلتهم بالنوم. إلّا في
حضرت باری۔ آں قومے است نہ در آورد پیغولہ چشمِ شاں خواب را مگر در حبّ
حبّ اللّٰه والدعاء للقوم. وإن الدنيا في أعين
خدا و دعا برائے قوم و دنیا در چشم اہل او
أهلها لطيف البُنية مليح الحِلية. وأمّا في
لطیف بُنیہ است و ملیح حلیہ اوست۔ مگر در چشم شاں
أعينهم فهي أخبث من العِذرة. وأنتن عن☆ المَيُتة. أقبلوا
پس خبیث تر از گندگی و بدبوتر از مردار است۔
على اللّٰه كل الاقبال. ومالوا إليه كل الميل
توجہ کردند سوئے خدا کامل توجہ و میل کردند سوئے او
بصدق البال. وكما أن قواعد البيت مقدّمة
ہمہ میل بصدق دِل و چنانکہ قاعدہ ہائے بیت
على طاقٍ يُعقد. ورواق يُمهّد. كذالك هؤلاء
مقدم اند بر طاق ہائے کہ ساختہ می شوند و از پردہ ہائے بیروں کشیدہ
الكرام مقدّمون في هذه الدار على كل
از عمارت۔ ہم چنیں ایں بزرگان مقدم اند دریں خانہ دنیا بر ہر
طبقة من طبقات الأخيار. وأُرِيتُ أن أكملهم
طبقہ از نیکاں و من از کشف در یافتہ ام کہ

☆ سہو کتابت ہے درست من ہے (ناشر)

﴿۱۳۳﴾

وأفضلهم وأعرفهم وأعلمهم نبينا المصطفٰى. عليه
اکمل شان و افضل شان و اعرف و اعلم شان پیغمبر
التحية والصلاة والسلام فى الأرض والسماوات العُلى.
ما صلی اللہ علیہ وسلم است۔ و
وإن أشقى الناس قومٌ أطالوا الألسنة
بدبخت ترین مردم کسانے ہستند کہ زبانہا برو دراز
وصالوا عليه بالهمز وتجسس العيب. غير مطّلعين
کردند بہ عیب جوئی بے آنکہ بر راز پوشیدہ خبر باشد
على سرّ الغيب. وكم من ملعونٍ فى الأرض يحمده
و بسیار کس اند کہ لعنت کردہ مے شود بروشاں در
اللّٰه فى السماء. وكم من مُعظّمٍ فى هذه الدار
زمین و تعریف او شاں می کند خدا بر آسمان و بسیار کس دریں دنیا
يُهان فى يوم الجزاء. ثم هو سبحانه أشار فى قوله
تعریف کردہ می شوند و در آخرت ذلیل کردہ خواہند شد باز اشارت
"رَبِّ الْعَالَمِينَ" إلى أنه خالق كل شيءٍ وأنه
کرد بکلمہ خود رب العالمین کہ او خالق ہر چیز است و
يُحمد فى السماء والأرضين. وأن الحامدين كانوا
تعریف کردہ مے شود در زمین و آسمان و حمد کنندگان
على حمده دائمين. وعلى ذكرهم عاكفين. و
بر حمد او مداومت میکنند و بر ذکر او قائم اند و

﴿۱۳۴﴾

إنّ من شیءٍ إلّا یُسَبّحه ویحمده فی کل حین.
ہر چیز تعریف او می کند و بندہ چوں از ارادہ ہائے خود
وإن العبد إذا انسلخ عن إراداته. وتجرّد عن
منسلخ گشت۔ و از جذبات خود متجرد گشت
جذباته. وفنی فی اللّٰه وفی طرقه وعباداته. و
و در عبادات او و در راہ ہائے او فنا شد شناخت آں رب
عرف ربّه الذی ربّاه بعنایاته. حمده فی سائر
را کہ پیدا کردہ ہمہ اوقات تعریف او خواہد کرد۔
أوقاته. وأحبّه بجمیع قلبه بل بجمیع ذرّاته.
و بہمہ دل او را دوست خواہد داشت۔ پس
فعند ذالک هو عالمٌ من العالمین. ولذالک
دریں وقت اوعالمے است از عالمہا۔ واز بہر ہمیں
سُمّی إبراهیم أمّة فی کتاب أعلم العالمین.
در قرآن کریم نام ابراہیم امت نہادہ شد
ومن العالمین زمان أُرسِلَ فیهم خاتم النبیین. و
و از عالم ہا یکے آں عالم است کہ خاتم النبیین درو فرستادہ
عالم آخر فیه یأتی اللّٰه بآخرین من المؤمنین. فی
شد و عالمے دیگر آں است کہ مؤخر کردہ شدند درو مومنان در آخر
آخر الزمان رحمة علی الطالبین. وإلیه أشار
زمانہ برائے رحمت طالبان۔ و سوئے ایں

﴿۱۳۵﴾

فی قولہ تعالی ”لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ“.[۱]
اشارہ کردہ است در قول او تعالیٰ کہ او را حمد است در اول و

فأومأ فيه إلى أحمدين وجعلهما من
آخر۔ پس اشارت کرد سوئے دو احمد و گردانید آں ہر دو را از

نعمائه الكاثرة. فالأوّل منهما أحمد ن المصطفٰى
جملہ نعمتہائے بسیار۔ پس اول ازوشاں احمد مصطفیٰ و نبی ما

ورسولنا المجتبٰى. والثانى أحمد آخر الزمان. الذى
برگزیدہ است۔ و دوم احمد آخرالزمان است آنکہ

سُمّى مسيحا ومهديّامن اللّٰه المنّان. وقد
نام او مسیح و مہدی است از خدائے منان۔ و

استنبطت هذه النكتة من قوله” اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ“.[۲]
مستنبط مے شود ایں نکتہ از قول او الحمد للہ رب العالمین۔

فليتدبّر من كان من المتدبرين. وعرفتَ
پس باید کہ تدبر کند ہر چہ تدبر کنندہ باشد و تو بدانستی

أن العالمين عبارة عن كل موجود سوى اللّٰه
کہ لفظ عالمین مراد است از ہر موجود سوائے

خالق الأنام. سواء كان من عالم الأرواح
خداتعالیٰ برابر است کہ از عالم ارواح باشد یا از

أو من عالم الأجسام. وسواء كان من مخلوق الأرض
عالم اجسام۔ و برابر است کہ از مخلوق ارض

[۱] القصص :۷۱ [۲] الفاتحة :۲

﴿۱۳۶﴾

أوَ كالشمس والقمر وغيرهما من الأجرام. فكلٌّ من
باشد یا ہمچو شمس و قمر از اجرام۔ پس تمام
العالمين داخلٌ تحت ربوبية الحضرة. ثم إن فيض
عالم داخل است تحت ربوبیت حضرت باری تعالیٰ و ایں
الربوبيّة أعمّ وأكمل وأتمّ من كل فيض يُتَصَوَّرُ فى
فیض عام تر و تمام تر کامل تر است از ہر فیضے کہ تصور کردہ شود
الأفئدة. أو يجرى ذكره على الألسنة. ثم بعده فيض عام
در دل ہا باز بعد زیں فیض صفت رحمانیت است
وقد خُصّ بالنفوس الحيوانيّة والإنسانيّة. وهو فيض صفة
و ذکر آں کرد خدا تعالیٰ بقول او الرحمٰن و
الرحمانيّة. وذكره اللّٰه بقوله "الرَّحْمٰنِ" وخصه
خاص کرد او را بنفوس حیوانی و انسانی۔
بذى الروح من دون الأجسام الجمادية والنباتية.
و بہر نفس کہ جانے دارد و بعد
ثم بعد ذالك فيضٌ خاصٌّ وهو فيضُ صفة
زاں فیضے دیگر است و آں فیض صفت رحیمیت
الرحيميّة. ولا ينزل هذا الفيض إلّا على النفس التى
است و ایں فیض نازل نمی شود مگر بر نفسے کہ برائے
سعَى سعيها لكسب الفيوض المترقّبة. ولذالك
فیوض مترقبہ حق کوشش بجا آرد۔ و از بہر ہمیں

﴿۱۳۷﴾

یختص بالذین آمنوا وأطاعوا ربًّا کریمًا. کما
ایں فیض خاص است بکسانے کہ ایمان آورند و طاعت کنند
صُرّح فی قولہ تعالٰی ”وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا“۔[1]
رب کریم را چنانکہ تصریح کردہ شدہ در قول او تعالیٰ کہ خدا رحیم
فثبت بنص القرآن أن الرحیمیة مخصوصة
مومناں است پس ثابت شد از نص قرآن کہ صفت رحیم
بأهل الإیمان. وأمّا الرحمانیة فقد
بودن باہل ایمان خاص است مگر رحمانیت شامل است
وسعت کل حیوان من الحیوانات. حتی ان
ہر حیوان را بحدے کہ
الشیطان نال نصیبًا منها بأمر حضرة ربّ الکائنات.
شیطان ہم نصیبے ازاں یافتہ است بحکم خدائے کائنات۔
وحاصل الکلام ان الرحیمیة تتعلق
و حاصل کلام این است کہ رحیمیت تعلق میدارد
بفیوضٍ تترتب علی الأعمال. ویختص☆
بآں فیض ہا کہ بر اعمال مترتب می شوند۔ وخاص است
بالمؤمنین من دون الکافرین وأهل الضلال. ثم
بمومنان بدون کافران و گمراہان۔ باز
بعد الرحیمیّة فیضٌ آخر وهو فیض الجزاء الأَتمّ
بعد رحیمیت فیضے دیگر است وآں فیض جزاء

[1] الاحزاب : ۴۴ ☆سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ”تختص“ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۱۳۸﴾

والمكافات. وإيصال الصالحين إلى نتيجة
و مکافات است۔ و رسانیدن صالحان تا نتیجہ
الصالحات والحسنات. وإليه أشار
صلاح و عمل نیک۔ و سوئے ایں اشارہ
عزّ اسمه بقوله "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"[1] و
کردہ است بقول او کہ رب العالمین۔ و آں آخر
إنه آخر الفيوض من رب العالمين. وما ذُكر
فیوض است از رب العالمین۔ و ذکر نکردہ شد
فيضٌ بعده فى كتاب الله أعلم العالمين. والفرق
فیضے بعد آں در کتاب اللہ کہ اعلم العالمین۔ و
فى هذا الفيض وفيض الرحيمية. أن الرحيمية
فرق دریں فیض و فیض رحیمیت این است کہ
تُبلّغ السالک إلى مقام هو وسيلة النعمة.
رحیمیت سالک را می رساند تا مقامے کہ آں وسیلہ
وأمّا فيض المالكية بالمجازات. فهو يُبلّغ
نعمت است مگر فیض مالکیت بجزا دادن۔ پس آں
السالک إلى نفس النعمة وإلى منتهى الثمرات.
مے رساند سالک را تا نفس نعمت و ثمرہ آخری۔
وغاية المرادات. وأقصى المقصودات. فلا
و مراد آخری۔ و مقصود آخری۔ پس

[1] الفاتحة : ۴

﴿۱۳۹﴾

خَفاء أن هذا الفيض هو آخر الفيوض
پوشیدہ نیست کہ ایں فیض فیض آخری است از
من الحضرة الأحدية. وللنشأة الإنسانية كالعلّة
خداتعالیٰ۔ وبرائے پیدائش انسانیہ ہمچو علّت غائیہ
الغائية. وعليه يتم النعم كلها و
و برو کامل می شوند ہمہ نعمت ہا و دائرہ
تستكمل به دائرة المعرفة ودائرة السلسلة.
معرفت و سلسلہ بکمال می رسد۔ آیا نمی بینی کہ
ألا ترى أن سلسلة خلفاء موسٰى انتهت إلى
سلسلہ خلفاء موسیٰ ختم شد بر نکتہ مالکِ
نُكتة مالك يوم الدين. فظهر عيسى فى آخرها وبُدِّلَ
یوم الدین۔ پس ظاہر شد عیسیٰ علیہ السلام در آخر سلسلہ و
الجور والظلم بالعدل والإحسان من غير
مبدل کرد جور و ظلم را بعدل و احسان بغیر جنگ و
حرب ومُحاربين. كما يُفهم من لفظ الدين
جنگ کنندگان ہم چناں کہ فہمیدہ می شود از لفظ دین چرا کہ او
فإنه جاء بمعنى الحلم والرفق فى لغة العرب و
آمدہ است بمعنی نرمی کردن در زبان
عند أدبائهم أجمعين. فاقتضت مماثلة نبيّنا
عرب۔ پس تقاضا کرد مماثلت نبی ما

﴿۱۴۰﴾

بموسی الکلیم. ومشابهة خلفاء موسٰی بخلفاء نبینا
بموسیٰ۔ و مماثلت خلفاء موسیٰ بخلفاء
الکریم. أن یظهر فی آخر هذه السلسلة رجلٌ یُشابه
نبی کریم ما۔ اینکہ ظاہر شود در آخر ایں سلسلہ
المسیح. ویدعو إلی اللّٰه بالحلم ویضع الحرب ویُقرِبُ
مسیح و بخواند سوئے خدا بہ نرمی و ترک کند جنگ را
السیف الُمُجیح. فیحشر الناس بالآیات من الرحمان. لا
در خلاف کند شَمشیر ہلاک کنندہ را پس حشر مردم بر نشان ہائے
بالسیف والسنان. فیُشابه زمانه زمان القیامة ویوم
خدا شود نہ بہ نیزہ و سنان۔ پس مشابہ باشد
الدین والنشور. ویملأ الأرض نورًا کما مُلئت
زمانہ او بروز قیامت و پرکردہ شود زمین
بالجور والزور. وقد کتب اللّٰه أنه یُرِی نموذج یوم
بنور چنانچہ پُر بود بظلم و دروغ۔ و نوشتہ است خداتعالیٰ
الدین قبل یوم الدین. ویحشر الناس بعد موت
کہ او بنماید نمونہ قیامت قبل از قیامت و
التقویٰ وذالک وقت المسیح الموعود وهو
حشر کردہ شوند مردم بعد از موت پرہیزگاری وآں وقت مسیح
زمان هذا المسکین. وإلیه أشار فی آیة
است و آں وقت ایں مسکین است و سوئے ایں اشارہ

﴿۱۴۱﴾

یَّوم الدین. فلیتدبّر من کان من
اشارہ کرد در آیت یوم الدین۔ پس تدبر کند تدبر کنندہ۔
المتدبّرین. وحاصل الکلام ان فی
و حاصل کلام ایں است کہ درایں صفات کہ خاص
ہذہ الصفات التی خُصّت باللّٰہ ذی
کردہ شدہ اند بخدائے ذو الفضل و الاحسان حقیقتے
الفضل والإحسان. حقیقة مخفیّة ونبأً
پوشیدہ است و خبرے پنہاں از خدا تعالیٰ و آں
مکتومًا من اللّٰہ المنّان. وهو أنه تعالی
ایں است کہ ارادہ کرد او سبحانہ کہ رسول خود را
أراد بذکرها أن یُنبئَ رسوله بحقیقة هذه
از حقیقت ایں صفات خبر دہد۔ پس خواص آں صفات را
الصفات. فأرَی حقیقتها بأنواع التأییدات.
بانواع تائیدات بنمود۔ پس پرورش کرد نبی خود را و صحابہ
فربّی نبیّه وصحابته فأثبت بها أنه رب العالمین.
او را و ثابت کرد کہ او رب العالمین است۔ باز کامل کرد بروشاں
ثم أتمّ علیهم نعماءه برحمانیته من غیر عمل العاملین.
رحمانیت خود را بغیر عمل عاملے۔
فأثبت بها أنه أرحم الراحمین. ثم أراهم عند
پس ثابت کرد بآں ارحم الراحمین بودن خود باز کوششِ اوشاں

﴿۱۴۲﴾

عَمّلهم برحمة منه أيادي حمايته. وأيّدهم بروح منه
را برحمت خود قبول نمود و در ظل حمایت خود جا داد و از طرف خود
بعنايته. ووهب لهم نفوسًا مطمئنة. وأنزل عليهم سكينة
مدد ایشاں کرد۔ و اوشاں را نفوس مطمئنہ بخشید۔ و برو شاں
دائمة. ثم أراد أن يريهم نموذج مالِكِ يوم الدين. فوهب
سکینت نازل فرمود۔ باز ارادہ کرد کہ اوشانرا نمونہ مالک یوم الدین بنماید۔
لهم الملك والخلافة وأَلْحقَ أعداء هم بالهالكين.
پس بخشید او شانرا ملک و خلافت و لاحق کرد دشمنان ایشاں را بہلاک شدگان
وأهلك الكافرين وأزعجهم إزعاجًا. ثم أرى نموذج
و ہلاک کرد کافراں را و از بیخ برکند باز نمونہ حشر بنمود
النشور فأخرج من القبور إخراجًا. فدخلوا في دين الله
پس از قبرہا بیروں آمدند پس در دین خدا فوج در فوج داخل شدند۔
أفواجًا. وبدروا إليه فرادى وأزواجًا. فرأى الصحابة
و شتابی کردند سوئے او یک یک و گروہ گروہ پس دیدند صحابہ مردگان را کہ
أمواتًا يلقون حياة ورأوا بعد المحل ماءً ا ثجّاجًا.
ے یابند زندگی را و دیدند بعد خشک سال آب رواں را۔ و آں زمانہ کہ
وسمى ذالك الزمان يوم الدين. لأن الحق حصحص
نام او دین نہادند چراکہ در و حق ظاہر شد و در
فيه ودخل في الدين أفواج من الكافرين. ثم
دین فوجہا داخل شدند کہ پیش ازیں کافر بودند۔ باز

﴿۱۴۳﴾

أرادَ أن يُرى نموذج هذه الصفات فی آخرین من الأمّة.
اراده کرد که ایں صفات را در آخرین بنماید

ليكون آخر المِلّة كمثل أوّلها فی الكيفية. و
تا که امر مشابہت بامم سابقہ بکمال رسد

ليتمّ أمر المشابهة بالأمم السابقة، كما أُشير إليه فی
چنانچہ اشارہ کردہ شد سوئے او

هذه السورة. أعنی قوله ”صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ “[1]
دریں سورہ مراد میدارم قول او تعالیٰ

فتدبّر ألفاظ هذه الآية. وسمّى زمان
صراط الذین انعمت علیھم۔ پس فکر کن در ایں آیت۔ و نام زمانہ

المسيح الموعود يوم الدين. لأنه زمان يحيٰى
مسیح یوم الدین نہادہ شد چرا کہ او زمانے است کہ

فيه الدّين. وتحشر الناسُ ليقبلوا باليقين. ولا شک
درو دین زندہ خواہد شد۔ و ہیچ شک

ولا خلاف أنه رَبَّى زماننا هذا بأنواع التربية.
نیست و نہ خلاف کہ او تربیت ایں امت کردہ است و

وأرانا كثيرًا من فيوض الرحمانية والرحيمية.
گوناگوں۔ و بسیارے از فیض ہائے رحمانیت و رحیمیت مارا بنمود۔

كما أرى السابقين من الأنبياء والرسل. وأرباب
چنانکہ بنمود سابقان را از انبیاء و رسولاں و

[1] الفاتحة :۷

﴿۱۴۴﴾

اَلْـولاية والـخـلّة. وبَـقِيَــت الــصــفة الــرابــعة مـن
اولیاء و اصفیاء و باقی ماندہ صفت رابع ازیں

هـذه الـصـفـات. أعـنـى التـجـلّـى الذى يُظهـر فـى حُلّة
صفات اربعہ مراد میدارم آں تجلی را کہ ظاہر شود در

مــلـک أو مـــالـک فـــى يـوم الــدين لـلـمـجـازات.
لباس بادشاہاں در روز جزا۔ پس او را گردانید برائے

فـجـعـلــه لـلـمسيـح الـمـوعـود كــالمعجزات. وجعله
مسیح موعود و مقرر کرد او را حکم و مظہر حکومت سماویہ

حَـكَـمًـا ومَـظهـرًا لـلـحـكـومة السـمـاوية بتـأييـد
بتائید غیب و نشانہا۔ و عنقریب خواہی دانست

مـن الـغـيــب والآيــات. وستـعـلـم عـنـد تفسير ’’أَنْعَمْتَ
وقت تفسیر آیت انعمت علیھم ایں حقیقت را۔ و من

عَـلَيْهِمْ‘‘ هـذه الـحـقـيـقة. ومــا قـلـتُ مـن عند نفسى بل
از طرف خود نگفتم بلکہ از خدائے خود ایں

أُعـطِـيــتُ مـن لـدن ربـى هـذه الـنـكــات الـدقيقة. ومن
نکتہ ہائے باریک را یافتہ ام۔ و آنکہ تدبر کند حق

تـدبــرهـا حق التـدبــر وفـكّـر فى هذه الآيـات علم أن
تدبر دریں آیت ہا۔ خواہد دانست کہ خدا خبر

اللّٰــه أخبـر فيهـا عن المسيح ومن[1] زمنــه الذى هو زمن
دادہ است دریں آیت از مسیح و زمانہ پُر برکت او

[1] سہو کتابت ہے عن ہونا چاہئے۔(ناشر)

﴿۱۴۵﴾

اَلْبَرکات. ثم اعلم أن هذه الآیات قد وقعت

باز بداں کہ ایں آیات ہمچو حد معرفت

کحدٍّ مُعَرِّفٍ للّٰہ خالق الکائنات. وإن کان

خداوند تعالیٰ است اگرچہ ذات

اللّٰہ تَعَالٰی ذاتہ عن التحدیدات. ومن ھذا

خدا از حد بست بلند تر است۔ و ازیں

التعلیم والإفادۃ. یتضح معنی کلمۃ الشھادۃ.

تعلیم و شہادت واضح می شود معنی کلمہ شہادت

التی ھی مناط الإیمان والسعادۃ. وبھذہ الصفات

آں کلمہ کہ مدار ایمان و سعادت است۔ و بدیں

استحق اللّٰہ الطاعۃ وخُصّ بالعبادۃ. فإنہ

صفات خداتعالیٰ مستحق بندگی شد و خاص کردہ شد برائے پرستش۔ چرا کہ

ینزل ھذہ الفیوض بالإرادۃ. فإنک إذا قلتَ

او ایں فیضہا بالارادہ نازل می فرماید۔ چرا کہ چوں گفتی

لا إلہ إلّا اللّٰہ فمعناہ عند ذوی الحصات.

لا الٰہ الا اللّٰہ پس معنی او نزد عقلمنداں ایں

أن العبادۃ لا یجوز لأحدٍ من المعبودین أو

است کہ بجز آں کس کہ ایں صفات

المعبودات. إلّا لذاتٍ غیر مُدرکۃ مُستجمعۃ

مے دارد پرستش کسے را نمے سزد

﴿۱۴۶﴾

لہٰذہ الصفات. أعنی الرحمانیة والرحیمیة اللتین هما
یعنے مراد مے دارم رحمانیت و رحیمیت را

أوّل شرط لموجود مستحق للعبادات. ثم اعلم
و آں اول شرط است برائے مستحق عبادت۔

أن اللّٰه اسم جامد لا تُدرَک حقیقته لأنه
باز بدانکہ اسم اللہ جامد است حقیقت او

اسم الذات. والذات لیس من المدرکات. وکل
معلوم نیست چرا کہ آں اسم ذات است و ذات او

ما یُقال فی معناه فهو من قبیل الأباطیل والخزعبیلات.
بالاتر از دریافت است و ہرچہ در معنی اللہ می گویند از قبیل

فإن کُنهَ البارئ أرفع من الخیالات.
باطل است چرا کہ کنہ باری بلند تر از قیاسات

وأبعد من القیاسات. وإذا قلتَ محمدٌ رسول
و خیالات است۔ و چوں گفتی

اللّٰه فمعناه أن محمّدًا مظهر صفات
محمد رسول اللہ پس معنی آں ایں است کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

هذه الذات وخلیفتها فی الکمالات.
مظہر صفات ایں ذات و در کمالات خلیفہ اوست۔ و تمام

ومُتمّم دائرة الظلّیة وخاتم الرسالات. فحاصل
کنندہ دائرہ ظلیت و خاتم رسالت است۔ پس حاصل

﴿۱۴۷﴾

مـا أُبـصر وأرى. أن نبينـا خيـر الـورَى. قد ورث صفتى
آنچہ مے بینم ایں است کہ نبی کریم ما وارث ہر دو صفت

ربّنـا الأعلـٰى. ثـم ورث الـصحـابة الـحقيـقة
خدائے ماست۔ باز صحابہ وارث حقیقت

الـمـحـمـدية الـجـلالية كـمـا عـرفـتَ فيـمـا
محمدیہ جلالیہ شدند چنانکہ پیش ازیں دانستی و

مـضـى. وقـد سُـلم سيـفهـم فـى قـطـع دابـر المشـركين.
شمشیر شاں در قلع قمع مُشرکاں مسلم است۔ و یاد شاں

ولهـم ذكـر لا يُـنسـى عند عبـدة الـمـخـلـوقيـن. وإنهم
چیزے است کہ مشرکاں فراموش نخواہند کرد اوشاں حق صفت

أدّوا حـق صـفة الـمـحـمّـدية. وأذاقـوا كثيـرا
محمدیت ادا کردند و بسیارے را دست ہائے حرب چشانیدند

مـن الأيـدى الحربية. وبقيت بعد ذالک صفة الأحمدية.
و باقی ماند صفت احمدیت کہ رنگین

التـى مُـصَبّـغة بـالألـوان الـجـمـالية. مـحـرقة
است برنگ ہائے جمال۔ و سوختہ است

بـالـنيـران الُـمُـحِبّية. فـورثهـا الـمسيـح الـذى بُـعث
بآتش محبت۔ پس وارث آں مسیح موعود گشت کہ در

فـى زمـن انـقـطـاع الأسباب. وتكسر الُمِلّة من الأنياب.
زمانہ انقطاع اسباب و تباہی ملت آمد۔

﴿۱۴۸﴾

وفقدان الأنصار والأحباب. وغلبة الأعداء وصول
و کمی مددگاراں و دوستاں و در وقت غلبہ
الأحزاب. ليُرِی اللّٰه نموذج مالک يوم الدين.
دشمناں تا کہ خداتعالیٰ نمونہ مالکِ یوم
بعد ليالی الظلام. وبعد انهدام قوّة الإسلام.
الدین بنماید بعد زینکہ قوت اسلام منہدم
وسطوة السلاطين. وبعد كون المِلّة كالمستضعفين.
شد و سطوت سلاطین نماند و ملت
فاليوم صار ديننا كالغرباء . وما
کمزور گشت و باقی نماند او را
بقيت له سلطنة إلّا فی السماء . وما عرفه
سلطنت مگر بر آسمان۔ و نشناختند
أهل الأرض فقاموا عليه كالأعداء . فأُرسل
آنرا اہلِ زمین پس ہمچو دشمناں برخواستند۔ پس فرستادہ
عند هذا الضعف وذهاب الشوكة عبدٌ من
شد بر وقت ایں کمزوری دین بندہ از بندگان
العباد. ليتعهّد زمانًا ماحِلا تعهّد العِهاد. و
تا کہ زمانہ قحط را ہمچو باراں تعہد کند
ذالک هو المسيح الموعود الذی جاء عند ضعف
و آں ہماں مسیح موعود است کہ در وقت ضعف

﴿۱۴۹﴾

الإسلام. لِيُرِی اللّٰہ نموذج الحشر والبعث والقيام.
اسلام آمد تا کہ بنماید خداتعالیٰ نمونہ حشر و بعث و

ونموذج يوم الدين. إنعامًا منه بعد موت
یوم دین بطور انعام بعد مردن مردم

الناس كالأنعام. فاعلم أن هذا اليوم يوم
ہمچو چارپایاں پس بدان کہ ایں روز یوم الدین است۔ و عنقریب

الدين. وستعرف صدقنا ولو بعد حين. وههنا نكتة
صدق ما خواہی دانست و اینجا نکتہ است کشفی

كشفية ليست من المسموع. فاسمع مُصغيًا و
کہ از قبیل مسموع نیست۔ پس بشنو در

عليك بالمودوع. وهو أنه تعالٰی ما اختار لنفسه
حالیکہ گوش سوئے من داری و بر تو واجب است

ههنا أربعة من الصفات. إلّا لِيُرِی نموذجها
کہ سکینت و وقار اختیار کنی وآں ایں است کہ اختیار نکردہ

فی هذه الدنيا قبل الممات. فأشار فی قوله ” لَهُ الْحَمْدُ فِی
است خدا تعالیٰ برائے نفس خود ایں ہر چہار صفت را مگر برائے اینکہ

الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ “[1] إلی أن هذا النموذج يُعطی
نمونہ شاں در ہمیں دنیا قبل از موت نماید پس اشارہ نمود در قول خود کہ

لصدر الإسلام. ثم للآخرين من الأمة الداخرة. و
او را احمد است در اول و آخر سوئے اینکہ ایں نمونہ دادہ خواہد شد صدر

[1] القصص :۷۱

﴿۱۵۰﴾

كذالک قال فی مقام آخر وهو أصدق
اسلام را باز آخرین را از امت خوار شونده وہم گفت در مقامے دیگر خدائے اصدق
القائلین "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ"۔[1] فقسّم
القائلین است کہ گروہے از اولین است و گروہے از آخرین۔ پس
زمان الهداية والعون والنصرة. إلى زمان
تقسیم کرد زمانہ ہدایت و مدد را طرف زمان نبی
نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم. وإلى الزمان الآخر
صلی اللہ علیہ وسلم وسوئے زمانہ مسیح
الذى هو زمان مسيح هذه الملّة. وكذالک
ایں امت۔ و ہم گفت کہ
قال "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ".[2] فاشار إلى
در آخر زمانہ نیز از جماعت ہستند کہ ہنوز ظاہر نشدند پس
المسيح الموعود وجماعته والذين اتّبعوهم.
اشارت کرد سوئے مسیح موعود و جماعت او و دیگر تابعان۔ پس ثابت
فثبت بنصوصٍ بيّنة من القرآن. ان هذه الصفات قد
شد بنصوص بیّنہ از قرآن کہ ایں صفات
ظهرت فى زمن نبيّنا ثم تظهر فى آخر الزمان. و
در زمانہ نبی ما ظاہر شدند و باز در آخر زمان ظاہر
هو زمانٌ يكثر فيه الفسق والفساد. ويقل
شوند۔ وآں زمانہ است کہ درو فسق و فساد بسیار خواہد شد و صلاح

[1] الواقعة:۴۰، ۴۱ [2] الجمعة: ۴

الصلاح والسداد. ویُجاح الإسلام کما تُجاح الدوحة. ﴿۱۵۱﴾
و سدادکم خواہد گردید و از بیخ برکندہ شود اسلام
ویصیر الإسلام کسلیم لدغته الحیّة.
چنانچہ از بیخ برمیکند درخت را و اسلام ہمچو آں مارگزیدہ شود کہ
ویصیر المسلمون کأنہم المیْتة. ویُداس الدین
او را مارے گزیدہ باشد و خواہند شد مسلماناں کہ گویا مُردہ اند و
تحت الدوائر الهائلة. والنوازل النازلة السائلة. و
دین زیر حوادث خوفناک کوفتہ گردد و زیر مصیبتہائے نازل شوندہ
کذالک ترون فی هذا الزمان. وتشاهدون أنواع
جاری شوندہ۔ وہم چنیں مے بینید دریں زمانہ و مشاہدہ مے کنید
الفسق والکفر والشرک والطغیان. وترون
انواع فسق و کفر و شرک و تجاوز از حد و
کیف کثر المفسدون. وقلّ المصلحون المواسون.
مے بینید کہ چگونہ مفسداں زیادہ شدند و مصلحاں و
وحان للشریعة أن تُعدَم. وآن للمِلّة أن تُکتَم. و
غمخواراں کم شدند و نزدیک شد کہ دین معدوم کردہ شود و ملت
هذا بلاءٌ قد دهم. وعناءٌ قد هجم. وشرٌّ
پوشیدہ گردد و ایں بلاء بیکبار آمدہ است و رنجے است کہ ہجوم کرد
قد نجم. ونارٌ أحرقت العرب والعجم. و
و بدی است کہ طلوع کرد و آتشے است کہ عرب و عجم را بسوخت

﴿۱۵۲﴾

مَع ذالک لیس وقتنا وقت الجهاد. ولا
و باوجود ایں وقت ما وقت جہاد نیست و نہ زمانہ
زمن المرهفات الحداد. ولا أوان ضرب
شمشیر ہائے تیز و وقت گردن زدن و پا
الأعناق والتقرين فى الأصفاد. ولا زمان قَوْد
بزنجیر کردن۔ و نہ زمانہ کشیدن اہل
أهل الضلال فى السلاسل والأغلال. وإجراء أحكام
گمراہی در زنجیر ہا و طوق ہا و حکم قتل دادن
القتل والاغتيال. فإن الوقت وقت غلبة الكافرين
چرا کہ وقت وقتِ غلبہ منکران
وإقبالهم. وضُرِبت الذلّة على المسلمين بأعمالهم.
و اقبال شان ہست و بر مسلمین شامت
وكيف الجهاد ولا يُمنع أحدٌ من الصوم
اعمال شان وارد شده و چگونہ جہاد کرده شود و ہیچ کس
والصلٰوة. ولا الحج والزكٰوة. ولا من العفة والتقاة.
از نماز منع نمے کند و از حج و زکوٰۃ منع نمی کنند
وما سَلّ كافرٌ سيفًا على المسلمين.
و نہ از عفت و پرہیزگاری مانع می آیند او نمی کشد ہیچ کافرے تیغے
ليرتدّوا أو يجعلهم عضين. فمن
بر مسلمانان تا مُرتد شوند یا پاره پاره کرده شوند۔ پس از

﴿۱۵۳﴾

اَلْعدل أن يُسَلَّ الحسام بالحسام. والأقلام
طریق عدل ایں است کہ شمشیر بمقابل شمشیر برداشتہ شود و قلم
بالأقلام وإنّا لا نبكي على جراحات السيف والسنان.
بمقابلہ قلم۔ و بر زخم ہائے شمشیر و نیزہ نے
وإنما نبكي على أكاذيب اللسان.
گرییم۔ بلکہ بر دروغہائے زبان مے گرییم۔
فبالأكاذيب كُذّبت صحف اللّٰه واخفي
پس بدروغہا تکذیب کلام الٰہی کردہ شد و اسرار او پوشیدہ
أسرارُها. وصيل على عمارة المِلّة وهُدّمَ
کردہ شد و حملہ کردہ شد برعمارت ملت و منہدم کردہ شد خانہ او پس ہمچو آں
دارها. فصارت كمدينة نُقِض أسوارها. أو
شہرے شد کہ دیوارہائے او مسمار کردہ آید یا ہمچو آں باغے کہ درختہائے
حديقة أُحرِق أشجارُها. أو بُستان أُتلِفَ
آں سوزانند۔ یا ہمچو آں بستانے کہ گل ہائے او و برہائے او تلف کردہ شوند
زهرها وثمارُها. وسُقط أنوارها. أو بلدةٍ طيّبةٍ
و شگوفہ او ریختہ اند یا زمین پاک کہ زیر زمین شد نہرہائے او یا
غيض أنهارها. أو قصورٍ مشيّدةٍ عُفّيَ آثارُها.
کاخہائے برافراشتہ کہ نابود شدند نشانہائے آں ہا۔ و پارہ پارہ کردند
ومزّقها الممزّقون. وقيل ماتت ونعَى الناعون. وطُبعت
ملت را پارہ پارہ کنندگان و گفتہ شد کہ مرد و خبر رسانندگان خبر موت او آوردند۔

﴿۱۵۴﴾

أخبارُها وأشاعتها المشيّعون. ولكل كمال
وطبع کردہ شد خبر ہائے آں و اشاعت کردند اشاعت کنندگان۔ و ہر کمالے را
زوال. ولكل ترعرع اضمحلال. كما ترى أن
زوالے است و ہر نشو و نما را آخر مضمحل شدن است چنانکہ می بینی کہ
السيل إذا وصل إلى الجبل الراسي وقف. و
چوں سیل تا کوہ بلند می رسد ہماں جا ایستد
الليل إذا بلغ الى الصبح المسفر انكشف.
و شب چوں تا صبح می رسد تاریکی خود بخود دور می گردد
كما قال الله تعالٰى "وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ".[1]
چنانکہ خداتعالیٰ می فرماید کہ قسم شب چوں بوجہ کمال تاریکی آورد
فجعل تنفّس الصبح كأمر لازمٍ بعد كمال
و قسم صبح چوں بر آید۔ پس دریںجا تنفّس صبح را بعد
ظلمات الليل. وكذالك فى قوله "يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ".[2]
کمال شب لازم گردانیدہ است۔ و ہم چنیں در
جُعِلَ كمال السيل دليلٌ على زوال السيل.
قول یا ارض ابلعی کمال سیل دلیل زوالِ سیل
فاراد اللّٰه أن يردّ إلى المؤمنين أيّامهم
گردانیدہ شدہ۔ پس ارادہ کرد خداتعالیٰ کہ باز آرد سوئے مومناں
الأولٰى. وأن يريهم أنه ربّهم وأنه الرّحمٰن
روز ہائے نخستین را و نماید کہ او رب او شان است و رحمان

[1] التكوير: ۱۸، ۱۹ [2] هود: ۴۵

﴿۱۵۵﴾

وَالرحيم ومالك يوم فيه يُجزىٰ. ويُبعث
و رحیم و مالک یوم جزاء و یوم حشر
فيه الموتٰى. وإنكم ترون فى هذا الزمان.
مردگاں۔ و شما مے بینید دریں زمانہ ربوبیت
ربوبية اللّٰه المنّان. ورحمانيّته للإنسان والحيوان.
خداتعالیٰ و رحمانیت او را برائے انسان و حیوان آں
التى تتعلّق بالأبدان. وترون أنه كيف
ربوبیت و رحمانیت کہ بجسم ہا تعلق دارد و چگونہ اسباب نو پیدا
خلق أسبابًا جديدة. ووسائل مفيدة. وصنائع لم
کردہ است۔ و وسیلہ ہائے مفیدہ ظاہر کردہ وآں صنعت ہا کہ
يُر مثلها فيما مضٰى. وعجائب لم يوجد مثلها
نظیر آں در ازمنہ گزشتہ نیست و نہ مثل آں در
فى القرون الأولى. وترون تجدّدًا فى كلما
قرون اولیٰ۔ و مے بینید طرز نو را و صنعت جدید
يتعلق بالمسافر والنزيل والمقيم وابن السبيل. و
را در ہر امر کہ تعلق بمسافراں دارد ومقیماں و
الصحيح والعليل. والمحارب والمُصالح المقيل.
تندرستاں و بیماراں و جنگ کنندگان و صلح کنندگان
والإقامة والرحيل. وجميع أنواع
و در حالت اقامت و در حالت کوچ و تمام اقسام

﴿۱۵۶﴾

النعماء والعراقيل. كأن الدنيا بُدّلت كل
نعمت ہا و دشواری ہائے مے بینید۔ گویا کہ دنیا از ہمہ جہت
التبديل. فلا شك أنها ربوبية عظمٰى. ورحمانية كبرى.
تبدیل کردہ شد۔ پس ہیچ شک نیست کہ ایں ربوبیت عظمٰی است و رحمانیت
وكذالك ترى الربوبية والرحمانية والرحيمية
کبریٰ۔ وہم چنیں مے بینی ربوبیت و رحمانیت
فى الأمور الدينية. وقد يُسّر كل أمرٍ لطلباء
در امور دیں و بہ تحقیق آساں کردہ شد ہر
العلوم الإلهية. ويُسّرَ أمر التبليغ وأمر إشاعة
امر برائے طالبان علوم الٰہیہ۔ و آسان کردہ شد امر تبلیغ
العلوم الروحانية. وأُنزِلت الآيات لكل من
و اشاعت علوم ربانیہ۔ و نازل کردہ شدند آیات
يعبد اللّٰه ويبتغى السكينة من الحضرة. وانكسف
برائے ہر کسے کہ پرستد خدا را و طالب سکینت است
القمر والشمس فى رمضان وعُطّلت العشار
و کسوف قمر و شمس در رمضان شد۔ و شتراں
فلا يُسْعَى عليها إلّا بالندرة. وسوف ترى المركب
معطل شدند مگر بطور نادر و عنقریب بینی مرکب
الجديد فى سبيل مكة والمدينة. وأُيّد
جدید را در راہ مکہ و مدینہ۔ و مدد کردہ شدند

﴿۱۵۷﴾

الْعالمون والطالبون بكثرة الكتب وأنواع أسباب
عالماں و طالباں بہ کثرت کتاب و انواع
المعرفة. وعُمّر المساجد. وحُفِظَ الساجد.
اسباب معرفت۔ وآباد کردہ شد مساجد۔ و نگہداشت نمودہ شد سجدہ
وفتح أبواب الأمن والتبليغ والدعوة. وما هو إلّا
کنندہ و کشادہ شد در ہائے امن و درہائے تبلیغ و دعوت و نیست
فيض الرحيمية. فوجب علينا أن نشهد
ایں مگر فیض رحیمیت پس واجب شد بر ما کہ گواہی دہیم کہ
أنها وسائل لا يوجد نظيرها فى القرون الأولى.
در زمانہ گذشتہ نظیر ایں وسائل نیست۔ و ایں
وإنه توفيق وتيسير ما سمع نظيره أذنٌ وما رأى
توفیقے است و آسانی کہ مثلش ہیچ چشمے ندید
مثله بصرٌ فانظر إلى رحيمية ربنا الأعلٰى. ومن
پس نظر کن سوئے رحیمیت خداتعالیٰ
رحيميته أنّا قدرنا على أن نطبع كتب ديننا فى
و از رحیمیت او تعالیٰ است کہ ما قدرت می داریم کہ در چند روز ہا
أيام. ما كان من قبل فى وسع الأوّلين أن
آنقدر کتب دین بنویسیم کہ در طاقت پیشینیاں نبود کہ
يكتبوها فى أعوام. وإنّا نقدر على أن نطّلع على
در سالہا آنہا را توانند نوشت و نیز ما قدرت میداریم کہ

﴿۱۵۸﴾ **أخبار أقصى الأرض في ساعات☆. وما قدر عليه**
بر خبر ہائے انتہائے زمین در چند ساعت اطلاع یابیم مگر
السابقون إلّا لشق[1] الأنفس وبذل الجهد إلى سنوات.
پیشینیاں بجز سخت کوشش و سالہائے دراز ایں خبرہانمے دانستند
وقد فُتِحَ علينا في كل خير أبواب الربوبية والرحمانية
و بہ تحقیق در ہر راہ نیکی بر ما در ہائے ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت کشادہ کردہ اند۔
والرحيمية. وكثرت طرقها حتى خرج إحصاء ها من
و بسیار شدند طریقہائے آں تا بحدے کہ خارج است شمار آں از
الطاقة البشرية. و أين تيسّر هذا للسابقين من
طاقت انسانی و گذشتگان را ایں قدر اسباب کے میسر شدند
أهل التبليغ والدعوة. وإن الأرض زُلزلت لنا زلزالا.
و بہ تحقیق جنبانیدہ شد زمین جنبانیدنی
فأخرجت أثقالا. و فُجّرت الأنهار. وسُجّرت
پس بیروں آورد چیزہائے سنگین کہ پوشیدہ بودند و شگافتہ شدند نہر ہا و خشک کردہ شدند
البحار. وجُدّدت المراكب وعُطّلت العشار.
دریا ہا و مراکب نو برآوردہ شدند و شتراں معطل کردہ شدند
و إن السابقين ما رأوا كمثل ما رأينا من النعماء.
و گذشتگاں آں نعمتہا ندیدہ اند کہ ما دیدیم

☆ الحاشية : كماقال تعالىٰ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۔ منه

[1] سہو کتابت ہے۔درست بشق الانفس ہے (ناشر)

﴿۱۵۹﴾

وفی کل قدم نعمة وقد خرجت من الإحصاء .
و در ہر قدم نعمت است کہ از شمار بیرون است
ومع ذالک کثرت موت القلوب وقساوة الأفئدة.
و باوجود ایں موتِ دلہا بسیار شد و دلہا سخت شدند
کأنّ الناس کلهم ماتوا ولم یبق فیهم روح
گویا تمام مَردم مُردند و روح معرفت در ایشاں نماند
المعرفة. إلّا قلیل ن الذی هو کالمعدوم من الندرة.
مگر قلیل کہ بوجہ ندرت در حکم نادر است و ما
وإنّا فهمنا ممّا ذکرنا من ظهور الصفات. وتجلّی
از ظہور صفات باری ربوبیت و غیر فہمیدیم
الربوبیة والرحمانیة والرحیمیة کمثل الآیات. ثم
و از کثرت
من کثرة الأموات. وموت الناس من سمّ الضلالات.
موت مردم از زہر گمراہی
ان یوم الحشر والنشر قریب بل علی الباب. کما
کہ روز حشر قریب است بلکہ بر دروازہ است چنانکہ
هو ظاهر من ظهور العلامات والأسباب. فإن
آں از نشانی ہا و اسباب ظاہر است چرا کہ
الربوبیة والرحمانیة والرحیمیة تموّجت کتموّج
ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت ہمچو تموج دریاہا

﴿۱۶۰﴾

اَلْبحار. وظهرت وتواترت وجرت كالأنهار. فلا
در موج است و ظاہر و پے در پے شد ہمچو نہرہا
شك أن وقت الحشر والنشور قد أتى. وقد
پس شک نیست کہ وقت حشر و نشر دین آمدہ است۔
مضت هذه السُنّة فى صحابة خير الوَرىٰ. ولا
چنانچہ بر صحابہ آمدہ بود
شك أن هذا اليوم يوم الدين. ويوم الحشر و
و ہیچ شک نیست کہ ایں روز روزِ دین است و روزِ حشر و روز
يوم مالكيّة ربّ السّماء وظهور آثارها على
مالکیت خدائے آسمان و روز ظہور آثارِ آں بر اہل زمین
قلوب أهل الأرضين. ولا شك أن اليوم يوم
است و ہیچ شک نیست کہ ایں روز روز مسیح است
المسيح الحَكَم من اللّٰه أحكم الحاكمين. وإنه
کہ از خدا حَکَم گردانیدہ شدہ و ایں حشر است بعد
حشرٌ بعد هلاك الناس وقد مضى نموذجه
مردن مردم و نمونہ آں در زمانہ مسیح و در
فى زمن عيسٰى وزمن خاتم النبيين. فتدبّر
زمانہ خاتم النبیین بگذشت۔ پس تدبر کن
ولا تكن من الغافلين.
و غافل مباش۔

﴿۱۶۱﴾

البابُ الخامِس

باب پنجم

فی تفسیر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

در تفسیر ایّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔

اعلم أن حقیقة العبادة التی یقبلها المولٰی بامتنانه.
بدان کہ حقیقت آں عبادت کہ قبول می کند آں را خداتعالٰی
هی التذلّل التام برؤیة عظمته وعلوّ شانه.
باحسان خود آں تذلل تام است بدیدن عظمت او
والثناء علیه بمشاهدة مننه وأنواع احسانه.
و علو شان او و تعریف کردن او بمشاہدہ کمال
وإیثاره علی کل شیء بمحبّة حضرته وتصوّر
احسان او و اختیار کردن او بر ہر چیز بمحبت
محامده وجماله ولمعانه. وتطهیر الجنان
درگاہ او و تصور محامد او و جمال او و روشنی او و
من وساوس الجنّة نظرًا إلٰی جنانه.
پاک کردن دل از وسوسہ ہائے شیطانان از جہت نظر
ومن أفضل العبادات أن یکون
داشتن بہ بہشت او۔ و از بزرگ ترین عبادت ہا این است کہ

﴿۱۶۲﴾

الْاِنسان مُحافظًا على الصلوات الخمس
انسان پنجگانہ نماز را بر اوائل وقت آنہا محافظ
فی أوائل أوقاتها. وأن يجهد للحضور و
باشد۔ و اینکہ کوشش کند برائے حضور در نماز و ذوق و شوق
الذوق والشوق وتحصيل بركاتها.
و حاصل کردن برکتہائے او و لازم گیرندہ باشد ادائے فرائض و
مواظبًا على أداء مفروضاتها ومسنوناتها.
سنت ہائے آنرا۔ چرا کہ نماز مرکبے است کہ بندہ را
فإن الصلاة مركبٌ يوصل العبد إلى رب العباد.
تا خداتعالیٰ می رساند۔ پس بنماز تا آں مقامے می رسد کہ
فيصل بها إلى مقام لا يصل إليه على
بر پشتہائے اسپاں نتواند رسید۔ و شکار آں بقابو نمی
صهوات الجياد. وصيدها لا يُصاد بالسهام.
آید بہ تیر ہا۔ و راز آں بقلم ہا ظاہر نمی شود۔
وسرّها لا يظهر بالأقلام. ومن التزم هذه الطريقة.
و ہر کہ لازم کرد ایں طریقہ را او حق و حقیقت را
فقد بلغ الحق والحقيقة. وأُلفَى الحِبَّ الذى هو فى
رسید۔ و یافت آں دوست را کہ او در پردہ ہائے
حُجُب الغيب. ونجا من الشك والريب. فترىٰ
غیب است۔ و نجات یافت از شک و ریب و خواہی دید

﴿۱۶۳﴾

أيّامه غُرَرًا. وكلامه دُرُرًا. ووجهه بدرًا. ومقامه صدرًا.
روز ہائے او روشن و کلام او مروارید ہا و روئے او ماہ چاردہ۔ و
ومن ذلّ للّٰه فی صلواته أذلّ اللّٰه له الملوک. و
مقام او پیش از ہمہ و ہر کہ فروتنی را اختیار کند در نماز فروتنی می کنند
یجعل مالگا هذا المملوک. ثم اعلم أنّ اللّٰه
برائے او بادشاہاں و مالک خواہد کرد ایں مملوک را۔
حمد ذاته أولا فی قوله "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ".[1]
باز بدان کہ تعریف گفت اللہ تعالیٰ ذاتِ خود را نخستین در قول او کہ الحمد للّٰہ
ثم حث الناس علی العبادة بقوله
رب العالمین۔ باز ترغیب داد مردم را بر عبادت بقول او
"اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ".[2] ففی هذه إشارة إلی أن
ایاک نعبد وایاک نستعین۔ پس دریں اشارہ است
العابد فی الحقیقة. هو الذی
کہ عابد در حقیقت ہماں شخص است کہ تعریف خداتعالیٰ کند
یحمده حق الحمدة. فحاصل هذا الدعاء والمسألة. أن
چنانکہ حق است۔ پس حاصل ایں دعا و درخواست ایں است کہ
یجعل اللّٰه أحمد کل من تصدّی للعبادة. وعلی
خدا عبادت کنندہ را احمد بگرداند۔ و بناءً علیہ
هذا کان من الواجبات. أن یکون أحمد فی آخر
واجب بود کہ در آخر امت احمدے پیدا شود

[1] الفاتحة :۲ [2] الفاتحة :۵

﴿۱۶۴﴾

هَذه الأمّة على قدم أحمدن الأول الذى هو سيد الكائنات.
بر قدم آں احمد کہ او سید کائنات است۔
ليُفهم أنّ الدعاء استُجيب من حضرة مستجيب الدعوات.
تا فہمیدہ شود کہ ایں دعا کہ در سورۃ فاتحہ کردہ شد در حضرت احدیت قبول شدہ است
وليكون ظهوره للاستجابة كالعلامات. فهذا هو المسيح
وتا ظہور آں احمد برائے قبول شدن دعا مثل علامات باشد۔ پس ایں ہماں مسیح است
الذى كان وُعِد ظهوره فى آخر الزمان. مكتوبًا فى
کہ وعدہ ظہور او در آخر زمان بود کہ نوشتہ شدہ بود در سورۃ فاتحہ و در قرآن۔
الفاتحة وفى القرآن. ثم فى هذه الآية إشارة إلى أن العبد
باز دریں آیت اشارت است سوئے اینکہ بندہ را ممکن نیست
لا يمكنه الإتيان بالعبودية. إلّا بتوفيق من الحضرة
حق عبادت بجا آوردن مگر بتوفیق حضرت احدیت۔ و از شاخہائے
الأحدية. ومن فروع العبادة أن تحب من يُعاديک. كما
عبادت این است کہ دشمن خود را دوست داری چنانکہ دوست میداری نفس خود را
تحب نفسک وبنيک. وأن تكون مُقيلا للعثرات.
و پسران خود را و اینکہ از لغزشہائے مردم درگذر کنی و از خطاہائے ایشاں
مُتجاوزًا عن الهفوات. وتعيش تقيًّا نقيًّا
تجاوز کنی۔ و اینکہ زندگانی تو پاک و بے لوث باشد سلامت باشد
سليم القلب طيب الذات. ووفيًّا صفيًّا مُنزّهًا عن ذمائم
دل از عیب ہا و پاک باشد ذات از پلیدیہا۔ و وفا کنندہ باصفا پاک از بد عادات ہا

﴿۱۶۵﴾

اَلْعادات. وأن تكون وجودًا نافعًا لخلق
و اینکہ باشی وجود نافع مر خلق را

اللّٰه بخاصية الفطرة كبعض النباتات. من غير
بخاصیت پیدائش ہمچو بعض نباتات بغیر

التكلفات والتصنّعات. وأن لا تؤذى اخيك بكبرٍ
تکلف و تصنع۔ و ایں کہ ایذا نہ دہی

منك ولا تجرحه بكلمة من الكلمات. بل
برادر خود را بباعث تکبر نفس خود و نہ خستہ کنی او را ببعض کلمات

عليك أن تجيب الأخ المغضوب بتواضعٍ ولا
بلکہ جواب دہی برادر در غضب آرندہ را بتواضع و

تُحَقّره فى المخاطبات. وتموت قبل أن تموت
در مخاطبات تحقیر او نہ کنی بلکہ بمیری قبل زانکہ بمیری

وتحسب نفسك من الأموات. وتُعظّم كلّ من
و شماری نفس خود را از مردگان و بزرگ داری آنرا

جاءك ولو جاءك فى الأطمار لا فى الحلل
کہ نزد تو آید اگرچہ در پارچات کہنہ باشد نہ لباسہائے فاخرہ

والكسوات. وتُسلّم على من تعرفه ولا تعرفه.
و سلام بکنی بر ہر کہ او را بشناسی و بر ہر کہ او رانشناسی

وتقوم متصدّيًا للمواسات.
و برائے غمخواری مردم برخیزی۔

﴿۱۶۶﴾

البَاب السَّادس

باب ششم

فی تفسیر قوله تعالیٰ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

در تفسیر قول او تعالیٰ اهدنا الصراط المستقیم

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ☆

صراط الذین انعمت علیھم۔

اعلمُ أن هذه الآيات خزينة مملوّة من النكات. وحجّة
بدان کہ ایں آیت ہا مخزن اند برائے نکتہ ہا۔ وحجت
باهرة على المخالفين والمخالفات. وسنذكرها
روشن ہستند برمخالفان و عنقریب ذکر آں را خواہیم کرد

☆**الحاشية:** اعلم ان فی آية انعمت عليهم تبشير للمؤمنين. واشارة الى ان اللّٰه
بدان کہ درآیت انعمت علیھم بشارت است مرمومناں را۔ واشارت سوئے معنی ست
اعدلهم كلما اعطى للانبياء السابقين. ولذالک علم هذا الدعاء ليكون بشارة
کہ خدا تعالیٰ برائے اوشاں ہمہ آں طیار کردہ است کہ گذشتہ انبیاء را دادہ است واز بہر ہمیں ایں دُعا آموخت
للطالبين. فلزم من ذالک ان يختتم☆ سلسلة الخلفاء المحمدية علٰى مثيل عيسٰى.
تا طالبان را بشارت باشد۔ پس لازم شد کہ سلسلہ خلفاء محمدیہ بر مثیل عیسیٰ ختم شود۔
ليتم المماثلة بالسلسلة الموسوية والكريم اذا وعد وفا. منه
تا کہ کامل شود مماثلت بسلسلہ موسویہ وکریم چوں وعدہ کرد وفا مے کند۔ منہ

☆سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ''سلسلة'' کی مناسبت سے ''تختتم'' ہونا چاہیے۔ (ناشر)

بالتصريحات. ونُرِيك ما أرانا اللّٰه من الدلائل
بتصریحات۔ و بنمائیم ترا آنچہ خدا مارا بنمود از
والبينات. فاسمعْ منى تفسيرها لعلّ اللّٰه ينجيك
دلائل۔ پس بشنو از من تفسیر آں شاید خداتعالیٰ ترا
من الخزعبيلات. أما قوله تعالى اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ.[1]
از امور باطلہ نجات بخشد۔ مگر قول او تعالیٰ کہ اھدنا الصراط
فمعناه أَرِنا النهجَ القويم. وثَبِّتْنا على
المستقیم۔ پس معنے او ایں است کہ راہ راست مارا
طريق يوصل إلى حضرتك. وينجى من عقوبتك. ﴿۱۶۷﴾
بنما و بر راہے مارا ثابت قدم کن کہ تا درگاہ تو برساند و از عقوبت
ثم اعلم أن لتحصيل الهداية طرقًا عند
نجات بخشد باز بدانکہ برائے تحصیل ہدایت راہ ہاست نزد صوفیاں۔
الصوفية مستخرَجةً من الكتاب والسنّة. أحدها
و آں ہمہ را از کتاب و سنت اخذ کردہ اند یکے ازاں طلب
طلبُ المعرفة بالدليل والحجة. والثانى تصفيةُ
معرفت بدلیل و حجت است و طریق دوم تصفیہ باطن است
الباطن بأنواع الرياضة. والثالث الانقطاعُ إلى
بہ گوناگوں ریاضت و طریق سوم منقطع شدن سوئے خدا
اللّٰه وصفاءُ المحبة. وطلبُ المدد من الحضرة.
و صفائی محبت و جستن مدد از حضرت باری

[1] الفاتحة : ٦

بالموافقة التامة وبنفيِ التفرقة. وبالتوبة إلى
بموافقت تامہ و نفی تفرقہ و بہ رجوع کردن سوئے
اللّٰه والابتهال والدعاء وعقدِ الهمة.
خدا و تضرع و عقد ہمت باز چوں
ثم لما كان طريقُ طلب الهداية والتصفية لا يكفي
طریق طلب ہدایت و تصفیہ کفایت نمی کند
للوصول مِن غير توسُّل الآئمّة والمهديّين من الأُمّة. ما ﴿۱۶۸﴾
برائے وصول بغیر توسّل آئمہ و ہدایت یافتگان از
رضِي الله سبحانه على هذا القدر من تعليم الدعاء . بل
امت راضی نشد او سبحانہ بریں قدر از
حث بقوله ”صِراطَ الَّذِينَ“ على تحسُّس المرشدين
دعا باز ترغیب داد بقول خود صراط الذین سوئے
والهادين من أهل الاجتهاد والاصطفاء من المرسلين
تلاش کردن مرشدان و ہادیان و از گروہ
والأنبياء . فإنهم قوم آثروا دار الحق على
برگزیدگان از مرسلان و انبیاء۔ چرا کہ آں قومے است
دار الزور والغرور. وجُذبوا بحبال المحبّة
کہ اختیار کردند خانہ راستی را بر خانہ دروغ و غرور و کشیدہ شدند برسنہائے
إلى الله بحرِ النور. وأُخرجوا بوحيٍ من
محبت سوئے خدا کہ دریائے نور است و خارج کردہ شدند بوحی الٰہی

الـلّـــه وجــذبٍ مـنــه مِـن أرض البــاطــل. وكــانــوا قبــل
و جذبہ او از زمین باطل۔ و بودند قبل
النبوّة كـالـجـميلة العاطل. لا ينطقون إلّا بإنطاق المولٰى.
نبوت ہمچو آں زن خوبصورت کہ بے پیرایہ و زیور باشد۔ نمی گویند مگر
ولا يــؤْثـرون إلّا الـذى هـو عـنـده الأَولـى. يَسعـون كـلَّ ﴿۱۶۹﴾
بگویانیدن مولیٰ۔ و اختیار نمے کنند چیزے را مگر آنچہ نزدِ خدا بہتر باشد۔
السعـى ليـجـعـلـوا الناس أهلا للشريعة الربّانية. ويقومون
بسیار کوشش می کنند تا مردم را اہل شریعت بگردانند
عـلــى ولـدهـا كـالـحـانية. ويُـعـطَـى لهـم بيـان يُسمِع
وبر فرزندان شریعت چنان قائم می شوند کہ زن شوہر مردہ بر
الـصُـمَّ ويُـنـــــزِل الـعُـصُـمَ. وجـنـانٌ يجذِب بعَقْدِ الهمّة
پسران خود و اوشاں را آں بیان دادہ می شود کہ شنواند ناشنوا را و فرود آرد
الأُمـمَ. إذا تــكـلّـمـوا فــلا يـرمـون إلّا صــائـبــا. وإذا
از کوہ ہا آہوئے سفید را و دلے کہ بعقد ہمت امت ہا را می کشد چوں کلام کنند پس تیر شاں
تــوجّـهــوا فيُـحـيـون مَيْتًــا خــائـبــا. يسـعـون أن يـنـقـلـوا
خطا نمی رود و چوں توجہ کنند پس مردہ توحید را زندہ می کنند و کوشش می کنند کہ منتقل کنند
الـنـاس مـن الـخـطيّات إلى الحسنات. ومن المنهيّات إلى
مردم را از خطاہا سوئے نیکی ہا۔ و از کار بدی
الـصـــالــحـــات. ومــن الـجـهــلات إلـــى الـــرزانة
سوئے کار نیک و از جہل ہا سوئے آہستگی

والحَصات. ومن الفسق والمعصية إلى العفّة والتقات.
و عقلمندی و از فسق و معصیت سُوئے عفت و پرہیزگاری
ومَن أنكرَهم فقد ضيَّع نعمة عُرِضتْ عليه. وبعُد مِن
و ہر کہ انکار او شاں کرد پس ضائع کرد آں نعمت را کہ برو پیش کردند و دُور
عين الخير وعن نورِ عينَيْه. وإن هذا القطع أكبر
شد از نیکی و از بینائی چشم خود۔ و ایں قطع تعلق از قطع رحم
من قطع الرحم والعشيرة. وإنهم ثمرات الجنة فويل
و قبیلہ بزرگ تر است۔ و ایشاں میوہ ہائے بہشت اند پس وا ویلا برانکہ
للذى تركهم ومالَ إلى المِيرة. وإنهم نور اللّه و
اوشانرا ترک کرد و سوئے قوت لا یموت مائل شد و ایشاں نور خدا ہستند چہ بوسیلہ
يُعطَى بهم نورٌ للقلوب. وترياق لسمِّ الذنوب. وسكينةٌ
اوشاں دِل ہارا نور مے دہند و برائے زہر گناہاں تریاق می بخشند و بدوشاں سکینت دادہ
عند الاحتضار والغرغرة. وثباتٌ عند الرحلة وتركِ
می شود در وقت جان کندن و ثابت قدمی در وقتِ کوچ و ترکِ دُنیا
الدنيا الدنيّة. أتظنُّ أن يكون الغير كمثل هذه
آیا گمان می کنی کہ غیرے ہمچو ایں گروہے بزرگ
الفئة الكريمة. كلّا والذى أخرجَ العذق من الجريمة.
باشد ہرگز نیست قسم بخدائے کہ نخل را از خستہ مے بر آرد
ولذالک علّم اللّهُ هذا الدعاء مِن غاية الرحمة.
و از بہر ہمیں خداتعالیٰ ایں دعا از غایت رحیمیت تعلیم داد

﴿۱۷۰﴾

وأمَر المسلمين أن يطلبوا ”صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“
و امر کرد مسلمانان را کہ بجویند آں راہے را کہ راہ
مِن النبيّين والمرسلين من الحضرة. وقد ظهر من هذه
انبیاء و رسولان است و ظاہر شد ازیں
الآية. على كل مَن له حظٌّ من الدِراية. أن هذه الأمّة قد
آیت برآنکہ نصیبے دارد از عقلمندی کہ ایں
بُعثتْ على قدم الأنبياء . وإنْ مِن نبى إلّا له مثيل فى هؤلاء .
امت بر قدم انبیاء مبعوث کردہ شدہ است۔ و ہیچ نبی نیست کہ او را
ولولا هذه المضاهاة والسواء . لبطُل طلبُ كمال
دریں امت نظیرے نہ باشد و اگر ایں مشابہت و برابری نبودے ہر آئینہ
السابقين وبطُل الدعاء . فالله الذى أمَرنا أجمعين. أن
طلب کردن کمال سابقین باطل شدے و ایں دعا ہم باطل گشتے۔ پس آں خدائے
نقول ”اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ مصلّين ومُمسِين
کہ امر کرد ما را بگوئیم در نماز اهدنا الصراط المستقيم نمازکنندگان و
ومصبحين. وأن نطلب صراط الذين أنعمَ عليهم من النبيين
شام کنندگان و صبح کنندگان اینکہ بجوئیم راہ کسانیکہ مورد نعمت اند
والمرسلين. أشار إلى أنه قد قدّر من الابتداء . أن يبعث
از انبیاء و مرسلاں اشارہ کردہ است سوئے اینکہ او مقدر
فى هذه الأمّة بعضَ الصلحاء على قدم الأنبياء .
کردہ است از ابتدا کہ مبعوث فرماید ازیں امت بعض صالحان را بر قدم انبیاء۔

﴿۱۷۱﴾

وأن يستخلفهم كما استخلفَ الذين مِن قبلُ مِن بنی
و خلیفہ بگرداند ازیشاں چنانکہ خلیفہ بگردانید بعض را از بنی
إسرائيل. وإنّ هذا لهو الحق فاترُك الجدل الفضول
اسرائیل۔ و ہمیں حق است پس ترک کن بحث فضول
﴿۱۷۲﴾ والأقاويل. وكان غرض اللّه أن يّجمع فى هذه الأمّة
و قول ہا را۔ و غرض خدا ایں بود کہ دریں امت
كمالاتٍ متفرقة. وأخلاقًا متبدّدة. فاقتضتْ سنّتُه القديمة
کمالات متفرقہ و اخلاق گوناگوں جمع کند۔ پس تقاضا کرد سنت
أن يعلّم هذا الدعاء. ثم يفعل ما شاء. وقد سمّى
قدیمہ او کہ ایں دعا بیاموزد۔ باز بکند ہر چہ خواستہ است و
هذه الأمّة خيرَ الأمم فى القرآن. ولا يحصل خيرٌ إلّا
گردانیدہ شدہ است ایں امت خیر الامم در قرآن و مرتبہ قومے
بزيادة العمل والإيمان والعلم والعرفان. وابتغاءِ
زیادہ نمے شود مگر بزیادت عمل و ایمان و علم و معرفت
مرضات اللّه الرحمٰن. وكذالك وعَد الذين آمنوا وعملوا
و خواستن رضائے الٰہی۔ و ہم چنیں وعدہ
الصالحات. ليستخلفنّهم فى الأرض
داد آنانرا کہ مومن صالح اند کہ او شانرا بر زمین
بالفضل والعنايات. كما استخلف الذين
خلیفہ خواہد کرد چنانچہ خلیفہ ساخت

من قبلهم من أهل الصلاح والتقاة. فثبت من القرآن أن
پیشینیاں را از اہل صلاح و تقویٰ۔ پس ثابت شد از
الخلفاء من المسلمين إلى يوم القيامة. وانه لن
قرآن کہ خلیفہ ہا از مسلمانان اند تا روز قیامت
يأتي أحد من السماء. بل يُبعَثون من هذه ﴿۱۷۳﴾
و ہیچ کس از آسمان ہرگز نخواہد آمد بلکہ از ہمیں امت مبعوث
الأمة. وما لك لا تؤمن ببيان الفرقان. أتَرَكْتَ
خواہند شد و ترا چیست کہ بر بیان فرقان ایمان نمے آری
كتاب اللّه أم ما بقِي فيك ذرة من العرفان. وقد
آیا ترک کردی کتاب اللہ را یا نماند در تو یک ذرہ معرفت
قال اللّه "مِنْكُمْ". وما قال "مِن بني إسرائيل". وكفاك
و گفت خدا در قرآن لفظ منکم و نہ گفت مِن بنی اسرائیل
هذا إن كنت تبغي الحق وتطلب الدليل. أيها المسكين
و ایں قدر ترا کافی است اگر حق مے جوئی و دلیل مے خواہی۔
اقرء القرآن ولا تمشِ كالمغرور. ولا تبعُدْ مِن نور
اے مسکین قرآن را بخواں و ہمچو مغرور مرو و
الحق لئلّا يشكو منك إلى الحضرة سورةُ الفاتحة
از نور حق دُور مشو تا سورہ فاتحہ و سورہ نور شکوہ تو
وسورةُ النور. اتّق اللّه ثم اتّق اللّه ولا تكنْ أوّلَ
بجناب الٰہی نکند بترس از خدا باز بترس از خدا و انکار

كافر بآيات النور والفاتحة. لكيلا يقوم عليك شاهدان
آیتہائے سورۃ النور و فاتحہ مکن و اول الکافرین مشو تا بر تو دو گواہ قائم
في الحضرة. وأنت تقرأ قوله" وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ".[1]
نشوند در جناب الٰہی۔ وتو میخوانی قول او تعالیٰ وَعَد اللّٰه الذین اٰمنوا منکم
وتقرأ قوله" لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ".[2] ففكّرْ في قوله "مِنْكُمْ" في سورة ﴿۱۷۴﴾
وقول او لیستخلفنهم پس فکرکن در قول او کہ منکم است در سورۃ نور
النور واتركْ الظالمين وظنّهم. ألم يأنِ لك أن تعلم عند
و ترک کن ظالمان را و گمان او شانرا آیا وقتت نرسید کہ بدانی وقت قرأت
قراءة هذه الآيات. أن اللّٰه قد جعل الخلفاء كلهم من هذه
ایں آیتہا کہ تمام خلفاء از ہمیں امت
الأمّة بالعنايات. فكيف يأتي المسيح الموعود من
خواہند شد۔ پس چگونہ مسیح موعود
السماوات. أليس المسيح الموعود عندك من الخلفاء.
از آسمان خواہد آمد۔ آیا نزد تو مسیح موعود از جملہ خلیفہ ہا نیست۔
فكيف تحسبه من بني إسرائيل ومن تلك الأنبياء.
پس چگونہ مے شماری او را از بنی اسرائیل و ازاں انبیاء مے شماری
أتترك القرآن وفي القرآن كل الشفاء. أو تغلّبت
آیا ترک مے کنی قرآن را حالانکہ در قرآن از ہر قسم شفاء ست یا غالب شد
عليك شِقْوتك. فتترك متعمدًا طريقَ الاهتداء.
بر تو بد بختی تو پس عمداً طریق ہدایت را ترک مے کنی۔

[1]، [2] النور :۵٦

ألا ترىٰ قوله تعالى " كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ "[۱] في هذه
آیا نمی بینی فرمودہ خداتعالیٰ کہ ایں خلیفہ ہا ہمچو آں خلیفہ ہا خواہند بود کہ
السورة. فوجب أن يكون المسيح الآتی من هذه الأمّة. لا
در بنی اسرائیل بودند پس ازیں آیت واجب شد کہ مسیح موعود ازیں
مِن غَيرهم بالضرورة. فإن لفظ "كما" يأتی للمشابهة ﴿۱۷۵﴾
امت باشد و غیر او شاں نہ باشد۔ چرا کہ لفظ کما می آید
والمماثلة. والمشابهةُ تقتضی قليلا من المغايرة. ولا
برائے مشابہت و مماثلت۔ و مشابہت تقاضا می کند کہ چیزے
يكون شيءٌ مُشابِهَ نفسِه كما هو من البديهيات.
مغایرت درمیان باشد و ہیچ چیزے مشابہ نفس خود نتواند شد چنانچہ
فثبت بنصٍّ قطعیّ أن عيسى المنتظَر من هذه الأمة و
ایں ظاہر است پس ثابت شد بنص قطعی کہ عیسیٰ منتظر ازیں امت است و
هذا يقينیٌّ ومنزّهٌ عن الشبهات. هذا ما قال القرآن ويعلمه
ایں یقینی است بغیر شبہ۔ ایں آں امر است کہ
العالمون. فبأی حديث بعده تؤمنون. وقد قال القرآن إن
قرآن فرمودہ است و دانندگان او راے دانند پس بعد از قرآن کدام حدیث را قبول
عيسى نبی اللّٰه قد مات. ففكّرْ فی قوله
خواہید کرد و قرآن فرمودہ است کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت شد۔ پس فکر کن
"فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ"[۲] ولا تُحيِ الأموات. ولا تنصُر النصارى
در قول او لمّا توفیتنی و زندہ مکن مُردگان را و نصاریٰ را

[۱] النور: ۵۶ [۲] المائدة: ۱۱۸

بـالأبـاطيل والخزعبيلات. وفِتَنُهم ليست بقليلة فلا تزِدْها
بدروغہا مدد مدہ و فتنہ ہائے نصاریٰ کم نیستند پس تو زیادہ مکن
بالجهلات. وإن كنت تحبّ حياةَ نبيٍّ فآمِنْ بحياةِ نبيِّنا خيرِ
آں فتنہ ہا را از جہالت و اگر دوست میداری کہ پیغمبرے زندہ باشد پس بحیات نبی ما
﴿۱۷۶﴾ الـكـائـنـات. ومـا لك أنّك تـحسب مَيْتًا مَن كان رحمةً
کہ خیرالکائنات است ایمان آر و چہ شد ترا کہ تو آنکہ رحمۃٌ للعالمین بود
للعالمين. وتعتقد أن ابن مريم من الأحياء بل من المُحْيين.
او را مُردہ مے انگاری و اعتقاد داری کہ عیسٰی ابن مریم از زندگان است بلکہ
انـظُـرْ إلـى "الـنـور" ثـم انـظـر إلـى "الفـاتحة". ثم ارجِع
از زندہ کنندگان۔ نظر کن سوئے سورہ نور باز نظر کن سوئے سورۃ فاتحہ باز چشم را
البـصـرَ ليـرجـع البـصـر بـالـدلائل القـاطعة. ألستَ تقرأ
سوئے آں رجوع دہ تا کہ باز آید چشم تو بدلائل قاطعہ آیا نمی خوانی
"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"[1] فـي هـذه السـورة. فأنّى
صـراط الـذيـن انـعـمـت عـلـيـهـم دریں سورۃ پس کجا مے روی
تُـؤفَك بـعـد هـذا أتـنسـى دعـاءك أو تـقـرأ بـالغفلة.
بعد زیں آیا فراموش مے کنی دعاء خود را یا از راہ غفلت مے خوانی چرا کہ تو سوال
فـإنك سـألـت عن ربك في هذا الدعاء والمسألة. أن لا
کردی از رب خود دریں دعا و سوال کہ ہیچ نبی را نگذارد
يـغـادر نبيًّا من بني إسرائيل إلّا ويبعث مثيله في هذه الأمّة.
از انبیاء بنی اسرائیل مگر اینکہ مثیل او دریں امت پیدا کند

[1] الفاتحة : ۷

وَيُحَک. أنَسِيتَ دعاءَک بهذه السرعة. مع أنک تقرأه
وائے بر تو فراموش کردی دعائے خود را بدیں جلدی باوجودے کہ
فی الأوقات الخمسة. عجبتُ منک کلَّ العجب. أهٰذا
آنرا پنج وقت می خوانی من از تو کمال تعجب ے کنم آیا دعائے تو
دعاؤک. وتلک آراؤک. انظرُ إلی الفاتحة وانظرُ إلی
این است و رائے ہائے آن نظر کن سوئے فاتحہ و سوئے
سورة النور من الفرقان. وأیّ شاهد یُقبَل بعد شهادة
سورۃ نور از فرقاں و کدام شہادت قبول خواہی کرد بعد شہادت
القرآن. فلا تکنْ کالذی سریٰ إیجاسَ خوفِ اللّٰه
قرآن۔ پس مباش ہمچو کسے کہ دور کرد در دل داشتن خوف الٰہی و
واستشعاره. وتَسَرْبَلَ لباسَ الوقاحة وشِعارَه. أتَترُکُ کتاب
نہاں داشتن او و پوشید لباس وقاحت و جامہ آں ترک می کنی
اللّٰه لقوم ترکوا الطریق. وما کمّلوا التحقیق والتعمیق.
کتاب الٰہی را برائے قومے کہ ترک کردہ اند راہ را و کامل نکردند تحقیق و تعمیق را
وإنّ طریقهم لا یوصل إلی المطلوب. وقد خالفَ التوحیدَ
و طریق او شاں تا مطلوب نمی رساند و مخالف افتادہ است توحید را
وسُبُلَ اللّٰه المحبوب. فلا تحسبْ وَعْرًا دَمِثًا وإنْ دمَّثه
و راہ ہائے خدا را۔ پس سخت را نرم مداں اگرچہ گام ہا آنرا نرم
کثیرٌ من الخُطا. وإن اهتدتْ إلیها أبابیل من القطا. فإنّ
کردہ باشند۔ و اگرچہ سوئے او رفتہ باشند بسیارے از مرغان سنگ خوار۔ چرا کہ

﴿۱۷۷﴾

هُدی اللہ هو الهدی. وإن القرآن شهد علی موت
ہدایت خدا ہموں در اصل ہدایت است و قرآن گواہی دادہ است بر موت مسیح۔

﴿۱۷۸﴾

المسیح. وأدخله فی الأموات بالبیان الصریح. ما لک ما
و داخل کرد او را در مردگان بہ بیان صریح۔ چہ شد ترا کہ فکر نمی کنی

تفکّر فی قوله ” فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي “[1] وفی قوله ” قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
در قول او فلما توفیتنی و در قول او قد خلت مِن قبله الرسل۔

الرُّسُلُ “[2] وما لک لا تختار سبیل الفرقان وسَرَّک السُّبُلُ.
و چہ شد ترا کہ راہ قرآن اختیار نمی کنی و خوش افتاد ترا راہ ہائے دیگر و

وقد قال ” فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ “[3] فما لکم لا تفکّرون.
گفت کہ در زمین زندہ خواہید ماند و در زمین خواہید مرد چہ شد شما را کہ فکر نمے کنید

وقال لکم فیها مستقرٌّ ومتاع إلی حین. فکیف صار مستقرُّ
و گفت کہ قرارگاہ شما زمین خواہد بود۔ پس چگونہ

عیسی فی السماء أو عرشَ رب العالمین. إنْ هذا إلّا کذب
عیسیٰ علیہ السلام بر آسمان قرار گرفت ایں صریح دروغ

مبین. وقال سبحانه ” اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ “[4]
است و گفت خداتعالیٰ کہ ذاتش پاک است آنانکہ پرستش شاں

فکیف تحسبون عیسی من الأحیاء. الحیاء الحیاء. یا
می کنند مُردگان اند نہ زندگان پس چگونہ عیسیٰ زندہ است جائے حیاء کردن است۔

عباد الرحمٰن. القرآن القرآن. فاتقوا الله ولا تترکوا
اے بندگانِ خدا قرآن را لازم بگیرید۔ پس از خدا بترسید و

[1] المائدة : ۱۱۸ [2] آل عمران : ۱۴۵ [3] الاعراف :۲۶ [4] النحل :۲۲

﴿۱۷۹﴾

الفرقان. إنه كتاب يُسأَل عنه إنسٌ وجانٌّ. وإنكم تقرء ون
قرآن را ترک مکنید۔ آں کتابے است کہ انس و جان را بداں باز پُرس خواہد شد و

الفاتحة في الصلاة. ففكِّروا فيها يا ذوي الحصاة. ألا
شما مے خوانید سورہ فاتحہ را در نماز پس فکر کنید درو اے دانشمنداں۔

تجدون فيها آية" صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ "[1] فلا
آیا نمے یابید دراں آیت صراط الذین انعمت علیھم پس مباش

تكونوا كالذين فقدوا نورَ عينَيْهم. وذهب بما لديهم.
ہمچو کسانے کہ گم کردند نور چشمان خود و ہر چہ نزد شاں بود برباد رفت۔

وَيْحكم وهل بعد الفرقان دليل. أو بقِي إلى مفرٍّ من سبيل.
وائے بر شما و آیا ہست بعد از قرآن دلیلے۔ یا سوئے گریزگاہ راہے ماندہ است۔

أيقبَل عقلكم أن يبشّر ربُّنا في هذا الدعاء . بأنه يبعث
آیا قبول مے کند عقل شما کہ خدا دریں دعا بشارت دہد اینکہ او تعالیٰ از ہمیں

الأئمّةَ مِن هذه الأمّة لمن يريد طريق الاهتداء . الذين
امت برائے ہدایت مردم امامان خواہد فرستاد آنانکہ

يكونون كمثل أنبياء بني إسرائيل في الاجتباء والاصطفاء .
باشند مثل انبیاء بنی اسرائیل در برگزیدگی۔

ويأمرنا أن ندعو أن نكون كأنبياء بني إسرائيل. ولا نكون
و حکم کند ما را کہ ما ہمچو پیغمبران بنی اسرائیل شویم و

كأشقياء بني إسرائيل. ثم بعد هذا يدُعُّنا ويُلقينا
ہمچو بدبختاں ایشاں شویم۔ و بعد ازیں دفع کند ما را و بیند از و

[1] الفاتحة : ۷

فی وِهاد الحرمان. ویرسل إلینا رسولا من بنی إسرائیل
در پستی ہائے محرومی و از بنی اسرائیل پیغمبرے بفرستد و
وینسی وعده کل النسیان. وهل هذا إلّا المکیدة التی لآ
وعدہ خود را فراموش کند۔ و ایں نیست مگر فریبے کہ
یُنسَب إلی اللّٰه المنان. وإن الله قد ذکر فی هذه السورة
منسوب نتواں کرد سوئے خدا۔ و خداتعالیٰ دریں سورہ ذکر
ثلاثةَ أحزاب من الذین أنعمَ علیهم والیهود والنصرانیین.
سہ گروہ کردہ است از منعم علیہم و یہود و
ورَغَّبَنا فی الحزب الأوّل منها ونهی عن الآخرین. بل حَثّنا
نصاریٰ۔ و رغبت داد ما را در گروہ اول و منع کرد از
علی الدعاء والتضرع والابتهال. لنکون من المنعَم علیهم
باقی گروہ بلکہ بر انگیخت ما را بر دعا و تضرع و ابتہال۔
لا من المغضوب علیهم وأهل الضلال.
تا کہ ما از منعم علیہم شویم نہ از مغضوب علیہم و اہل
ووالذی أنزل المطرَ من الغمام. وأخرج الثمرَ من
ضلالت و قسم بخدائے کہ نازل کرد باران را از ابر و بیروں آورد بار
الأکمام. لقد ظهر الحق من هذه الآیة. ولا یشکّ فیه مَن
را از شگوفہ ہا۔ تحقیق ظاہر شدہ است ازیں آیت و شک نخواہد کرد
أُعطیَ له ذرة من الدرایة. وإنّ اللّٰه قد منَّ علینا بالتصریح
در و ہر کہ دادہ شد یک ذرہ از دانش و خداتعالیٰ احسان کرد بر ما بتصریح

﴿۱۸۰﴾

والإظهار. وأماطَ عنا وَعْثاءَ الافتكار. فوجب على الذين
و ظاہر کردن و دور کرد از ما مشقت فکر کردن را پس واجب شد بر آنانکہ
يُنَضْنِضون نضنضةَ الصِلِّ. ويُحَمْلِقون حملقةَ البازی
زبان ے جنبانند ہمچو جنبانیدن مار خورد و می نگرند ہمچو نگریستن بازے کہ
المطل. ان لا يُعرِضوا عن هذا الإنعام. ولا يكونوا ﴿۱۸۱﴾
صید را ے بیند۔ کہ ازیں انعام اعراض نکنند و ہمچو چارپایاں شوند
كالأنعام. وقد عَلِقَ بقلبى أن الفاتحة تأسُوا جِراحَهم.
و ایں امر بدل من آویخت کہ سورہ فاتحہ ریشہائے او شاں را دور خواہد کرد
وتَرِيش جناحَهم. وما مِن سورة فى القرآن إلّا هى تكذّبهم
و باز وے ایشانرا پر خواہد نہاد و در قرآن ہیچ سورتے نیست مگر آں تکذیب
فى هذا الاعتقاد. فاقرءْ مِمّا شئتَ من كتاب اللّٰه يُريك
شاں می کند۔ پس بخواں کتاب الٰہی را از ہر جا کہ ے خواہی بنماید
طريق الصدق والسداد. ألا ترىٰ أن سورة "بنى إسرائيل"
ترا راہ صدق و سداد۔ نمی بینی کہ سورۃ بنی اسرائیل منع می کند
يمنعُ☆ المسيح أن يرقى فى السماء[1] وأن "آل عمران" تعِده
مسیح را کہ سوئے آسمان صعود نماید و سورہ آل عمران وعدہ می کند او را
أن اللّٰه مُتوَفِّيه[2] وناقِلُه إلى الأموات من الأحياء. ثم
کہ خدا وفات دہد او را و از زندگان سوئے مُردگان نقل کند۔ باز
إن "المائدة" تبسُط له مائدة الوفاة. فاقرأْ "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ"[3]
سورہ مائدہ ے گسترد برائے مسیح مائدہ وفات را۔ پس بخواں آیت فلمّا توفیتنی

[1] بنی اسرائیل:۹۴ [2] ال عمران:۵۶ [3] المائدۃ : ۱۱۸ ☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے "سورۃ" کی مناسبت سے "تمنع" ہونا چاہیے۔ (ناشر)

إنْ كنت في الشبهات. ثم إن ’’الزُمَر‘‘ يجعله مِن زُمَرٍ لا
اگر در شبہات ہستی۔ باز سورہ زمر ازاں گروہ او را می کند
يعودون إلى الدنيا الدنيّة. وإنْ شئتَ فاقرأ ’’فَيُمْسِكُ الَّتِىْ ﴿۱۸۲﴾
کہ در دنیا باز نمی آیند و اگر بخواہی پس بخواں ایں آیت
قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ‘‘.[1] واعلم أن الرجوع حرام بعد المنيّة.
کہ خدا بند می دارد مردگان را ازینکہ در دنیا باز بیایند۔ وحرام ست باز آمدن بعد
وحرام على قرية أهلكهَا اللّٰه أن تُبعَث قبل يوم النشور.
از مرگ۔ وحرام است بر دیہے کہ خدا ہلاک کرد آنرا کہ قبل از قیامت زندہ شوند
وأما الإحياء بطريق المعجزة فليس فيه الرجوع إلى الدنيا
مگر زندہ کردن بطریق معجزہ پس درو رجوع نیست سوئے دنیا
التي هي مقام الظلم والزور. ثم إذا ثبت موت المسيح
کہ مقام ظلم است۔ باز چوں ثابت شد موت مسیح
بالنصّ الصريح. فأزال اللّٰه وَهْمَ نزولِه من السّماء بالبيان
بنص صریح۔ پس دور کرد خداتعالیٰ و ہم فرود آمدن او بہ بیان
الفصيح. وأشار في سورة النور والفاتحة. أن هذه الأمّة
فصیح و اشارت کرد در سورۃ نور و سورۃ فاتحہ کہ ایں
يرث أنبياء بني إسرائيل على الطريقة الظلية. فوجب أن
امت وارث خواہد شد انبیاء بنی اسرائیل را بر طریق ظلّیت۔
يأتي في آخر الزمان مسيح من هذه الأمة.
پس واجب شد کہ بیاید در آخر زمان مسیح ازیں امت۔

[1] الزمر :۴۳

كـمـا أتـى عيسى ابن مريم فى آخر السلسلة الموسوية. فإن
چنانچہ حضرت عیسیٰ بن مریم در آخر سلسلہ موسویہ آمدہ پس

﴿۱۸۳﴾ موسىٰ ومحمدًا عـليهما صلوات الرحمٰن متماثلان بنصّ
بہ تحقیق موسیٰ و محمد علیہما السلام مماثل اند از روئے

الـفـرقـان. وإن سـلسـلـة هذه الخلافة تشابهُ سلسلةَ تلك
قرآن و ایں سلسلہ خلافت مشابہ است آں سلسلہ

الـخـلافة. كـمـا هـى مذكورة فى القرآن. وفيها لا يختلف
خلافت را و دریں اختلاف نیست۔ چنانچہ در قرآن آمدہ است و بہ تحقیق

اثـنـان. وقـد اختتـمـت مـئـاتُ سـلسلةِ خلفاء موسىٰ على
ختم شد صدی ہائے سلسلہ خلفاء موسیٰ بر

عيسىٰ كـمثل عِدّة أيام البدر. فكان من الواجب أن يظهَر
مسیح بر شمار روزہائے لیلۃ البدر۔ پس واجب بود کہ

مسيـحُ هـذه الأمّة فـى مدّة هى كمثل هذا القدر. وقد أشار
مسیح ایں امت ہم دریں مدت ظاہر شود۔

إليـه الـقـرآن فـى قولـه ”لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ“.[1]
و اشارت کرد قرآن سوئے ایں معنی در قول او کہ خدا مدد شما کرد در

و إن الـقـرآن ذو الـوجـوه كـمـا لا يـخـفـى عـلـى
بدر و شما ذلیل بودید۔ و قرآن ذوالوجوہ است چنانچہ بر

الـعـلـمـاء الأجلّة. فـالـمـعـنـى الثـانى لهذه الآيـة فى هذا
علماء بزرگ پوشیدہ نیست۔ پس معنی ثانی ایں آیت دریں

[1] اٰل عمران : ۱۲۴

﴿۱۸۴﴾

الـمـقـام. ان الـلّٰه ينصر المؤمنين بظهور المسيح إلى مِئِينَ
مقام کہ خدا مدد مومناں بظہور مسیح تا آں صدی ہا
تُشـابـهُ عِـدّتُهـا أيـامَ البدر التامّ. والمؤمنون أذلّةٌ فى تلك
خواہد کرد کہ شمار آنہا بدر تام را مشابہت دارد و مومناں دراں زمانہ ذلیل
الأيام. فانظرْ إلٰى هذه الآية كيف تشير إلى ضعف الإسلام.
خواہند بود پس بنگر سوئے ایں آیت چگونہ اشارت می کند سوئے ضعف
ثـم تشيـر إلـى كـون هـلالـه بـدرًا فـى أجلٍ مسمّى من اللّٰه
اسلام باز اشارت میکند سوئے اینکہ آں ہلال در آخر بدر خواہد شد و باز
الـعلّام. كـمـا هـو مـفهـوم مـن لـفـظ البدر. فـالحمد للّٰـه
اشارت میکند سوئے وقت ظہور مسیح کہ صدی چہاردہم است چنانچہ از لفظ بدر مفہوم
عـلـى هـذا الافـضـال والإنـعـام. وحـاصل مـا قلنـا فـى
مے شود۔ پس حمد خدا را بریں فضل ونعمت دادن۔ ودریں باب ہرچہ گفتیم حاصل آں ایں
هـذا البـاب. أن الـفـاتـحة تبشّـر بـكون الـمسيح من هذه
است کہ سورہ فاتحہ بشارت می دہد بہ مسیح از ہمیں امت۔
الأمّة فـضـلا مـن رب الأربـاب. فـقـد بُشِّرْنـا مِن الفـاتـحة
پس بتحقیق بشارت دادہ شدیم از قرآن بہ امامانے کہ ہمچو
بـأئـمّةٍ مـنّـا هم كأنبياء بنى إسرائيل. وما بُشِّرْنا بنـزول نبىّ
انبیاء بنی اسرائیل خواہند بود و بشارت نہ دادہ شد مارا کہ پیغمبرے از
مـن السـمـاء فتَـدبَّـرْ هـذا الـدليل. وقد سمعتَ من قبل أن
آسمان نازل خواہد شد پس تدبر کن دریں دلیل۔ و پیش زیں دانستی کہ

سورة النور قد بشّرتُنا بسلسلة خلفاء تشابهُ سلسلةَ خلفاء
سورۃ النور بشارت دادہ است بسلسلہ آں خلیفہ ہا کہ مشابہ اند بہ
الكليم. وكيف تتمّ المشابهة من دون أن يظهر مسيح ﴿۱۸۵﴾
خلیفہ ہائے موسیٰ۔ و چگونہ بکمال رسد ایں مشابہت بجز اینکہ ظاہر شود مسیح
كمسيحِ سلسلة الكليم فى آخر سلسلة النبى الكريم. وإنّا
دریں امت ہمچو مسیح سلسلہ حضرت موسیٰ و ما ایمان آوردیم بدیں
آمنّا بهذا الوعد فإنه من رب العباد. وإن الله لا يخلف
وعدہ کہ آں از رب العباد است و خدا
الميعاد. والعجب من القوم أنهم ما نظروا إلى وعد حضرة
تخلف وعدہ نہ کند و عجب است از قوم کہ او شاں وعدہ خداتعالیٰ
الكبرياء. وهل يُوفّى ويُنجَز إلّا الوعد فلينظروا بالتقوىٰ
را نظر نہ کردند و ایفاء وعدہ می کنند نہ ایفائے چیزے دیگر پس نظر کنید
والحياء. وهل فى شِرعة الإنصاف. أن ينزل المسيح من
از تقویٰ و حیاء و آیا جائز ہست در طریقہ انصاف کہ نازل کردہ شود مسیح
السماء ويُخلَف وعدُ مماثلةِ سلسلة الاستخلاف. وإنّ
از آسمان و وعدہ مماثلت سلسلہ استخلاف ترک کردہ شود۔
تشابُهَ السلسلتين قد وجب بحُكم الله الغيور. كما هو
و تشابہ ایں ہر دو سلسلہ واجب شد بحکم خدائے غیور
مفهوم من لفظ ”كَمَا“ فى سورة النور.
چنانچہ فہمیدہ مے شود از لفظ کما در سورۃ نور۔

البابُ السَّابع

باب ہفتم

﴿۱۸۶﴾

فی تفسیر غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ.

درتفسیر غیر المغضوب علیهم و لا الضالین۔

اعلم أسعدک اللّٰہ أنّ اللّٰہ قسّم الیھود والنصاریٰ فی ھذہ
بدانکہ خداتعالیٰ مددگار تو باشد کہ او تعالیٰ تقسیم کردہ است
السورة علی ثلاثة أقسام. فرغّبنا فی قسم منھم وبشّر به
یہود و نصاریٰ را دریں سورہ بر سہ قسم پس رغبت داد ما را در قسمے ازاں ہر سہ قسم
بفضل وإکرام. وعلّمنا دعاءً ا لنکون کمثل تلک الکرام.
و ما را دعائے آموخت تا ہمچو آں بزرگاں شویم
من الأنبیاء والرسل العظام. وبقی القسمان الآخران.
از انبیاء و رسولان بزرگ۔ و باقی ماند دو قسم دیگر
وھما المغضوب علیھم من الیھود والضالون من أھل
و آں مغضوب علیھم از یہود اند و گمراہان از صلیب
الصلبان. فأمرنا أن نعوذ به من أن نلحق بھم من
پرستاں۔ پس حکم کرد ما را کہ بدیشاں لاحق شویم۔
الشقاوة والطغیان. فظھر من ھذہ السورة أنّ أمرنا
پس ازیں سورة ظاہر شد کہ امر ما

قد تُرک بین خوف ورجاء . ونعمة وبلاء . إمّا مشابهة
گذاشتہ شد در خوف و رجا۔ و نعمت و بلا۔ یا مشابہ
بالأنبياء . وإما شُربٌ من كأس الأشقياء . فاتقوا اللّٰه الذى
بہ پیغمبران است و یا نوشیدن است از جام بدبختاں۔ پس ازاں خدا بترسید کہ

﴿۱۸۷﴾

عظُم وعيده. وجلّت مواعيده. ومن لم يكن على هدى
وعید او بزرگ است و وعدہ ہائے او نیز بزرگ اند۔ و ہر کہ بر ہدایت
الأنبياء من فضل اللّٰه الودود. فقد خيف عليه أن يكون
انبیاء نباشد۔ پس خوف است کہ
كالنصارى اواليهود. فاشتدت الحاجة إلى نموذج النبيين
ہمچو یہود و نصاریٰ باشد۔ پس سخت شد حاجت سوئے نمونہ انبیاء
والمرسلين. ليدفع نورهم ظلمات المغضوب عليهم
و مُرسلاں تا کہ نور او شاں تاریکی یہود و نصاریٰ دور کند
وشبهات الضالين. ولذالک وجب ظهور المسيح
و از بہر ہمیں واجب شد ظہور مسیح موعود دریں
الموعود فى هذا الزمان من هذه الأمّة. لأنّ الضالين قد
زمانہ ازیں امت۔ زیرانکہ ضالین بسیار شدہ اند
كثروا فاقتضت المسيحَ ضرورةُ المقابلة. وإنكم ترون
پس ضرورت مقابلہ مسیح را بخواست۔ و شما مے بینید فوج ہا
أفواجًا من القسيسين الذين هم الضالون. فأين المسيح
از علماء نصاریٰ کہ ہماں فرقہ ضالہ است۔ پس کجا ست آں مسیح

﴿۱۸۸﴾

الذی یذبّہم إن کنتم تعلمون. أما ظہر أثر الدعاء . أو تُرکتم
کہ دفع کند او شانرا اگر مے دانید۔ آیا اثر دعا ظاہر نشد
فی اللیلة اللیلاء. أم عُلّمتم دعاء صراط الذین. لیزید
یا شما را در شب تاریک گذاشتند۔آیا دعاء صراط الذین از بہر ایں آموختہ
الحسرة وتکونوا کالمحرومین. فالحق والحق أقول إن اللّٰہ
اند کہ تا حسرت زیادہ شود۔ پس راست راست مے گوئیم کہ خدا تقسیم نہ کردہ
ما قسّم الفِرق علی ثلاثة أقسام فی ہذہ السورة. إلّا بعد أن
است در سورة فاتحہ فرقہ ہا را بر سہ قسم مگر بعد اینکہ طیار کرد ہر نمونہ را
أعدّ کل نموذج منہم فی ہذہ الأمّة. وإنکم ترون کثرة
ازیشاں دریں امت و چوں ظاہر شد کثرت مغضوب علیہم
المغضوب علیہم وکثرة الضالین. فأین الذی جاء علی
و کثرت ضالین۔ پس کجا ست آں شخص کہ بر نمونہ انبیاء
نموذج النبیین والمرسلین من السابقین. ما لکم لا تُفکرون
آمدہ باشد۔ چہ شد شما را کہ دریں فکر نمی کنید
فی ہذا وتمرّون غافلین. ثم اعلم أن ہذہ السورة قد أخبرت
و می گزرید ہمچو غافلاں۔ باز بدانکہ ایں سورة خبر دادہ است از
عن المبدء والمعاد. وأشارت إلی قوم ہم آخر الأقوام
مبدء و معاد۔ و اشارہ کرد سوئے قومے کہ او شاں آخر قوم ہا و جائے انتہائے
ومنتہی الفساد. فإنہا اختتمت علی الضالین. وفیہ إشارة
فساد اند چرا کہ آں سورة ختم شد بر ضالین و دریں اشارة است

﴿۱۸۹﴾

لـلمتدبّرين. فإن اللّٰه ذكـر هـاتين الفرقتين فی آخر السورة.
برائے متدبراں۔ چرا کہ خدا ذکر کرد ایں ہر دو فرقہ را در آخر سورۃ
ومـا ذكـر الـدجّـال الـمعهـود تصريحًا ولا بالإشارة. مع أن
و ذکر دجال معہود نہ کرد نہ تصریحاً نہ اشارۃً باوجود اینکہ مقام
الـمـقـام كـان يـقتضى ذكر الدجّال. فإن السورة أشارت فی
تقاضا مے کرد کہ ذکر دجال کردہ آید چرا کہ ایں سورۃ در قول
قـولهـا ”الـضَّالِّينَ“ إلى آخر الفتن وأكبر الأهوال. فلو كانت
الـضـالـيـن اشارہ کردہ است سوئے آں فتنہ کہ آخر فتنہ ہاست وسخت تر از ہمہ خوف ہا پس
فتـنة الـدجّـال فـی علم اللّٰه أكبر من هذه الفتنة لختم السورة
اگر در علم الٰہی فتنہ دجال بزرگ تر فتنہ بودے۔ البتہ سورۃ را
عـليها لا علٰى هذه الفرقة. ففكروا فی أنفسكم. . أنسى أصل
براں فتنہ ختم مے کرد نہ بریں فرقہ پس فکر کنید در نفس خود آیا فراموش کرد اصل امر را
الأمر ربّنا ذو الـجلال. وذكر الضالين فی مقامٍ كان واجبًا فيه
خدائے ذوالجلال۔ و ذکر کرد ضالین را در مقامے کہ واجب بود در انجا ذکر
ذكـر الدجّال. وإن كان الأمر كما هو زعم الجهال. لقال اللّٰه
دجال کردن و اگر امر چناں بودے کہ جاہلاں خیال کردہ اند۔ البتہ
فــی هـذا الـمـقـام غيـر الـمـغـضـوب عليهم ولا الدجّـال.
خدا تعالیٰ بگفتے کہ غیـر الـمـغـضـوب عـلیهـم و لا الـدجـال ۔
وأنـت تـعـلـم أن اللّٰـه أراد فی هذه السـورة أن يـحث الأمّة
و تو میدانی کہ خداتعالیٰ دریں سورۃ ارادہ فرمودہ است کہ ایں امت را

﴿۱۹۰﴾

عَلی طریق النبیّین. ویحذرهم من طرق الکفرة الفجرة.
رغبت دہد در راہ ہائے انبیاء و بترساند از راہ کافراں و فاجراں پس ذکر کرد
فذکر قومًا أکمل لهم عطاء ہ. وأتمّ نعماء ہ. ووعد أنه
قومے را کہ کامل کرد بر اوشاں عطاء خود وتمام کرد بروشاں نعمت خود۔ و وعدہ کرد کہ او
باعث من هذه الأمة من هو یُشابه النبیّین. ویُضاهی
پیدا کند کسے را کہ او مشابہ انبیاء است و مشابہ رسولان است۔
المرسلین. ثم ذکر قومًا آخر تُرکوا فی الظلمات. وجعل
باز قومے دیگر را ذکر کرد کہ در ظلمات گذاشتہ شدند و گردانید فتنہ اوشانرا
فتنتهم آخر الفتن وأعظم الآفات. وأمر أن یعوذ الناس
اعظم الفتن و حکم کرد کہ مردم بدو پناہ جویند
کلهم به من هذه الفتن إلی یوم القیامة. ویتضرّعوا لدفعها
ازیں فتنہا تا قیامت۔ و برائے دفع آں فتنہ ہا در
فی الصلوات فی أوقاتها الخمسة. وما أشار فی هذا إلی
نماز تضرع کنند پنج وقت۔ و اشارت نکرد اینجا سوئے دجال
الدجّال وفتنته العظیمة. فأیّ دلیل أکبر من هذا علی
و فتنہ بزرگ او۔ پس کدام دلیل بزرگ تر ازیں است برائے باطل کردن
إبطال هذه العقیدة. ثم من مؤیّدات هذا البرهان. أن اللّٰه
ایں عقیدہ باز از مؤیدات ایں برہان این است کہ خدا
ذکر النصاری فی آخر القرآن کما ذکر فی أوّل الفرقان.
ذکر نصاریٰ در آخر قرآن کردہ است چنانکہ در اول قرآن کردہ است

﴿۱۹۱﴾

فَفکر فی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَد وفی الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ. وما هم
و فکر کن در لم یلد و لم یولد و در وسواس خنّاس ۔ ونیست
إلّا النصاریٰ فعذ من علمائهم بربّ الناس. وإن اللّٰه کما
او شاں مگر نصاریٰ۔ پس از علماء شاں پناہ خدا بخواہ۔ و خدا تعالیٰ
ختم الفاتحة علی الضالین. کذالک ختم القرآن علی
ہم چناں کہ ختم کردہ است فاتحہ را بر ضالین۔ ہم چناں ختم کردہ است قرآن را بر
النصرانیّین. وإن الضالین هم النصرانیون کما رُوِیَ عن
نصرانیین۔ و فرقہ ضالین او شاں نصرانیان اند چنانکہ در درّمنثور
نبیّنا فی الدر المنثور. وفی فتح الباری فلا تُعرض عن
آمدہ است۔ و ہم چنیں در فتح الباری است پس اعراض مکن از قول
القول الثابت المشهور. ومُسلّم الجمهور.
مشہور و تسلیم کردہ جمہور یہ۔

البابُ الثّامِن

باب ہشتم

فی تفسیر الفاتحة بقول کلی

درتفسیر سورہ فاتحہ بقول کلی

اعلم أن اللّٰه تعالٰی افتتح کتابه بالحمد لا بالشّکر ولا
بدانکہ شروع کرد اللہ تعالیٰ کتاب خود را بحمد و شروع نہ کرد
بالثناء . لأن الحمد أتمّ وأکمل منهما وأحاطهما
بہ شکر و ثناء چرا کہ حمد اتم و اکمل است ازاں ہر دو و

﴿۱۹۲﴾ بالاستیفاء . ثم ذالک ردّ علی عبدة المخلوقین
بر معنے آں ہر دو باستیفاء احاطہ میدارد باز ایں ردّ است بر کسانے کہ پرستش
والأوثان. فإنهم یحمدون طواغیتهم وینسبون إلیها
مخلوق مے کنند چرا کہ او شاں تعریف معبوداں خود می کنند و صفات باری سوئے
صفات الرحمٰن. وفی الحمد إشارة أخری. وهی أن اللّٰه
شاں منسوب می کنند۔ و در حمد اشارتے دیگر نیز ہست و
تبارک وتعالٰی یقول أیّها العباد اعرفونی بصفاتی. وآمنوا
آں ایں است کہ خداتعالیٰ می فرماید کہ اے بندگان مرا بصفات من شناخت
بی لکمالاتی. وانظروا إلی السماوات والأرضین. هل
کنید و ایمان آرید بر من برائے کمالات من و نظر کنید در زمین و آسمان۔
تجدون کمثلی ربّ العالمین. وأرحم الراحمین. ومالک
آیا می یابید مانند من آنکہ رب العالمین باشد و آنکہ ارحم الراحمین۔
یوم الدین. ومع ذالک إشارة إلی أنّ إلٰهکم إلٰهٌ جمع
و مالک یوم الدین باشد و باجود ایں سوئے ایں اشارہ است کہ خدائے شما
جمیع أنواع الحمد فی ذاته. وتفرّد فی سائر محاسنة
خدائے است کہ جمیع انواع حمد در ذات خود جمع می دارد و متفرد است در تمام خوبی ہا
وصفاته. وإشارة إلی أنه تعالٰی منزّه شانه عن کل نقص
و صفات خود و اشارۃ است سوئے اینکہ شان خداتعالیٰ پاک است از ہر
﴿۱۹۳﴾ وحؤول حالة ولحوق وصمة کالمخلوقین. بل
نقص و تغیر حالت و لحوق عیب ہمچو مخلوق بلکہ

هو الكامل المحمود. ولا تحيطه الحدود. وله الحمد في الأولى
او کامل محمود است۔ و حدہا احاطہ او نمی کنند و برائے او حمد است
والآخرة ومن الأزل إلى أبد الآبدين. ولذالك سمّى الله نبيّه
در اول و آخر و از ازل تا ابد۔ و از بہر ہمیں
أحمد. وكذالك سَمّى به المسيح الموعود ليشير إلى ما تعمّد.
خداتعالیٰ نام نبی خود احمد نہاد و ہمیں احمد مسیح موعود را داد تا اشارہ کند سوئے
وإن الله كتب الحمد على رأس الفاتحة. ثم أشار إلى الحمد في
آنچہ قصد کردہ است و خداتعالیٰ نوشت حمد را بر سر سورہ فاتحہ باز در آخر
آخر هذه السورة. فإن آخرها لفظ الضَّالِّينَ. وهم النصارى الذين
سورہ سوئے حمد اشارہ کرد چرا کہ در آخر سورہ لفظ ضالین است و
أعرضوا عن حمد الله وأعطوا حقه لأحدٍ من المخلوقين. فإن حقيقة
او شاں نصاریٰ ہستند کہ از حمد الٰہی اعراض کردند و حق او یکے را از مخلوق
الضلالة هي ترك المحمود الذي يستحق الحمد والثناء. كما
دادند چرا کہ حقیقت ضلالت ایں است کہ آں محمود را ترک کردہ شود کہ مستحق
فعل النصارى ونحتوا من عندهم محمودًا آخر وبالغوا في الاطراء
حمد و ثنا است ہم چناں کہ نصاریٰ کردند و از خود محمودے تراشیدند
واتّبعوا الأهواء. وبعدوا من عين الحياة. وهلكوا كما
و در ستودن مبالغہ کردند و پیروی ہوائے نفسانی کردند و از چشمہ حیات دور شدند۔
يهلك الضال في الموماة. وإن اليهود هلكوا في أوّل أمرهم
و ہلاک شدند ہمچو گمراہے کہ در بیابان بے آب ہلاک شود و یہود در اول امر خود

﴿۱۹۴﴾

وبـاء وا بـغـضـبٍ مّـن الله القهّار. والنصارىٰ سلكوا قليلا ثم ضلّوا
از غضب الٰہی ہلاک شدند۔ و نصاریٰ قدمے چند رفتند باز گمراہ شدند
وفقدوا الماء فماتوا فى فلاة من الاضطرار. فحاصل هذا البيان أن
و آب را گم کردند پس در بیابانے بمردند۔ پس حاصل کلام ایں است کہ
الـلّٰه خلق أحمدين فى صدر الإسلام وفى آخر الزمان. وأشار إليهما
پیدا کرد خداتعالیٰ دو احمد را در صدر اسلام و در آخر زمانہ و اشارہ
بتكـرار لـفـظ الـحمد فى أول الفاتحة وفى آخرها لأهل العرفان.
کردسوئے آں ہردو بہ دوبار آوردن لفظ حمد دراول فاتحہ وآخر فاتحہ۔ وہم چنیں کرد تا کہ
وفـعـل كـذالک ليردّ على النصرانيين. وأنزل أحمدين من السماء
ردّ کند بر نصرانیاں و نازل کرد دو احمد را از آسمان
ليـكـونـا كالجدارين لحماية الأولين والآخرين. وهذا آخر ما أردنا
تا کہ آں ہر دو باشند ہمچو دو دیوارے برائے اولین وآخرین۔ وایں آخر امراست کہ
فـى هـذا الباب. بتوفيق الله الراحم الوهاب. فـالحمد للّٰه على هذا
ارادہ کردیم دریں باب بتوفیق خدائے رحیم و وہاب۔ پس حمد خدا را ست بریں
التوفيق والرفاء. وكان من فضله أنّ عَهْدنَا قُرِنَ بالوفاء. وما كان لنا
توفیق و سازداری و ایں فضل اوست کہ عہد ما بوفاء قرین کردہ شد و
أن نـكـتـب حـرفًا لولا عون حضرة الكبرياء. هو الذى أَرَى الآيات.
مجال ما نبود کہ ما حرفے نویسیم اگر مدد خدا نبودے۔ او آں خداست کہ
وأنـزل البيّـنــات. وعـصـم قـلـمـى وكـلـمـى من الخطـاء. وحفظ
نشانہا نمود و دلائل بیّنہ نازل فرمود و نگہداشت قلم و کلمہ ہائے مرا از خطا و

﴿۱۹۵﴾

عـرضـي مـن الأعـداء. وإنـه تبـوّء مـنـزلـي. وتجلّى عليّ وحضر
عزت مرا از دشمناں و او جا گرفت منزل مرا تجلّی کرد بر من و حاضر شد محفل مرا
مَـحْفلي. واجتباني لخلافته. وأبقى مرعاى على صرافته. وزكّاني
و برگزید مرا برائے خلافت خود و چراگاہ مرا برائے خود خالص داشت و تزکیہ من کرد پس نیک
فـاحسـن تـزكيتـي. وربّـاني فبالغ في تربيتي. وأنبتني نباتا حسنًا.
کرد تزکیہ من و تربیت من کرد پس مبالغہ کرد در تربیت و بطور نیک نشو و نما مرا داد و بر من تجلّی
وتـجـلّـى عـلـيّ وشـغـفني حُبًّا. حتى أنني فرغتُ من عداوة الناس
فرمود و محبت خود در من داخل کرد تا بحدے کہ من از دوستی مَردم فارغ شدم و از مدح خلق
ومـحبتهم. ومدح الخلق ومذمتهم. والآن سواء لي من عاد إليّ أو
و مذمت او شاں و اکنوں برابر است مرا کہ کسے بمن رجوع کند یا
عـادا. و راد من ضياعي أو رادا. وصارت الدنيا في عيني كجارية
عداوت کند۔ و بجوید از آب و زمین من یا سوئے من سنگ اندازد و دنیا
بُدء ت. واسودّ وجهها وصفوف الحسن تقوّضت. وشَمَمُ الأنف
در چشمِ من چنیں شدہ است کہ کنیز کے کہ اورا جدری برآمدہ باشد و رُو سیاہ شدہ و حُسن خیمہ
بـالـفـطـس تبـدّل. ولهـب الـخـدود إلى النمـش انتقل. فنجوتُ
برکندہ و بلندی بینی بہ پہنائی مبدل شد و سرخی رخسار با نقطہ ہائے سیاہ منتقل گشت پس
بـحـول الـلّـه مـن سـطوتها وسلطانها. وعُصِمتُ من صولة غولها
بقوت خداتعالیٰ از سلطنت او رہائی یافتم و محفوظ شدم از حملہ شیطان
وشيـطـانهـا. وخـرجـتُ مـن قـومٍ يتـركـون الأصـل ويطلبون
او و از قومے خارج شدم کہ اصل می گذارند و شاخ را می گیرند۔ و برائے

﴿۱۹۶﴾

الفرع. ويُضيعون الورع لهذه الدنيا ويجبئون الزرع.
دنیا پرہیزگاری را برائے ایں دنیا از دست می دہند و زراعت خام خود را مے فروشند
ويريدون أن يحتكأ قولهم فى قلوب الناس. مع أنهم ما
و مے خواہند کہ سخن شاں در دل ہا جاگیرد۔ باوجود اینکہ ایشاں از چرکہائے
خلصوا من الأدناس. وكيف يُترقّب الماء المعين من قربةٍ
بخاست خلاص نیافتہ اند و چگونہ آب صافی از مشک بدبو میسر آید۔
قُضِئت. والخلوص والدينُ من قريحةٍ فسدت. وكيف يُعَدُّ
و خلوص و دین از طبیعتے فاسد و چگونہ قیدی ہمچو
الأسير كمُطلَقٍ من الإسار. وكيف يدخل المُقرف فى
رہائی یافتہ شمردہ شود۔ و چگونہ داخل کردہ شود بد نژاد در نیک اصلان و
الأحرار. وكيف يتداكأ الناس عليه. وهو خبيث وخبيث ما
چگونہ گرد آیند مردم بر وو او خبیث است وخبیث است آنچہ از دہن او بیروں می آید۔ وقلم من
يخرج من شفتيه. وإن قلمى بُرّء من أدناس الهوى. وبُرِىَ
بری کردہ شد از چرک ہائے ہوا و تراشیدہ شد برائے راضی کردن مولیٰ و برائے
لإرضاء المولٰى. وإن لِيراعى أثرٌ من الباقيات الصالحات. ولا
قلم من نشان است از باقیات صالحات۔ نہ ہمچو نشان سُمہائے
كأثر سنابك المسوّمات. ونحن كُماةٌ لا نزلّ عن صهوات
اسپان کارزار و ما سواریم از پشتہائے اسپاں نمی افتیم۔
المطايا. وإنّا مع ربنا إلٰى حلول المنايا. وإن خيلنا تجول على العدا
و ما با خدائے خودیم تا وقت موت و اسپان ما حملہ مے کنند بر دشمناں

﴿۱۹۷﴾

كَالبازی علی العصفور. أو كالأجدل على الفار المذؤور.
ہمچو باز بر کنجشک یا ہمچو شقرہ بر موش ترسیدہ بگذارید
روید أعدائی بعض الدعاوی. ولا تدّعوا الشبع مع البطن
اے دشمنان من بعض دعوے ہا را و دعوے سیری مکنید باوجود شکم خالی۔
الخاوی. اتقومون للحرب برماح أشرعت. ولا ترون إلی
آیا مے استید برائے جنگ بہ نیزہ ہائے کشیدہ۔ و سوئے حجاب ہائے خود نمی بینید
حُجُبكم وإلى سلاسل ثُقّلت. ترون غمرات الندم ثم
وسوئے زنجیرہائے خود کہ گراں شد۔ می بینید سختی ہائے ندامت باز دراں داخل می شوید
تقتحمونها. وتجدون غمّاء الذلّ ثم تزورونها. وإنّما مثلكم
و می یابید خود را مُوگرفتہ از ذلت۔ باز او را می بینید و مثال شما ہمچو گوسپندے
كمثل عنزٍ تأكل تارة من حشيشٍ وتارة من كلاء. ولا يطيع
است کہ گاہے گیاہ خشک خورد و گاہ تر۔ و اطاعت چوپان بغیر سرکشی
الراعی من غير خلاء . وكل ما هو عندكم من العلم فليس هو
نمی کند و ہر چہ نزد شما از علم است پس آں ہمچو خرمن ناصاف
إلّا كالكدوس المدوس الذی لم يُذرّ. وخالطه روث الفدادين
کردہ است و دراں سرگین گاوان وغیرہ چیزہائے ردّی آمیختہ است
وغيرها مما ضرّ. ثم تقولون إنّا لا نحتاج إلى حَكَمٍ من السماء
باز شما مے گوئید کہ ما محتاج حکم آسمانی نیستیم۔
وما هی إلّا شقوة ففكروا يا أهل الآراء. وإنی أعلم كعلم
و ایں صرف بدبختی است پس فکر کنید اے دانشمندان۔ ومن مے دانم ہمچو علم

﴿۱۹۸﴾

المحسوسات والبديهيات. أنى أُرسلتُ من ربی
محسوسات و بدیہات کہ من آمده ام از طرف رب خود بہ ہدایتہا
بالهدايات والآيات. وقد أُوحی إلیّ إلٰی مُدّة هی مدّة وحی
و نشانہا۔ و من بقدر زمانہ وحی نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ
خاتم النبيين. وكُلّمتُ قبل أن أزنأ من الأربعين. إلی أن
الہام یافتم و پیش زانکہ بچہل سال نزدیک رسیدہ باشم بدولت مکالمہ الٰہیہ مشرف شدم
زنأتُ للستين. وهل يجوز تكذيب رجل ضاهت مدته مدة
تا اینکہ بشصت سال رسیدم و آیا تکذیب کسے جائز است کہ مدت وحی او ہمچو مدت
نبيّنا المصطفٰی. وإن اللّٰه قد جعل تلک المدة دليلا علی
پیغمبر ما کہ برگزیدہ است و خدا تعالیٰ ایں مدت را دلیل صدق رسول
صدق رسوله المجتبٰی. وسمعتُ إنكاره من بعض الناس.
برگزیدہ خود گردانیدہ است و از بعض مردم انکار ایں دلیل شنیدم۔
وما قبلوا هذا الدليل بلمّة من الوسواس الخنّاس.
و ایشاں قبول نکردند ایں دلیل را از وسوسہ شیطان۔
فاكتلأت عينی طول ليلی. وجرت من عينی
پس مرا ہمہ شب خواب نہ ربود واز چشم من چشمہ اشک رواں
عين سيلی. فكلّمنی ربی برحمته العظمٰی. وقال" قل انّ
شد۔ پس بمن خدائے من ہمکلام شد و گفت کہ بگو ایں مردم را کہ
هدی اللّٰه هو الهدیٰ". فله الحمد وهو المولٰی. وهو ربّی ﴿۱۹۹﴾
ہدایت ہماں است کہ از خدا ست پس او را حمد است و او مولائے من است و

فی ھذہ وفی یومٍ تُحشرُ کُلّ نفسٍ لتُجزَی.
او رب من است در اینجا و در آخرت۔ اے خدائے من بر دل
ربّ انزل علی قلبی. واظھر من جیبی بعد سلبی. واملأ
من فرود آ و از گریبان من ظاہر شو۔ و پُر کن از نور
بنور العرفان فؤادی. رب أنت مُرادی فاتنی مرادی. ولا
معرفت دل من۔ اے خدا تو مُراد من ہستی پس بدہ مراد من و نہ
تُمتنی موت الکلاب. بوجھک یا ربّ الأرباب. رب إنی
میران مرا ہمچو موت سگاں بروے تو اے پرورندہ پرورندگان۔ اے خدائے
اخترتک فاخترنی. وانظر إلی قلبی واحضرنی. فإنک
من ترا اختیار کردہ ام پس تو مرا اختیار کن و سوئے دلِ من بنگر و نزد من بیا
علیم الأسرار. وخبیر بما یُکتَم من الأغیار. ربّ إن کنتَ
چرا کہ تو عالم رازہا ہستی و براں امور آگہی داری کہ از غیر پوشیدہ اند خبر میداری۔
تعلمُ أن أعدائی ھم الصادقون المخلصون. فأھلکنی کما
اے خدا اگر میدانی کہ دشمنان من راستبازان و مخلصان اند
تُھلَکُ الکذّابون. وإن کنتَ تعلم أنی منک ومن
پس مرا ہلاک کن چنانکہ دروغ گویان ہلاک کردہ می شوند۔ واگر میدانی کہ من از تو ہستم
حضرتک. فقم لنُصرتی فإنی أحتاج إلی نصرتک. وَلا ﴿۲۰۰﴾
و از جناب تو ہستم پس بر خیز برائے مددِ من کہ من محتاج مددِ تو ام۔
تُفوّض أمری إلی أعداء یمرّون علیّ مستھزئین. واحفظنی
و امرِ من بداں دشمنان سپرد مکن کہ بر من با استہزاء می گذرند و نگہ دار مرا

مِّن المعادين والماكرين. إنك أنت راحي وراحتي.
از دشمنان و مکر کنندگان۔ تو شراب من ہستی و آرام من و بہشت من
وجَنّتي وجُنّتي. فانصرني في أمري واسمع بكائي ورُنّتي.
و سپر من۔ پس مدد کن مرا در امر من و بشنو گریستن من۔ و درود
وصلّ على محمدٍ خير المرسلين. و إمام المتَقين. وهب له
بفرست بر محمد کہ خیر المرسلین۔ و امام المتقین است و آں مراتب او را
مراتب ما وهبتَ لغيره من النبيين. ربّ اعطه ما أردتَّ أن
عطا کن کہ ہیچ کس را از انبیاء نداده باشی اے خدا بده او را آنچہ بمن دادن
تُعطيني من النعماء. ثم اغفر لي بوجهك وأنت أرحم
اراده داری از نعمت ہا باز مرا بہ بخش و تو ارحم الراحمین ہستی۔
الرحماء. والحمد لك على أن هذا الكتاب قد طُبع
و حمد ترا کہ ایں کتاب چاپ کرده شد در مدت
بفضلك في مدة عدة العين في يوم الجمعة وفي شهرٍ مباركٍ
ہفتاد روز در روز جمعہ و در ماه مبارک درمیان دو عید۔
بين العيدين. رب اجعله مُباركًا ونافعًا للطُّلّاب. وهاديًا إلى
اے رب من بگرداں ایں کتاب را مبارک برائے طالبان و ہدایت کننده سوئے
طريق الصواب. بفضلك يا مُجيبَ الداعين. آمين ثم آمين.
راه صواب۔ بفضل خود اے قبول کننده دعائے دعا کنندگان۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين.

وآخر دعا ہمیں است کہ ہمہ حمد خدا را کہ رب العالمین ست۔

خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا

ہزار ہزار شکر اُس قادر یکتا کا ہے جس نے اس عظیم الشان میدان میں مجھ کو فتح بخشی اور باوجود اس کے کہ ان ستّر دنوں میں کئی قسم کے موانع پیش آئے۔ چند دفع میں سخت مریض ہوا بعض عزیز بیمار رہے مگر پھر بھی یہ تفسیر اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ جو شخص اس بات کو سوچے گا کہ یہ وہ تفسیر ہے جو ہزاروں مخالفوں کو اسی امر کے لئے دعوت کر کے بالمقابل لکھی گئی ہے وہ ضرور اس کو ایک بڑا معجزہ یقین کرے گا بھلا میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر کس نے ایسے معرکہ کے وقت کہ جب مخالف علماء کو غیرت دہ الفاظ کے ساتھ بلایا گیا تھا تفسیر لکھنے سے ان کو روک دیا اور کس نے ایسے شخص یعنی اس عاجز کو جو مخالف علماء کے خیال میں ایک جاہل ہے جو ان کے خیال میں ایک صیغہ عربی کا بھی صحیح طور پر نہیں جانتا ایسی لاجواب اور فصیح بلیغ تفسیر لکھنے پر باوجود امراض اور تکالیف بدنی کے قادر کر دیا کہ اگر مخالف علماء کوشش کرتے کرتے کسی دماغی صدمہ کا بھی نشانہ ہو جاتے تب بھی اُس کی مانند تفسیر نہ لکھ سکتے اور اگر ہمارے مخالف علماء کے بس میں ہوتا یا خدا ان کی مدد کرتا تو کم سے کم اس وقت ہزار تفسیر ان کی طرف سے بالمقابل شائع ہونی چاہیئے تھی لیکن اب ان کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ ہم نے اس بالمقابل تفسیر نویسی کو مدار فیصلہ ٹھہرا کر مخالف علماء کو دعوت کی تھی اور ستّر دن کی میعاد تھی جو کچھ کم نہ تھی اور میں اکیلا اور وہ ہزار ہا عربی دان اور عالم فاضل کہلانے والے تھے تب بھی وہ تفسیر لکھنے سے نامراد رہے اگر وہ تفسیر لکھتے اور سورۃ فاتحہ سے میرے مخالف ثبوت پیش کرتے تو ایک دنیا اُن کی

﴿ب﴾

طرف اُلٹ پڑتی پس وہ کون سی پوشیدہ طاقت ہے جس نے ہزاروں کے ہاتھوں کو باندھ دیا اور دماغوں کو پست کر دیا اور علم اور سمجھ کو چھین لیا اور سورہ فاتحہ کی گواہی سے میری سچائی پر مہر لگا دی اور اُن کے دلوں کو ایک اور مہر سے نادان اور نافہم کر دیا۔ ہزاروں کے روبرو اُن کے چرک آلودہ کپڑے ظاہر کیے۔ اور مجھے ایسی سفید کپڑوں کی خلعت پہنا دی جو برف کی طرح چمکتی تھی۔ اور پھر مجھے ایک عزت کی کرسی پر بٹھا دیا اور سورہ فاتحہ سے **ایک عزت کا خطاب** مجھے عنایت ہوا۔ وہ کیا ہے **اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ** ۔ اور خدا کے فضل اور کرم کو دیکھو کہ تفسیر کے لکھنے میں دونوں فریق کے لئے چار جز کی شرط تھی یعنی یہ کہ ستّر۷۰ دن کی میعاد تک چار جز لکھیں لیکن وہ لوگ باوجود ہزاروں ہونے کے ایک جز بھی نہ لکھ سکے اور مجھ سے خدائے کریم نے بجائے چار جز کے ساڑھے باراں جز لکھوا دیئے اب میں علماء مخالفین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ معجزہ نہیں ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ معجزہ نہ ہو۔ کوئی انسان حتی المقدور اپنے لئے ذلت قبول نہیں کرتا پھر اگر تفسیر لکھنا مخالف مولویوں کے اختیار میں تھا تو وہ کیوں نہ لکھ سکے کیا یہ الفاظ جو میری طرف سے اشتہارات میں شائع ہوئے تھے کہ جو فریق اب بالمقابل ستر دن میں تفسیر نہیں لکھے گا وہ کاذب سمجھا جائے گا یہ ایسے الفاظ نہیں ہیں جو انسان غیرت مند کو اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سب کام اپنے پر حرام کر کے بالمقابل اس کام کو پورا کرے تا جھوٹا نہ کہلاوے لیکن کیونکر مقابلہ کر سکتے خدا کا فرمودہ کیونکر ٹل سکتا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ [1] خدا نے ﴿ج﴾ ہمیشہ کے لئے جب تک کہ دنیا کا انتہا ہو یہ حجت اُن پر پوری کرنی تھی کہ باوجود یکہ علم اور لیاقت کے یہ حالت ہے کہ ایک شخص کے مقابل پر ہزاروں اُن کے عالم وفاضل کہلانے

[1] المجادلة :۲۲

والے دم نہیں مار سکتے پھر بھی کافر کہنے پر دلیر ہیں لازم نہ تھا کہ پہلے علم میں کامل ہوتے پھر کافر کہتے جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہے کہ ہزاروں مل کر بھی ایک شخص کا مقابلہ نہ کر سکے چار جز کی تفسیر نہ لکھ سکے ان کے بھروسہ پر ایک ایسے مامور من اللہ کی مخالفت اختیار کرنا جو نشان پر نشان دکھلا رہا ہے بڑے بدقسمتوں کا کام ہے بالآخر ایک ہزار شکر کا مقام ہے کہ اس موقعہ پر ایک **پیشگوئی** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی پوری ہوئی اور وہ یہ ہے کہ اس ستّر دن کے عرصہ میں کچھ بباعث امراض لاحقہ اور کچھ بباعث اس کے کہ بوجہ بیماری بہت سے دن تفسیر لکھنے سے سخت معذوری رہی اُن نمازوں کو جو جمع ہو سکتی ہیں جمع کرنا پڑا اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو درمنثور اور فتح باری اور تفسیر ابنِ کثیر وغیرہ کتب میں ہے کہ **تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ** یعنی مسیح موعود کے لئے نماز جمع کی جائے گی۔ اب ہمارے مخالف علماء یہ بھی بتلاویں کہ کیا وہ اس بات کو مانتے ہیں یا نہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو کر **مسیح موعود** کی وہ علامت بھی ظہور میں آ گئی اور اگر نہیں مانتے تو کوئی نظیر پیش کریں کہ کسی نے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے دو ماہ تک نمازیں جمع کی ہوں یا بغیر دعویٰ ہی نظیر پیش کرو۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يبعث لهذه الامة علىٰ رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور ضرور خدا تعالیٰ مبعوث فرمائے گا اس امت کے لئے کل صدیوں کے سر پر ایک شخص (مسیح موعود) کو جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔ یہ حدیث شریف قریباً تواتر کے درجہ اور اجماع کے مرتبہ کو پہنچی ہوئی ہے اگر چہ مفسر اور محدث یا صوفی اس کے کچھ ہی معنی کریں مگر اس کا مطلب جو خدا نے مجھے سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث درحقیقت مسیح موعود کے بارہ میں ہے کیونکہ جس قدر مجدد پہلے گذرے یا آئندہ ہوں وہ سب ظنّی ہیں اور مجمل طور سے ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی مجدد ہوا ہو مگر مفصل اور یقینی طور سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس قدر صدیاں جو گذریں کون کون مجدد ہوئے؟ کس لئے کہ آنحضرت صلعم نے کوئی فہرست مجددوں کی نہیں دی مگر ہم مسیح موعود کے بارہ میں یقینی اور قطعی دلائل اور صحیح رائے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجدد جو آنحضرتؐ نے اپنے محاذ اور مقابلہ میں بیان فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اول میں مَیں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہے اور درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے فی الحقیقت مسیح موعود ہے جس کی بعثت کا یہ نشان بتایا کہ وہ اُس زمانہ میں مبعوث ہوگا جس زمانہ میں کل صدیوں کے سر اکھٹے ہو جائیں گے۔ پس ہم جو بنظر غور دیکھتے ہیں تو وہ زمانہ یہی زمانہ ہے جس میں مجدد اعظم مبعوث ہوا اور تمام صدیوں کے سر اُس نے لئے یعنی ۱۳۱۸ھ اور ۱۹۰۱ء اور ۱۳۰۷ فصلی اور ۱۹۵۷ بکرمی اور نیز صدیوں کی ماں جو ساتواں ہزار ہے موجود ہوا۔ پس اس مجموعہ سنین سے علی راس كل مائة سنة کی پیشگوئی پوری ہوئی اور خسوف وکسوف کی حدیث اور کلام مجید کی آیت واٰخرين منهم اسی کی مصدق ہیں۔ پس وہ موعود مجدد معہود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

الحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک

الراقم محمد سراج الحق نعمانی

ایک غلطی کا ازالہ

تصنیف

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مُرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں اُن میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔ اس میں صاف طور پر اس

عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اِسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴ پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ۔اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے ’’دنیا میں ایک نذیر آیا‘‘ اس کی دوسری قراءت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خاتم النّبیّین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بےشک اُس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اُتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں اُن کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بےشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ[1] اور حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے

﴿۲﴾

[1] الاحزاب : ۴۱

اس پر ظلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔پس یہ آیت کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [1] اس کے معنی یہ ہیں کہ لَيْسَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْيَا وَلٰكِنْ هُوَ اَبٌ لِرِجَالِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى فُيُوْضِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ تَوَسُّطِهٖ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا لہٰذا خاتم النبیّن کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسیٰؑ کے اُترنے سے ضرور فرق آئے گا۔اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [2] اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ اُمت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد

﴿۳﴾

[1] الاحزاب : ۴۱ [2] الجن : ۲۷، ۲۸

رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے وَمَنِ ادَّعٰی فَقَدْ کَفَرَ ۔اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیّین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیّین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اُسی خاتم النبیّین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پا لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ **محمد** ہے گو ظلّی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلّی طور پر **محمد** اور **احمد** رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمدؐ خاتم النبیّین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اُسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مُہر توڑنے کے آ نہیں سکتا کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] ☆ سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے اور نبی

☆ یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کیلئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [2] سے ظاہر ہے پس مصفّٰی غیب پانے کیلئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ اُمت محروم نہیں اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہِ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلّیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ فتدبر۔ منه

[1] الفاتحة :٦ [2] الجن :٢٧، ٢٨

ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اِسی لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنی ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں۔ اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر ردّ کردوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے **مسیح موعود** بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ ﴿۴﴾ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں **خلیفۃ اللہ** ہوں مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید اُن کے ساتھ نہیں۔ اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے

باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا **نبی** کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قول کہ

''من نیستم رسول و نیاوردہ اَم کتاب''

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیّین کی مُہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مُہر نہیں ٹوٹتی☆ یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے ایسا ہی

☆ یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیّین کی پیشگوئی کی مُہر ٹوٹی اور نہ اُمت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت لَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ[1] کے مطابق ہے محروم رہے مگر حضرت عیسیٰ کو دوبارہ اُتارنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سَو برس پہلے قرار پا چکی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اور آیت خاتم النبیّین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم صرف مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ[2]۔ منہ

[1] الجنّ: ۲۷ [2] الشعراء: ۲۲۸

میرے مخالف حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہوگا جو مجھ پر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ خاتم النبیّین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیّین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ[1] بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام **محمد** اور **احمد** رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس طور سے خاتم النبیّین کی مُہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور اس کے اہل بیت میں سے ہوگا ☆ اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا اور اسی کی روح کا روپ ہوگا اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوعا بروز تھا اور بروز

﴿۵﴾

☆ حاشیہ: یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منا اھل البیت علٰی مشرب الحسن۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سِلم۔ اور سِلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوں گی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شحنا کو دور کرے گی دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عداوت کے وجوہ کو پامال کر کے اور اسلام کی عظمت

[1] الجمعۃ: ۴

کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ سو یہ خیال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان معرفت کے سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑ دیں جو اظہار مفہوم بروز کے لئے ضروری ہے اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کر دیں کہ وہ میرا نواسہ ہوگا بھلا نواسہ ہونے سے بروز کو کیا تعلق۔ اور اگر بروز کے لئے یہ تعلق ضروری تھا تو فقط نواسہ ہونے کی ایک ناقص نسبت کیوں اختیار کی گئی بیٹا ہونا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں اُس موعود کے رفیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیوں ٹھہرتے اور

بقیہ حاشیہ

دکھا کر غیر مذہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس سے بھی میں مراد ہوں ورنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیشگوئی صادق نہیں آتی۔ اور میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اُس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ منہ☆

☆ **نوٹ از ناشر۔** براہین احمدیہ میں یہ کشف بایں الفاظ درج ہے: ’’اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں سِر یہی ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی بہت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غَیبتِ حِس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علیؓ نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علیؓ وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے‘‘۔ فالحمد للہ علی ذالک (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۹۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اُس موعود کو حسن کی اولاد بنایا اور کبھی حسین کی اور کبھی عباس کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا، اس کے نام کا وارث، اس کے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث، اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرہ کو دکھائے گا۔ پس جیسا کہ ظلی طور پر اُس کا نام لے گا، اُس کا خلق لے گا، اُس کا علم لے گا ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیّین کی مُہر ٹوٹ گئی کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

من تو شدم تو من شدی | من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد زیں | من دیگرم تو دیگری

﴿۶﴾ لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیّین کی مُہر توڑنے کے کیونکر دنیا میں آ سکتے ہیں۔ غرض خاتم النبیّین کا لفظ ایک الٰہی مُہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مُہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ [1] اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے دیکھو حضرت موسیٰ نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقام سے آگے نکل گئے تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی۔ تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلآزاری کا موجب ہوگا۔ غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مُہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے کہ عظیم الشان کام دجال کشی کا عیسیٰ سے ہوا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آیت کریمہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [2] نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مُہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ **میں** ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مُہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مُہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت عیسیٰ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہے وہ ختمیت کی مُہر کو توڑتا ہے اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں اور کیونکر ہو سکتا کہ وہ آیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے

[1] الجمعة : ۴ [2] الاحزاب : ۴۱

ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے ظاہر ہے اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے گئے۔ اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مُہر ختمیت نہیں ٹوٹتی۔ پس آیت میں اس کو ایک وجود منفی کی طرح رہنے دیا اور اس کے عوض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا ہے اور اسی طرح آیت اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ[1] میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا یعنی دینی برکات کے چشمے بہہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہو جائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظر تحقیر سے دیکھا اور بروزی اولاد کی پیشگوئی کی گئی۔ اور گو خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے۔ اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی لحاظ سے میرا نام **محمد** اور **احمد** ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں۔ ۵؍نومبر ۱۹۰۱ء

اشتہار کتاب آیات الرحمان

یہ قابل قدر کتاب مکرمی مولوی سید محمد احسن صاحب نے کتاب عصائے موسیٰ کے ردّ میں لکھی ہے اور مصنف عصائے موسیٰ کے اوہام کا ایسا استیصال کر دیا ہے کہ اب اُس کو اپنی وہ کتاب ایک دردانگیز عذاب محسوس ہوگی۔ یہ تجویز قرار پائی ہے کہ اس کے چھپنے کے لئے اس طرح پر سرمایہ جمع ہو کہ ہر ایک صاحب جو خریدنا چاہیں ایک روپیہ جو اس کتاب کی قیمت ہے بطور پیشگی روانہ کر دیں۔ یہ خواہش ہے کہ جلد تر یہ کتاب چھپ جائے اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ والسلام خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ

[1] الکوثر: ۲

ٹائیٹل بار اول

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ

الحمد للہ کہ زمانہ کی ضرورت کے موافق بہتوں کو طاعون سے نجات دینے کے لئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا اور اس کا نام

ہے

دَافِعُ الْبَلَاءِ وَمِعْیَارُ اَھْلِ الْاِصْطِفَاءِ

بمقام

قادیان دار الامان

باھتمام حکیم فضلدین صاحب مطبع ضیاء الاسلام

میں چھپا

تعداد جلد ۵۰۰۰ اپریل سنہ ۱۹۰۲

تنبیہ

جس پیغام کو ہم اِس وقت اپنے عزیزانِ ملک کے پاس اِس رسالہ کے ذریعہ سے پہنچانا چاہتے ہیں اُس کی نسبت ہمیں انبیاء علیہم السلام کے قدیم تجربہ کے رُو سے یہ ثابت ہے کہ سرِدست اِس ہماری ہمدردی کا قدر یہی ہوگا کہ پھر دوبارہ ہم اسلام کے مولویوں اور عیسائی مذہب کے پادریوں اور ہندو مذہب کے پنڈتوں سے گالیاں سُنیں اور طرح طرح کے رنج دہ خطابوں سے یاد کئے جاویں اور ہمیں پہلے سے خوب معلوم ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ہم نے نوع انسان کی ہمدردی کو اِس بات سے مقدم رکھا ہے۔ کہ عام بدزبانی سے ہم ستائے جائیں کیونکہ باوجود اس کے یہ بھی احتمال ہے کہ ان صدہا اور ہزارہا گالیاں دینے والوں میں سے بعض ایسے بھی پیدا ہو جائیں کہ ایسے وقت میں کہ جب آسمان پر سے ایک آگ برس رہی ہے بلکہ اگلے جاڑے میں تو اور بھی زیادہ برسنے کی توقع ہے۔ اِس رسالہ کو غور سے پڑھیں اور اِس اپنے ناصح شفیق پر جلد ناراض نہ ہوں۔ اور جس نسخہ کو وہ پیش کرتا ہے اُس کو آزمالیں۔ کیونکہ اس ہمدردی کے صلہ میں کوئی اُجرت یا پاداش اُن سے طلب نہیں کی گئی۔ محض سچے خلوص اور نیک نیتی سے انسانوں کی جان چھڑانے کے لئے ایک آزمودہ اَور پاک تجویز پیش کی گئی ہے۔ پس جس حالت میں لوگ بیماریوں میں علاج کی غرض سے بعض جانوروں کا پیشاب بھی پی لیتے ہیں اور بہت سی پلید چیزوں کو استعمال کر لیتے ہیں۔ تو اِس صورت میں اُن کا کیا حرج ہے کہ اپنی جان چھڑانے کے لئے اِس پاک علاج کو اپنے لئے اختیار کر لیں اَور اگر وہ نہیں کریں گے تب بھی بہرحال اِس مقابلہ کے وقت میں ایک دِن اُن کو معلوم ہوگا کہ ان تمام مذاہب میں سے کون سا ایسا مذہب ہے جس کا شفاعت کرنا اور منجی کے بزرگ لفظ کا مصداق ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

سچے منجی کو ہر ایک شخص چاہتا ہے اور اُس سے محبت کرتا ہے۔ پس بلا شبہ اب دِن آ گئے ہیں کہ ثابت ہو کہ سچا منجی کون ہے۔ ہم مسیح ابن مریم کو بے شک ایک راستباز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر☆ لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم۔ مگر وہ حقیقی منجی نہیں تھا۔ یہ اُس پر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ اور

☆ یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان محض نیک ظنّی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راستباز اپنی راستبازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نسبت فرمایا ہے وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ [1] جس کے یہ معنی ہیں کہ اُس زمانہ کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب مقربوں سے بڑھ کر تھے بلکہ اس بات کا امکان نکلتا ہے کہ بعض مقرب اُن کے زمانہ کے اُن سے بہتر تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آئے تھے اور دُوسرے ملکوں اور قوموں سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ پس ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ بعض انبیاء جو لَمْ نَقْصُصْ [2] میں داخل ہیں وہ اُن سے بہتر اور افضل ہوں گے۔ اور جیسا کہ حضرت موسیٰ کے مقابل پر آخر ایک انسان نِکل آیا جس کی نسبت خدا نے عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [3] فرمایا تو پھر حضرت عیسیٰ کی نسبت جو موسیٰ سے کمتر اور اُس کی شریعت کے پَیرو تھے اور خود کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے اور ختنہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور حرمت خنزیر وغیرہ میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے تابع تھے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ بالاطلاق اپنے وقت کے تمام راستبازوں سے بڑھ کر تھے۔ جن لوگوں نے اُن کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ نخواہ خدائی صفات اُنہیں دی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر اُن کو اُوپر اُٹھاتے اُٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں یا عرش پر بٹھا دیں یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو اُن کو اختیار ہے۔

[1] اٰل عمران:۴۶ [2] المؤمن: ۷۹ [3] الکھف: ۶۶

قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمینِ حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر۔ **خدا اُس کی برکتوں سے تمام زمین کو متمتع کرے۔ آمین**

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

حاشیہ

انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحیٰی کا نام حَصُور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصّے اِس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحیٰی کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنّا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور اُن کے خاص مُریدوں میں داخل ہوئے تھے۔ اور یہ بات حضرت یحیٰی کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہے کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحیٰی نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اُس کا معصوم ہونا بدیہی امر ہے اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اُس کی ماں مسِ شیطان سے پاک ہیں اس کے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور اُن کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے۔ سو اِس افترا کا ردّ ضروری تھا۔ پس اس حدیث کے اِس سے زیادہ کوئی معنے نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰ اور اُن کی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ان معنوں کر کے وہ مسِ شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔ منہ

﴿۱﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

طاعون

چو آمد از خدا طاعوں بہ بیں از چشم اکرامش | تو خود ملعونی اے فاسق چرا ملعوں نہی نامش
زمانِ توبہ و وقتِ صلاح و ترکِ خبث است ایں | کسے کو بر بدی چسپد نہ بینم نیک انجامش

اس ہولناک مرض کے بارے میں جو مُلک میں پھیلتی جاتی ہے لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ ڈاکٹر لوگ جن کے خیالات فقط جسمانی تدابیر تک محدود ہیں اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ زمین میں محض قدرتی اسباب سے ایسے کیڑے پَیدا ہو گئے ہیں کہ اوّل چوہوں پر اپنا بداثر پہنچاتے ہیں☆۔ اور پھر انسانوں میں سلسلہ موت کا جاری ہو جاتا ہے۔ اور مذہبی خیالات سے اِس بیماری کو کچھ تعلق نہیں بلکہ چاہیئے کہ اپنے گھروں اور نالیوں کو ہر ایک قسم کی گندگی اور عفونت سے بچاویں اور صاف رکھیں اور فنائل وغیرہ کے ساتھ پاک کرتے رہیں اور مکانوں کو آگ سے گرم رکھیں اور ایسا بناویں جن میں ہوا بھی پہنچ سکے اور روشنی بھی۔ اور کسی مکان میں اس قدر لوگ نہ رہیں کہ اُن کے منہ کی بھاپ اور پاخانہ پیشاب وغیرہ سے کیڑے بکثرت پیدا ہو جائیں۔ اور ردّی غذائیں نہ کھائیں۔ اور سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ ٹیکا کرالیں۔ اور اگر مکانوں میں چوہے مُردہ پاویں تو اُن مکانوں کو چھوڑ دیں۔ اور بہتر ہے کہ باہر کھلے میدانوں میں رہیں اور میلے کچیلے کپڑوں سے پرہیز کریں۔ اور اگر کوئی شخص کسی متاثر اور آلودہ مکان سے اُن کے شہر یا گاؤں میں آوے تو اُس کو اندر

☆ **حاشیہ**۔ طبابت کے قواعد کے رُو سے طاعون کی بیماری کی شناخت کے لئے ضروری ہے کہ جس بدقسمت گاؤں یا شہر میں یا اُس کے کسی حصہ میں یہ مہلک بیماری پھوٹ پڑے اُس میں کئی روز پہلے اُس سے مَرے ہوئے چوہے پائے جائیں۔ پس اگر مثلاً محض تپ سے کسی گاؤں میں چند موت کی وارداتیں ہو جائیں اور چوہے مرتے نہ دیکھے جائیں تو وہ طاعون نہیں ہے بلکہ محرقہ کی قسم کا ایک مہلک تپ ہے۔ منہ

﴿۲﴾ نہ آنے دیں۔ اور اگر کوئی ایسے گاؤں یا شہر کا اس مرض سے بیمار ہو جائے تو اُس کو باہر نکالیں اور اُس کے اختلاط سے پرہیز کریں۔ پس طاعون کا علاج اُن کے نزدیک جو کچھ ہے یہی ہے۔ یہ تو دانشمند ڈاکٹروں اور طبیبوں کی رائے ہے جس کو ہم نہ تو ایک کافی اور مستقل علاج کے رنگ میں سمجھتے ہیں اور نہ محض بے فائدہ قرار دیتے ہیں۔ کافی اور مستقل علاج اس لئے نہیں سمجھتے کہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ بعض لوگ باہر نکلنے سے بھی مَرے ہیں اور بعض صفائی کا التزام رکھتے رکھتے بھی اِس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور بعض نے بڑی اُمید سے ٹیکا لگوایا اور پھر قبر میں جا پڑے۔ پس کون کہہ سکتا ہے یا کون ہمیں تسلی دے سکتا ہے کہ یہ تمام تدبیریں کافی علاج ہیں بلکہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ گو یہ تمام طریقے کسی حد تک مفید ہیں لیکن یہ ایسی تدبیر نہیں ہے جس کو طاعون کو مُلک سے دفع کرنے کے لئے پوری کامیابی کہہ سکیں۔

اِسی طرح یہ تدبیریں محض بے فائدہ بھی نہیں ہیں کیونکہ جہاں جہاں خدا کی مرضی ہے وہاں وہاں اِس کا فائدہ بھی محسوس ہو رہا ہے مگر وہ فائدہ کچھ بہت خوشی کے لائق نہیں مثلاً گو سچ ہے کہ اگر مثلاً سو آدمی نے ٹیکا لگوایا ہے اور دوسرے اسی قدر لوگوں نے ٹیکا نہیں لگوایا ہے تو جنہوں نے ٹیکا نہیں لگوایا اُن میں موتیں زیادہ پائی گئیں اور ٹیکا والوں میں کم لیکن چونکہ ٹیکے کا اثر غایت کار دو۲ مہینے یا تین مہینے تک ہے، اس لئے ٹیکے والا بھی بار بار خطرہ میں پڑے گا جب تک اِس دُنیا سے رخصت نہ ہو جائے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ جو لوگ ٹیکا نہیں لگواتے وہ ایک ایسے مرکب پر سوار ہیں کہ جو مثلاً چوبیس گھنٹہ تک اُن کو دارالفناء تک پہنچا سکتا ہے۔ اور جو لوگ ٹیکا لگواتے ہیں وہ گویا ایسے آہستہ رو ٹٹو پر چل رہے ہیں کہ جو چوبیس دِن تک اُسی مقام میں پہنچا دے گا۔ بہرحال یہ تمام طریقے جو ڈاکٹری طور پر اختیار کئے گئے ہیں نہ تو کافی اور پورے تسلی بخش ﴿۳﴾ ہیں اور نہ محض نکمّے اور بے فائدہ ہیں اور چونکہ طاعون جلد جلد مُلک کو کھاتی جاتی ہے اِس لئے بنی نوع کی ہمدردی اِسی میں ہے کہ کسی اور طریق کو سوچا جائے جو اِس تباہی سے بچا سکے۔

اور مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے اشتہار سے سمجھا جاتا ہے جس کو اُنہوں نے ماہ حال یعنی اپریل ۱۹۰۲ء میں شایع کیا ہے اِس بات پرزور دیتے ہیں کہ تمام فرقے مسلمانوں کے شیعہ سُنّی مقلّد اور غیر مقلّد میدانوں میں جا کر اپنے اپنے طریقہ مذہب میں دُعائیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں تو بس یہ ایسا نسخہ ہے کہ معاً اس سے طاعون دُور ہو جائے گی مگر اکٹھے کیونکر ہوں اِس کی کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی۔ ظاہر ہے کہ فرقہ وہابیہ کے مذہب کے رُو سے تو بغیر فاتحہ خوانی کے نماز درست ہی نہیں پس اس صورت میں اُن کے ساتھ حنفیوں کی نماز کیونکر ہو سکتی ہے۔ کیا باہم فساد نہیں ہوگا۔ ماسوا اس کے اس اشتہار کے لکھنے والے نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہندو اِس مرض کے دفع کے لئے کیا کریں۔ کیا اُن کو اجازت ہے یا نہیں کہ وہ بھی اس وقت اپنے بتوں سے مدد مانگیں۔ اور عیسائی کس طریق کو اختیار کریں۔ اور جو فرقے حضرت حسین یا علی رضی اللہ عنہ کو قاضی الحاجات سمجھتے ہیں اور محرم☆ میں تعزیوں پر ہزاروں درخواستیں مرادوں کے لئے گزارا کرتے ہیں اور یا جو مسلمان سیّد عبدالقادر جیلانی کی پوجا کرتے ہیں یا جو شاہ مدار یا سخی سرور کو پوجتے ہیں وہ کیا کریں اور کیا اب یہ تمام فرقے دُعائیں نہیں کرتے بلکہ ہر ایک فرقہ خوفزدہ ہو کر اپنے اپنے معبود کو پکار رہا ہے۔ شیعوں کے محلوں کی سیر کرو کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا جس کے دروازہ پر یہ شعر چسپاں نہیں ہوگا:۔

لِیْ خَمْسَةٌ اُطْفِیْ بِهَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَه

اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَ ابْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَه

میرے اُستاد ایک بزرگ شیعہ تھے۔ اُن کا مقولہ تھا کہ وباء کا علاج فقط تولّا اور تبرّیٰ ہے۔ ﴿۴﴾

☆ حاشیہ یہ محرم کا مہینہ بڑا مبارک مہینہ ہے۔ ترمذی میں اس کی فضیلت کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے کہ فیه یوم تاب الله فیه علٰی قومٍ ویتوب فیه علٰی قوم اٰخرین یعنی محرم میں ایک ایسا دن ہے جس میں خدا نے گزشتہ زمانہ میں ایک قوم کو بلا سے نجات دی تھی اور مقدر ہے کہ ایسا ہی اسی مہینہ میں ایک بلا سے ایک اور قوم کو نجات ملے گی۔ کیا تعجب کہ اس بلا سے طاعون مراد ہو اور خدا کے مامور کی اطاعت کر کے وہ بلا مُلک سے جاتی رہے۔ منه

یعنی ائمہ اہل بیت کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں اور مَیں نے سُنا ہے کہ بمبئی میں جب طاعون شروع ہوئی ہے تو پہلے لوگوں میں یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ یہ امام حسین کی کرامت ہے کیونکہ جن ہندوؤں نے شیعہ سے کچھ تکرار کیا تھا اُن میں طاعون شروع ہوگئی تھی۔ پھر جب اسی مرض نے شیعہ میں بھی قدم رنجہ فرمایا تب تو یا حسین کے نعرے کم ہوگئے۔

یہ تو مسلمانوں کے خیالات ہیں جو طاعون کے دُور کرنے کے لئے سوچے گئے ہیں۔

اور عیسائیوں کے خیالات کے اظہار کے لئے ابھی ایک اشتہار پادری وائٹ بریخت صاحب اور اُن کی انجمن کی طرف سے نکلا ہے اور وہ یہ کہ طاعون کے دُور کرنے کے لئے اور کوئی تدبیر کافی نہیں بجز اس کے کہ حضرت مسیح کو خدا مان لیں اور اُن کے کفارہ پر ایمان لے آویں۔

اور ہندوؤں میں سے آریہ دھرم کے لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ بلائے طاعون وید کے ترک کرنے کی وجہ سے ہے۔ تمام فرقوں کو چاہیئے کہ ویدوں کی ستّ وِدّیا پر ایمان لاویں اور تمام نبیوں کو نعوذ باللہ مُفتری قرار دے دیں تب اِس تدبیر سے طاعون دُور ہو جائے گی۔

اور ہندوؤں میں سے جو سناتن دھرم فرقہ ہے اُس فرقہ میں دفع طاعون کے بارے میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے اگر ہم پرچہ اخبار عام نہ پڑھتے تو شاید اس عجیب رائے سے بے خبر رہتے اور وہ رائے یہ ہے کہ یہ بلائے طاعون گائے کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر گورنمنٹ یہ قانون پاس کر دے کہ اِس مُلک میں گائے ہرگز ہرگز ذبح نہ کی جائے تو پھر دیکھئے کہ طاعون کیونکر دفع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اسی اخبار میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے گائے کو بولتے سُنا کہ وہ کہتی ہے کہ میری وجہ سے ہی اِس ملک میں طاعون آیا ہے۔ ﴿۵﴾

اب اے ناظرین خود سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دُنیا کے آگے صریح اور بدیہی طور پر فروغ ہو سکتا ہے۔ یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اِس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا اِن عقائد کا فیصلہ کرے خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اس لئے

وہ بات قبول کے لائق ہے جو جلد تر سمجھ میں آ سکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے سومَیں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔ چار سال ہوئے کہ مَیں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور مَیں نے اِس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں۔ اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی خدا اِس کو رفع کر دے گا۔ مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اَب دیکھ رہے ہو۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی۔ اس کی یہ عبارت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مآ بِاَنۡفُسِہِمۡ اِنَّہٗ اَوَی الۡقَرۡیَۃَ ۔ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اِس بلائے طاعون کو ہرگز دُور نہیں کرے گا جب تک لوگ اُن خیالات کو دُور نہ کر لیں جو اُن کے دِلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دُور نہیں ہو گی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی☆ سے محفوظ رکھے گا تا تم

☆ **حاشیہ** اٰوٰی عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے۔ یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتّوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیاں پر وارد نہیں ہوگی۔ اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے کہ **لولا الاکرام لھلک المقام**۔ یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزّت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیاں کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (۱) اوّل یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیاں میں بھی کوئی واردات شاذو نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذو نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔ (۲) دُوسری یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں اُن کے شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے ہم نے اَوٰی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اُس کے مطابق یہ معنے کر دیئے ہیں اور ہم دعوے سے لکھتے ہیں کہ قادیاں میں کبھی **طاعون جارف** نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اس کے مقابل پر دُوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی۔ تمام دُنیا میں ایک قادیاں ہے جس کے لئے یہ وعدہ ہوا۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک. منہ**

سمجھو کہ قادیان اِسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ اَب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کہ کے قادیاں کے چاروں طرف دو۲ دو۲ میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیاں طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیاں میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دی گئی ہے☆ اور یہ علم غیب بُجز خدا کے کسی اور کی طاقت میں نہیں۔ پس اِس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ اگر میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعویٰ ہوتا۔ جیسا کہ میاں شمس الدین سکریٹری حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وائٹ بریخت صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے تو مَیں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا لیکن میری وہ باتیں ہیں جن کو مَیں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہو گئیں اور پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی۔ چنانچہ وہ عزّ و جلّ فرماتا ہے:-

ما کان اللّٰہ لیعذّبھم و انت فیھم انه اوی القریة. لولا الاکرام لھلک المقام.

﴿۶﴾

☆ **حاشیہ**۔ آج سے دس برس پہلے ایک سبز اشتہار میں جو میری طرف سے شائع ہوا تھا طاعون کی خبر دی گئی تھی اور وہ یہ ہے۔ **اصنع الفلک باعیننا و وحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم** یعنی ایک کشتی میرے حکم اور آنکھوں کے رُوبرو بنا جو آنے والی مَری سے بچائے گی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ مجھ سے بیعت کرتے ہیں یہ تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میرا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر رکھا جاتا ہے اور اسی کلام الٰہی کا ایک فقرہ **براہین احمدیہ** میں بطور پیشگوئی موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ **ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون** یعنی جو لوگ ظلم اور سرکشی اور بدکاری اور نافرمانی سے باز نہیں آتے میرے آگے اُن کی کچھ شفاعت نہ کر کیونکہ وہ غرق کئے جاویں گے۔ **منه**

انی انا الرحمٰن دافع الاذی. انی لا یخاف لدیّ المرسلون. انی حفیظ. انی مع الرسول اقوم. والوم من یلوم. افطر و اصوم. غضبت غضبًا شدیدًا. الامراض تشاع. والنفوس تضاع. الا الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الا من و ھم مھتدون. انّا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا. انی اجھزالجیش فاصبحوا فی دارھم جاثمین. سنریھم اٰیتنا فی الاٰفاق و فی انفسھم نصر من اللّٰہ و فتح مبین. انی بایعتک بایعنی ربّی. انت منّی بمنزلة اولادی☆ انت منّی و انا منک. عسٰی ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا. الفوق معک والتحت مع اعداء ک فاصبر حتّٰی یأتی اللّٰہ بأمرہ. یأتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد. ترجمہ۔ خدا ایسا نہیں کہ قادیاں کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو اُن میں رہتا ہے۔ وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچالے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدِّ نظر نہ ہوتا تو میں اِس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ مَیں رحمان ہوں جو دُکھ کو دُور کرنے والا ہے۔ میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں مَیں نگہ رکھنے والا ہوں۔ مَیں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اُس کو ملامت کروں گا جو میرے رسول کو ملامت کرتا ہے۔ مَیں اپنے وقتوں کو تقسیم کر دوں گا کہ کچھ حصہ برس کا تو

﴿۷﴾

☆ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ مَیں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ [1] ایسا ہی بجائے قل یا عباد اللّٰہ کے قُلۡ یٰعِبَادِ [2] بھی کہا اور یہ بھی فرمایا فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ [3] پس اُس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بیّنات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انّما انا بشر مثلکم یُوحٰی الیّ انّما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی القراٰن . منہ

﴿۷﴾

[1] الفتح :۱۱ [2] الزمر :۱۱ [3] البقرة :۲۰۱



میں افطار کروں گا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کروں گا اور کچھ حصہ برس کا مَیں روزہ رکھوں گا۔ یعنی امن رہے گا اور طاعون کم ہو جائے گی یا بالکل نہیں رہے گی۔ میرا غضب بھڑک رہا ہے بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی مگر وہ لوگ جو ایمان لائیں گے اور ایمان میں کچھ نقص نہیں ہوگا وہ امن میں رہیں گے اور اُن کو مَخلصی کی راہ ملے گی۔ یہ خیال مت کرو کہ جرائم پیشہ بچے ہوئے ہیں ہم اُن کی زمین کے قریب آتے جاتے ہیں۔ میں اندر ہی اندر اپنا لشکر طیار کر رہا ہوں یعنی طاعونی کیڑوں کو پرورش دے رہا ہوں پس وہ اپنے گھروں میں ایسے سو جائیں گے جیسا کہ ایک اُونٹ مرا رہ جاتا ہے۔ ہم اُن کو اپنے نشان پہلے تو دُور دُور کے لوگوں میں دکھائیں گے اور پھر خود انہی میں ہمارے نشان ظاہر ہوں گے یہ دن خدا کی مدد اور فتح کے ہوں گے۔ مَیں نے تجھ سے ایک خرید وفروخت کی ہے یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تُو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا مَیں مالک بن گیا۔ تُو بھی اس خرید وفروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خُدا نے مجھ سے خرید وفروخت کی۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ میں سے ہے اور مَیں تجھ میں سے ہوں۔ وہ وقت قریب ہے کہ مَیں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد وثنا کرے گی۔ فوق تیرے ساتھ ہے اور تحت تیرے دشمنوں کے ساتھ۔ پس صبر کر جب تک کہ وعدہ کا دِن آ جائے۔ طاعون پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ کوئی بھی اس میں گرفتار نہیں ہوگا یعنی انجام کار خیر و عافیت ہے۔☆

☆ حاشیہ۔ مدّت ہوئی کہ پہلے اس سے طاعون کے بارے میں حکایتاً عن الغیر خدا نے مجھے یہ خبر دی تھی یا مسیح الخلق عدوانا۔ مگر آج کہ ۲۱/اپریل ۱۹۰۲ء ہے اُسی الہام کو پھر اس طرح فرمایا گیا یا مسیح الخلق عدوانا لن تریٰ من بعد موادنا و فسادنا۔ یعنی اے خدا کے مسیح جو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہماری جلد خبر لے اور ہمیں اپنی شفاعت سے بچا تو اس کے بعد ہمارے خبیث مادوں کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہمارا فساد کچھ فساد باقی رہے گا یعنی ہم سیدھے ہو جاویں گے اور گندہ دہانی اور بدزبانی چھوڑ دیں گے۔ یہ خدا کا کلام براہین احمدیہ کے اُس الہام کے مطابق ہے کہ آخری دنوں میں ہم لوگوں پر طاعون بھیجیں گے جیسا کہ فرمایا کذالک منّنا علٰی یوسف لنصرف عنه السوء و الفحشآء یعنی ہم طاعون کے ساتھ اس یوسف پر یہ احسان کریں گے کہ بدزبان لوگوں کا مُنہ بند کر دیں گے تا کہ وہ ڈر کر گالیوں سے باز آ جائیں۔ انہی دنوں کے متعلق خدا کا یہ کلام ہے جس میں زمین کی کلام سے

اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوئی ہیں (۱) اوّل یہ کہ طاعون دُنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اُس کو دُکھ دیا گیا۔ اُس کے قتل کرنے کے لئے منصوبے کئے گئے۔ اُس کا نام کافر اور دجّال رکھا گیا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔ اس لئے اُس نے آسمان اور زمین دونوں کو اس کی سچائی کا گواہ بنا دیا۔ آسمان نے کسوف خسوف سے گواہی دی جو رمضان میں ہوا۔ اور زمین نے طاعون کے ساتھ گواہی دی تا کہ خدا کا وہ کلام پورا ہو جو براہین احمدیہ میں ہے اور وہ یہ ہے۔ **قل عندی شهادة من الله فهل انتم تومنون. قل عندی شهادة من الله فهل انتم تسلمون** . یعنی میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں۔ اور پھر مَیں کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرو گے یا نہیں۔ پہلی گواہی سے مُراد آسمان کی گواہی ہے جس میں کوئی جبر نہیں۔ اس لئے اِس میں **تؤمنون** کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اور دُوسری گواہی زمین کی ہے۔ یعنی طاعون کی جس میں جبر موجود ہے کہ خوف دے کر اِس جماعت میں داخل کرتی ہے۔ اس لئے اس میں **تُسلمون** کا لفظ استعمال کیا گیا۔ (۲) دوسری بات جو اِس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذا اور بدزبانی سے باز آ جائیں گے۔ کیونکہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تا کہ میں اُن خبیثوں اور شریروں کا مُنہ بند کر دوں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ محض انکار اِس بات کا موجب

﴿۹﴾

بقیہ حاشیہ: مجھے اطلاع دی گئی اور وہ یہ ہے یَا وَلِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ یعنی اے خدا کے ولی مَیں اس سے پہلے تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کشفی طور پر زمین میرے سامنے کی گئی اور اُس نے یہ کلام کیا کہ مَیں اب تک تجھے نہیں پہچانتی تھی کہ تُو ولی الرحمان ہے۔ منہ

نہیں ہوتا کہ ایک رسول کے انکار سے دُنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب سے خدا کے رسولوں کا انکار کریں اور دست درازی اور بدزبانی نہ کریں تو اُن کی سزا قیامت میں مقرر ہے۔ اور جس قدر دنیا میں رسولوں کی حمایت میں مَرِی بھیجی گئی ہے وہ محض انکار سے نہیں بلکہ شرارتوں کی سزا ہے۔ اِسی طرح اب بھی جب لوگ بدزبانی اور ظلم اور تعدّی اور اپنی خباثتوں سے باز آجائیں گے اور شریفانہ برتاؤ اُن میں پیدا ہو جائے گا۔ تب یہ تنبیہ اُٹھالی جائے گی مگر اِس تقریب پر بہت سے سعادت مند خدا کے رسول کو قبول کر لیں گے اور آسمانی برکتوں سے حصّہ لیں گے اور زمین سعادتمندوں سے بھر جائے گی (۳) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے قادیاں کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔ ﴿۱۰﴾

اَب اگر خدا تعالیٰ کے اِس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہو اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اِس رسول کے طاعون دُور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیاں کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ اُن کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھاوے

تو کچھ تعجب نہیں کہ اِس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اِسی طرح عیسائیوں کو چاہیئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اِسی طرح میاں شمس الدین اور اُن کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہیئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دِلّی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دِلّی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اِس مُہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔ ﴿۱۱﴾

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے مُلہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چُپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جُھوٹے ہیں اور ایک دن آنے والا ہے جو قادیاں سُورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں آیت اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ[1] لکھی ہے اور اس سے قبولیّت دُعا کی اُمید کی ہے۔ یہ اُمید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مضطر سے وہ ضرر یافتہ مُراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں نہ سزا کے طور پر لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختہ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے وقت میں قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے اُن قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اور

[1] النمل:۶۳

اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ مَا دُعَآؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔[1]

﴿۱۲﴾ اور چونکہ احتمال ہے کہ بعض غبی الطبع اِس اشتہار کا اصل منشاء سمجھنے میں غلطی کھائیں اس لئے ہم مکررًا اپنے فرض دعوت کا اظہار کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ طاعون جو مُلک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کے ماننے سے انکار کیا ہے جو تمام نبیوں کی پیشگوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے اور لوگوں نے نہ صرف انکار بلکہ خدا کے اِس مسیح کو گالیاں دیں کافر کہا اور قتل کرنا چاہا اور جو کچھ چاہا اُس سے کیا۔ اس لئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ اُن کی اِس شوخی اور بے ادبی پر اُن پر تنبیہ نازل کرے اور خدا نے پہلے پاک نوشتوں میں خبر دی تھی کہ لوگوں کے انکار کی وجہ سے اُن دنوں میں جب مسیح ظاہر ہوگا مُلک میں سخت طاعون پڑے گی۔ سو ضرور تھا کہ طاعون پڑتی۔ اور طاعون کا نام طاعون اس لئے رکھا گیا کہ یہ طعن کرنے والوں کا جواب ہے۔ اور بنی اسرائیل میں ہمیشہ طعن کے وقت میں ہی پڑا کرتی تھی اور طاعون کے لغت عرب میں معنے ہیں بہت طعن کرنے والا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طاعون طعن تشنیع کی ابتدائی حالت میں نہیں پڑتی بلکہ جب خدا کے ماموراور مرسل کو حد سے زیادہ ستایا جاتا ہے اور توہین کی جاتی ہے تو اُس وقت پڑتی ہے۔ سوائے عزیزو اس کا بجز اس کے کوئی بھی علاج نہیں کہ اِس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کر لیا جاوے۔ یہ تو یقینی علاج ہے اور اس سے کمتر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے منہ بند کر لیا جائے اور زبان کو بدگوئی سے روکا جائے۔ اور دل میں اس کی عظمت بٹھائی جائے۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہوئے کہ **یا مسیح الخلق عدوانا** میری طرف دوڑیں گے۔ یہ جو مَیں نے ذِکر کیا ہے۔

[1] المؤمن:۵۱

یہ خدا کا کلام ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ اے جو خلقت کے لئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے ہماری اس مہلک بیماری کے لئے شفاعت کر۔ تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثناء آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے۔ اے عیسائی مشنریو! اب ربّنا المَسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اُس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اُس حسین سے بڑھ کر ہے۔ اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا۔ لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلہ لے لیا کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سیّد و مولیٰ حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمدؐ رکھا۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمدؐ کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے

﴿۱۳﴾ ﴿۱۴﴾

مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔اے عزیزو! یہ بات غصہ کرنے کی نہیں۔اگر اس احمد کے غلام کو جو مسیح موعود کر کے بھیجا گیا ہے تم اس پہلے مسیح سے بزرگتر نہیں سمجھتے اور اسی کو شفیع اور منجی قرار دیتے ہو تو اب اپنے اس دعویٰ کا ثبوت دو۔اور جیسا کہ اس احمد کے غلام کی نسبت خدا نے فرمایا **انہ اوی القریة لو لا الاکرام لهلک المقام**۔جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اس شفیع کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس گاؤں قادیاں کو طاعون سے محفوظ رکھا جیسا کہ دیکھتے ہو کہ وہ پانچ چھ برس سے محفوظ چلی آتی ہے اور نیز فرمایا کہ اگر میں اس احمد کے غلام کی بزرگی اور عزت ظاہر نہ کرنا چاہتا تو آج قادیاں میں بھی تباہی ڈال دیتا۔ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح ابن مریم کو درحقیقت سچا شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیاں کے مقابل پر آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے شہروں میں سے☆ نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہے گا اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہان میں کیونکر شفاعت کرے گا۔اور میاں شمس الدین صاحب یاد رکھیں کہ ان کا اشتہار محض بے سود ہے اور کوئی فائدہ اس پر مرتب نہیں ہوگا۔اور علاج یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔وہ یاد کریں کہ پہلے اس سے انسانی گورنمنٹ میں وہ اور ان کی انجمن میرا مقابلہ کر کے ذلت اٹھا چکی ہے کہ انہوں نے مؤلف **اُمّہات المؤمنین** کی نسبت گورنمنٹ سے سزا طلب کی اور میں نے اس سے منع کیا۔آخر میری رائے ہی صحیح ہوئی۔اسی طرح اب بھی جو کچھ انہوں نے آسمانی گورنمنٹ میں میموریل بھیجنا چاہا ہے وہ بھی محض بے سود اور لغو اور بے اثر ہے جیسا کہ پہلا میموریل تھا۔سچا میموریل یہی ہے جو میں نے مرتب کیا ہے آخر آپ کو یہی ماننا پڑے گا۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از کمال رسوائی

﴿۱۵﴾

☆ مثلاً نارووال یا بٹالہ کا نام لے دیں۔منہ

اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں کہ تا کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں اور ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نور کی منشاء کے موافق اور صحیح بخاری کی حدیث اِمَامکم مِنکم کے مطابق اور مسلم کی حدیث اَمَّکُم مِنکم کے رو سے اسی امت مرحومہ میں سے مسیح موعود پیدا ہو تا موسوی سلسلہ کے مسیح کے مقابل پر محمدی سلسلہ کا مسیح ظاہر ہو کر نبوت محمدیہ کی شان کو دنیا میں چمکاوے بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جس کو خدا بنا کر قریباً پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دلدل میں ڈوبا ہوا ہے دوبارہ فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھتے ہوئے تو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہی مقولہ تھا کہ پیراں نہ مے پرند مریداں مے پرانند۔ مگر اب تو ساری دنیا فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھے گی اور پادری لوگ آ کر مولویوں کا گلا پکڑ لیں گے کہ کیا ہم کہتے تھے یا نہیں کہ یہی خدا ہے۔ اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہوگا۔ کیا اسلام دنیا میں ہوگا؟ **لعنت اللّٰہ علی الکاذبین**۔ جو شخص کشمیر سری نگر محلّہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا۔ کس قدر ظلم ہے۔ خدا تو بپابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ یہ مولوی اسلام کے نادان دوست کیا جانتے ہیں کہ ایسے عقیدوں سے کس قدر عیسائیوں کو مدد پہنچ چکی ہے۔ اب خدا تعالیٰ کوئی نئی عظمت ابن مریم کو دینا نہیں چاہتا بلکہ یہاں تک کہ جس قدر پہلے اس سے حضرت مسیح کی نسبت اطراء کیا گیا ہے وہ بھی خدا کو سخت ناگوار گزرا ہے اور اسی وجہ سے اس کو کہنا پڑا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ [1]۔ اب آسمان کی طرف

﴿۱۶﴾

[1] المائدۃ:۱۱۷

دیکھنا کہ کب آسمان سے ابن مریم اترتا ہے سخت جہالت ہے۔ مگر مجھ سے پہلے جو جو علماء اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا خیال کرتے رہے کہ ابن مریم آسمان سے آئے گا وہ خدا کے نزدیک معذور ہیں ان کو بُرا نہیں کہنا چاہئے ان کی نیتوں میں فساد نہیں تھا بوجہ بشریت بھول گئے۔ خدا ان کو معاف کرے کیونکہ ان کو علم نہیں دیا گیا تھا اور ان کی اجتہادی غلطی ایسی تھی جیسا کہ داؤد نے **غنم القوم** کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کی تھی مگر ان کے بیٹے سلیمان کو خدا نے فہم عطا کر دیا تھا جیسا کہ اس کے بارے میں براہین احمدیہ میں آج سے بائیس برس پہلے یہ الہام **ففھمناھا سلیمان** کتاب کے آخری صفحہ میں موجود ہے اس کے یہ معنے ہیں جیسا کہ براہین کے اوپر کے الہامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا یہ معنے قرآن اور حدیثوں کے جو تم کرتے ہو ہمارے پہلے علماء اور اکابر کو معلوم نہ تھے اور تمہیں معلوم ہو گئے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ یہ دیتا ہے کہ ہاں حقیقت میں یہی ہوا مگر ایسا ہونا بعید نہیں ہے۔ تمہارے علماء تو کچھ نبی نہیں تھے مگر داؤد نے نبی ہو کر ایک فیصلہ دینے میں غلطی کی اور خدا نے سلیمان اس کے بیٹے کو سچے فیصلہ کا طریق سمجھا دیا۔ سو یہ سلیمان جو مسیح موعود بنایا گیا ہے اسی طرح تمہارے بزرگوں کے مقابلہ پر حق بجانب ہے جس طرح سلیمان نبی اس فیصلہ میں اپنے باپ داؤد کے مقابل پر حق بجانب تھا۔

اور اگر مولوی احمد حسن صاحب کسی طرح باز نہیں آتے تو اب وقت آ گیا ہے کہ آسمانی فیصلہ سے ان کو پتہ لگ جائے یعنی اگر وہ درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور میرے الہامات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں نہ خدا کا کلام تو سہل طریق یہ ہے کہ جس طرح میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کہا ہے **انہ اوی القریۃ لو لا الاکرام لھلک المقام. وہ انہ اوی امروھہ** ۔ لکھ دیں مومنوں کی دعا تو خدا سنتا ہے۔ وہ شخص کیسا مومن ہے کہ ایسے شخص کی دعا اس کے مقابل پر تو سنی جاتی ہے جس کا نام اس نے دجال اور بے ایمان اور مفتری رکھا ہے مگر اس کی اپنی دعا نہیں سنی جاتی۔ پس جس حالت میں میری دعا قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے ﴿۱۷﴾

فرما دیا کہ میں قادیاں کو اس تباہی سے محفوظ رکھوں گا خصوصًا ایسی تباہی سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔ اسی طرح مولوی احمد حسن صاحب کو چاہئے کہ اپنے خدا سے جس طرح ہو سکے امروہہ کی نسبت دعا قبول کرا لیں کہ وہ طاعون سے پاک رہے گا اور اب تک یہ دعا قریب قیاس بھی ہے کیونکہ ابھی تک امروہہ طاعون سے دو سو کوس کے فاصلہ پر ہے لیکن قادیاں سے طاعون چاروں طرف سے بفاصلہ دو کوس آگ لگا رہی ہے یہ ایک ایسا صاف صاف مقابلہ ہے کہ اس میں لوگوں کی بھلائی بھی ہے اور نیز صدق اور کذب کی شناخت بھی۔ کیونکہ اگر مولوی احمد حسن صاحب لعنت بازی کا مقابلہ کر کے دنیا سے گزر گئے تو اس سے امروہہ کو کیا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے فرضی مسیح کی خاطر دعا قبول کرا کر خدا سے یہ بات منوالی کہ امروہہ میں طاعون نہیں پڑے گی تو اس صورت میں نہ صرف ان کو فتح ہوگی بلکہ تمام امروہہ پر ان کا ایسا احسان ہوگا کہ لوگ اس کا شکر نہیں کر سکیں گے۔ اور مناسب ہے کہ ایسے مباہلہ کا مضمون اس اشتہار کے شائع ہونے سے پندرہ دن تک بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے دنیا میں شائع کر دیں جس کا یہ مضمون ہو کہ میں یہ اشتہار مرزا غلام احمد کے مقابل پر شائع کرتا ہوں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں جو مومن ہوں دعا کی قبولیت پر بھروسہ کر کے یا الہام پا کر یا خواب دیکھ کر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ امروہہ ضرور بالضرور طاعون کی دست بُرد سے محفوظ رہے گا لیکن قادیاں میں تباہی پڑے گی کیونکہ مفتری کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس اشتہار سے غالبًا آئندہ جاڑے تک فیصلہ ہو جائے گا یا حد دوسرے تیسرے جاڑے تک اور گو اب مئی کے مہینہ سے سنت اللہ کے موافق ملک میں طاعون کم ہوتی جائے گی اور خدائی روزہ کے دن آتے جائیں گے مگر امید ہے کہ پھر ابتدا نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ اپنا روزہ کھولے گا۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضہ میں آیا چونکہ مسیح موعود کی رہائش کے قریب تر پنجاب ہے اور مسیح موعود کی نظر کا پہلا محل

پنجابی ہیں اس لئے اول یہ کارروائی پنجاب میں شروع ہوئی لیکن امروہہ بھی مسیح موعود کی محیط ہمت سے دور نہیں ہے۔اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا یہی ہماری طرف سے دعویٰ ہے اگر مولوی احمد حسن اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد جس کو وہ قسم کے ساتھ شائع کرے گا امروہہ کو طاعون سے بچا سکا اور کم سے کم تین جاڑے امن سے گزر گئے تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ ﴿۱۸﴾ پس اس سے بڑھ کر اور کیا فیصلہ ہوگا۔اور میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف کسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو **ضرور وہ مقام** طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کا وقت آ گیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور پیر مہر علی شاہ گولڑی جس نے بہتوں کو خدا کی راہ سے روکا ہوا ہے اور عبدالجبار اور عبدالحق اور عبدالواحد غزنوی جو مولوی عبداللہ صاحب کی جماعت میں سے ملہم کہلاتے ہیں اور منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعویٰ کر کے مولوی عبداللہ صاحب کو سیّد بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے۔ان سب کو چاہئے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے گا اس میں مخلوق کی سراسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی اور ولی سمجھے جائیں گے ورنہ وہ اپنے کاذب اور مفتری ہونے پر مہر لگا دیں گے۔اور ہم عنقریب انشاء اللہ اس بارے میں ایک مفصل اشتہار شائع کریں گے۔ **والسّلام علٰی من اتّبع الھدیٰ۔**

﴿۱۹﴾

ایک شخص ساکن جموں چراغ دین نام کی نسبت اپنی تمام جماعت کو ایک عام اطلاع

چونکہ اس شخص نے ہمارے سلسلہ کی تائید کا دعویٰ کر کے اور اس بات کا اظہار کر کے کہ میں فرقہ احمدیہ میں سے ہوں جو بیعت کر چکا ہوں طاعون کے بارے میں شاید ایک یا دو اشتہار شائع کئے ہیں اور میں نے سرسری طور پر کچھ حصہ ان کا سنا تھا اور قابل اعتراض حصہ ابھی سنا نہیں گیا تھا اس لئے میں نے اجازت دی تھی کہ اس کے چھپنے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر افسوس کہ بعض خطرناک لفظ اور بیہودہ دعوے جو اس کے حاشیے میں تھے اس کو میں کثرت لوگوں اور دوسرے خیالات کی وجہ سے سن نہ سکا اور محض نیک ظنی سے ان کے چھپنے کے لئے اجازت دی گئی۔ اب جو رات اسی شخص چراغ دین کا ایک اور مضمون پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بڑا خطرناک اور زہریلا اور اسلام کے لئے مضر ہے اور سر سے پیر تک لغو اور باطل باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ میں رسول ہوں اور رسول بھی اولوالعزم۔ اور اپنا کام یہ لکھا ہے کہ تا عیسائیوں اور مسلمانوں میں **صلح** کراوے اور قرآن اور انجیل کا **تفرقہ باہمی** دور کر دے اور ابن مریم کا ایک حواری بن کر یہ خدمت کرے اور رسول کہلاوے۔ اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قرآن شریف نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ انجیل یا توریت سے صلح کرے گا بلکہ ان کتابوں کو محرّف مبدل اور ناقص اور ناتمام قرار دیا ہے اور تاج خاص اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ [1] کا اپنے لئے رکھا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب کتابیں انجیل توریت قرآن شریف کے مقابل پر کچھ بھی نہیں اور ناقص اور محرف اور مبدل ہیں اور تمام بھلائی قرآن میں ہے جیسا کہ آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے۔ قل انّما انا بشر مثلکم یوحی الی انّما الٰھکم اللہ واحد والخیر کلّہ فی القرآن لا یمسّہ الّا المطھّرون۔ دیکھو براہین احمدیہ ص ۵۱۱ یعنی ان کو کہہ دے کہ میں تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ پر یہ وحی ہوتی ہے کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی ثانی نہیں اور تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ پاک دل لوگ اس کی حقیقت

﴿۲۰﴾

[1] المائدۃ:۴

سمجھتے ہیں۔پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیونکر اس کو ناکامل سمجھ لیں۔خدا نے ہمیں تو یہ بتلایا ہے کہ عیسائی مذہب بالکل مر گیا ہے اور انجیل ایک مُردہ اور ناتمام کلام ہے۔ پھر زندہ کو مُردہ سے کیا جوڑ۔عیسائی مذہب سے ہماری کوئی صلح نہیں وہ سب کا سب ردّی اور باطل ہے اور آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت یہ الہام درج ہے جو اس کے صفحہ ۲۴۱ میں پاؤ گے اور وہ یہ ہے:۔

ولن ترضی عنک الیھود ولاالنصارٰی وخرقوا له بنین و بنات بغیرعلم قل ھو اللّٰه احد اللّٰه الصمدلم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد. و یمکرون و یمکر اللّٰه واللّٰه خیر الماکرین. الفتنة ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم و قل رب ادخلنی مدخل صدق.

یعنی تیرا اور یہود اور نصاریٰ کا کبھی مصالحہ نہیں ہوگا اور وہ کبھی تجھ سے راضی نہیں ہوں گے۔(نصاریٰ سے مراد پادری اور انجیلوں کے حامی ہیں) اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے ناحق اپنے دل سے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور نہیں جانتے کہ ابن مریم ایک عاجز انسان تھا۔اگر خدا چاہے تو عیسیٰ ابن مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا کر دے یا اس سے بھی بہتر جیسا کہ اس نے کیا۔مگر وہ خدا تو واحد لاشریک ہے جو موت اور تولد سے پاک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کے رو سے واحد لاشریک ہے۔اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے۔جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔

زندگی بخش جام احمد ہے	کیا پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا	سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا	میرا بستاں کلام احمد ہے
اِبن مریم کے ذکر کو چھوڑو	اُس سے بہتر غلامِ احمد ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کے رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے

﴿۲۱﴾ بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہوتو میں جھوٹا ہوں۔ خدا نے ایسا کیا نہ میرے لئے بلکہ اپنے نبی مظلوم کے لئے۔ باقی ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ عیسائی لوگ ایذا رسانی کے لئے مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کرے گا اور وہ دن آزمائش کے دن ہوں گے اور کہہ کہ خدایا پاک زمین میں مجھے جگہ دے۔ یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے اور جیسا کہ اب تک میں سمجھتا ہوں اس کے معنے یہ ہیں کہ انجام کار زمین میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور زمین راستی اور سچائی سے چمک اٹھے گی۔ اب سوچ لو کہ ہم میں اور عیسائیوں میں کس قدر **بُعد المشرقین** ہے۔ جس پاک وجود کو ہم تمام مخلوقات سے بہتر سمجھتے ہیں اس کو یہ مفتری قرار دیتے ہیں۔ صلح تو اس حالت میں ہوتی ہے کہ جب فریقین کچھ کچھ چھوڑنا چاہیں۔ لیکن جس حالت میں ہمارا دین اور ہماری کتاب عیسائی مذہب کو سراپا ناپاک اور نجس سمجھتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ہم کس بات پر صلح کریں۔ اس قدر مذہبی مخالفت کا انجام صلح ہرگز نہیں ہے بلکہ انجام یہ ہے کہ جھوٹا مذہب بالکل فنا ہو جائے گا اور زمین کے کل نیک طینت انسان سچائی کو قبول کریں گے تب اس دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ ہمارا عیسائیوں سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں بلکہ ہمارا جواب ان لوگوں کو یہی ہے قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ[1] پس یہ کیسی ناپاک رسالت ہے جس کا چراغ دین نے دعویٰ کیا ہے۔ جائے غیرت ہے کہ ایک شخص میرا مرید کہلا کر یہ ناپاک کلمات منہ پر لاوے کہ میں مسیح ابن مریم کی طرف سے رسول ہوں تا ان دونوں مذہبوں کا مصالحہ کروں۔ **لعنة اللّٰہ علی الکافرین** ۔ عیسائیت وہ مذہب ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت سے زمین پھٹ جائے۔ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ کیا اس سے صلح؟ پھر باوجود ناتمام عقل اور ناتمام فہم اور ناتمام پاکیزگی کے یہ بھی کہنا کہ میں رسول اللہ ہوں یہ کس قدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہتک عزت ہے گویا رسالت اور نبوت بازیچۂ اطفال ہے۔ نادانی سے یہ نہیں سمجھتا کہ گو پہلے زمانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے زمانہ میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے

[1] الکافرون:۲،۳

اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی ماموراور رسول نہیں تھا۔ اور تمام صحابہ ایک ہی ہادی کے پیرو تھے۔ اسی طرح اس جگہ بھی ایک ہی ہادی کے سب پیرو ہیں۔ **کسی کو دعویٰ نہیں** پہنچتا کہ وہ نعوذ باللہ رسول کہلاوے۔ ﴿۲۲﴾

اور ہمارا آنا صرف دو فرشتوں کے ساتھ نہیں بلکہ ہزاروں فرشتوں کے ساتھ ہے اور خدا کے نزدیک وہ لوگ قابل تعریف ہیں جو سالہائے دراز سے میری نصرت میں مشغول ہیں اور میرے نزدیک اور میرے خدا کے نزدیک ان کی نصرت ثابت ہو چکی ہے۔ مگر چراغ دین نے کونسی نصرت کی اس کا تو وجود اور عدم برابر ہے۔ قریباً تیس سال سے یہ سلسلہ جاری ہے مگر اس نے تو صرف چند ماہ سے پیدائش لی ہے اور میں اس کی شکل بھی اچھی طرح شناخت نہیں کر سکتا کہ وہ کون ہے۔ اور نہ وہ ہماری صحبت میں رہا۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ کس بات میں مجھے مدد دینا چاہتا ہے۔ کیا عربی نویسی کے نشان میں یا معارف قرآنی کے بیان میں میرا مددگار ہو گا یا ان مباحث دقیقہ میں میری اعانت کرے گا جو طبعی اور فلسفہ کے رنگ میں عیسائیوں اور دوسرے فرقوں سے پیش آتے ہیں؟ میں تو جانتا ہوں کہ وہ ان تمام کوچوں سے محروم ہے اور **نفس امارہ** کی غلطی نے اس کو خودستائی پر آمادہ کیا ہے۔ پس آج کی تاریخ سے وہ ہماری جماعت سے **منقطع** ہے جب تک کہ مفصل طور پر اپنا **توبہ نامہ** شائع نہ کرے اور اس ناپاک رسالت کے دعویٰ سے **ہمیشہ** کے لئے مستعفی نہ ہو جائے۔

افسوس کہ اس نے بے وجہ اپنی تعلّی سے ہمارے سچے انصار کی **ہتک** کی اور عیسائیوں کے بدبودار مذہب کے مقابل پر اسلام کو ایک برابر درجہ کا مذہب سمجھ لیا۔ سو ہم کو ایسے شخص کی کچھ پروا نہیں۔ ایسے لوگ ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ ایسے انسان سے **قطعاً پرہیز** کریں۔ اس کی تحریروں سے ہمیں پوری واقفیت نہیں تھی اس لئے اجازت طبع دی تھی۔ اب ایسی تحریروں کو **چاک** کرنا چاہئے۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیاں

۲۳؍اپریل ۱۹۰۲ء

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

تعداد اشاعت ۵۰۰۰

حاشیہ
نمبر۱

چراغ دین کی نسبت میں یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھ کو خدائے عزّوجلّ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ نزل بہٖ جبیز یعنی اس پر جبیز نازل ہوا اور اسی کو اس نے الہام یا رؤیا سمجھ لیا۔ جبیز دراصل خشک اور بے مزہ روٹی کو کہتے ہیں جس میں کوئی حلاوت نہ ہو اور مشکل سے حلق میں سے اتر سکے اور مرد بخیل اور لئیم کو بھی کہتے ہیں جس کی طبیعت میں کمینگی اور فرومایگی اور بخل کا حصہ زیادہ ہو۔ اور اس جگہ لفظ جبیز سے مراد وہ حدیث النفس اور اضغاث الاحلام ہیں جن کے ساتھ آسمانی روشنی نہیں اور بخل کے آثار موجود ہیں اور ایسے خیالات خشک مجاہدات کا نتیجہ یا تمنا اور آرزو کے وقت القاء شیطان ہوتا ہے اور یا خشکی اور سوداوی مواد کی وجہ سے کبھی الہامی آرزو کے وقت ایسے خیالات کا دل پر القاء ہو جاتا ہے اور چونکہ ان کے نیچے کوئی روحانیت نہیں ہوتی اس لئے الٰہی اصطلاح میں ایسے خیالات کا نام جبیز ہے اور علاج توبہ اور استغفار اور ایسے خیالات سے اعراض کلّی ہے۔ ورنہ جبیز کی کثرت سے دیوانگی کا اندیشہ ہے۔ خدا ہر ایک کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ منہ

حاشیہ
نمبر۲

رات کو عین خسوف قمر کے وقت میں چراغ دین کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا **انّی اذیب من یریب** ۔ میں فنا کر دوں گا۔ میں غارت کروں گا۔ میں غضب نازل کروں گا اگر اس نے شک کیا اور اس پر ایمان نہ لایا اور رسالت اور مامور ہونے کے دعوے سے توبہ نہ کی۔ اور خدا کے انصار

جو سالہائے دراز سے خدمت اور نصرت میں مشغول اور دن رات صحبت میں رہتے ہیں ان سے عفو تقصیر نہ کرائی کیونکہ اس نے جماعت کے تمام مخلصوں کی توہین کی کہ اپنے نفس کو ان سب پر مقدم کر لیا۔ حالانکہ خدا نے بار بار براہین احمدیہ میں ان کی تعریف کی اور ان کو سابقین قرار دیا اور کہا۔ **اصحاب الصفۃ و ما ادراک ما اصحاب الصفۃ۔** ﴿۲۴﴾

اور جبیــــز اس روٹی خشک کو کہتے ہیں کہ دانت اس کو توڑ نہ سکیں۔ اور وہ دانت کو توڑے اور حلق سے مشکل سے اترے اور امعاء کو پھاڑے اور قولنج پیدا کرے۔ پس اس لفظ سے بتلایا کہ چراغ دین کی یہ رسالت اور یہ الہام محض جبیــــز اور اس کے لئے مہلک ہیں۔ مگر دوسرے اصحاب جن کی توہین کرتا ہے اُن پر مائدہ نازل ہو رہا ہے اور اُن کو خدا کی رحمت سے بڑا حصہ ہے۔

مائدہ چیزیست دیگر خشک نان چیزے دگر
خوردنی ہرگز نباشد نان خشک اے بے ہنر
دوستاں را مائدہ بدہند از مہر و کرم
پارہ ہائے خشک نان بیگانگان را نیز ہم
نیز ہم پیشِ سگان آں خشک نان مے افگنند
مائدہ از لطف ہا پیشِ عزیزان مے برند
ترک کن ایں خشک ناں را ہوش کن فرزانہ باش
گر خردمندی پئے آں مائدہ دیوانہ باش

منــــہ

اس رسالہ کا نام
دَافِعُ البَلَاء وَمِعْیَار اَھْل الْاِصْطِفَاء
رکھا گیا ہے

ٹائیٹل بار اول

الھدیٰ

والتبصرۃ لمن یریٰ

۱۲ جون سنہ ۱۹۰۲ء

الثمن فی جلد	محصولڈاک	وی پی
۱۲/	ا/	ا/

طبع فی دار الامان قادیان المطبع ضیاء الاسلام

باھتمام الحکیم فضل دین البھیروی

تعداد اشاعت ۷۰۰

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿۱﴾

الحمد للّٰہ الذی أری أولیاء ہ صراطا یضلّ فیہ
ہر قسم کی حمد اُس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے دوستوں کو وہ راہ بتائی کہ مُرغ سنگ خوار
الغطاط. وجلّی لھم نھارا لا یُبصر فیہ الوطواط. وأسلکھم
بھی اس میں بھٹک جاتا ہے اور اُن کے لئے ایسا دن چڑھایا کہ اس میں چمگادڑ کو کچھ نظر
مسالک لم یَرُضُھا مطایا الأبُصار. وفجّر لھم ینابیع
نہیں آتا۔ اور ایسی راہوں پر انہیں چلایا کہ آنکھوں کی اُونٹنیاں اُن میں کبھی چلی نہیں۔ اور
ما اھتدت إلیھا طیور الأفکار. والصلٰوۃ والسلام علی
ایسے چشمے ان کے لئے جاری کئے کہ فکروں کے پرندے ان کی طرف راہ نہیں پاسکے۔
خاتم الرسل الذی اقتضی ختم نبوّتہ. أن تُبعث مثل الأنبیاء
اور صلوٰۃ اور سلام خاتم رُسل پر جس کی نبوت کے ختم نے چاہا کہ آپ کی اُمت سے نبیوں
من أمّتہ. وأن تُنَوّر وتُثمر إلی انقطاع ھذا العالم أشجارہ.
کی مانند لوگ پیدا ہوں۔ اور آپ کے درخت زمانہ کے آخر تک پھلتے پھولتے رہیں اور نہ
ولا تُعفّی آثارہ. و لا تُغیّب تذکارہ. فلأجل ذالک جرت
﴿۲﴾
آپ کے نشان مٹائے جائیں۔ اور نہ آپ کی یاد دنیا سے بھول جائے۔ اسی لئے خدا کی
عادۃ اللّٰہ أنہ یُرسل عبادًا من الذین استطابھم لتجدید
عادت ہے کہ وہ ایسے بندوں کو بھیجا کرتا ہے جنہیں اس دین کی تجدید کے لئے پسند
ھذا الدین. ویعطیھم من عندہ علم أسرار القرآن
فرما لیتا ہے۔ اور انہیں اپنے حضور سے قرآن کے اسرار عطا کرتا اور حق الیقین
ویُبلّغھم إلی حق الیقین. لیُظھروا معارف الحق
تک پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ لوگوں پر حق کے معارف کو

علی الخلق بسلطانها. وقوّتها ولمعانها. ويُبيّنوا حقيقتها وهويّتها.
پوری قوت اور غلبہ اور چمک کے رنگ میں ظاہر کریں۔اور ان معارف کی حقیقت اور کیفیت اور
وسُبلها وآثار عرفانها. ويُخلّصوا الناس من البدعات والسيئات
راہوں اور ان کی شناخت کے نشانوں کو بیان کریں۔اور لوگوں کو بدعتوں اور بدکرداریوں سے اور
وطوفانها وطغيانها. وليُقيموا الشريعة ويفرشوا بساطها. ويبسطوا
ان کے طوفان وطغیان سے چھڑائیں۔اور شریعت کو قائم کریں اور اس کی بساط کو بچھائیں اور افراط
أنماطها. ويُزيلوا تفريطها وإفراطها. وإذا أراد اللّٰه لأهل الأرض أن
وتفریط کو جو اس میں داخل کی گئی ہے دور کریں۔اور جب خدا اہل زمین کے لئے چاہتا ہے کہ ان
يُصلح دينهم. ويُنير براهينهم. أو ينصرهم عند حلول الأهوال
کے دین کو سنوارے اور ان کے برہانوں کو روشن کرے اور ہول اور مصیبت کے پیش آنے پر ان کو
والمصائب والآفات. أقام بينهم أحدًا من هذه السّادات. ويُؤيّده
مدد دے۔تب ان بزرگوں میں سے کسی کو ان میں کھڑا کر دیتا ہے اور نشانوں اور قاطع حجتوں سے
بالحجج القاطعة والآيات. ويشرح صدور الأتقياء لقبوله ويجعل
اس کی تائید کرتا اور نیک بختوں کے سینوں کو اس کے قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے اور تقویٰ
الرّجس على الذين لا يتّقون. ففريق من الناس يؤمنون به ويُصدّقون. ﴿۳﴾
اختیار نہ کرنے والوں پر پلیدی اور ناپاکی پھینکتا ہے۔پھر یوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو اس پر ایمان
وفريق آخر يكفرون به ويُكذّبون. ويقعدون بكل صراطٍ ويؤذون.
لاتے اور تصدیق کرتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے اور تکذیب کرتے ہیں۔اور اس کی راہ میں روک
ويمنعون كل من دخل عليه ولا يُخلّصون. فتهيج غيرة اللّٰه
بن جاتے اور دکھ دیتے ہیں اور کسی کو اس کے پاس آنے نہیں دیتے۔آخر کار خدا کی غیرت ان کے
لإعدامهم. ليُنجّي عبده من اجلِخمامهم. فما زال
نابود کرنے لئے جوش مارتی ہے اس لئے کہ اپنے بندہ کو ان کے حملہ سے چھڑائے۔سو

بـالـكـافـريـن يُهلك هذا ويدفع ذاک حتى تصير الأرض خالية من
خدا کافروں کے پیچھے پڑا رہتا کسی کو ہلاک کرتا اور کسی کو دفع کرتا ہے یہاں تک کہ زمین ان
تـلـك الهـوام. ويـحـصـل الأمـن للأبرار الكرام. وتحتفل الملّة من
سانپوں اور بچھوؤں سے خالی ہو جاتی ہے اور برگزیدوں کو امن مل جاتا اور ملت ایسے چیدہ
نـخـب الإسـلام. كـنـجـوم مـنيرةٍ مُشرقة فى الظلام. وهذا من أكبر
لوگوں سے بھر جاتی ہے جو تاریکی میں چمکدار روشن ستارے ہوتے ہیں اور یہ بڑی بھاری
عـلامـات الـذيـن يـأتـون من حضرة العزة والجبروت. وينزلون إلى
علامت ہے ان لوگوں کی جو خدا کی طرف سے آتے ہیں اور اس جہان میں نازل ہوتے ہیں
الناسوت ليجذبوا خلق الله إلى عالم الملكوت واللاهوت. وإنّ الله
اس لئے کہ خلقت کو خدا کی طرف کھینچ لے جائیں۔ اور خدا ان کے ذریعہ سے تاریکیوں کو پاش
يـجـلـو بهـم الـغـيـاهـب. ليبتـلـى الـخـبيثيـن والأطايب. ويُرِى الفائز
پاش کرتا ہے اس لئے کہ ناپاک اور پاک کو آزمائے اور کامیاب اور نامراد کو ظاہر کردے۔ سو
والـخـائب. فتُسعد نفسٌ وأخرى تشقى. ويُحيِى أخ وأخ آخر يُفنَى. ﴿۴﴾
کوئی سعید بنتا اور اور کوئی شقی بنتا ہے۔ اور کسی کو زندگی بخشی جاتی اور کوئی فنا کر دیا جاتا ہے اور
ويُـنـصـر الـمـأمـور فـي الأرض ويُـمهل حتى يفل شبا العدا. ويزول
مامور کو نصرت اور مہلت دی جاتی ہے جب تک کہ وہ دشمنوں کی تلوار کی دھار کو کند کر دیتا اور
الـظـلام وتـطـلـع شـمس الهدى. فالحاصل أن أولياء الله لا يُهلكون
اندھیرا اُٹھ جاتا اور ہدایت کا آفتاب چڑھ آتا ہے۔ غرض خدا کے دوست جھوٹوں کی مانند
كـالـكـاذبـيـن. ولا يـكـون مـآلهم كالمفترين. بل يُعصَمون ويُقبلون
ہلاک نہیں کیے جاتے اور ان کا انجام مفتریوں کا سا انجام نہیں ہوتا۔ بلکہ انہیں بچایا جاتا اور قبول
ويُـنـصـرون ويُـؤثـرون عـلـى العالمين. ولا يُـضـاعـون ولا يُـجاحون
کیا جاتا اور نصرت دی جاتی اور کل جہان پر ایثار کیا جاتا ہے۔ وہ نہ تو ضائع کئے جاتے ہیں اور نہ ان کی

ویعیشون أمام أعین ربهم فائزين. وإنهم حجّة اللّٰه على الأرض
بیخ کنی کی جاتی ہے بلکہ وہ اپنے پروردگار کے سامنے بامراد زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ زمین پر
ورحمة الحق لأهل الأرضين. وليست شقوة فى الدنيا كإنكار
حجۃ اللہ اور اہلِ زمین کے حق میں خدا کی رحمت ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں ماموروں کے انکار
المأمورين. ولا سعادة كقبول هؤلاء المقبولين. وإنهم مفتاح حصن
جیسی کوئی شقاوت نہیں اور ان مقبولوں کے مان لینے جیسی کوئی سعادت نہیں۔ اور وہ امن وامان
الأمن والأمان وحرز الداخلين. فما بال الذى فقد هذا المفتاح وما
کے قلعہ کی چابی اور داخل ہونے والوں کی پناہ ہیں۔ تو پھر کیا حال ہوگا اُس کا جس نے اِس چابی
دخل الحصن وقعد مع المخرجين. وإن أشقى الناس رجلان.. ولا
کو کھو دیا اور قلعہ میں داخل نہ ہوا اور باہر نکالے ہوئے لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھ رہا۔ اور
يبلغ شقاوتهما أحدٌ من الإنس والجان. رجلٌ كفر بخاتم الأنبياء . ﴿۵﴾
فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بدبخت ہیں اور انس وجن میں سے اُن سا کوئی بھی بد طالع
ورجل آخر ما آمن بخاتم الخلفاء . وأبى واستكبر وأساء الأدب عليه
نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا۔ دوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا اور
وترك طريق الحياء. وما تأدّب مع اللّٰه وأهله الموعود وبلّغ التوهين
انکار کیا اور اکڑ بیٹھا اور اس کی بے ادبی کی اور حیا کی راہ کو چھوڑ دیا اور خدا اور اس کے موعود اہل
إلى الانتهاء. ولو لم يتولّد لكان خيرًا له من سوء العاقبة وسخط
کا ادب اور پاس نہ کیا اور توہین کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اگر ایسا نالائق پیدا ہی نہ ہوتا تو اس
حضرة الكبرياء. ولسوف يذوق ذواق السب والشتم والازدراء .
کے حق میں انجام بد اور خدا کے ناراض کرنے سے بہتر تھا۔ وہ ان گالیوں اور تحقیر کا
وإن الساعة آتية لا ريب فيها ثم الذين خُتمت على قلوبهم لا ينتهون.
مزا چکھے گا۔ اور وہ گھڑی ضرور آنے والی ہے پر مُہر زدہ دل باز نہیں آتے۔

وإذا قيـل لهـم آمـنوا وأصلحوا ولا تُفسدوا قالوا بل أنتم مفسدون.
اور جب انہیں کہا جائے کہ ایمان لاؤ اور اصلاح کرو اور فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ تم ہی مفسد ہو۔ اور گمراہی
وحسبـوا الـغـيّ رشـدًا والـفساد صلاحًا فهم لا يرجعون. فكيف إذا
کو ہدایت اور فساد کو صلاح سمجھتے ہیں اس لئے رجوع نہیں کرتے۔ سو اس دن کیا حال ہوگا جب کہ ان
زهـقت نفوسهم وأُظهِرَ ما كانوا يكتمون؟ وإذا قيل لهم أما جاء رأس
کی جانیں نکلیں گی اور ان کی چھپائی ہوئی باتیں ظاہر کی جائیں گی۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ کیا
المائة قالوا بلى فقل أفلا تتّقون؟ إن مثل المؤمنين والمكذّبين كمثل
صدی کا سر نہیں آ گیا تو کہتے ہیں ہاں۔ تو تُو ان سے کہہ کیا تم ڈرتے نہیں۔ مومنوں اور مکذبوں کی مثال
حَـيّ وميّـت هل يستويان مثلا؟ فبشرى للذين يُوفّقون. وقالوا لستَ ﴿۶﴾
زندہ اور مُردہ کی مثال ہے کیا دونوں مثال میں برابر ہیں۔ سو خوشخبری ان کے لئے جنہیں توفیق دی جاتی
مُـرسـلا بـل كـذّبـوا بما لم يحيطوا بعلمه فسوف يعلمون. إن الذين
ہے اور کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کی تکذیب کرتے ہیں جس کا ان
صدقوا أولئک هم المنصورون. ولا يرهق وجوههم قتر ولا ذلّة ولا
کو علم نہیں سو ان کو پتہ لگ جائے گا۔ تصدیق کرنے والے ضرور منصور ہوں گے اور ذلت اور رسوائی کی گرد
هـم يُفزعون. إن الـذيـن كـفـروا ما نفعهم خسوف ولا كسوف ولا
اُن کے چہروں پر نہ پڑے گی اور نہ انہیں کوئی گھبراہٹ ہوگی۔ افسوس کفر کرنے والوں کو نہ خسوف
آيـات أخـرى بـل هم يستهزء ون. يعرفون ثم يبخلون بما آتاهم الله
وکسوف نے فائدہ پہنچایا اور نہ دوسرے نشانوں نے بلکہ وہ ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔ پہچانتے ہیں پھر بھی خدا
مـن الـعـلـم وانـكشف عـليهـم الهدى ثم لا يهتدون. وجـنّ عـليهـم
کے دیئے پر بخل کرتے ہیں۔ اور ہدایت ان پر واضح ہوگئی پھر بھی راہ نہیں پاتے۔ اور تعصب کی رات ان
ليـلٌ مـن التـعـصّـب فهـم فيـه يُـمسـون ويصبحون. يـرون آيـات
پر پڑی ہوئی ہے اسی میں شام گذارتے ہیں اور اسی میں صبح۔ اپنی آنکھوں سے خدا کے

اللّٰـه بـأعينهم ثم يُنكرون. وما كنتُ متفرّدًا فى هذا بل ما أتى الناس
نشانوں کو دیکھتے ہیں پھر انکار کرتے ہیں۔ ان معاملوں میں مَیں اکیلا نہیں بلکہ کوئی ایسا رسول
مـن رسـول إلا كـانـوا بـه يستهزء ون. وهلمّ جرّا إلى ما تشاهدون.
نہیں آیا جس سے لوگوں نے ٹھٹھا نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔
وإنـى رأيـتُ دهـرًا ظـلـم هـؤلاء الأشـرار فـى هذه الديـار. وآنست
اور میں مدتوں سے ان شریروں کا ظلم اِس ملک میں سہتا ہوں۔ اور ان کی زیادتی انکار اور تحقیر
غـلـوّهـم فـى الانـكـار والاحتقار. وجرّبتُ أن لهم قلوبا سيرتها اللّد ﴿۷﴾
میں دیکھتا ہوں۔ اور میں تجربہ کر چکا ہوں کہ ان کے دلوں کی سیرت خصومت اور تکبر اور لڑائی
والاحـرنـجـام. وفطرةً شيمتها التكذيب والاتهام. فلما يئست منهم
ہے اور ان کی فطرتوں کی عادت تکذیب اور اتہام ہے۔ غرض جب مَیں ان سے نا امید ہوا تب
انـصـرف قـلبى إلى بلادٍ أخرى. لعلّى أرى الأنصار أو أجد فيهم قلبًا
میرا دل اور ملکوں کی طرف متوجہ ہوا کہ کہیں مددگار مجھے مل جائیں اور شاید کوئی تقویٰ شعار دل
أتـقـى. فذكرت علماء الشام. ومن بها من الكرام. وأردت أن أرسل
میرے ہاتھ آجائے۔ اتنے میں شام کے علماء اور بزرگ مجھے یاد آگئے اور ارادہ کیا کہ ان کی
إليهـم لـلاستشهـاد. ليُـجيبـوا بـالصدق والسداد. وينقلوا الحق من
طرف سے گواہی لینے کے لئے خط بھیجوں اس لئے کہ وہ راستی اور سچائی سے جواب دیں اور
الـوهاد إلى النجاد. فأُخبِرتُ أن المناظرات فيهم ممنوعة. والقوانين
حق کو پستی کے گڑھے سے نکال کر اوج پر پہنچا دیں۔ سو مجھے پتہ لگا کہ ان کو دینی مناظرات کی
لـمـنـعهـا مـوضـوعة. فـذهـب وهـلى بعد ذالك أن المراد يحصل
اجازت نہیں اور وہ ان مباحثات سے قانوناً روک دیے گئے ہیں۔ پھر میرے دل میں آیا کہ مصر
مـن أرض مـصـر وأهـلهـا الـمـتـفـرّسـيـن. والـمـخـصـبـيـن بـعـهـاد
کے ملک سے اور اس کے دانشمند لوگوں سے جو علوم کی بارش سے سرسبز اور برخوردار ہو رہے

العلم والمثمرين. وزعمت أن فيهم قوما يُعدّون من المحققين. ومن
ہیں وہ مراد ضرور پوری ہوگی اور مَیں سمجھا کہ ان میں محقق اور اعلیٰ درجہ کے ادیب ہیں اور مَیں

الأدباء المفصحين. وخلتُ أنهم من المتدبّرين. وليسوا من
نے خیال کیا کہ وہ سوچنے والے ہیں اور شتاب کار اور بیداد گر نہیں ہیں۔ اس گمان کی بنا پر

المستعجلين والجائرين. فقادني هذا الظنّ إلى أن أرسل إلى مدير ﴿۸﴾
مَیں نے المنار کے ایڈیٹر اور اس کے ساتھیوں کو اپنی کتاب اعجاز المسیح بھیجی۔ اور غرض یہ تھی کہ

"المنار" ورفقته كتابي "الإعجاز". ليُقرّظوا ويكتبوا عليه ما لاق
اس پر مناسب اور حسب موقعہ تقریظ لکھیں۔ اور مَیں نے شام اور روم اور حرمین کے علماء کو چھوڑ

وجاز. وآثرتهم على علماء الحرمين والشام والروم. لعلّي أسرو بهم
کر انہیں چنا کہ شاید انہی کی وجہ سے میرے فکر اور غم دور ہو جائیں اور دکھ درد کی آگ انہی سے

غواشي الأفكار والهموم. ولأُطفأ بهم ما بي من جمرة الأذى.
بجھ جائے اور یہی لوگ نیکی اور تقویٰ پر میرے مددگار ہو جائیں۔ پھر جب صاحب منار کو میری

وليُعينوني على البرّ والتقوى.ثم لما بلغ كتابي صاحب المنار. وبلغه
کتاب پہنچی اور اس کے ساتھ اسے کچھ خط استفسار کے لئے ملے اس نے اس کلام کے پھلوں

معه بعض المكاتيب للاستفسار. ما اجتنٰى ثمرة من ثمار ذالك
سے ایک پھل بھی نہ لیا اور اس کے عظیم الشان معارف میں سے کسی معرفت سے بھی نفع

الكلام. وما انتفع بمعرفةٍ من معارفه العظام. ومال إلى الكلْم والإيذاء
حاصل نہ کیا اور جیسے کہ اکڑباز حاسدوں کی عادت ہوا کرتی ہے قلم سے زخمی کرنے

بالأقلام. كما هو عادة الحاسدين والمستكبرين من الأنام. وطفق يؤذى
اور ایذا دینے کی طرف جھک پڑا اور تحقیر کرنے لگا اور ایذا دینے لگا اور اس تحقیر

ويُزرى غير وانٍ في الازراء والالتطام. ولا لاوٍ إلى الكرم والإكرام.
اور جوش دکھلانے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی اور جیسے کہ بزرگوں کی عادت ہے کرم و اکرام

كما هو سيرة الكرام. وعَمَدَ إلى أن يُؤلمني ويفضحني في أعين
کی طرف رخ نہ کیا اور قصد کیا کہ عوام کی نگاہ میں مجھے رنج پہنچائے اور بدنام کرے۔ پس وہ بلند

﴿۹﴾ العوام كالأنعام. فسقط من المنار المنيع وألقى وجوده في الآلام.
منار سے گرا اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالا۔ اور مجھے سنگریزوں کی طرح پاؤں کے نیچے روندا اور

ووطئني كالحصَى. واستوقد نار الفتن وحضَى. وقال ما قال وما
فتنوں کی آگ کو بجھ جانے کے بعد پھر بھڑکایا اور کہا جو کہا اور دانشمندوں کی طرح غور نہیں کی۔ اور

أمعن كأولي النهٰى. وأخلد إلى الأرض وما استشرف كأهل التقى.
زمین کی طرف جھک پڑا اور متقیوں کی طرح اوپر کو نہ چڑھا اور اونچا ہونے کے بعد گرا۔ اور گرنا تو

وخرّ بعد ما علا. وإن الخرور شيء عظيم فما بال الذي من المنار
خود بڑی خوفناک بات ہے۔ پھر اس شخص کا کیا حال جو منار سے گرا۔ اور گمراہی کو خریدا اور ہدایت

هوٰى. واشترى الضلالة وما اهتدى. أم له في البراعة يدٌ طُولٰى؟
نہ پائی۔ آیا فصاحت و بلاغت میں اسے بڑا کمال حاصل ہے؟ عنقریب وہ گریز کر جائے گا اور پھر

سيُهزَم فلا يُرَى. نبأٌ من الله الذي يعلم السرّ وأخفى. إنه مع قوم
نظر نہ آئے گا۔ یہ پیشگوئی ہے خدا کی طرف سے جو نہاں در نہاں کو جاننے والا ہے۔ وہ متقیوں

يتّقونه ويُحسنون الحسنٰى. ينصرهم في مواطن فتكون كلمتهم هي
اور نیکوکاروں کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ میدانوں میں ان کی مدد کرتا ہے پھر ان ہی کی بات غالب

العليا. وإن الألسنة كلها لله فيجعل حظًّا منها لمن شاء وقضٰى. وإن
رہتی ہے۔ اور ساری بولیاں خدا کی ہیں جسے چاہتا ہے ان سے کافی حصہ عطا کرتا ہے اور اس کے

عباده المنقطعين ينطقون بروحه ولا يُعطَى لغيرهم هذا الهُدى. وكل
منقطع بندے اس کی روح کی مدد سے بولتے ہیں اور یہ راہِ حق دوسروں کو نہیں دی جاتی۔ اور ہر ایک نور

نور ينزل من السماء فما بيدكم أيها النّوكَى؟ أتغترّون
آسمان سے اترتا ہے پھر اے جاہلو تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ کیا تم اپنی بولی پر

﴿۱۰﴾

بلسانکم وقد ھبّت علیہ صراصر عُظمٰی؟ والیوم لستم إلا کعجمیّ
فریفتہ ہو حال آنکہ اس پر تو بڑی بڑی آندھیاں چل چکی ہیں اور آج تم
فلا تفخروا بما مضٰی. وبُدّلت ألسنکم کل التبدیل فأنی التناوش من
عجمیوں سے بڑھ کر نہیں۔ سو گذشتہ پر فخر نہ کرو۔ اور تمہاری بولیاں تو بالکل بدل
مکان أقصٰی؟ أتنسون محاوراتکم أو تخدعون الحمقٰی؟ وإن رسول
گئیں۔اب تم اتنی دور سے کہاں ایک چیز کو پکڑ سکتے ہو۔کیا تمہیں اپنی
اللّٰہ وسید الورٰی. ما سمّٰی أرضکم ھذہ ارض العرب فلا تفتروا
بول چال یاد نہیں یا احمقوں کو دھوکا دیتے ہو۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
علی اللّٰہ ورسولہ وقد خاب من افترٰی. فدعنی أیھا الفخور من ھذا
تمہارے ملک کو عرب میں شامل نہیں فرمایا۔ پھر خدا اور رسول پر افترا نہ کرو اور
وامض علی وجھک والسلام علی من اتّبع الھدی.
مفتری ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔سو اے شیخی باز مجھے تجھ سے کیا کام چل اپنی راہ لے۔
وکنتُ رجوتُ أن أجد عندک نصرتی. فقمتَ لتندّد بھوانی
مجھے تو تجھ سے نصرت کی امید تھی تو الٹا میرے ہی خوار کرنے کو اٹھ کھڑا
وذلتی. وتوقعتُ أن یصلنی منک تکبیر التصدیق والتقدیس
ہوا۔ اور مجھے تیری طرف سے تکبیر تصدیق اور تقدیس سننے کی توقع تھی تو نے مجھے
فأسمعتنی أصوات النواقیس. وظننتُ أن أرضک للتحصّن
ناقوسوں کی آوازیں سنادیں اور مَیں نے تیری زمین کو پناہ کے لئے بہت
أحسن المراکز. فجرّحتنی کاللاکز والواکز. وذکّرتنی
عمدہ جگہ سمجھا تھا مگر تو نے مجھے مشت زن یا لکد زن کی طرح زخمی کر دیا اور

﴿۱۱﴾

بالنوش والنھش والسبعیة. نبذًا من أیام الخصائل الفرعونیة. و
تو نے اس درندہ طبعی سے فرعونی خصلتوں کا زمانہ مجھے یاد دِلا دیا۔اور

لستُ فی هذا القول کالمتندّم. فإن الفضل للمتقدّم. وکنتُ أتوقع
میں اس بات میں پشیمان نہیں اس لئے کہ فضیلت پہل کرنے والے کو ہے۔ اور مجھے گمان
أن یتسرّی بمؤاخاتک همّی. ویرفض بجندک کتیبة غمّی.
تھا کہ تمہاری دوستی سے میرا غم دور ہو جائے گا اور تمہارے لشکر کی مدد سے میرے
فالأسف کل الأسف أن الفراسة أخطأت. والرویّة ما تحقّقت.
اندوہ وغم کا لشکر شکست کھا جائے گا مگر افسوس کہ فراست نے خطا کی اور دانش درست نہ اتری
ووجدتُ بالمعنی المنعکس ریّاک. فهذه نموذج بعض مزایاک.
اور تمہارا سارا معاملہ بالکل الٹا نظر آیا۔ یہ تو آپ کی فضیلتوں کا تھوڑا سا نمونہ ہے۔ اس سے
وعلمتُ به أن تلک الأرض ارض لا یُفارقها اللظی. وتفور منها إلی
مجھے پتہ مل گیا کہ مصر کی سرزمین سے آتش اشتعال کبھی الگ نہیں ہوئی۔ اور اب تک اُس
هذا الوقت نار الکبر والعُلَی. فعفی الله عن موسٰی. لم ترکها وما
سے کبر اور تعلّی کی آگ جوش زن ہے۔ خدا موسیٰ پر رحم کرے کیوں اس نے اسے چھوڑ دیا اور
عَفّی. فحاصل الکلام إنک زعمتَ أن کتابی مملوء من السهو
اس کا نام و نشان نہ مٹا دیا۔ غرض تمہارا دعویٰ ہے کہ میری کتاب سہو و خطا
والخطاء . وما أتیتَ بدلیل من النحویین أو الأدباء . فأشکو إلی
سے بھری ہوئی ہے اور نحویوں اور ادیبوں سے کوئی دلیل تم اس پر نہیں لائے۔
﴿۱۲﴾ الله من جورک هذا والافتراء . فإنک شمّستَ لی من
اب مَیں تمہارے جور اور افترا سے خدا کے پاس فریاد کرتا ہوں اس لئے کہ تم نے
غیر سبب ومن غیر أسباب البغض والشحناء . أو جعلتَ معیار
بے سبب اور بے کسی پہلے بغض و عداوت کی وجہ کے یہ ظلم زیادتی کی۔ کیا تم اپنی
الصحّة لسانک الذی تکلّم به عشیرتک من البنات
اس بولی کو صحت کا معیار ٹھہراتے ہو جس سے تم اپنی بیٹیوں اور جوروؤں سے

والنساء . وما تصفّحت كتابي وغلّطتَ مفرداته وتراكيبه. وخطّأت
کلام کرتے ہو اورتم نے میری کتاب کو اچھی طرح نہیں پڑھا اور نہ ہی اس کے
أفانينه وأساليبه. وأسخطت حسيبك وما خشيت تعذيبه. وكذّبتَ
مفردات اور ترکیبوں اور انداز کلام کو غلط ثابت کر کے دکھایا اورتم نے اپنے خدا کو ناراض
وأغلطت الناس. وخببتَ واتّبعت الخناس. وقلتَ كتاب مملوّ من
کیا اور اس کی سزا سے نہیں ڈرے۔اور جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالا۔
الأغلاط المنكرة. وفي سجعه تكلّف وضعف وليس من الكلم
اور شیطان کے پیچھے دوڑ پڑے۔اور کہہ دیا کہ اعجاز المسیح سخت غلطیوں سے بھری ہوئی ہے
المحبّرة. والـمُلَح المبتكرة. ويوجد فيه ركاكة العُجمة.
اور اس کے سجع میں بناوٹ ہے اور لطیف کلام نہیں ہے اور اس کا کلام عرب کے محاورہ
وحسبتُك حبيبا يُريحني كنسيم الصباح. فتراء يتَ كعدوّ
کے خلاف ہے۔آہ میں نے تو تجھے ایسا دوست سمجھا تھا جو مجھے نسیم سحر کی طرح راحت پہنچاتا
شاكي السلاح. وخلتُ أنك تهدّر بصوت مبشر كالحمام.
مگر تو سلاح پوش دشمن نظر آیا اور مجھے خیال تھا کہ تو کبوتر کی طرح پیاری مژدہ رسان
فأريتَ وجهك المنكر كالحمام. وأعجبني حِدّتك وشدّتك ﴿۱۳﴾
آواز میں بولے گا مگر تو نے موت کا سا بھیانک چہرہ دکھایا۔ مجھے تمہاری اس
من غير التحقيق. فأخذني ما يأخذ الوحيد الحائر
بے تحقیق تیز زبانی پر تعجب آیا اس لئے میری وہ حالت ہوئی جو اکیلے سرگرداں مسافر
عند فقد الطريق. لكني أسررتُ الأمر وقلتُ في نفسي لعلّه
کی رستہ بھول کر ہوا کرتی ہے لیکن میں نے پھر بھی اس بات کو دل میں رکھا اور سمجھا
تصحيف في التحرير. وما عمد إلى التوهين والتحقير.
کہ شاید تحریر میں کوئی تبدیلی واقع ہوگئی ہو اور توہین اور تحقیر کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

وكيف قصد شرًّا لا يزول سواده بالمعاذير. وكيف يمكن الجهر
اور اس شخص نے کیونکر شر کا قصد کیا جس کا سیاہ داغ کسی عذر و بہانہ سے مٹ نہیں سکتا اور کیونکر
بالسوء من مثل هذا الفاضل النحرير. ولما تحقق أنه منك تقلّدتُ
ممکن کہ ایسا عالم لائق آدمی کھلی کھلی بری باتیں منہ سے نکالے اور جب خوب ثابت ہوا کہ یہ
أسلحتي للجهاد. وقلتُ مكانك يا ابن العناد. فدونی شرط الحداد
سب تمہاری کرتوت ہے تو میں نے بھی جنگ کے لئے ساز وسامان درست کر لیا اور کہا کہ اپنی
وخرط القتاد. وعلمتُ أنك ما تكلّمتَ بهذه الكلمات. إلا حسدًا
جگہ پر کھڑا رہ اے سفلہ دشمن کہ میرے مقابل آنا تلواروں سے کٹ جانا اور کانٹوں میں پھنس
من عند نفسك لا لإظهار الواقعات. فابتدرتُ قصدَك. لئلا
جانا ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ باتیں تم نے حسد سے کی تھیں واقعات کے اظہار کے لئے
يُصدّق الناسُ حسدَك. فإن علماء ديارنا هذه يستقرون حيلة
نہیں کہیں اس لئے میں تمہاری طرف متوجہ ہوا کہ کہیں تمہاری ان شرارتوں سے لوگ دھوکا نہ کھا
للإزراء. فيستفزّهم ويُجرء هم عليّ كلما قلتَ للازدراء. ولولا ﴿۱۴﴾
جائیں۔ اس لئے کہ ہمارے ملک کے علماء تو میری تحقیر کے لئے بہانہ ڈھونڈتے رہتے ہیں سو
خوف فسادهم لسكتُّ. وما تفوّهتُ فی هذا الأمر وما
جو کچھ تو نے میری تحقیر میں کہا ہے اس سے ان کی جرأت اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور اگر فساد کا
تجلّدتُ. ولكن الآن أخافُ على الناس. وأخشى
خوف نہ ہوتا تو میں اس معاملہ میں بالکل خاموش رہتا۔ لیکن اب لوگوں کے بگڑ جانے اور
وسوسة الخنّاس. وإن بعض الشهادات أبلغ فی الضرب من
شیطان کی وسوسہ اندازی کا ڈر ہے اور یہ پختہ بات ہے کہ بعض شہادتیں ضرب میں تلوار سے
المرهفات. فأخاف أن يتجدّد الاشتعال من كلمات المنار. و
بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں۔ اب مجھے خوف ہے کہ منار کی باتوں سے اشتعال بڑھ جائے اور

يسـقـط مـيـمه ويبقى على صورة النار. وكنا هزمنا العدا. وفرغنا من
اس کا میم گر کر نری نــار کی شکل رہ جائے۔اور ہم تو مدت سے دشمنوں کو بھگا کر لڑائی جھگڑے
الـوغـى. ونـابـلـنـا فكان لنا العُلى. وبذل الجهد كل من رمَى. حتى
سے فارغ ہو بیٹھے تھے اور ہمیں ہر ایک جنگ میں غلبہ میسر آیا اور ہر ایک جنگ کرنے والا اپنی
نثلـت الـكـنـائـن. وفـاء ت السكـائن. وركدت الزعـازع. وكف
پوری طاقت ہمارے مقابلہ میں خرچ کر چکا تھا۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ترکش خالی
الـمتـنـازع. وجـعـل الـلّٰـه الهـزيمة على كل من بارٰى. وأهلك من
ہو گئے تھے اور بالکل آرام چین ہو گیا تھا۔سب جھگڑے ٹھنڈے پڑ گئے اور جھگڑنے والے
مـارٰى. فـالآن أُحـيـيَ الـلـئـامُ بـعـد الـمـمـات. وشد المنار عضدهم
ہٹ ہٹا گئے تھے اور سب جھگڑنے والوں کو خدا نے بھگا دیا اور مار ڈالا تھا۔اب وہ سفلے پھر موت
بـالـخـزعبـيـلات. فـأرى أنهـم يتـصلّفون ويستأنفون القتال. ويبغون ﴿۱۵﴾
کے بعد جلائے گئے اور منار نے اپنی نکمی باتوں سے انہیں دلیر اور پکا کر دیا۔اب میں دیکھتا ہوں کہ
الـنـضـال. ويـخـدعـون الجهّال. ورجـعـوا إلـى شرّهم و زادوا
وہ پھر لاف گزاف مارنے لگے اور لڑائی کو تازہ کرنا چاہتے ہیں اور اب لڑائی چاہتے ہیں اور جاہلوں
ضـدّا. بـمـا جـاء الـمـنـار شيئـا إدًّا. وجـاز عـن القصد جدّا. فأكبر
کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ پھر اپنے شر کی طرف لوٹ چلے ہیں اور منار کی اس ناپاک بات اور
كـلـمـه حـزبٌ مـن الـعـمـيـن. وأيـن جهـابذة الكلام كـالسـابقين.
کجروی کی وجہ سے ضد میں بڑھ چلے ہیں۔ چنانچہ کچھ اندھوں کو منار کی باتیں بھلی لگیں ہیں اور پہلوں
بـل يتبّـعـون كـل ما يسمعون من الحاسدين المفسدين. وليس فيهم
کی طرح کلام کے پرکھنے والے اور جاننے والے کہاں بلکہ یہ لوگ تو جو کچھ حاسدوں مفسدوں سے سن
ذواق الـعـبـارات الـمـهـذّبة. ولا الأعـنـاق لـلـوصـول إلـى
پاتے ہیں اسی کے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ان میں اعلیٰ درجہ عبارتوں کے سمجھنے کا ذوق کہاں۔ اور عمدہ

المراعی المستعذبة. لا یعلمون لطف الأساجیع المستملحة. ولا
اور سرسبز مرغزاروں تک ان کی رسائی کہاں۔ یہ لوگ نمکین سجعوں کا لطف اور آراستہ کلموں کی
لطافة الکلم الموَشّحة. یقولون نحن العلماء . ولا یشعرون ما العلم
لطافت کو کیا جانیں۔مُنہ سے کہتے ہیں کہ ہم علماء ہیں مگر علم اور زیرکی ان کے نزدیک نہیں آئی۔
وما الدھاء . وما کان لی حاجة إلی ذکر ھذه القصّة. وإظھار
اور اصل میں مجھے اس قصہ کے بیان کرنے اور اپنے رنج کے اظہار کی کوئی ضرورت نہ
ھذه الغصّة. لما لم یکن مدیر المنار وحده بدعًا من
تھی اس لئے کہ منار کا ایڈیٹر ہی تو کوئی اکیلا نیا بدگو نہیں بلکہ تمام دشمن ایسی ہی توہین کے
المزدرین والمحقّرین. بل تعوّد العدا کلھم بالتوھین.
عادی ہو رہے ہیں اور ان کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو ہدایت یافتوں کی راہ سے روک کر
﴿۱۶﴾ لیَصدّوا الناس عن سبیل المھتدین. ویُلحقوھم بالمعتدین.
حد سے نکل جانے والوں میں شامل کردیں۔اس قسم کے بہت سے لوگ ان جھگڑوں
وتری کثیرا منھم یوجدون فی ھذه البلاد. وتعرفھم بقتر
میں ہیں اور اُن کا نشان یہ ہے کہ دشمنی کے مادہ کے جوش سے اُن کے مُنہ سیاہ اور مسخ
رھقت وجوھھم من ثور مواد العناد. یذکروننی کمثل ما
ہوئے ہوئے ہیں اس سے تم ان کو پہچان لوگے۔وہ لوگ میری ایسی ہی تحقیر وتشنیع کرتے
ذکر. ویزدروننی کمثل ما احتقر. فلا ألتفت إلیھم ولا إلی
ہیں جیسی منار نے کی۔مگر مَیں ان کی باتوں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا اور یہ کہتا ہوں کہ
أقوالھم. وأعرض عنھم وأقول جھّال یصرخون بما ضُرِبَ علی
جاہل ہیں۔سر پر کاری ضرب لگی ہے چلائیں نہیں تو کیا کریں اور جب انہیں گمراہی پر اتنا
قذالھم. وأی خیر یُرجَی منھم مع إصرارھم علی ضلالھم.
اصرار ہے تو ان سے نیکی کی امید کیا کی جائے۔لیکن میں نے دیکھا کہ ان شریروں کی

ولكن رأيت أن صاحب المنار. عُظّم فی أعين هذه الأشرار. و
آنکھ میں منار کے ایڈیٹر کی بزرگی ہے۔ اور بعض آگ کے لادوٹٹوؤں نے تو اس کی شہادت کو
أكبر شهادته بعض زاملة النار. وكانوا يذكرونها بالعشی و
بڑی وقعت دی ہے اور رات دن اسی کا ذکر کرتے ہیں۔ سو مجھے بھی ان کی پوشیدہ باتیں پہنچ
الأسحار. فبلغنی ما يتخافتون. وعثرتُ على ما يُسرّون و
گئیں۔ اور ان کی سازشوں اور مشورتوں کی اطلاع ملی۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مجھے[1] ہنستے اور اس
يأتمرون. وأُخبرتُ أنهم يضحكون علیّ وفی كل يوم يزيدون.
میں ہر روز ترقی کر رہے ہیں۔ پس جب میں نے دیکھا کہ وہ جنگل کے سراب پر اور زمین کے
فلّما رأيتُ أنهم اغترّوا بلامع القاع. ويرامع البقاع. و زادوا ﴿۱۷﴾
سفید سنگریزوں پر دھوکا کھا گئے ہیں اور دشمنی اور بگاڑ میں بڑھ گئے ہیں اور ڈر پیدا ہوا کہ ان کا
فی العناد والفساد. وخيف أن يعم فتنهم هذه البلاد. ورأيت
فتنہ ان شہروں میں پھیل جائے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ میری طرف حقارت کی آنکھ سے
أنهم يروننی بشزر عينيهم. ويصفقون بيديهم. ويأخذوننی
دیکھتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں اور مجھے ایک کھلونا سمجھتے ہیں۔ اور ہنسی کھیل کے لئے مجھے
كالتلعابة. ويُجعجعون بی للدعابة. ويجعلون كلام المنار كحيلة
محبوس کرتے ہیں اور منار کے کلام کو حیلہ بناتے ہیں میرے جاہل بنانے اور خطا کار ٹھہرانے
للتجهيل والتخطية والاحتقار. شمّرت تشمير من لا
اور حقیر جاننے میں تو پھر مَیں نے بھی ایک پورے مجاہد کی طرح کمر کس لی جو کلہاڑا مارتا
يألو جهادًا. ويضع فأسا فی رأس من رمی الجندل عنادًا. و
ہے اُس شخص کے سر میں جو دشمنی سے اس پر پتھر پھینکے۔ قسم اُس کی جس کی رحمت
بالذی سبقت رحمته غضبه. وفلّت رأفته عضبه. ما كنتُ
اُس کے غضب پر بڑھ گئی ہے۔ اور جس کی مہربانی نے اُس کی تلوار کُند

[1] سہو کاتب ہے۔ اصل میں لفظ ''مجھ پر'' ہوگا۔ (مصحح)

أظن فی صاحب المنار إلا ظنّ الخیر. وکنتُ أخال أنه قال ما قال من
کردی ہے۔ مجھے صاحب منار کی نسبت نیک گمان تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ اس نے کسی
مصلحة لا من إرادة الضیر. ولکن ظهر علیّ بعد ذالک أنه ما کفّ
مصلحت سے ایسا کہا نہ ضرر دینے کے ارادے سے۔ لیکن پیچھے پتا لگا کہ اس نے زبان کو نہیں
﴿۱۸﴾ اللسان کما هو من سیر الکرام والطبائع السعیدة. بل أصرّ
روکا جیسے کہ بزرگوں کی عادت اور سعید طبیعتوں کا خاصہ ہوتا ہے بلکہ اس نے اپنے
علی الازدراء فی الجریدة. فأکل الحاسدون حصیدة
اخبار میں تحقیر پر اصرار کیا۔ پس حاسدوں نے اُس کے منہ کے اُگلے ہوئے زہر کو لذیذ
لسانه کالعصیدة. وتلقّفوا قوله وجدّدوا الخصومة بعد ما
کھانے کی طرح کھایا اور اُس کی بات کو قبول کیا اور ختم ہو جانے کے بعد نئے سرے جھگڑا
قطعوها کما هو من شیم القرائح البلیدة. وحسبوا کلمه کالأسلحة
شروع کر دیا جیسے کہ کودن اجڈ طبیعتوں کی عادت ہوتی ہے۔ اور انہوں نے منار کی باتوں
الحدیدة. وأشاعوها فی الأخبار والجوائب الهندیة. وکتبوا
کو تیز ہتھیار سمجھا اور ہندوستان کے اخباروں میں انہیں شائع کیا۔ اور ایسی باتیں لکھیں
کل ما یشق سماعها علی الهمم البریئة المبرّء ة. وآذوا قلبی کما
جن کا سننا پاک اور بَری ہمتوں کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور میرے دل کو دُکھایا جیسے
هی عادة الرذل والسفهاء. وسیرة الأراذل من الأعداء. وکانوا
کہ عادت کمینوں اور نادانوں کی اور سیرت سفلہ دشمنوں کی ہوتی ہے۔ اور وہ بڑے گھمنڈ سے
یمشون مرحا بالخیلاء والامتطاء. کأنهم أُلبِسُوا من حلل الحبر
اترا کر اور اکڑ کر چلتے تھے گویا انہیں بڑے اعلیٰ درجہ کی خوبصورت پوشاکیں پہنائی
والوشاء. أو فُتِحَت علیهم مدائن أو رُدّ أحیاء هم المیّتون
گئی ہیں یا بڑے بڑے شہر ان کے قبضہ میں دیے گئے ہیں یا ان کے مَرے ہوئے

إلى الاحياء. وأَحْسَسْتُ أن فتنتهم هذه تضر العامة كالأغلوطات.
دوست پھر اپنے اپنے قبیلہ میں واپس کئے گئے ہیں اور میں نے محسوس کیا کہ ان کا فتنہ عام

ويُعدّون هذه الأقوال من الشهادات القاطعات. وكفى هذا القدر ﴿۱۹﴾
لوگوں کو دکھ کے میں ڈال کر سخت ضرر دے گا اور ان باتوں کو وہ بڑی پکی گواہی سمجھیں گے۔ اور

لخدع بعض الجهلاء. وإغلاط بعض البله قليل الدهاء. فرأيتُ
بعض جاہلوں کے فریب دینے کو اور بعض کم عقل سادہ لوگوں کے دھوکا دینے کو بس ہے۔ پس

جوابه على نفسي حقًّا واجبًا لا يوضع وزره بدون القضاء. ودينا لازما
میں نے اس کا جواب دینا اپنے اُوپر حق واجب سمجھا جس کا بوجھ ادا کئے بغیر اتر نہیں سکتا اور

لا يسقط حبة منه بغير الأداء. فإن دفع أوهام العامة من
لازم قرض یقین کیا جس میں سے ایک حبہ بھی ادا کرنے کے سوا ذمہ سے نہیں اتر سکتا۔

واجبات الوقت وفرائض الإمامة. فقلّبتُ وجهي في السماء.
اس لئے کہ عام کے وہموں کو دور کرنا واجبات وقت اور امامت کے فرائض سے ہے۔ پھر میں

وطلبتُ عون الله بالبكاء والدعاء. ليهديني إلى طريق إتمام
آسمان کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگا اور دعا اور زاری سے خدا سے مدد مانگنے لگا اس لئے کہ مجھے

الحجّة. وإحقاق الحق وإبطال الباطل وإيضاح المحجّة. فأُلقِيَ
حجت کو پورا کرنے اور حق کو حق کر دکھانے اور باطل کو نابود کرنے اور رستہ کے واضح کرنے کی

في روعي أن أُؤلّف كتابا لهذا المراد. ثم أطلب مثله من
راہ بتائے۔ پس میرے دل میں ڈالا گیا کہ مَیں اس غرض کے لئے ایک کتاب بناؤں پھر اُس

هذا المدير ومن كل من نهض بالعناد من تلك البلاد. وكنتُ
کی مثل مانگوں اِس ایڈیٹر سے اور ہر ایسے شخص سے جو اُن شہروں سے دشمنی کی غرض سے

أقبل على الله كل الاقبال. وأسعى في ميادين التضرّع
اٹھے۔ اور مَیں خدا کی طرف پورا پورا متوجہ تھا اور زاری اور فریاد کے میدانوں میں دوڑ رہا تھا۔

﴿۲۰﴾ والابتهال. حتى بانت أمارة الاستجابة. وانجابت غشاوة الاسترابة.
آخر کار قبول کے نشان ظاہر ہوئے اور شک شبہ کا پردہ پھٹ گیا
ووُفّقتُ لتأليف ذالك الكتاب. فسأرسله إليه بعد الطبع و
اور مجھے اِس کتاب کی تالیف کی توفیق بخشی گئی۔ سو میں بعد چھپ جانے اور اس کے بابوں کی
تكميل الأبواب. فإن أتٰى بالجواب الحسن وأحسن الردّ
تکمیل کے اس کی طرف بھیجوں گا۔ پھر اگر منار نے اس کا جواب خوب دیا اور عمدہ ردّ کیا تو مَیں
عليه. فأحرق كتبى وأقبّل قدميه. وأعلق بذيله. وأكيل الناس
اپنی کتابیں جلا دوں گا اور اس کے پاؤں چوم لوں گا اور اس کے دامن سے لٹک جاؤں گا اور پھر
بكيله. وها أنا أقسم بربّ البريّة. أؤكد العهد لهذه الألّية. و
لوگوں کو اس کے پیمانہ سے ناپوں گا۔ اور لو میں پروردگار جہان کی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم سے
إن كَلْمَ الأحرار بكلام. أشدّ جرحًا من جرح سهام. بل هو
عہد کو پختہ کرتا ہوں۔ اور شریفوں کا زخمی کرنا کلام سے زخم میں سخت تر ہوتا ہے تیروں کے زخم
أشق عليهم من قتلهم بلهذم وحسام. وإن جراحات السنان
سے۔ بلکہ نیزہ اور تلوار کے ساتھ قتل کرنے سے بڑھ کر ان پر گراں ہوتا ہے۔ اور یہ پختہ بات
لها التيام. ولا يلتام ما جرح كلامٌ. وأمّا ما ادّعى
ہے کہ نیزوں کے زخم تو مل جاتے ہیں پر کلام کے زخم نہیں ملتے۔ لیکن جو اس نے معارف اور
من المعارف والفصاحة. كما يُفهم من قوله بالبداهة. فهى
فصاحت کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ظاہراً اس کے کلام سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ اس کا نرا دعویٰ ہی
مقالة هو قائلها ولا نقبله إلا بعد ثبوت النباهة. وما اتظنّى
دعویٰ ہے اور ہم اسے مان نہیں سکتے جب تک وہ اپنی بزرگی کا ثبوت نہ دے اور
أن يكتب المنار من معارف كمعارف كتابى. ويُرى
میرے تو خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ منار میری کتاب جیسے معارف لکھ سکے۔ اور میری تلوار

﴿۲۱﴾

بـرّیـقا کبریق ما فی قرابی. ثـم مـع ذالک تُناجینی نفسی فی بعض
جیسی چمک اور آب دکھا سکے۔اور اس پر بھی میرے دل میں کبھی کبھی آتا ہے کہ ممکن ہے کہ
الأوقـات.ان مـن الـمـمـکـن أن یـکـون مـدیـر المنار بریئا من ھذہ
منار کا ایڈیٹر ان الزاموں سے بری ہو اور ممکن ہے کہ
الإلـزامات. ویمکن أنہ ما عمد إلی الاحتقار والنطح کالعجماوات.
اس نے حقارت کا اور چارپایوں کی طرح سینگ سے مارنے کا ارادہ نہ کیا ہو بلکہ
بـل أراد أن یـعصم کلام اللّٰہ من صغار المضاھات☆. و إنما الأعمال
یہ چاہا کہ ہو خدا کی کلام کو مشابہت اور مماثلت کی ذلت سے بچائے اور اعمال موقوف ہیں
بـالنیّات. فـإن کـان ھـذا ھـو الـحق فلا شکّ أنہ ادّخر لنفسہ بھذہ
نیتوں پر۔پس اگر یہ سچ ہے تو بے شک اس نے ان باتوں سے اپنے لئے بہت سے
المقالات. کثیرا من الدرجات. فإن حُبّ کلام اللّٰہ یُدخل فی الجنّة.
درجے اکٹھے کر لئے اس لئے کہ کلام اللہ کی محبت جنت میں لے جاتی ہے اور ڈھال کی طرح
ویکون عاصما کالجُنّة. وأی ذنب علی الذی سبّنی لحمایة الفرقان.
بچانے والی ہوتی ہے۔اور اس شخص کا گناہ ہی کیا جس نے مجھے گالی دی فرقان کی حمایت کے لئے

☆ **الـحاشیة:** واظـن انـہ استشـاط مـن مـنـع الجھـاد.ووضع الحرب والسیوف الـحـداد.وان الـوقـت وقت اراء ۃ الاٰیات.لازمان سل المرھفات.ولاسیف الاسیف الـحـجـج والبیـنـات.فـلاشکّ ان الـحرب لاعلاء الدین فی ھٰذہ الاوقات.من اشنع الـجھـلات.ولا اکـراہ فـی الـدیـن کـمـا لا یـخـفـی عـلـی ذوی الحصـات.منـہ.

تـرجـمـہ حاشیة: مجھے تو یقین ہے کہ وہ غضب میں آیا ہے جہاد کے روکنے اور تیز تلواروں اور لڑائی کے دور کر دینے سے۔اور اب نشانوں کے دکھانے کا وقت ہے،تلواروں کے کھینچنے کا وقت نہیں اور حجتوں اور بیّن دلیلوں کی تلوار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔اس میں شک نہیں کہ ان دنوں میں دین کے لئے لڑائی کرنا سخت نادانی ہے اور دین میں کوئی اکراہ نہیں جیسا کہ یہ بات دانشمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ منـہ

لا لـلاحتـقـار وكسـر الشـان. ونـحـا به منحٰى نُصرة الدين. لا لظى
نہ حقارت اور کسرشان کے ارادہ سے اور اس سے اس کا قصد دین کی نصرت

التـحـقيـر والتـوهين. وهـل هـو فـي ذالك إلا بـمـنـزلة حُـمـاة
ہو تحقیر اور توہین کا اشتعال نہ ہو۔ ایسا شخص تو اسلام کا حامی اور کلام اللہ کی

الإسـلام. والـدّاعيـن إلـى عـزّة كـلام الـلّٰـه العلّام. الـذى
عزت کی طرف جو سب کلاموں کا بادشاہ ہے بلانے والا ہے اور خدا ہر شخص

﴿۲۲﴾ هـو مـلك الـكـلام؟ والـلّٰـه يـعـلـم السـرّ ومـا أخفـى. ولكل امـرءٍ
کے باطن اور راز کو جانتا ہے اور جس کی جو نیت ہو گی وہی پھل اسے ملے گا۔لیکن

مـا نـوى. ولـكـنـى مُـعـتـذر كـمثـل اعـتذاره. فـإن الفتن قد انتشرت
میں بھی ویسا ہی عذر کرتا ہوں جیسا اس نے کیا اس لئے کہ اس کے اقوال اور اخبار سے فتنے

مـن أقـوالـه وأخـبـاره. فـوجـب أن اشـمـر عن ذراعـى لثاره. ولم
پھیل گئے ہیں۔ سو ضرور ہوا کہ عوض لینے کو آستینیں چڑھا لوں۔ اور اب مجھے اس کے سوا چارہ

يـكـن لـى بـد مـن أن أفـضّ ختم سرّه. والله يعلم حقيقة نيته وكيفية
نہیں کہ اس کے راز کی مُہر توڑ دوں اور خدا جانتا ہے اس کی نیت کی حقیقت کو اور اس کی

بـريّتـه وبرّه. فـان كـان نـوى الـخـيـر فيـما قال. فسيعتذر ولا يبتغى
نیکی اور بریت کی کیفیت کو۔ پس اگر اپنی باتوں میں اُس نے نیکی کی نیت کی ہو گی تو ضرور

النضال. وإن كان قصد التوهين والاحتقار. فسيقضى الله بينى وبينه
عذر خواہی کرے گا اور جنگ و مقابلہ نہ چاہے گا۔ اور اگر توہین و تحقیر کا ارادہ کیا ہے

ومـن ظـلـم فـقد بار. وإنى سأرسل كتابا إلى مدير المنار. ليُفكّر فيه
تو خدا اس میں اور مجھ میں جلد فیصلہ کر دے گا اور ظالم ہلاک ہو گا۔ اور منار کے ایڈیٹر کو

حـق الافـكـار. فـإمّـا اكـفـهـرار بـعـد وإمّـا اعـتـذار. وإنّـمـا هـو
کتاب بھیجوں گا یا تو وہ پھر طیش اور اشتعال میں آیا یا عذر معذرت کر دی اور اظہارِ حق

لإظهار الحق معيار. فإن تنصّل المنار من هفوته. وتندّم على فوهته.
کے لئے وہ معیار ہوگی۔پس اگر منار اپنی بکواس سے باز آ گیا اور اپنی باتوں پر

﴿۲۳﴾

فما لنا أن نأخذه على عثرته. وإن لم يتوسم قرن نضاله. ولم
پشیمان ہوا تو ہمیں کیا ضرور ہے کہ اس کی لغزش پر گرفت کریں اور اگر اس نے اپنے مقابلہ کے
يطلع على حللى وعلى أسماله. فعليه أن يكتب كتابا كمثل
حریف کو فراست سے نہ پہچانا اور میرے خوبصورت لباسوں پر اور اپنی پھٹی پرانی گدڑیوں پر
كتابى وعلى منواله. ليحكم اللّٰه بيننا بعد بث الأسرار.
آگاہ نہ ہوا تو اس پر فرض ہے کہ میرے طرز وطریق کی کتاب لکھے تو کہ خدا ہم میں خبروں اور
ونث الأخبار. وأرجو من اللّٰه أن يبعث بعض أولى الأبصار.
رازوں کے ظاہر ہونے کے بعد فیصلہ کرے۔اور مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ ایسے بینا اور
وفضلاء الديار. ليفتحوا بالحق بيني وبين من يرقص على المنار.
فاضل شخص پیدا کردے گا جو میرے اور منار کے معاملہ میں سچا فیصلہ کریں گے
وليتدبّروا كلامي وكلامه بالغور التام. وليستشفوا جوهر الكلام.
اور میری اور اُس کی کلام کو پورے غور سے سوچیں گے اور کلام کے موتیوں کو خوب پرکھیں گے
ويُميّزوا النور من الظلام. وأعترف أن بعض أهل الجرائد أُعطوا
اور اندھیرے اور روشنی میں فرق کریں گے۔اور میں مانتا ہوں کہ بعض اخبار نویسوں کو
نُبَذًا من الفصاحة. ورُزِقُوا طُرُزًا من الملاحة. ولكن لا لإعلاء
کسی قدر فصاحت اور ملاحت دی گئی ہے۔مگر وہ خدا کی باتوں کے اونچا کرنے کے لئے
كلمة اللّٰه بل للاستماحة. ليحرزوا العين ولو بالكذب
نہیں بلکہ دنیا کا مال اور سود حاصل کرنے کے لئے خرچ ہوتی ہے اس لئے کہ جھوٹ اور
والوقاحة. فلا ننكر حذقهم بزرقهم وتمحل رزقهم طورا
بے حیائی سے روپیہ پیدا کریں۔پس ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ وہ فریب میں بڑے

بالاطراء . والأخرى بالازدراء . لينثالوا على أنفسهم الدراهم
دانشمند ہیں اور کبھی جھوٹی تعریفوں سے روزی کما کھاتے ہیں اور کبھی کسی کی ہجواور ذم سے۔ اس
وليتخلصوا من اللأواء . فلا شك أن لسنهم من الولاية ﴿۲۴﴾
لئے کہ اپنے لئے روپیہ جمع کرلیں اور مصیبتوں سے چھوٹ جائیں۔ سواس میں شک نہیں کہ
الشيطانية. لا من الكرامة الربّانية. ومن حِيَل الاقتناء والاحتياز.
ان کی زبانیں شیطانی ولایت سے ہیں اور ربّانی کرامت سے نہیں اور مال اور روپیہ جمع کرنے
لا من بدائع الإعجاز. وإن بلاغتي شيء يُجلى به صداء
کے حیلے بہانے ہیں عجیب اعجاز کی قسم سے نہیں۔ اور میری بلاغت وہ شے ہے کہ ذہنوں کے
الأذهان. ويجلى مطلع الحق بنور البرهان. وما أنطقُ إلا
زنگ اس سے دور ہوتے ہیں اور حق کے مطلع کو نور برہان سے روشن کرتی ہے اور مَیں رحمان
بإنطاق الرحمان. فكيف يقوم حذتي من قيّد لحظه بالدنيا و
کے بلائے بولتا ہوں۔ پس کیونکر میرے مقابل کھڑا ہوسکتا ہے جس کی نگہ دنیا تک محدود ہے اور
مال إليها كل الميلان. ورضي بزينتها كالنسوان. أم يزعمون
بالمقابل اس کی طرف جھک پڑا ہے اور عورتوں کی طرح اس کی زینت پر راضی ہو گیا ہے۔ کیا وہ دعویٰ کرتے
أنهم من أهل اللسان؟ سيهزمون ويولّون الدبر عن الميدان.
ہیں کہ وہ اہلِ زبان ہیں۔ عنقریب شکست کھائیں گے اور میدان سے دُم دبا کر بھاگیں گے۔ ان کی مثال
ومثلهم كمثل ظالع يريد ليدرك شأو الضليع فلا يمشي
اس لنگڑی اونٹنی کی سی ہے جو پورے مضبوط گھوڑے کی غایت کو پالینا چاہتی ہے سوایک ہی قدم چل کر گردن
إلا قدمًا ويسقط على الدسيع. أو كرجل راجل وحيد يسرى
کے بل گر پڑتی ہے یا اس تنہا پیادہ کی سی ہے جو چلتا ہے ایسی رات میں جس کے گیسو سفید ہو
في ليلةٍ شابت ذوائبها. وانتابت شوائبها. واشتدّ ظلامها.
رہے ہیں اور اس کی آفتیں پے در پے آ رہی ہیں اور اس کا اندھیرا سخت ہو رہا ہے۔

وکثر هوامها. وهو ينقل تائها من واد إلى واد. وليس معه سراج ولا ﴿۲۵﴾
اوراس کے کیڑے مکوڑے بہت ہو گئے ہیں۔ اور وہ ایک وادی سے دوسری میں مارا مارا پھرتا
يسمع صوت هاد. وما رافقه من رفيق وما تزوّد من زاد. ولا
ہےاور نہ اس کے پاس چراغ ہے اور نہ کسی رہنما کی آواز سنتا ہے اور نہ اس کا کوئی ساتھی ہے
يجد خفيرا. ولا يرىٰ بشيرا. ولا مصباحا منيرا. ورجل آخر
اور نہ سفر خرچ ہی پاس ہے۔ اور نہ کوئی بدرقہ ملتا اور نہ کوئی مژدہ رسان نظر آتا ہے اور نہ روشن
أراد سفرًا بالخيل والرجالة. فتدثر فرسا كالغزالة. وخرج
چراغ۔ اور ایک اور شخص ہے جس نے سفر کرنا چاہا ہے سواروں اور پیادوں کے ساتھ۔ پس وہ
من البلدة إذا ذرّ قرن الغزالة. مع رفقة كالهالة. عاصمين
آہو وش گھوڑے پر سوار ہوا اور آفتاب کے چڑھتے ہی شہر سے نکل کھڑا ہوا اپنے چند رفیقوں کے ساتھ
من الضلالة. هل يستوى ذالك وهذا عند أولى النُهٰى.
جو ہالہ کی طرح تھے اور بھٹکنے سے بچانے والے تھے۔ کیا دانشمندوں کے نزدیک یہ دونوں شخص برابر
وإن فى ذالك لعبرة لمن يخشٰى. فالحق والحق أقول إن أهل الله
ہیں۔ اس مثال میں ڈرنے والے کے لئے عبرت ہے۔ سو سچ یہی ہے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ
يُرزقون من ربّ العباد. ويُهدَون إلى طريق السداد. ويُهيَّأُ لهم جميع
کے لوگوں کو بندوں کے پروردگار سے روزی ملتی ہے اور درستی کی راہ کی طرف انہیں چلایا جاتا ہے۔ اور
لوازم الرشاد. ويُعطى لهم كل قوّة وجبت للعتاد. وكفت للارتقاء
کامیابی کے سارے لوازم ان کے لئے بہم پہنچائے جاتے ہیں اور انہیں ساز و سامان کے لئے جتنی قوت
على المصاد. فما كان لأهل الدنيا أن يُسابقوهم ويأتوا ﴿۲۶﴾
درکار ہوتی ہے اور صیدگاہ پر چڑھنے کے لئے کافی ہوتی ہے بخشی جاتی ہے۔ سو دنیاداروں کے برتے میں
بأكباد مثل تلك الأكباد. ولو استنّوا استنان الجياد. وكيف
نہیں ہوتا کہ ان سے آگے نکل جائیں اور ان کا سا دِل گردہ لائیں۔ خواہ گھوڑوں کی طرح دوڑیں۔ اور

وإن قلوبهم منتشرة كانتشار الجراد. وإن السنهم على النجاد.
یہ ہو کیونکر سکتا ہے اس لئے کہ اہل دنیا کے دِل ٹڈیوں کی طرح پراگندہ ہوتے ہیں۔ان کی
وأرواحهم في الوهاد. يقولون إنّا نحن من العرب. وغُذّينا من أمّهاتِنا
زبانیں تو بیشک اونچی زمین پر ہوتی ہیں پر روحیں گڑھوں میں۔ کہتے ہیں ہم عرب ہیں اور ہمیں
درّ الأدب. وإنّا فی مُلْکِ النطق كالقيال. وأبناء أقوال. فقد
ہماری ماؤں نے ادب کا دودھ پلایا ہے اور ہم گویائی کے ملک کے سردار ہیں اور پسران
استكبروا بنفوسهم الأبيّة. وألسنتهم العربيّة. وأوطنوا أنفسهم امنع
گفتار ہیں۔ سو یہ لوگ سرکش نفسوں سے گردنیں اکڑا رہے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑی مضبوط
جناب. وزعموا أنهم يفلّون حدّ كل ناب. وما عرفوا من غباوة
بارگاہ میں جگہ دیتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہر ایک عظیم الشان آدمی کو ہرا سکتے ہیں اور نادانی
الجنان. أن أولياء الرحمان. يُعطَون ما لا يُعطَى لأهل اللسان. من
کی وجہ سے نہیں سمجھ سکتے کہ خدا کے دوستوں کو وہ حسن بیان اور معارف دیئے جاتے ہیں جو
المعارف وحسن البيان. ولا يُدرك براعتهم غيرهم مع جهدٍ مُعنتٍ
اہلِ زبان کو نہیں ملتے۔ اور دوسرے لوگ خواہ کتنی ہی زحمت اٹھائیں اور وقت خرچ کریں ان
وصرف الزمان. وأنّى لهم نصيب من هذا الشان. ولو أوتوا
کے کمال کو پا نہیں سکتے اور سحبان کی بلاغت بھی انہیں مل جائے جب بھی انہیں اس شان سے
بلاغة سحبان. فإنهم ما صقلوا مرآة الإيمان. وما ذاقوا طعم ﴿۲۷﴾
کہاں حصہ مل سکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ایمان کے آئینہ کو تو کبھی جلا دی ہی نہیں۔ اور
العرفان. ثم جمعوا بين الحمق والحرمان. وما
عرفان کا مزا کبھی چکھا ہی نہیں۔ پھر اس کے علاوہ حماقت اور محرومی دو باتیں
استطاعوا أن يرجعوا إلى الرحمٰن. بل صار شغل جرائدهم
ان کی حصہ میں آئی ہیں اور وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے بلکہ اخبار نویسی کا شغل ان کی

فی سُبُلھم کالصلات. فھم یُحافظون علیہ کفریضۃ الصلاۃ.
راہ میں بڑی بھاری چٹان بن گیا ہے۔سو وہ اس شغل میں فریضۂ نماز کی طرح لگے رہتے ہیں۔
یشیعون الجرائد لقبض الصِلات. واستنضاض الإحالات. إلا
اور اخباروں کو انعامات اور صلات کے حاصل کرنے اور روپیہ پیسہ کمانے کے لئے شائع
قلیل من أھل التقات. وأکثرھم لا یطیرون إلا فی الأھواء .
کرتے ہیں۔بجز قدرے قلیل متقیوں کے۔اور اکثر تو نفسانی خواہشوں کی ہواؤں میں اڑتے
وقُصّ جناحھم من الطیران إلی السماء . یمشون فی
ہیں اور آسمان کی طرف پرواز کرنے سے ان کے پروبال کاٹے گئے ہیں۔گھٹا ٹوپ اندھیرے
الظلام المسبل. وتراھم لدنیاھم فی التململ. وتصرخ أقلامھم
میں چلتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ دنیا کی خاطر بے چین رہتے ہیں اور ان کی قلمیں اسی فانی دنیا
للقَری المعجّل. یطلبون لقوحًا غزیرۃ الدرّ. قلیلۃ الضرّ. یستقرون
کی ضیافتوں کے لئے چیختی چلاتی ہیں۔وہ ڈھونڈتے ہیں بہت دودھ دینے والی کم ضرر اونٹنی
الصید إلی السواحل. والأحبولۃ علی الکاھل. ویقترون کل
کو۔ڈھونڈتے ہیں شکار کو ساحل پر اور جال اور رسیوں کو کاندھے پر۔ہر بادرخت اور
شجراء . ومرداء . ویجوبون لھا البیداء والصحراء . وما
بے درخت جنگل میں خاک چھانتے پھرتے ہیں اور اس کی خاطر دشت و بیابان طے کرتے
ترٰی أحدا منھم قریر العین. إلا بإحراز العین. وتمضی لیلتھم جمعاء ﴿۲۸﴾
ہیں۔تم ایک کو بھی ان سے نہ دیکھو گے خنک چشم سوا روپیہ پیسہ کے حاصل کرنے کے۔اور ان
فی ھذہ الخیالات. والنھار أجمع فی نحت العبارات. فما لھم
کی ساری رات گذرتی ہے ان ہی خیالوں میں۔اور دن سارا کٹتا ہے عبارتوں کی تراش خراش
وللروحانیّین. والعباد الربّانیّین. الذین یُعطَون عذوبۃ
میں۔سو انہیں روحانیوں اور ربّانی بندوں سے کیا نسبت۔جنہیں دی جاتی ہے زبان کی شیرینی اور

اللسان وطلاقة كالعين. ويُرزقون بصيرة القلب مع نور العين
روانی چشمہ کی طرح اور انہیں دل کی بینائی اور نور دیدہ دونوں بخشی جاتی ہیں اور وہ پاتے ہیں
ويقوزون☆ من ربّهم بالسهمين. ويرجعون بالغُنُمَين وإنّهم قوم
اپنے رب سے دو حصے اور لوٹتے ہیں دوہری لوٹ لے کر۔ اور وہ وہ لوگ ہیں جو اُتر پڑے ہیں
نزلوا عن متن ركوبة الأهواء . وحلّوا فِناء الفَناء. جلّت نيتهم. و
ہوائے نفس کی سواری کی پیٹھ پر سے اور اُترے ہیں فنا کے آنگن میں۔ ان کی نیتیں اور مقاصد بڑے
قلّت غفلتهم. لا يرون في سبيل الله أثرا إلا يقْفونه. ولا جدارًا
ہیں اور غفلت ان میں نہیں۔ اللہ کی راہ میں کوئی ایسا نشان نہیں دیکھتے جس کی پیروی نہ کریں اور
إلا يعلونه. ولا واديا إلاّ يجزعونه. ولا هاديا إلا يستطلعونه.
کوئی ایسی دیوار نہیں دیکھتے جس پر چڑھ نہ جائیں اور نہ کوئی ایسی وادی جسے طے نہ کریں اور نہ کوئی
عُشّاق الرحمان. وفي سبيله كالنشوان. من ذا الذى
ایسا ہادی جس سے راہ کی خبر نہ پوچھ لیں۔ وہ رحمان کے عاشق اور اس کی راہ میں سرمست اور
يقرع صَفاتهم. أو يُضاهي صِفاتهم. ومن جاء هم كَذّبير. فقد ﴿۲۹﴾
متوالے ہوتے ہیں۔ وہ ہے کون جو اُن کی توہین وتحقیر کرے یا اُن جیسی صفات پیدا کر دکھائے جو
لُفح ولا كلفح هجير. إنّهم يسعون إلى الحضرة عند المشكلات.
شخص ان کے مقابل مخالف بن کر آیا وہ روسیاہ ہوا۔ وہ لوگ مشکلات کے وقت خدا کی طرف
بدمع أحرّ من دمع المقلات. وإنّ مثلهم كمثل سرحة
دوڑتے ہیں ایسے آنسوؤں کے ساتھ جو گرم دیگچی سے بھی زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ وہ اس درخت کی
كثيفة الأغصان. وريقة الأفنان. مثمرة بثمار الجنان. و
مانند ہوتے ہیں جس کی شاخیں گھنی ہوں اور اس کی ٹہنیوں پر خوب پتیاں ہوں اور بہشتی پھل اُسے
من أتاها تُساقط عليه رُطَبًا جنيًّا فطوبٰى للجَوعان.
لگے ہوں اور جو اس کے پاس آوے تر بتر میوے اُس پر گرائے سو بھوکے کو خوشخبری ہو۔ وہ وہ

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت ہے۔ درست یفوزون ہے۔ (ناشر)

إنهم قوم زكّوا دثارهم وشعارهم. وخرجوا من أنفسهم. وزايلوا
لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اندر باہر دونوں کو پاک کیا ہوتا ہے اور اپنے نفس سے نکل چکے اور
وجارهم. ورحموا من جار عليهم وَجارَهم. وأطفأوا نار
اپنے نشیمن کو چھوڑ چکے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بیداد گر اور ہمسائے سے پیار کرتے ہیں اور انہوں
النفس وكمّلوا أنوارهم. وأمّا نفوس أهل الدنيا فتشابه
نے نفسوں کی آگ بجھا دی ہوئی ہوتی اور اپنے نوروں کو کامل کیا ہوا ہوتا ہے۔ مگر دنیا داروں
يومًا جوّه مزمهر. ودجنه مُكفهرّ. وتراهم عارى الجلدة
کے نفس اس دن کی مانند ہوتے ہیں جس کی فضا میں خطرناک سردی اور اس کے بادل سخت گھنے
من حُلل الاتّقاء. وبادى الجردة من غلبة الفحشاء. قد
اور تاریک ہوں۔ یہ لوگ تقویٰ کے لباسوں سے برہنہ اور بدکاریوں کے غلبہ کے سبب سے
اعتمّوا بريطة الاستكبار. واستثفروا بفويطة الخيلاء
محض ننگے ہوتے ہیں۔ انہوں نے گھمنڈ اور خود بینی کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ سو ایسے حال
والفخار. فكيف يؤيّدون من رب العالمين؟ بل وراء هم ﴿۳۰﴾
میں خدا کی طرف سے انہیں کیونکر تائید ملے۔ ان کے پیچھے ان کے بال بچے اور عیال پڑے
ضفف وكرش يدعونهم إلى الشياطين. يبكون أنهم أهلكوا
رہتے ہیں جو انہیں شیطان کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ روتے ہیں کہ فقر فاقہ اور افلاس سے
من الشظف وصفر الراحة. وحصّهم جنف وقشف فما بقى
ہلاک ہو گئے اور لاغری اور تنگ گذرانی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ذرہ بھر بھی آرام اور
معهم ذرّة من الراحة. ثم يقولون نحن سُراة أندية الأدب.
چین انہیں نہیں۔ پھر بھی کہے جاتے ہیں کہ ہم ادب کی انجمنوں کے سردار اور زبان عرب کے
وحُماة لسن العرب. كلّا بل ركدت ريحهم. وخَبَت مصابيحهم.
حامی کار ہیں۔ جھوٹے ہیں بلکہ ان کی ہوا ٹھہر گئی ہوئی ہے اور ان کے چراغ گُل ہو چکے ہیں

وأجدبت بقعتهم. وتخلى بعد الإخلاء منتجعهم ونُجعتهم. ولن
اوران کی زمین خشک سالی کی ماری ہوئی ہے اور خیر وبرکت ان سے بالکل جاتی رہی ہے۔
يُردّ إليهم جلالة شأنهم حتى يردّوا أنفسهم إلى الحضرة. ولن
اُن کی خوشحالی اور بزرگی کبھی واپس نہ آئے گی جب تک خدا کی طرف رجوع
يُغيّر ما بهم حتى يُغيّروا ما في الطويّة. ولو أن ما في الأرض
نہیں لائیں گے اور ان کا برا حال نہیں بدلے گا جب تک اپنی نیتوں کو پاک
أنصارا لهم ما كان لهم أن يُعجزوا المرسلين. ولو أتوا
صاف نہیں کریں گے۔اور اگر تمام روئے زمین کے باشندے اُن کے مددگار بن جائیں
بالأوّلين والآخرين. من دون المتّقين. ألا ينظرون إلى الذين
خدا کے مرسلوں پر کبھی غالب نہ آسکیں گے۔خواہ متقیوں کے سوا اگلے پچھلے لوگوں
خَلَوا من قبلهم هل هم غلبوا وأعجزوا رسل اللّٰه؟ أو كانوا ﴿۳۱﴾
کو بھی لیتے آئیں۔وہ گذرے ہوئے لوگوں کے حال میں غور نہیں کرتے۔ کیا
من المغلوبين. ألا إن الأقلام كلها للّٰه وهي معجزة من
وہ خدا کے رسولوں پر غالب آگئے تھے یا مغلوب ہوئے تھے۔سنو ساری قلمیں خدا کے قبضے میں
معجزات كتاب مبين. ثم يتلقّاها المقرّبون على قدر
اور وہ کتاب مبین کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔پھر وہی قلمیں
اتّباع خير المرسلين. فإن المعجزات تقتضي الكرامات
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی قدر پر مقربوں کو عطا ہوتی ہیں اس لئے کہ معجزات چاہتے ہیں
ليبقى أثرها إلى يوم الدين. وإن الذين ورثوا نبيّهم يُعطَون
کرامات کو تو کہ اُن کا نشان قیامت تک باقی رہے اور اپنے نبی علیہ السلام کے وارثوں کو بطور ظلیت
من نِعَمه على الطريقة الظلّية. ولولا ذالك لبطلت فيوض النبوّة.
کے آپ کی نعمتیں مرحمت ہوتی ہیں۔اور اگر یہ قاعدہ جاری نہ رہتا تو نبوت کے فیض بالکل باطل

فإنهم كأثر لعين انقضى. وكعكس لصورة في المرآة يُرَى. وإنهم
ہو جاتے۔ اس لئے کہ یہ وارث نقش ہوتے ہیں اُس اصل کے جو گزر چکی ہوتی ہے اور گویا عکس
اكتحلوا بمرود الفناء . وارتحلوا من فناء الرياء . فما بقي
ہوتے ہیں ایک صورت کے جو شیشہ میں نظر آتا ہے۔ ان لوگوں نے فنا کی سلائیوں سے سرمہ
شيء من أنفسهم وظهرت صورة خاتم الأنبياء . فكل ما ترون
آنکھ میں ڈالا ہوتا اور ریاکاری کے آنگن سے کوچ کر چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح پر ان کا اپنا تو
منهم من أفعال خارقة للعادة. أو أقوال مشابهة بالصحف ﴿۳۲﴾
کچھ بھی رہا نہیں ہوتا اور خاتم الانبیاء کی صورت ہی نمودار ہو جاتی ہے۔ سو ان لوگوں سے جو کچھ
المطهّرة. فليست هي منهم بل من سيّدنا خير البريّة. لكن في
خارق عادت افعال یا اقوال پاک نوشتوں سے مشابہ تم دیکھتے ہو وہ ان کی طرف سے نہیں بلکہ
الحلل الظلّية. وإن كنتم في ريب من هذا الشان. لأولياء
وہ حضرت سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ہاں وہ ظلیت کے لباسوں میں
الرحمان. فاقرء وا آية ”صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“
ہوتے ہیں۔ اور تمہیں اولیاء الرحمان کی نسبت ایسی بزرگی اور شان میں شک ہے تو پڑھ لو آیت
بالإمعان. أتعجبون ولا تشكرون؟ وترون صوركم في
صراط الذين انعمت عليهم کو غور اور فکر سے۔ کیا تم تعجب کرتے ہو اور شکر گزار نہیں
المرايا ثم لا تُفكّرون. ألا إن لعنة اللّٰه على الذين يقولون إنّا
ہوتے۔ اور تم آئینوں میں اپنی صورتیں دیکھتے ہو پھر بھی نہیں سوچتے۔ سنو خدا کی لعنت ان پر
نأتي بمثل القرآن. إنه معجزة لا يأتي بمثله أحدٌ من الإنس والجان.
جو دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انس و جن
وإنه جمع معارف ومحاسن لا يجمعها علم الإنسان.
نہیں لا سکتا اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم جمع نہیں کرسکتا۔

بل إنه وحیٌ لیس کمثله غیره وإن کان بعده وحیا آخر
بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کی طرف سے اس
من الرحمان. فإن للّٰه تجلّیات فی إیحائه. وإنه ما تجلّی
کے بعداور کوئی وحی بھی ہو۔اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور
من قبل ولا یتجلّی من بعد کمثل تجلّیه لخاتم أنبیائه.
یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلّی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی ایسی کسی پر نہ پہلے
﴿۴۳﴾ ولیس شأن وحی الأولیاء کمثل شأن وحی الفرقان.
ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہوگی۔اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیاء کی وحی
وإن أُوحِی إلیهم کلمة کمثل کلمات القرآن. فإن دائرة
کی شان نہیں۔اگرچہ قرآن کے کلمات کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے۔اس لئے کہ قرآن
معارف القرآن أکبر الدوائر. وإنها أحاطت العلوم کلها
کے معارف کا دائرہ سب دائروں سے بڑا ہے۔اور اس میں سارے علوم اور
وجمعت فی نفسها أنواع السرائر. وبلغت دقائقها إلی المقام
ہر طرح کی عجیب اور پوشیدہ باتیں جمع ہیں اور اس کی دقیق باتیں بڑے اعلیٰ
العمیق الغائر. وسبق الکل بیانا وبرهانا وزاد عرفانا. و
درجہ کے گہرے مقام تک پہنچی ہوئی ہیں۔اور وہ بیان اور برہان میں سب سے بڑھ کر اور اُس
إنه کلام اللّٰه المعجز ما قرع مثله آذانا. ولا یبلغه قول
میں سب سے زیادہ عرفان ہے اور وہ خدا کا معجز کلام ہے جس کی مثل کانوں نے نہیں سنا اور اس
الجنّ والإنس شأنا. فمثل القرآن وغیر القرآن کمثل
کی شان کو جن وانس کا کلام نہیں پہنچ سکتا۔سو قرآن اور دوسرے کلام کی مثال اس رویا کی ہے
رؤیا رآها ملک عادل رفیع الهمّة کامل الفهم والقیاس.
جو دیکھی ایک بادشاہ عادل بلند ہمت اور پورے دانا نے۔

ورأى هذه الرؤيا بعينها رجل آخر قليل الفهم قليل الهمّة
اور وہی رویا دیکھی ایک دوسرے عامی کم فہم
ومن عامّة الناس. فلا شكّ أن رؤيا الملك ورؤيا هذا ﴿۳۴﴾
پست ہمت نے۔سو اس میں شک نہیں کہ بادشاہ کا
الرجل وإن كانت واحدة غير مميّزة في ظاهر الحالات.
خواب اور اس عامی کا گو ظاہر میں ایک ہی ہیں۔ لیکن
ولٰكن ليست بواحدة عند عارف تعبير الرؤيا وذي
دانشمند اور تعبیر جاننے والے کے نزدیک ایک نہیں۔بلکہ
الحصات. بل لرؤيا الملك العادل تعبير أعلى
عادل بادشاہ کی تعبیر بہت بلند اور عام
وأرفع وأعمّ وأنفع. وهي للناس كلهم خير ومع ذالك
اور نفع رسان اور سب لوگوں کے حق میں خیر و
أصح وألمع. وأمّا رؤيا رجل هو من أدنى الناس. فلا
برکت اور بہت ہی درست اور صاف ہے۔ مگر عامی کی
يتخلّص في أكثر صورها من الالتباس، بل من الأدناس.
رویا اکثر صورتوں میں آمیزش اور میل کچیل سے پاک نہیں
ثم مع ذالك لا تجاوز أثرها من الأبناء والآباء.أو شرذمة
ہوتی۔اس کے علاوہ اس کا اثر بیٹوں اور باپوں یا تھوڑے سے دوستوں سے آگے نہیں
من الأحبّاء . وإنّ ركَبَ هؤلاء الأغيار. ينيخون بأدنى
جاتا۔اور اگر اغیار سوار بھی ہوں تو بھی بہت ہی نزدیک جگہ میں
الأرض مطايا التسيار. وينتقلون من الأكوار إلى الأوكار.
ڈیرے ڈال دیتے ہیں اور پالانوں سے اتر کر آشیانوں میں گھس جاتے ہیں۔

وأمّا خيل الفرقان فيجوبون كل دائرة العمران. وهو كتاب
مگر قرآن کریم کے سواروں کا یہ حال ہے کہ وہ آبادی کے ہر دائرہ کو قطع کرتے
تجری تحته بحار العرفان. ولا يطير فوقه طير التبيان. و ﴿۳۵﴾
ہیں۔قرآن کریم ایک کتاب ہے جس کے نیچے عرفان کے دریا بہتے ہیں۔اور کسی
ما تكلّم أحد إلا ادّان من خزائنه. وأخرج من بعض دفائنه. وأرى
گویائی کا پرندہ اس سے فوق اُڑ نہیں سکتا۔اور ہر پونجی والا اسی کے خزانوں اور
كل متكلّم صفر اليدين. من غير التطوّق بهذا الدّيْن. و
دفینوں سے کچھ لیتا ہے اور میرے نزدیک ہر متکلم اس قرضہ میں مبتلا ہونے کے
كل غريم يجدّ في التقاضي. ويلجّ في الافتياد إلى القاضي.
بغیر محض تہی دست ہے۔اور قرضدار سے سخت تقاضا کیا جاتا اور سخت کوشش کی
وأمّا القرآن فيتصدّق على أهل الاملاق. وينزع عن
جاتی ہے کہ قاضی تک پہنچا کر اس سے روپیہ وصول کیا جائے۔مگر قرآن کریم
الارهاق. بل يُعطي سبائك الخِلاص. لأهل الإخلاص.
تنگ دستوں کو صدقات دیتا اور ساری تنگیاں دور کرتا بلکہ اخلاص والوں کو سونے
ولا يمن على الغرماء بالإنظار. بل يُرغّبهم في احتجان
کی ڈلیاں دیتا ہے۔اور اپنے قرضداروں کو مہلت دینے کا احسان نہیں جتاتا
النضار. ولا يأخذ سارقا. إن كان فارقًا☆. وإنّا نحن
بلکہ ان کو سونا اکٹھے کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور کسی چور کو اگر وہ ڈرنے والا شخص
تلاميذ الفرقان. وأُترِعْنَا من بحره بعد ما صرنا كالكيزان.
ہی ہو نہیں پکڑتا۔اور ہم تو اول کوزے بنے پھر قرآن کے دریا سے لبالب ہوئے۔

☆الحاشية: اعني مَن اقتبس من القراٰن اٰيةً بصحةالنيّة. خائفًامن الحضرة فلا اثم عليه عند عالم النيّات ذي الجود والمِنّةِ. منه

فإن کان مدیر المنار تزرّی علیّ لھذا الاعتذار. فندعو له لغَیرته للّٰه ﴿۳۶﴾
سواگر منار کا ایڈیٹر اس جہت سے مجھ سے بگڑا ہے تو میں اس کی غیرت کی وجہ سے اس کے لئے
الغیور الغفار. ولو قمتُ علی مقامه. لقلتُ کمثل کلامه. ولعنة اللّٰه
خدا سے دعا کرتا ہوں اور اگر مَیں اس کی جگہ ہوتا تو مَیں بھی وہی کہتا جو اس نے کہا۔ میرے
علی من أنکر بإعجاز القرآن وجوهر حُسامه. وتفرّد دُرّة کلمه
نزدیک خدا کی لعنت اس پر جو قرآن کے اعجاز کا انکار کرتا اور اپنے کلام اور نظام کو بجائے خود
ونظامه. وواللّٰه إنّا نشرب من عینه. ونتزین بزینه. ولذالک یسعی
کوئی مستقل شے سمجھتا ہے۔ اور خدا کی قسم ہم تو اسی چشمہ سے پیتے اور اس کی زینت سے
علی کلامنا نور وصفاء. وفی نطقنا یبهر لمعانٌ وضیاء. وبرکة
آراستہ ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے تو ہمارے کلام میں نور اور صفا ہوتی۔ اور ہماری گویائی میں
وشفاء. وطلاوة وبهاء. ولیس علیّ منّة أحدٍ من غیر الفرقان. وإنّه
روشنی اور شفا اور تازگی اور خوبصورتی چمکتی ہے۔ اور مجھ پر قرآن کے سوا اور کسی کا احسان نہیں
ربّانی بتربیة لا یُضاهیها الأبوان. وسقانی اللّٰه به مَعینًا. ووجدناه
اور اس نے میری ایسی پرورش کی ہے کہ ویسی ماں باپ بھی تو نہیں کرتے۔ اور خدا نے مجھے اُس
منیرًا ومُعینًا. فلا نعرف التهابا ولا حرورا. وشربنا من کأس کان
سے خوشگوار پانی پلایا۔ اور ہم نے اُس کو روشن کرنے والا اور مددگار پایا۔ پانی پلا دیا ہے کہ اب
مزاجها کافورا. وإن کلامی هذا لیس من قلمی السقیم. بل کلام
مجھے کوئی سوزش اور گرمی محسوس نہیں ہوتی اور ہم نے کافوری پیالہ پیا ہے۔ اور یہ میرا کلام میری
أفصحت من لدن حکیم علیم. بإفاضة النبی الرؤوف الرحیم. فلا
ناتوان بیمار قلم کی طرف سے نہیں بلکہ یہ تو حکیم علیم کی باتیں ہیں۔ نبی کریم کے افاضہ کے وسیلہ سے۔
تجعلوا رزقکم أن تکذّبوها بل فکّروا کالزکیّ الفهیم. أم
سو تم تکذیب پرہی کمر نہ باندھ لو بلکہ دانا اور زکی بن کر سوچو۔ کیا

﴿۳۷﴾ ظنَنتم أن اللّٰه لا يعلم ما تعلمون؟ أو لا يقدر على ما تقدرون.
تمہیں گمان ہے کہ جو تم جانتے ہو وہ خدا نہیں جانتا۔ کیا وہ قادر نہیں اُن پر جن پر تم قادر ہو۔ ایسا
كلا بل لا تعرفونه حق المعرفة وتستكبرون. واللّٰه
نہیں بلکہ تم اُسے اچھی طرح نہیں پہچانتے اور تکبر کرتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ جسے چاہے علم میں
يجعل لمن يشاء بسطة فى العلم أفلا تُفكّرون. وقد
وسعت اور فراخی عطا فرمائے کیا تم سوچتے نہیں۔ اور تم سب گڑھے میں گرنے کے لئے
كنتم على شفا حفرة فرحمكم اللّٰه أفلا تشكرون.
طیار تھے۔ پس خدا نے تم پر رحم کیا کیا تم شکر نہیں کرتے۔

مَا بال المسلمين وَمَا العلاج فى هٰذا الحِين.

مسلمانوں کا کیا حال ہے اور اس وقت علاج کیا چاہیئے

ظهر الفساد فى المسلمين. وصارت ككبريت أحمر زُمر الصالحين. ما
مسلمانوں میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ اور نیک لوگ سرخ گندھک کی مانند ہو گئے ہیں۔ ان میں نہ تو اخلاق
ترى فيهم أخلاق الإسلام. ولا مواساة الكرام. لا ينتهون من التخليط
اسلام رہے ہیں اور نہ بزرگوں کی سی ہمدردی رہ گئی ہے۔ کسی سے برا آنے سے باز نہیں آتے خواہ کوئی
ولو بالخليط. ويُجرّعون الناس من الحميم. ولو كان أحد كالولىّ
پیارا یار کیوں نہ ہو۔ لوگوں کو کھولتا ہوا پانی پلاتے ہیں۔ خواہ کوئی خالص دوست ہی ہو۔ اور دسواں حصہ بھی
الحميم. ولا يُكافئون بالعشير. ولو كان أخ أو من العشير. لا يصافون
بدلہ میں نہیں دیتے خواہ بھائی ہو یا باپ یا کوئی اور رشتہ دار ہو۔ اور کسی دوست اور حقیقی بھائی سے بھی سچی
﴿۳۸﴾ شفيقا ولا شقيقا. ويستقِلّون جزيل المؤاسين. ولا يُحسنون إلى المحسنين.
محبت نہیں کرتے اور ہمدردوں کی بڑی بھاری ہمدردی کو بھی حقیر سمجھتے ہیں اور محسنوں سے نیکی نہیں کرتے۔

ویُـخَیّبـون الـنـاس مـن عـوارف. ولـو کانوا من معارف. ویبخلون بما
اور لوگوں پر مہربانی نہیں کرتے خواہ کیسے ہی جان پہچان کے آدمی ہوں اور اپنے رفیقوں کو بھی
عـنـدهـم مَـرافـقهـم. ولو کان مُرافقهم. بل إذا أجلتَ فیهم بصرک.
اپنی چیزیں دینے سے بخل کرتے ہیں بلکہ اگر تم دوڑاؤ اپنی آنکھ کو ان میں اور بار باران کے منہ کو
وکـرّرتَ فـی وجـهـهـم نـظـرک. وجدت أکثر طوائف هذه الملّة. قد
دیکھو تو تم اس قوم کی ہر جماعت کو پاؤ گے کہ فسق اور بددیانتی اور بے حیائی کا لباس پہنا ہوا ہے۔
لبسـوا ثیـاب الـفسق وترک الدیانة والعفّة. وإنّـا نـذکـر ههنا نبذًا من
اور ہم اس جگہ تھوڑا سا حال اپنے زمانہ کے بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کا لکھتے ہیں جو
حالات ملوک زماننا وغیرهم من أهل الأهواء . ثم نکتب بعده ما أراد
ہواپرست لوگ ہیں اور پھر ہم اُس علاج کو لکھیں گے جو خدا نے ان فسادوں کے دور کرنے کے
اللّٰـه لدفع تلک المفاسد وتدارک الإسلام والمسلمین من السماء.
لئے ارادہ کر رکھا ہے اور نیز اسلام اور مسلمانوں کے تدارک کے لئے جو مقدر کر رکھا ہے۔

﴿ فی حالات ملوک الإسلام فی هذه الأیام ﴾

(بادشاہوں کے حالات)

اعـلـم رحمک اللّٰه أن أکثر طوائف الملوک وأُولی الأمر والإمرة.
جان خدا تیرے پر رحم کرے کہ اکثر بادشاہ اس زمانہ کے اور امراء اس زمانہ کے جو بزرگان دین اور
الـذیـن یُـعـدّون مـن کبـراء هذه الملّة. قد مالوا إلی زینة الدنیا بکل
حامیان شرع متین سمجھے جاتے ہیں وہ سب کے سب اپنی ساری ہمت کے ساتھ زینت دنیا کی
الـمیـل والهـمّة. واستـأنسـوا بـأنـواع الـنـعم واللّهنیة. وما بقی لهم
طرف جھک گئے ہیں۔ اور شراب اور باجے اور نفسانی خواہشوں کے سوا انہیں اور کوئی کام ہی نہیں۔

شغل من غير الخمر والزمر والشهوات النفسانية. يبذلون خزائن
وہ فانی لذتوں کے حاصل کرنے کے لئے خزانے خرچ کر ڈالتے
لاستيفاء اللذّات الفانية. ويشربون الصهباء جهْرةً على شاطى
ہیں۔اور وہ شرابیں پیتے ہیں نہروں کے کناروں اور بہتے پانیوں اور بلند
الأنهار المصرّدة والمياه الجارية. والأشجار الباسقة. والأثمار ﴿۳۹﴾
درختوں اور پھل دار درختوں اور شگوفوں کے پاس اعلیٰ درجہ کے فرشوں
اليانعة. والأزهار المنوّرة. جالسين على الأنماط المبسوطة. ولا
پر بیٹھ کر اور کوئی خبر نہیں کہ رعیت اور ملت پر کیا بلائیں ٹوٹ رہی ہیں۔ انہیں
يعلمون ما جرى على الرعيّة والملّة. ليس لهم معرفة
امور سیاسی اور لوگوں کے مصالح کا کوئی علم نہیں اور ضبط امور اور عقل
بالقانون السياسى وتدبير مصالح الناس. وما أُعطِيَ لهم
اور قیاس سے انہیں کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔اور جو لوگ بچپن میں ان کے
حظ من ضبط الأمور والعقل والقياس. والذين يُتَخَيّرون لتَأديبهم
اتالیق بنائے جاتے ہیں وہی انہیں شراب اور باجوں اور پہاڑوں
فى عهد الصبا. فهم يُرغّبونهم فى الخمر والزمر وعلى منادمةٍ
پر مَے نوشی کی محفل آرائی کی ترغیب دیتے ہیں خصوصاً بارش اور نسیم صبا کے چلنے
على الرُبَى. سيّما فى أوقات المطر وعند هزيز نسيم
کے وقت۔ اسی طرح حرمات اللہ کے نزدیک جاتے ہیں اور ان
الصبا. كذالک يقربون حرمات الله ولا يجتنبون. ولا يُؤدّون
سے بچتے نہیں۔ اور حکومت کے فرائض کو ادا نہیں کرتے اور
فرائض الولاية ولا يتّقون. ولذالک يرون هزيمة على هزيمة.
متقی نہیں بنتے۔ یہی وجہ ہے کہ شکست پر شکست دیکھتے ہیں۔

وتـراهـم كـل يوم فی تنزّل ومنقصة. فإنهـم أسخطوا ربّ السماء .
اور ہر روز تنزل اور کمی میں ہیں اس لئے کہ انہوں نے آسمان کے پروردگار کو ناراض کیا اور
وفُـوِّضَ إليهـم خـدمة فـمـا أدّوهـا حـق الأداء . أتـزعـمـون أنهم
جو خدمت اُن کے سپرد ہوئی تھی اس کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ کیا تم دعویٰ کرتے ہو کہ وہ اسلام
خـلـفـاء الإسلام؟ كـلا. بـل هـم أخـلـدوا إلى الأرض وأنّى لهـم ﴿۴۰﴾
کے خلیفے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ وہ زمین کی طرف جھک گئے ہیں اور پوری تقویٰ سے انہیں کہاں
حـظّ مـن التـقـوى التّـام. ولـذالک يـنهـزمـون مـن كـل مـن نهـض
حصہ ملا ہے۔ اس لئے ہر ایک سے جو ان کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑا ہو شکست کھاتے ہیں اور
للمخالفة. ويولّون الدّبر مع كثرة الجند والدولة والشوكة. وما هذا
باوجود کثرت لشکروں اور دولت اور شوکت کے بھاگ نکلتے ہیں۔ اور یہ سب اثر ہے
إلا أثـر سُـخـط الـذى نـزل عـليهـم مـن السماء . بما آثروا شهوات
اس لعنت کا جو آسمان سے اُن پر برستی ہے اس لئے کہ انہوں نے نفس کی خواہشوں
الـنـفـس عـلـى حضرة الكبرياء . وبما قدّموا على الله مصالح الدنيا
کو خدا پر مقدم کر لیا۔ اور ناچیز دنیا کی مصلحتوں کو اللہ پر اختیار کرلیا۔ اور
الـدنيّة. وكـانـوا عـظيـم الـنـهـمة فـى لـذّاتهـا وملاهيها الفانية. ومع
دنیا کی فانی لہو و لعب اور لذتوں میں سخت حریص ہوگئے اور ساتھ اس کے
ذالک كـانـوا أُسارى فى ذميمة النخوة والعجب والرياء . الكسالى
خود بینی اور گھمنڈ اور خود نمائی کے ناپاک عیب میں اسیر ہیں۔ دین میں سُست اور
فـى الـديـن والـفـاتـكيـن فـى سبـل الأهـواء . فـكيف يُعطَى لسقط
ہار کھائے ہوئے اور گندی خواہشوں میں چست چالاک ہیں۔ سو ایک پست ہمت
جُـلّـى ومـكـرمة؟ وكيف يـوهـب لـفُـضـلةٍ فـضيـلة ومـرتبة.
کو بزرگی کیونکر دی جائے اور ایک فُضلہ کو فضیلت اور مرتبہ کیونکر مرحمت ہو۔

﴿۴۱﴾

فإنهم بسأوا بالشهوات. ونسوا رعاياهم ودينهم وما أدّوا حق
اس لئے کہ انہوں نے خواہشوں سے اُنس پکڑ لیا اور اپنی رعیت اور دین کو فراموش کر دیا۔
التكفّل والمراعات. يحسبون بيت المال كطارف أو تالد ورثوه من
اور پوری خبر گیری نہیں کرتے۔ بیت المال کو باپ دادوں سے وراثت میں آیا ہوا مال سمجھتے
الآباء. ولا يُنفقون الأموال على مصارفها كما هو شرط الاتّقاء.
ہیں۔ اور رعایا پر اُسے خرچ نہیں کرتے جیسے کہ پرہیز گاری کی شرط ہے۔ اور گمان کرتے ہیں
ويظنّون كأنهم لا يُسألون. وإلى الله لا يرجعون. فيذهب وقت
کہ ان سے پُرسش نہ ہوگی اور خدا کی طرف لوٹنا نہیں ہوگا سو ان کی دولت کا وقت خواب
دولتهم كأضغاث الأحلام. والفيء المنتسخ من الظلام. ولو اطّلعتَ
پریشان کی طرح گذر جاتا ہے۔ یا اُس سایہ کی طرح جسے تاریکی دور کر دیتی ہے۔ اگر تم ان کے
على أفعالهم لاقشعرّت منك الجلدة. واستولت عليك الحيرة.
فعلوں پر اطلاع پاؤ تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور حیرت تم پر غالب آ جائے۔ سو غور
ففكروا. أهؤلاء يشيّدون الدين ويقومون له كالناصرين؟ أهؤلاء
کرو کیا یہ لوگ دین کو پختہ کرتے اور اس کے مددگار ہیں۔ کیا یہ لوگ گمراہوں کو راہ بتاتے
يهدون الضالّين. ويعالجون العمين؟ كلا بل لهم أغراض دون
اور اندھوں کا علاج کرتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ان کے اغراض اور مقاصد اور
ذالك فهم يعملون بها مصبحين وممسين. ما لهم و
ہی ہیں جنہیں صبح اور شام پورے کرتے ہیں۔ انہیں شریعت کے احکام سے نسبت
لأحكام الشريعة. بل يريدون أن يخرجوا من ربقتها ويعيشوا
ہی کیا بلکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ اس کی قید سے نکل کر پوری بے قیدی سے زندگی بسر کریں۔
بالحريّة. وأين لهم كالخلفاء الصادقين قوة العزيمة وكالأتقياء
اور خلفائے صادقین کی سی قوت عزیمت ان میں کہاں اور صالح پرہیزگاروں کا سا

الصالحين قلب متقلّب مع الحق والمعدلة؟ بل اليوم سُرُرُ الخلافة
دل کہاں جس کا شیوہ حق اور عدالت ہو۔ بلکہ آج خلافت کے تخت ان
خالية من هذه الصفات. وأُلقِيَ عليها أجساد لا أرواح فيها بل هي
صفات سے خالی ہیں۔اور ان پر جسم بلا روح بٹھائے گئے ہیں۔ بلکہ وہ مُردوں
أردء من الأموات. وإن وجودهم أعظم المصائب على الإسلام. وإن ﴿۴۲﴾
سے بھی زیادہ ردّی ہیں۔اور ان کا وجود اسلام کے حق میں بہت بڑی مصیبت ہے
أيامهم للدين أنحس الأيام. يأكلون ويتمتّعون. ولا ينظرون إلى
اور دین کے لئے اُن کے دن سخت ہی منحوس دن ہیں۔کھاتے پیتے ہیں اور خرابیوں کی طرف
المفاسد ولا يحزنون. ولا يرون الملّة كيف ركدت ريحها. وخبت
نہیں دیکھتے اور نہ کڑھتے ہیں اوردھیان نہیں کرتے کہ ملت کی ہوا ٹھہر گئی ہے۔
مصابيحها. وكُذّب رسولها وغُلّط صحيحها. بل تجد أكثرهم
اوراس کے چراغ بجھ گئے ہیں اوراس کے رسول کی تکذیب ہورہی ہے اوراس کے صحیح کو غلط کہا
مُصرّين على المنهيات. المُجترئين على سَوْق الشهوات إلى سُوق
جارہا ہے بلکہ ان میں سے بہتیرے خدا کی منع کی ہوئی چیزوں پر اڑ بیٹھے ہوئے ہیں۔اور سخت
المحرمات. المسارعين بنقل الخطوات إلى خطط الخطيات.
دلیری سے خواہشوں کو محرمات کے بازاروں میں لے جاتے ہیں۔حرام کاریوں کی جگہوں میں
المتمايلين على الغيد والأغاريد وأنواع الجهلات.
جلد دوڑ کر جاتے ہیں۔خوبصورت عورتوں اور راگ رنگ اور ہرقسم کی جہالتوں پر جھکے ہوئے
المصبحين في خُضُلّة من العيش والممسين في أنواع اللذّات.
ہیں۔صبح اورشام ان کی خوش زندگی ہرطرح کی لذات میں بسر ہوتی ہے۔سو ایسے لوگوں کو
فكيف يُؤَيّدون من الحضرة مع هذه الأعمال الشنيعة والمعصية.
خدا سے کیونکر مدد ملے جبکہ ان کے ایسے پُر معصیت اور بُرے اعمال ہوں۔

بل من أول أسباب غضب اللّٰہ علی المسلمین وجود ھذہ السلاطین
بلکہ ان عیش پسند غافل بادشاہوں کا وجود مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا
الغافلین المترفین. الذین أخلدوا إلی الأرض کالخراطین. وما بذلوا
بڑا بھاری غضب ہے۔ جو ناپاک کیڑوں کی طرح زمین سے لگ گئے ہیں
لعباد اللّٰہ جھد المستطیع. وصاروا کظالع وما عدوا کالطِرْفِ ﴿۴۳﴾
اور خدا کے بندوں کے لئے پوری طاقت خرچ نہیں کرتے اور لنگڑے اونٹ
الضلیع. ولأجل ذالک ما بقی معھم نصرۃ السماء . ولا
کی طرح ہو گئے ہیں اور چُست چالاک گھوڑے کی طرح نہیں دوڑتے۔اسی سبب سے آسمان
رعبٌ فی عیون الکفرۃ کما ھو من خواص الملوک الأتقیاء.
کی نصرت ان کا ساتھ نہیں دیتی اور نہ ہی کافروں کی آنکھ میں ان کا ڈر خوف رہا ہے جیسے کہ
بل ھم یفرّون من الکفرۃ. کالحُمُر من القسورۃ. وکفی لألف
پرہیزگار بادشاہوں کی خاصیت ہے بلکہ یہ کافروں سے یوں بھاگتے ہیں جیسے شیر سے
منھم اثنان فی موطن الملحمۃ. فما سبب ھذا الجبن وھذا
گدھے۔اورلڑائی کے میدان میں ان کے دو ہزار کے لئے دو کافر کافی ہیں۔سواس بزدلی اور
الادبار. إلا عیشۃ التنعّم والا تراف کالفجّار. وکیف یُعضّدون
ادبار کا سبب بجز بدکاروں کی طرح عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے کے اور کچھ نہیں۔اور ایسی
بالنصرۃ والإعانۃ. مع ھذہ الغوایۃ والخیانۃ؟ فإن اللّٰہ لا
خیانت اور گمراہی کے ہوتے انہیں کیونکر خدا سے مدد ملے۔اس لئے کہ
یُبدّل سُنّتہ المستمرۃ. ومن سُنّتہ أنہ یؤیّد الکفرۃ ولا
خدا اپنی دائمی سنت کو تبدیل نہیں کرتا اور اس کی سنت ہے کہ کافر کو تو
یؤیّد الفجرۃ. ولذالک تری ملوک النصارٰی یؤیّدون
مدد دیتا ہے پر فاجر کو ہرگز نہیں دیتا۔یہی وجہ ہے کہ نصرانی بادشاہوں کو مدد مل رہی ہے اور

ويُـنـصَـرون. ويـأخـذون ثغـورهـم ويتـملّكون. ومن كل حدَبٍ
اور وہ ان کی حدوں اور مملکتوں پر قابض ہورہے ہیں اور ہر ایک ریاست کو دباتے چلے جاتے
ينسلون. ومـا نصـرهـم اللّٰـه لـرحـمتـه عليهم بل نصرهم
ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس لئے نصرت نہیں دی کہ وہ ان پر رحیم ہے بلکہ اس لئے کہ
لغضبـه عـلـى الـمسلمين لو كـانـوا يعلمون. وكيف أُظْهِـرَ
اس کا غضب مسلمانوں پر بھڑکا ہوا ہے کاش مسلمان جانتے۔ اور اگر یہ متقی ہوتے تو کیونکر ممکن
عـليهـم أعـداء هـم إن كـانـوا يتّقـون؟ بـل لـمّـا تـركوا الدعـاء و
تھا کہ ان کے دشمن ان پر غالب کئے جاتے۔ بلکہ جب انہوں نے دعا اور عبادت کو چھوڑ
التعبّد. ما عبأ بهم ربهم فهم بما كسبوا يُعَذّبون. وإن شرّ الدواب
دیا تب خدا نے بھی ان کی کچھ پروانہ کی۔ سو یہ اب اپنی کرتوتوں کے سبب سزا پا رہے ہیں اور
قوم فسقوا بعد إيمـانهـم ويعملون السيئات ولا يخافون. فبما
یقیناً خدا کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر وہ لوگ ہیں جو ایمان کے بعد فاسق ہو جائیں
نكثوا عهد اللّٰـه ونقضوا حدود الفرقان. طوّحت بهم طوائح
اور بدکاریاں کریں اور نہ ڈریں۔ خدا کا عہد توڑنے اور قرآن کی حدود کی بےعزتی کرنے کے
الـزمـان. وخـرج مـن أيـديهـم كثيـر مـن البلـدان. وأنـأتهـم
سبب سے خطرناک حادثے ان پر نازل ہورہے ہیں۔ اور بہت سے شہر ان کے ہاتھوں سے نکل
غفلتهم عن حقوقهم وضُـربـت عليهـم خيام أهل الصلبان.
گئے ہیں۔ غفلت نے ان کو حقوق سے دور کر دیا ہے اور پرستاران صلیب کے خیمے ان کے ملکوں
نـكـالا مـن الـلّٰـه وأخـذًا مـن الـديّـان. إنّهـم بـارزوا اللّٰـه
میں آ لگے ہیں۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سزا اور گرفت ہے۔ ازبسکہ انہوں نے بدکاریاں
بـالـمـعـصية. فولّوا الـدبـر مـن الكفرة. وما أخزاهم عداهم ولكن
کر کے خدا کا مقابلہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار سے شکست کھا گئے۔ دشمنوں نے انہیں

﴿۴۴﴾

اللّٰـه أخـزاهـم. فإنهم عصوا أمام أعين اللّٰه فأراهم ما أراهم. وتركهم
رسوانہیں کیا بلکہ خدانے کیا۔اس لئے کہ خدا کی آنکھوں کے سامنے انہوں نے بےفرمانیاں
فـي آفـات ومـا نـجّـاهـم. ووزراؤهـم قـوم مـغشوشون. يأكلون
کیں سواس نے انہیں دکھایا جو دکھایا اور انہیں آفات میں چھوڑ دیا اور نہ بچایا اور ان کے وزیر
أمـوالهـم ولا يـخـلـصـون. لا يـمـنـعـونهـم مـن الـتـعـامـي و
بددیانت اور خائن ہیں۔انکا مال کھاتے ہیں اور مخلص نہیں اور انہیں اندھا بن جانے اور غلطی کی
الـتـصـابـي. ويُـغـمـضـون لهـم كـالـفـطـن المتغـابـي. وينضحون
طرف میل کر جانے سے نہیں روکتے اور تغافل شعار زیرک کی طرح چشم پوشی کرتے ہیں۔اور
عـنهـم كـالـمـداهـن الْمُحـابي. وإنهـم قسـمـان.قسم كـالعقارب
مداہنہ کرنے والے بیچ بیچ کر چلنے والے کی طرح ان کی حمایت اور دفاع کرتے ہیں۔اور ان
وقسـم كـالـنسـوان. أو نـقـول بتبـديـل البيـان.قسم كغُمر جاهل ﴿۴۵﴾
لوگوں کی دو قسمیں ہیں کچھ تو بچھوؤں کی مانند ہیں اور کچھ عورتوں کی مانند یا دوسرے لفظوں میں
ما أعطى لهم حظ من العرفان. وقسم كذي غمر متجاهل لا يريدون
ہم یوں کہتے ہیں کہ ایک حصہ تو وہ نادان جاہل ہیں جنہیں عرفان سے کچھ بھی بہرہ نہیں ملا۔اور
إلا هـلاك ملوكهم كالشيطان. يـرون سـلاطينهم يقربون حرمات
ایک حصہ وہ ہیں جو جان بوجھ کر جاہل بنے ہوئے ہیں اور شیطان کی طرح اپنے بادشاہوں کی
اللّٰـه ومـنـاهـي الشـرع. ثـم يـنـدّدون بأنه من المباحات وليس مما
ہلاکت چاہتے ہیں۔دیکھتے ہیں کہ ان کے بادشاہ خدا اور شرع کی حرام کردہ چیزوں کے نزدیک
يـخـالف طـريـق الورع. ويُزيّنون في أعينهم أمرا هو أقبح السيئات.
جاتے ہیں۔پھر بھی کہتے ہیں کہ یہ مباح چیزیں ہیں اور پرہیز گاری کے طریق کے مخالف
ويـريـدون أن يـجـعـلـوهـم كـالـعـجـماوات بـل الـجـمـادات.
نہیں۔اور بدکرداریوں کو ان کی آنکھوں میں سجاتے ہیں اور ان کو چارپائے یا پتھر بنانا چاہتے ہیں

ولا يخرج من أفواههم قول يقرب الصدق والصواب. ولا يبغون فی
اور کوئی حق اور سچ بات ان کے منہ سے نہیں نکلتی۔اور اپنے دلوں میں بجز ہلاکت
أنفسهم إلا الهلاک والتباب. لا يذاكرون ملوكهم بما هو خير
اور تباہی کے اور کچھ نہیں ڈھونڈتے۔بادشاہوں سے ان باتوں کا تذکرہ نہیں کرتے جو
لهم فی هذه ويوم المكافات. بل يتركونهم كالسباع المفترسة
اس دنیا میں اورآخرت میں ان کے کام آئیں بلکہ ان کوشکاری درندوں اورسانپوں کی طرح
والحيوات. ويسعون فی كل وقت من الأوقات. أن ينبأ سمعهم
رہنے دیتے ہیں۔اور ہر گھڑی اس کوشش میں رہتے ہیں کہ ان کے کان
عن أوامر اللّٰه وسنن خير الكائنات. ولا يُخوّفونهم
خدا کے امر اور رسول خدا کی سنت کے سننے سے دور رہیں۔اورغفلت کے بدانجام
من عواقب الغفلة. ولا يؤثّمونهم عند ارتكاب المَعصية. ﴿۴۶﴾
سے انہیں نہیں ڈراتے۔اور بدکاری کرتے وقت انہیں بدکار نہیں ٹھہراتے۔سو ایسی
فهل هم بهذه السيرة لهذه الملوک إلا كحُفرة للرجلين
خصلت اور چال چلن کے لوگ ان بادشاہوں کے حق میں ایسے ہیں جیسے گڑھا
المتخاذلين؟ أو كوقود لنار أو كغشاوة على العينين. لا يُطفئون
لڑکھڑانے والے پاؤں کے حق میں۔یا جیسے ایندھن آگ کے لئے یا پردہ آنکھوں پر۔
أُوارهم. بل يحمدون عثارهم. ولذالک صارت ملوكهم غرضًا
ان کی پیاس کونہیں بجھاتے۔بلکہ ان کی لغزشوں کی تعریف کرتے ہیں۔اسی وجہ سےان کے
لحصائد الألسنة. وسُمّوا قومًا كُسالی فی الجرائد
بادشاہ لوگوں کی زبانوں کے نشانہ بنے ہوئے ہیں۔اوریورپ کے اخبار انہیں سست اور
المغربية. بل أجمع أهل الرأی من النصاری نظرًا علی هذه
نالائق لکھتے ہیں۔بلکہ ان حالات کو دیکھ کر عیسائی اہل الرائے متفق ہوکر کہتے ہیں کہ

الحالات. علی أن أیامھم ایّام معدودۃ وسیزول أمرھم وإمرتھم فی
ان کے دن اب تھوڑے رہ گئے ہیں اور بہت جلد ان کا تانا بانا
أسرع الأوقات. وإذا ھلک سلطان الروم مثلا فلا سلطان بعدہ عند
ادھڑنے والا ہے۔ اور جب مثلاً سلطان روم ہلاک ہوگیا تو
ھؤلاء الذین رموا أحجار الآراء. واللّٰہ یعلم ما کتمہ وما یفعلہ
ان رائے زنوں کے نزدیک اس کے بعد کوئی اور سلطان نہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے
رأیٌ فی الأرض ورأیٌ فی السماء. فمن ذا الذی یُنبّہ ھؤلاء.
اسے جو مخفی رکھا ہے اور جو کچھ کرتا ہے۔ ایک رائے زمین میں ہے اور ایک رائے آسمان میں۔
ومن یوقظ النائمین ویُخبرھم من ھذا البلاء. ولا شک أن
سو اب کون اُن کو جگائے اور کون سونے والوں کو بیدار کرے اور اس بلا کی خبر دے۔
أکثر ھذہ الملوک أسرفوا علی أنفسھم وجاوزوا الحدّ فی
اس میں شک نہیں کہ اکثر بادشاہ سخت بے اعتدالی کرتے ہیں اور عیش و عشرت میں حد سے
التنعم واللُّھنیّۃ. وجعلوا نفوسھم رھینۃ الفسق والکسل والمعصیۃ. ﴿۴۷﴾
نکل گئے ہیں اور فسق اور کسل اور معصیت میں مبتلا ہیں۔
لا یزالون یبغون غانیۃ من النساء. ویستقرون حیلۃ
خوبصورت عورتوں کی تلاش میں رہتے اور ان کے وصال کے حیلے سوچتے
لوصالھا ولو بالفحشاء. ویبذلون بدرۃ لو نزل البدر من السماء.
رہتے ہیں خواہ ناجائز حیلے کیوں نہ ہوں اور بدرہ خرچ کرتے ہیں اگر بدر
تفانت قواھم من الفسق والفجور. وذھبت نَضرتھم و
آسمان سے اتر آوے۔ بدکاری سے ان کی قوتیں فنا ہوگئیں ہیں اور حور و قصور کی فکر میں
نُضارھم فی فکر النسوۃ والقصور. وتریٰ کثیرًا منھم خلت
زور و زر سب جاتا رہا ہے۔ بہتوں کی تھیلیاں خالی ہوگئیں اور

صرّتهم. وسرت مسرّتهم. وبُدّل بالخطر خطرتهم. وضاعت لامرأة
خوشی جاتی رہی اور عزت تباہ ہوگئی اور عورت کے پیچھے امیری خاک میں مل گئی۔
إمرتهم. وظهر قتر الفقر بعد ما أودع سر الغنى أسرّتهم. وحسر
اور دولت اور ثروت کے بعد اب نان شبینہ کے محتاج ہو گئے ہیں اور مارے
بصرهم من الحزن ودامت حسرتهم. ومع ذالک لا يتركون
غم کے آنکھیں خراب ہوگئی ہیں اور حسرت بڑھ گئی ہے۔اس پر بھی وہ خود
الشهوات. والشهوات تتركهم بالشيب والأمراض والآفات. ولا
خواہشوں کو نہیں چھوڑتے ہاں خواہشیں انہیں بیماریوں اور آفتوں کے وقت چھوڑ جاتی ہیں۔
يتّقون شططا وغلوًّا في استيفاء الحظوظ كالفجرة. حتى ينجر الأمر
اور جب بدکاروں کی طرح حظ نفس کو پورا کرنے پر آتے ہیں تو کوئی حد بست رہنے نہیں دیتے۔
إلى تلاشي الصحّة واختلال البنية. وتزهق أنفسهم وهم يتمنّون أن
آخرکار بدن کی طاقتوں اور صحت کا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔اور یوں صحت و
تعود أيام الصحّة والقوّة. كأنهم وقفوا أبدانهم وقواهم على البغايا
قوت کے دوبارہ ملنے کی آرزو میں جان نکل جاتی ہے۔گویا ان لوگوں نے اپنے بدن اور
وآثروا حبّهن على عصمة النفس والعرض والملّة. إن هٰؤلاء قوم ﴿۴۸﴾
قوت کو بدکار عورتوں پر وقف کر رکھا ہے اور ان کی محبت کو جان اور آبرو اور مال اور ملت
صاروا للشيطان كفيء. وليسوا من الخير في شيء. ترى طبائعهم
کے بچاؤ پر مقدم کر لیا ہے۔یہ لوگ شیطان کے ظل ہیں۔اور ان کے وجود میں کوئی خیر
كأرض ذات كسور غير المسحاء. متلوّنة في الصباح
نہیں۔ ان کی طبیعتوں کو تو دیکھتا ہے جیسی زمین نشیب فراز والی ناہموار صبح اور شام
والمساء. وترى قلوبهم مظلمة من الكبر والخيلاء.
نئے نئے رنگ نکالتی ہیں اور گھمنڈ اور خودبینی سے ان کے دل سیاہ ہوگئے ہیں۔

كَـأَنّـهـا هـزيـع مـن الـليلة الليلاء . يفرحون بمرابط مملوة من طرف
گویا وہ سخت کالی رات کے ٹکڑے ہیں۔انہیں اس امر کی خوشی ہے کہ ان کے اصطبل اعلیٰ
وبـغـال وبـقـر وجـمـال. أو نسـاء ذات بهـاء وحسـن وجـمـال.
درجہ کے گھوڑوں اور خچروں اور گایوں اور اونٹوں سے بھر پور ہوں یا خوبصورت عورتیں ان کے
ولا يتعهّـدون فـرائـضهـم ولا يـخـافون يوم ارتحـال. وساعة أخذٍ
پاس ہوں۔اپنے فرائض کا کچھ بھی دھیان نہیں رکھتے اور کوچ کے دن کا اور باز پرس اور گرفت
وسؤال. ويـنـفدون يومهم في الزينة والمشط والاكتحال. وما بقي
کی گھڑی کا کوئی ڈر نہیں۔ کنگھی پٹی اور سرمہ لگانے میں سارا دن خرچ کر دیتے ہیں اور
فيهم سيرة من سيـر الرجال. وإذا رأيتهم بـذأتهم وحسبتَهم نساء
مردوں کی خُوبُو اُن میں رہی ہی نہیں۔اگر تم انہیں دیکھو تو کراہت کرو اور
الأسـواق. أو عبيـدًا زُيّـنـوا لـلبيـع بـعد الاسترقاق. لا يُداومون على
بازاری عورتیں سمجھو یا وہ غلام جو غلام کرنے کے بعد فروخت کے لئے سجائے
الـصلاة. وصـارت أهـواء هـم فـي سبـلـهـم كـالصلات. وإن صلّوا
جاتے ہیں۔نماز کی پابندی نہیں کرتے۔اور خواہشیں ان کی راہ میں چٹان اور روک بن گئی
فيُـصـلّـون فـي البيـوت كـالـنسـاء . ولا يـحـضـرون
ہیں۔ اور اگر نماز پڑھیں بھی تو عورتوں کی طرح گھر میں پڑھتے ہیں اور متقیوں
الـمسـاجـد كـالأتـقيـاء . وكيف وإنهـم لا يُـفارقون كأس الصهباء.
کی طرح مسجدوں میں حاضر نہیں ہوتے۔اور ہوں کیونکر جامِ مَے سے تو الگ نہیں ہوتے۔
ولا يتـركـون أدنـاس الـنـدمـاء . ولا يـطيقون أن يسمعوا من الوعظ ﴿۴۹﴾
اور ندیموں کی ناپاکیوں کو نہیں چھوڑتے۔اور وعظ کی کوئی بات سن نہیں سکتے۔
كـلـمة. فيـأخـذهـم عـزة كبرٍ أو نخوة. ويتـوغّـرون غـضبا وغيرة.
جھٹ کبر اور نخوت کی عزت انہیں جوش دلاتی ہے اور غضب اور غیرت میں نیلے پیلے

ویکون أکرم الناس عندھم من زیّن لھم حالھم. وحمدھم
ہو جاتے ہیں۔اور اُن کے نزدیک بڑا اکرم وہ ہوتا ہے جو ان کا حال انہیں خوبصورت کر کے

وأعمالھم. وکذالک فسدت أخلاقھم من مداومة المُدام.
دکھائے اور ان کی اور ان کے اعمال کی تعریف کرے۔غرض اس طرح شراب خواری سے ان

واستأصلتھم شجرة الکرم مع کونھم من أبناء الکرام. ما بقی
کے اخلاق بگڑ گئے ہیں اور انگور کے درخت نے ان کی بیخ کنی کر دی ہے حالانکہ یہ لوگ بزرگوں

ھمھم من غیر أن یکون لھم قصر منیف. وغذاء لطیف. وشراب
کی اولاد تھے ان کی غرض و مقصد اب یہی رہ گیا کہ بڑی بلند حویلیاں ہوں۔لطیف غذا ہو

حرّیف. وما سُمع منھم تطریف. ولذالک لحقھم وبالٌ وخسران.
اور زبان کو مارے تیزی کے کاٹنے والی شراب ہو۔کبھی نہیں سنا گیا کہ انہوں نے دشمن پر

وجُزّوا کما یُجزّ ضان. وقُضّبوا کما تُقضّب اغصان. وأخِذُوا کما
چڑھائی کی ہو۔اسی وجہ سے ان پر وبال پڑا اور بھیڑ بکری کی طرح ان کی پشمیں کاٹی گئیں اور

یوخذ دابّة. وقطعوا کما یقطع قضابة. وسقطوا من ذرَی دولة
شاخوں کی طرح تراشے گئے اور چارپایوں کی طرح پکڑے گئے اور لکڑی کی طرح کاٹے گئے

وإمارة. کما یسقط ثوب من کارة بغرارة. ولما رأی اللّٰہ
اور امارت اور دولت کی بلندی سے گر گئے جس طرح ناگہاں گٹھ سے کوئی کپڑا گر

فسقھم وفجورھم. وظلمھم وزورھم. وبطرھم وکفورھم.
جاتا ہے۔ اور جب خدا نے ان کا فسق و فجور اور ظلم اور جھوٹ اور اِترانا

﴿۵۰﴾ سلّط علیھم قوما یتسوّرون جدرانھم وکلّ ما علا
اور ناشکر گذاری دیکھی۔ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کیا جو اُن کی دیواروں کو پھاندتے اور

یتسلّقون. ومما ملکه آباء ھم یتملّکون. ومن کل
ہر بلند جگہ پر چڑھ جاتے ہیں اور ان کے باپ دادوں کی ملکیت پر قبضہ کرتے ہیں اور ہر

حدَبٍ ینسلون. وکان ذالک أمرًا مفعولا وأنتم تقرء ونه فی القرآن
ریاست کو دباتے چلے جاتے ہیں۔اور یہ سب کچھ ہونے والا تھا اور تم قرآن میں
ولکن لا تُفکّرون. وقفّی علی آثارھم بقسوس فھم یُضلّون
یہ باتیں پڑھتے ہو اور سوچتے نہیں۔اور ان کے پیچھے پیچھے پادریوں کو بھیجا جو
الناس ویخدعون. ویرغّبونھم فی دینھم الباطل بمال ونساء
لوگوں کو دھوکے دیتے اور گمراہ کرتے اور اپنے جھوٹے دین کی ترغیب دیتے ہیں۔مال
وبکل ما یُزیّنون. فیبیع السفھاء دین اللّٰہ برغفان ونسوان
اور عورتوں کا لالچ دے کر۔ سو نادان لوگ خدا کے دین کو روٹیوں اور
وأمانی أخری کما أنتم تنظرون. والاثم کلہ علی الملوک
عورتوں اور دوسری خواہشوں کی عوض بیچ ڈالتے ہیں اور یہ سارا گناہ بادشاہوں کی
بما لم یصلحوا أمر رعایاھم وما رأوا مفاسدھم بوبلة و
گردن پر ہے۔جنہوں نے رعایا کے حال کی اصلاح نہ کی اور ان کی برائیوں کو گناہ اور برا
کانوا لا یبالون. فقلبت أمور دنیاھم بما قلبوا تقوی القلوب. و
نہ سمجھا اور کچھ بھی پرواہ نہ کی۔سو جبکہ انہوں نے دِلوں کا تقویٰ بدل دیا خدا نے ان کے امور دنیا کو
کانوا علی المعاصی یجترء ون. وإن اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتی
بدل دیا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ گناہوں پر دلیر تھے۔اور خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں
یُغیِّروا ما بأنفسھم ولا ھم یُرحمون. بل اللّٰہ یلعن بیوتا یفسق
بدلتا جب تک وہ اپنی اندرونی حالت کو آپ نہ بدل لیں اور نہ ہی ان پر رحم کیا جاتا ہے۔ بلکہ
الناس فیھا وبلادا فیھا یجترمون. وتنزل الملائکة علی دار
خدا اُن گھروں پر لعنت کرتا ہے اور ان شہروں پر جن میں لوگ بدکاری اور جرم کریں۔اور بدکاری
الفسق والظلم ویقولون ما عمّرک اللّٰہ یا دار. وخرّبک یا جدار.
کے گھروں پر فرشتے اتر کر کہتے ہیں اے گھر خدا تجھے ویران کرے اور اے دیوار خدا تجھے ڈھا دے۔

وينـزل أمـر الـلّٰه فيهلكون. ويحدث اللّٰه سببا لهدم تلك الحيطان ﴿۵۱﴾
اور خدا کا امر اترتا ہے سو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں اور خدا ان دیواروں اور شہروں کی بربادی کے
وتخريب تلك البلدان. فيأتي قوم فيهدّونها من أساسها وكذا لك
لئے سبب پیدا کرتا ہے۔ سو ایک قوم آتی ہے اور ان کو تباہ اور ویران کر دیتی ہے۔ سو بادشاہان
يفعلون. فلا تسبّوا ملوك النصارى ولا تذكروا ما مسّكم من
نصاریٰ کو مت کوسو اور جو کچھ تمہیں ان کے ہاتھوں سے پہنچا ہے اسے مت یاد کرو اور بدکارو! خود
أيديهم ولا تلوموا إلا أنفسكم أيها المعتدون.
اپنے آپ کو ملامت کرو۔ کیا تم میری باتیں سنتے ہو۔ نہیں نہیں تم تو منہ بناتے اور گالیاں دیتے
أتسمعون ما أقول لكم؟ كلا. بل تعبسون وتشتمون. وانّٰى لكم
ہو۔ اور تمہیں سننے والے کان اور سمجھنے والے دل تو ملے ہی نہیں اور تمہیں اتنی فرصت ہی کہاں
آذان تسمع وقلوب تفهم وأين لكم الفراغ أن تنقلوا من الأكل إلى
کہ کھانے پینے سے عقل کی طرف آؤ اور خُم مَے سے الگ ہو کر خدا کی طرف دھیان کرو اور تم
العقل. وإلى الديّان من الدنان. وأين فيكم فتيان يتذكّرون؟ أتسبّون
میں سوچنے والے جوان ہی کہاں ہیں۔ کیا تم دشمنوں کو کوستے ہو اور تمہیں جو کچھ پہنچا ہے اپنی
أعداء كم وما نالكم إلا جزاء ما كنتم تكسبون. واعلموا أنكم إن
بدکرداریوں کی وجہ سے پہنچا ہے۔ سنو تم اگر نیکوکار ہوتے تو بادشاہ بھی تمہارے لئے صالح
كنتم صالحين لأصلح الملوك لكم. وكذالك جرت سُنّة اللّٰه
بنائے جاتے۔ اس لئے کہ متقیوں کے لئے خدا تعالیٰ کی ایسی ہی سنت ہے۔ اور
لقوم يتّقون. وانتهوا من اطراء ملوك الاسلام واستغفروا لهم أن
مسلمان بادشاہوں کی مدح سرائی سے باز آؤ اور اگر ان کے خیر خواہ ہو تو ان
كنتم تنصحون. ولا تتقدّموا إليهم بموائد فيها سمٌّ فيأكلون
کے لئے استغفار پڑھو اور ان کے آگے ایسے کھانے نہ لے جاؤ جن میں زہر ہے

ویموتون. وأنتم تعیشون معهم فی رخاء وتغترفون من
جنہیں کھا کر وہ ہلاک ہو جائیں۔ تم ان کے وجود کے طفیل بڑے مزے میں گزران کرتے اور
﴿۵۲﴾ فُضالتهم فان مسّهم ضرٌّ فكيف تُعصمون. وإنهم ملكوا
ان کے بچے کھچے کھاتے ہو۔سو اگر انہیں ضرر پہنچا تو تمہارا ٹھکانہ کہاں۔ اور وہ تمہاری
رقابكم وأعراضكم وأموالكم فانصحوا للذين يملكون. وقد
گردنوں اور عزتوں اور مالوں کے مالک ہیں سو اپنے مالکوں کی سچی خیر خواہی کرو۔ خدا نے
جعلهم اللّٰه لكم كمعدّات. وجعلكم لهم كآلاتٍ فتعاونوا
انہیں تمہارے حق میں سازوسامان اور تمہیں ان کے آلات بنایا ہے۔ سو اگر مخلص ہو
على البر والتقوى ان كنتم تخلصون. ونبّهوهم على
تو تقویٰ اور نیکی پر ایک دوسرے کے مددگار بن جاؤ۔ اور انہیں ان کی بدکرداریوں
سيئاتهم واعثروهم على هفواتهم إن كنتم لا تنافقون.
پر آگاہ کرو اور لغویات پر انہیں اطلاع دو اگر تم منافق نہیں۔ واللہ وہ اپنی رعیت کے حقوق ادا
واللّٰه إنهم قوم لا يؤدّون حقوق عباد أُمِّروا عليهم ولا
نہیں کرتے۔ اور فرائض کی پوری خبر گیری بجا نہیں لاتے۔ تم پہچان لوگے اس بات کو اُن کا منہ
يُحافظون الفرائض ولا يتعهّدون. وتعرفونه بوجه أكسف
دیکھ کر جو اُن کے دل سے بھی زیادہ بھونڈا اور لباس سے جو ان کے حال سے زیادہ وحشت
من بالهم وزىّ أوحش من حالهم كأنّ بواطنهم مسخت و
انگیز ہے گویا ان کے باطن مسخ ہو گئے ہیں اور گویا انہوں نے کسی
كأنهم أُنشِئوا فی ما لا يعلمون. وتاللّٰه إنّا نرى أن قلوبهم قاسية
اوپرے عالم میں پرورش پائی ہے۔ قسم بخدا ان کے دل پہاڑوں کے پتھروں سے بھی زیادہ
بل أشد قسوة من أحجار الجبال. وإن طبائعهم متوقدة ولا كالنمور
سخت ہیں۔ اور ان کی طبیعتیں سانپوں اور چیتوں سے بھی زیادہ افروختہ ہیں

وأفاعی الدحال. وإنهم قوم لا یتضرّعون. فثبت من هذه
اور وہ کبھی خدا کے حضور گڑگڑاتے نہیں۔ان فعلوں اور عملوں سے ثابت
الأفعال والأعمال. أنهم أسخطوا ربهم واختاروا طرق
ہوگیا کہ انہوں نے خدا کو ناراض کرکے گمراہی کے طریق اختیار کئے ہیں
الضلال. وأکلوا سمّا زعافا ثم أشرکوا فیه رعایاهم فلهم ﴿۵۳﴾
اور خود قاتل زہر کھا کر رعیت کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے سو ان کے لئے وبال سے دو
سهمان من الوبال. یرِدُون جهنم ویوردون.وکل ما
حصے ہیں۔وہ جہنم میں خود بھی پڑیں گے اور دوسروں کو اپنے ساتھ ڈالیں گے۔اسلام پر
نزل علی الإسلام فهو نزل من سوء أعمالهم وفساد الأفعال.
جو کچھ نازل ہوا ان کی بدعملیوں سے ہوا۔سو اے متکلمو!تم میں کوئی ایسا ہے جو
فهل فیکم رجل یفهم نتائج هذه الخصال أیها المتکلّمون.
انہیں ان عادات کے نتیجوں پر آگاہ کرے۔اس لئے کہ ان لوگوں نے ناپاک
فإنهم قوم ضیّعوا دینهم للأهواء والأعمال. وصاروا کأحول فی
خواہشوں کے پیچھے اپنا دین کھو دیا ہے اور تمام احوال میں احول بن
جمیع الأحوال. بل أراهم عمیا لا یبصرون. ولا أقول
گئے ہیں بلکہ میرے نزدیک تو وہ بالکل اندھے ہیں میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم ان کی
لکم أن تخرجوا من ربقتهم وتقصدوا سبیل البغاوة والقتال.
اطاعت کو چھوڑ کر ان سے جنگ و جدال کرو۔ بلکہ خدا سے ان کی
بل اطلبوا صلاحهم من اللّٰه ذی الجلال لعلهم ینتهون. ولا تتوقّعوا
بہتری مانگو تو کہ وہ باز آ جائیں۔ اور یہ تو ان سے امید
منهم أن یُصلحوا ما أفسدت أیدی الدجّال. أو یقیموا الملّة
نہ رکھو کہ وہ اصلاح کرسکیں گے ان باتوں کی جنہیں دجال کے ہاتھوں نے بگاڑ دیا ہے یا وہ

بعد تهافتها وبعد ما ظهر من الاختلال. ولكل موطن رجال كما
اس قدر تباہی اور پریشانی کے بعد ملت کی حالت کو درست کرلیں گے۔ اور تم جانتے ہو کہ ہر
تعلمون. وهل يُرجى إحياء الناس من الميّت أو الهداية من الضال.
میدان کے لئے خاص خاص مرد ہوا کرتے ہیں اور کیا ممکن ہے کہ مُردہ دوسروں کو زندہ کر سکے
أو المطر من الجهام أو الولوج في سم الخياط من الجمال.
یا گمراہ دوسروں کو ہدایت دے یا خشک بادل سے بارش اور اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل
فكيف منهم تتوقعون. وتاللّٰه إنّا لا نتوقّع صلاحهم حتى ﴿۵۴﴾
ہونا ممکن ہے تو پھر ان سے کیا اُمید رکھ سکتے ہو۔ ہمیں تو امید نہیں کہ وہ سنور جائیں جب تک
يوقظهم الاحتضار. ولكن نُدِب إلينا الاذكار. وإنّا لا نحسبهم إلا
انہیں موت ہی آکر بیدار نہ کرے۔ ہاں وعظ و پند کرنے کا ہمیں حکم ہے اور ہم تو انہیں ان
كطير محلّق لا يُصاد. أو كعمر لا يُستعاد. أو كخفافيش خربت
پرندوں کی طرح سمجھتے ہیں جو ہوا میں اڑتے اور پکڑے نہیں جاتے یا عمر کی طرح جو واپس نہیں
منها البلاد. أو كبلدة ما أصابها العهاد. أو كظل غير ظليل لا تأوى
آتی یا ان چمگادڑوں کی طرح جن سے شہر ویران ہو گئے یا اس شہر کی طرح جس پر مینہ برسا ہو۔
إليه العباد. أو كسم قُطّعت منه الأكباد. عظمت صدمة
یا اس بے برکت سایہ کی طرح جس کے نیچے لوگ آرام نہیں پاتے یا اس زہر کی طرح جس سے
عثرتهم. وما أرى من يُقلهم من صرعتهم. تراء وا
جگر پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی ٹھوکر کا صدمہ بڑا بھاری ہے اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اِن
كحطب لا كأشجار ذات الثمار. والحطب لا يليق إلا
گرتوں کو سنبھالے۔ وہ خشک لکڑیاں ہیں پھلدار درخت نہیں۔ اور ایندھن تو آگ کیلئے موزوں
للنار. فقدوا قوّة الفراسة. وأصول السياسة. وأرادوا أن يتعلّموا
ہوتا ہے ان میں فراست کی قوت اور اصول مُلک داری کا علم نہیں۔ انہوں نے چاہا کہ اپنے عیسائی

مکائد جیرانهم من النصاری. فما بلغوهم فی دقائق الدساسة وحیل
پڑوسیوں کی مکاریوں کو سیکھیں لیکن باریک فریبوں اور بچاؤ کی تدبیروں میں ان تک
الحراسة. فمثلهم کمثل دِیکٍ أراد أن یُضاهی النسر فی الطیران.
پہنچ نہ سکے۔سو وہ اس مرغ کی مانند ہیں جس نے پرواز میں کرگس بننا چاہا۔
فزایل مرکزه وما بلغ مقام النسر فخر لاغبا فلقفه صقر فی المیدان.
پس اپنی جگہ سے تو اکھڑ گیا اور کرگس کے مقام کو پہنچ نہ سکا آخر تھک کر گرا۔ پھر ایک چرغ نے
هذا مثل ملوک الإسلام بمقابلة أهل الصلبان. أعرضوا عمّا عُلّموا ﴿۵۵﴾
میدان میں اسے آدبایا۔یہ ہے مثال مسلمان بادشاہوں کی۔ عیسائیوں کے
من وصایا الاتّقاء. وما کُمّلوا فی المکائد کالأعداء . فبقوا لا من
مقابل جو کچھ انہیں تقویٰ اللہ کے متعلق تعلیم ملی تھی اس سے تو منہ پھیر لیا۔اور اپنے مخالفوں کی
هؤلاء ولا من هؤلاء. وقد کتب اللّٰه لملوک دینه أن لا ینصرهم أبدًا
طرح وہ چالاکیاں اور داؤ بھی پورے نہ سیکھے اور مسلمان بادشاہوں کی نسبت خدا تعالیٰ
إلا بعد تقواهم. وأراد للنصارٰی أن یجعلهم فائزین بمکرهم إذ
وعدہ کر چکا ہے کہ جب تک متقی نہ بنیں گے ان کی کبھی مدد نہ کرے گا اور اس نے ایسا ہی چاہا ہے کہ
أسخط المؤمنون مولاهم.ومن سوء القدر أنّا لا نری فی هذه الأیام
نصاریٰ کو ان کے مکر میں کامیاب کر دے جبکہ مومنوں نے اُسے ناراض کیا ہے اور بدبختی سے ہم
ملوک الإسلام قائمین علی حدود اللّٰه العلّام. لا فی أنفسهم ولا فی
اس وقت مسلمان بادشاہوں کو خدا کی حدود پر قائم نہیں دیکھتے
الأحکام. بل ما بقی فیهم إلا نهمة عشرین لونا من القلایا.
بلکہ عیش و عشرت کی حرص کے سوا ان کے پیش نظر اور کچھ بھی نہیں۔
وسبعین حسناء من المحصنات أو البغایا. ولا یعلمون ما
اور رعایا کے معاملات ومقدمات کے فیصلہ کی طرف کوئی توجہ نہیں۔کیا تم ان کے تخت کو امن کی

فصل القضايا. أتحسبون سريرهم حمى الأمن؟ وما بقى
محفوظ جگہ خیال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تو ایک ناپاک اور بیسود جگہ ہے۔
هو إلا كالدمن. أتظنون أنهم يحفظون ثغور الإسلام من الكفرة؟
کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ اسلام کی حدوں کو کفار سے بچا سکیں گے۔
كلا بل هم يدعونهم بأيدى الغفلة. ليتملّكوا ما بقى من
نہیں نہیں بلکہ وہ تو خود انہیں غفلت کے ہاتھوں سے بلاتے ہیں کہ ملت کے رہے سہے آثار پر
أطلال الملّة. أتزعمون أنهم كهف الإسلام. يا سبحان اللّٰه
بھی قابض ہوجائیں۔کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ اسلام کی پناہ میں ہیں۔سبحان اللہ
ما أكبر هذا الغلط. إنّما هم يجيحون ببدعاتهم دين خير
بڑی بھاری غلطی ہے بلکہ وہ تو بدعتوں سے دین خیرالانام کی بیخ کنی کرتے ہیں۔
الأنام. ولكم أن تُحسنوا الظن فيهم وتنزّهوهم عن السيئات. ﴿۵۶﴾
تمہارا اختیار ہے کہ تم ان کی نسبت نیک گمان کرو اور بدکرداریوں سے اُن کی بریت ثابت کرو۔
ولكن بأى العلامات؟ أتخافون أنهم يحفظون حرم اللّٰه و
لیکن کن علامتوں سے تم ایسا دعویٰ کروگے۔کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم اور
حرم رسوله كالخدّام؟ كلا. بل الحرم يحفظهم لادّعاء
محافظ ہیں۔ایسا نہیں بلکہ حرم انہیں بچا رہا ہے اس لئے کہ وہ اسلام اور رسول خدا کی
الإسلام وادّعاء محبة خير الأنام. وقد حقّت العقوبة لو لم
محبت کے مدعی ہیں۔ اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں تو سزا سر پر کھڑی ہے۔
يتوبوا إلى اللّٰه المقتدر العلام. فمن فيكم يُذكّرهم بأيام اللّٰه
سو تم میں کوئی ہے جو انہیں بُرے دنوں سے ڈرائے۔
ويُخوّفهم من سوء الأيام؟ ألا ترون أن الإسلام قد تكسّر من دهر
تم دیکھتے نہیں کہ اسلام بیدادگر زمانہ کے ہاتھوں سے

هـاضٍ. وجـور فـاضٍ. وإن الـفتـن مـطـرت عـليه ولا كمطر الوابل.
چُور ہو گیا ہے اور موسلا دھار مینہ کی طرح فتنے اس پر برس رہے ہیں۔
وقـــام لـصيـده أفـواج الـعـدا كـالـحـابـل. ومـا بـقـى شـيء
اور دشمنوں کی فوجیں شکاری کی طرح اس کے پھانسنے کو آمادہ ہیں۔اور اب
تسـر الـقـلـوب. وتـدرأ الـكـروب. وظهـر الـمسـلـمون كعُطاشى
ایسی کوئی بات نہیں جو دِلوں کو خوش کرے اور دُکھوں کو دور کرے۔اور مسلمان جنگل کے
فـي فـلـوات. وكـمثـل مـرضٰـى عـنـد سكـرات. ومـا بـقـى
پیاسے یا اُس مریض کی طرح ہیں جو سانس توڑ رہا ہو۔ذری سی
فيهـم إلا رمق حيـاة. أو قـطـرة مـن فرات. أو قشـرة مـن ثـمرات.
جان اُن میں رہ گئی ہے۔ اور
وإنهـم قـد ابتـلـوا بـأنـواع أمـراض. وأقسـام أعـراض. وفسـد
طرح طرح کی بیماریوں میں گرفتار ہیں۔ اور
مَا ظهـر ومـا بـطـن. ووهـن مـن جـهـل ومـن فـطـن. وتعـامـى من
ظاہر اور باطن بگڑ گیا۔ اور نادان اور دانا بودے ہو گئے۔ اور مسافر
تـغـرّب ومـن قـطـن. وغـابـت الأيـام الـغُـرّ. ونابت الأحداث الغبر.
اور مقیم اندھے بن گئے اور اچھے دن دُور ہوگئے اور بُرے دن آ گئے
وغُيّـر الـديـن وقـرب إلـى تـلـف. وصـار بحره كجلف. وآثر الناس
اور دین تبدیل ہو کر تلف ہونے پر آ گیا اور اس کا دریا خالی مٹکے کی طرح ہوگیا اور
عـلـى الـصـدق الأراجيف. وعـلـى الـقـصـر الـمـنيف مـن الـحـق
لوگوں نے صدق پر جھوٹی نکمی باتوں کو اور حق کی عالی شان عمارت پر ٹٹّی کو
الـكـنيف. ولـمـا ضـلـوا مـا بـقـى مـعـهـم دنياهم وآنسوا التكاليف.
اختیار کرلیا۔اور گمراہ ہونے کے بعد دنیا بھی جاتی رہی اور مصیبتیں دیکھیں

﴿۵۷﴾

ووِدّعوا مع توديع الصرف والعدل الذهب والصريف. وهذا
اور عدل اور انصاف کو چھوڑ کر سونے چاندی کو بھی کھو بیٹھے اور
أمر لا يخفى على ابن الأيام. والمطّلع على نار تضرّمت فى
یہ باتیں پوشیدہ نہیں ایسے پر جو زمانہ سے واقف اور اُس آگ کو جانتا ہے جو
الخواص والعوام. فاليوم ليالى المسلمين محاق.
خاص اور عام کو جلا رہی ہے۔سو آج مسلمانوں کی راتیں چاند کے ڈوبنے کی راتیں ہیں
وعليها من النظارة أطواق. ومن الزحام أطباق. فقوم يمرّون
اور مختلف مذاق کے لوگ نظارہ کر رہے ہیں۔بعض لوگ تو مسلمانوں پر ہنسی
على المسلمين ضاحكين. وآخرون ينظرون
اُڑاتے گزرجاتے ہیں اور بعضے روتے ہوئے ان کی طرف دیکھتے ہیں۔
إليهم باكين. وترون أن القلوب قست. والذنوب كثرت.
اور تم دیکھتے ہو کہ دل سخت ہو گئے ہیں اورگناہ بڑھ گئے ہیں۔اور سینے تنگ
والصدور ضاقت. والعقول تكدّرت. وعمّت الغفلة
ہو گئے اور عقلیں تیرہ و تار ہوگئیں اور غفلت اور سُستی اور
والكسل والعصيان. وغلبت الجهالة والضلالة و ﴿۵۸﴾
عصیان کی ترقی اور جہالت اور گمراہی اور فساد کا غلبہ ہو گیا ہے اور
الطغيان. وما بقى التقوى وخطفه الشيطان. ولم يبق فى القلوب
تقویٰ کانام و نشان نہیں رہا۔اور دِلوں میں وہ نور جس سے ایمان کو
نور يقوى منه الإيمان. ونجس الأبصار والألسن والآذان.
قوت ہو نہیں رہا اور آنکھیں اور زبانیں اور کان پلید ہوگئے ہیں اور اعتقاد
وفسدت الاعتقادات. وسُلبت الدرايات. وظهرت الجهلات. و
بگڑ گئے اور سمجھیں چھینی گئیں اور نادانیاں ظاہر ہوگئی ہیں اور

العمايات. ودخل الرياء في العبادة. والخيلاء في الزهادة.
عبادت میں نمود اور زہد میں خود بینی داخل ہو گئی ہے۔ بدبختی نمودار ہوگئی
وظهرت الشقاوة وانتفت آثار السعادة. ولم يبق التحابب و
اور سعادت کے نشان مٹ گئے ہیں اور محبت اور اتفاق جاتا رہا اور بغض اور پھوٹ
الاتّفاق. وظهر التباغض والشقاق. وما بقى ذنب ولا جهالة
پیدا ہوگئی ہے اور کوئی گناہ اور جہالت نہیں جو مسلمانوں میں نہیں اور کوئی ظلم اور گمراہی
إلا وهو موجود في المسلمين. ولا ضيم ولا ضلالة الا
نہیں جو ان کی عورتوں اور مردوں اور بچوں میں نہیں۔ خصوصاً ان کے امیروں نے راہ
وهو يوجد في نسائهم والرجال والبنين. سيّما أمراء هم
حق کو چھوڑ دیا ہے یا بیٹھ گئے ہیں یا ایک لنگڑے کی طرح چلتے ہیں اور بعضے تو سب
تركوا الصراط أو قعدوا أو مشوا كالذى عرَج. وترى
مُردوں اور زندوں سے زیادہ ستم گر ہیں اور خدا کا امر اُن کے آگے پیش کیا گیا اور وہ
بعضهم أظلم ممّن دبّ ودَرَجَ. وعُرِضَ عليهم أمر الله فسكتوا
گونگوں کی طرح چپ ہوگئے اور سب سے پہلے حق کے منکر ہوئے۔ اسی سبب سے خدا
كأخرس. وصاروا أوّل من كفر بالحق وتدلّس. ولذالك أُخِذَ الناسُ
نے انسانوں پر طاعون بھیجی اور جانوروں اور چارپایوں پر خشک سالی۔ اور نشان ظاہر
بالطاعون والعجماوات بالموتان. وظهرت الآيات فما قبلوها فنزل ﴿۵۹﴾
ہوئے پر انہوں نے قبول نہ کیا۔ سو خدا کا غضب اُترا۔ اور جب انہوں نے عذاب
سخط الرحمان. و لما رأوا العذاب قالوا إنّا تطيّرنا بك وبكذبك
دیکھا کہنے لگے کہ تیرے وجود کو ہم نجس سمجھتے ہیں اور یہ طاعون تیرے جھوٹ کی وجہ سے
جاء الطاعون. قيل طائركم معكم أئن ذُكّرتم بل أنتم قوم مسرفون.
پھیلی ہے۔ کہا گیا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تم کو یاد دلایا جائے

وما أرسل اللّٰه من رسول إلا وأرسل معه عذاب من السماء والأرض
بلکہ تم حد سے نکلنے والے لوگ ہو۔ اور خدا نے کوئی رسول نہیں بھیجا جس کے ساتھ آسمان اور زمین سے
لعلهم يرجعون. وكذالك كان النغف فی زمن المسيح عذابا موقتا
عذاب نہ بھیجا گیا ہو اس لئے کہ وہ باز آئیں۔ اسی طرح حضرت مسیح کے زمانہ میں بھی پھوڑا نکلتا تھا
وإن فی ذالک لآية لقوم يتدبّرون. ألا ينظرون كيف حفظ اللّٰه هذه
جو ایک موقت عذاب تھا اور اس میں غور کرنے والے کے لئے نشان ہے۔ دیکھتے نہیں کہ کیسی
القرية وصدق وعده وجعلها أرضا آمنة. ويؤخذ الناس من حولها.
حفاظت کی اللہ نے اس گاؤں کی اور اپنے وعدہ کو سچا کیا اور اس زمین کو امن والی کر دیا۔ اور اس کے
إن فی ذالک لآية لقوم يتفكّرون. ألا ينظرون كيف ارى الطواعين
آس پاس کے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس میں سوچنے والے کے لئے نشان ہے۔ کیا نہیں دیکھتے
نواجذها فی قُرًی أخرٰی. وأوی اللّٰه إليه هذه القرية ليتم
کہ ہر یک قسم کے طاعون نے دوسرے دیہات میں کیونکر اپنے دانت دکھلائے ہیں اور اس گاؤں کو
وعدًا أُشيع من قبل فی الورٰی. ومن أصدق من اللّٰه قيلا.
خدا نے اپنے میں لے لیا تا کہ اس وعدہ کو پورا کرے جو اس سے پہلے شائع کیا گیا اور خدا سے زیادہ
ففكّر إن كنتَ بالتقوی تتحلّی. ووالله إنها آية عظمٰی لأناس
راست گو اور کون ہے۔ پس فکر کر اگر تُو پرہیزگار انسان ہے۔ اور بخدا یہ بڑا نشان ہے سوجاکھوں کے
يُبصرون. فاسألوا الذين رأوها ويرونها إن كنتم لا تعلمون. ولا
لئے۔ سو تم ان کو پوچھو جنہوں نے یہ نشان دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں اگر تمہیں علم نہیں اور تم اپنے
تتّبعوا شياطينكم وتوبوا إلى اللّٰه ايها المُكذّبون. ألا تتنبّهون وقد
شیطانوں کی پیروی مت کرو اے وے لوگو جو تکذیب کر رہے ہو۔ کیا تم خبردار نہیں ہوتے اور بہ تحقیق
صُبّت المصائب عليكم وعلٰی ملوككم أيها المعتدون.
خدا کی طرف رجوع کرو۔ کیا تم متنبہ نہیں ہوتے اور تم پر اور تمہارے بادشاہوں

﴿۶۰﴾

وظھـر الادبـار. ومـا بقـى لهـم العيـش النضيـر ولا النضـار. و
اور امیروں پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور ادبار آ گیا اور پُرلطف زندگی اور زر نہیں رہا۔اور
تـرى أكثرهـم بـادى المترتبة☆ كـمـاء يغـور أو كـرجـل يغار. ثم
بہتیرے سخت مفلس ہوگئے ہیں اُس پانی کی طرح جو خشک ہو جاتا یا اس آدمی کی طرح جس پر
صـالـت عـليهـم طـوائف القسـوس فـى اليـوم المنحوس فدخل
ڈاکہ پڑتا ہے۔اس کے علاوہ پادریوں کے گروہ نے منحوس دن میں اُن پر حملہ کیا اور بہت سے
كثيـر مـن الـنـاس فـى الـملّة الـنصـرانية. وصـاروا أعداء اللّٰه
لوگ عیسائی ہوگئے اور خدا اور رسول کریم کے دشمن ہوگئے۔سو اب مجھے بتاؤ کہ تمہارے
وأعـداء رسـولـه خيـر البـريّة. فـأرونـي أى ملك من ملوككم صنع
بادشاہوں سے کس بادشاہ نے اس طوفان کے وقت کشتی بنائی بلکہ وہ خود بھی ڈوبنے والوں کے
فـلـكـا عـنـد هـذه الطوفان. بل أُغرقوا مع المغرقين. وقلّم أظفارهم
ساتھ ڈوب گئے اور زمانہ کی قینچی نے ان کے ناخن قلم کر ڈالے اور ان کے منہ کو گرد و غبار نے
مـقـراض الـزمـان. ورهـق وجـوهـم الـقتـر. وانتزف ماء هم الدهر.
ڈھانک لیا اور زمانہ نے اُن کا پانی خشک کر دیا اور اقبال ان سے الگ ہوگیا۔اور انہوں نے
وفـارقهـم الاقبـال. واحتـالـوا فـمـا نفعهم الاحتيال. وظهرت فتن ما
حیلے تو کئے پر اُن سے کچھ نفع نہ پایا اور ایسے فتنے آشکار ہوئے کہ وہ اپنی کمیٹیوں اور پارلیمنٹوں
كـانـوا أن يُـصلحوها بالشورٰى والمنتدٰى. ولا بتجمير البعوث على
کے ذریعہ اور دشمنوں کی سرحدوں پر فوجوں کی چھاؤنی ڈال دینے کے وسیلہ ان کی اصلاح نہ
ثـغـور الـعـدا. وربـمـا تقلّدوا أسلحة. بعثوا جنودًا مُجنّدة. فما كان
کر سکے۔ بسا اوقات انہوں نے ہتھیار سجائے اور بڑے بڑے لشکر بھیجے مگر نتیجہ سوائے شکست
مـآلهـم إلا الـخـزى والهـزيـمة. والهـوان والـذلة الـعظـيـمة. ومـا
اور بڑی ذلت کے کچھ نہ ہوا۔ان کے وجود سے شریعت

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت ہے۔درست الْمَتْرَبَةِ ہے(ناشر)

﴿۶۱﴾

نفع وجودهم الشريعة الغرّاء. بل تدثّر الإسلام ظالعا ذا عدواء. فی
روشن حقہ کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا۔ بلکہ اسلام لنگڑے مریل متعدی مرض والے اونٹ پر سوار ہو کر
أرض متعادية موات مرداء. بما كان الملوك فی سجن الأهواء.
ایسی زمین میں چلا جس میں نہ سبزہ ہے اور نہ پانی ہے اور سخت ناہموار ہے اس لئے کہ بادشاہ
كالمحبوس. وعبدة نار الشهوات كالمجوس. ومن كان راتعا فی
خواہشوں کے جیل میں بند ہیں اور مجوسیوں کی طرح خواہشوں کی آگ کے پرستار ہیں۔ اور
الأجمة الشيطانية. ما له وللرياض الرحمانية؟ فأری الدين فی زمنهم
جو شخص شیطانی بیشوں میں چرتا چگتا ہو اسے رحمانی باغوں سے کیا سروکار۔ میرے نزدیک اُن
كمثل جسم ثارت به من الداخل حصبة ودماميل وأنواع البثرات.
کے وقت میں دین کی مثال اس جسم کی طرح ہے جس پر اندر سے تو چیچک اور پھوڑے اور
وجرحه من الخارج كثير من المدی والقنا والمرهفات. وأُجِبَّ
پھنسیاں نکلے ہوں اور باہر سے چھریوں اور نیزوں اور تلواروں نے اُسے زخمی کیا ہو۔ اور اس
زرعه المخصب. وأُحرق عذيقه المرجّب. وكان فی زمان
کے سرسبز کھیتوں میں ردّی نکمی چیزیں اگتی ہوں۔ اور اس کے اعلیٰ درجہ کے کھجور کے درخت جلا
كحديقة ترتع النواظر فی نواضرها. ويصقل الخواطر
دیئے گئے ہوں۔ اور کبھی وہ ایسا باغ تھا کہ آنکھیں اس کے سرسبز نونہالوں کو دیکھ دیکھ خوش
بشيم مواطرها. وأمّا اليوم فهو كشجرة اتخذت الخفافيش
ہوتیں۔ اور اس کے ابر وباراں کو دیکھ کر دلوں کو جلا اور تازگی ملتی تھی۔ لیکن وہی آج اُس درخت کی مانند
أوكارها فی أظلالها. وكعين ما بقيت قطرة من زلالها. واشمعلت
ہے جس کے سایہ میں چمگادڑوں نے گھونسلے بنائے ہیں اور اس چشمہ کی مانند ہے جس کے خوشگوار
للرحل كل شوكة وبركة كانت فی هذا الدين. وما بقی
پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہا۔ اور اس دین کی ہر شوکت اور برکت کوچ پر آمادہ ہو رہی ہے۔

إلا قصص من الآيات وقشرة من الكتاب المبين. وتراه كدارٍ مات
اور نشانوں کی نسبت کتھا کہانیاں رہ گئی ہیں اور کتاب مبین سے نرا پوست اور چھلکا رہ گیا
صاحبها. وقامت نوادبها. وهُدم جدرانها. وزُلزل بنّيانها. ﴿۶۲﴾
ہے۔اور وہ اس گھر کی مانند ہے جس کا مالک مرگیا ہے اور بین کرنے والیاں اس پر نوحے
فانظروا ماذا ترون طرق المداوات يا طوائف الأساة؟ أتجدون
کررہی ہیں اوراس کی دیواریں ڈھ گئیں اورعمارتیں کپکپائی گئیں۔اب بتاؤ اے طبیبو تمہارے
هٰؤلاء الأمراء. يدفعون تلك البلاء. أتتوقّعون من هذه الملوك
نزدیک علاج کا کیا طریق ہے۔کیا تمہاری رائے میں یہ امراء اس بلا کو دفع کر سکتے ہیں۔اور
أنهم يُطهّرون حديقة الدين من تلك الشوك. أو تزعمون
کیا تم امید کرتے ہو کہ یہ بادشاہ ان کانٹوں سے دین کے باغ کو پاک کرسکیں گے۔یا تم خیال
أن هذه الأمراض تَبرأ من الدول الإسلامية وبجهدهم
کرتے ہو کہ یہ بیماریاں اسلامی سلطنتوں اور ان کی معلوم کوشش سے اچھی ہو جائیں گی۔
المعلوم. كلا بل هو أمر أعسر من أن تتوقعوا الرطب الجنى
نہیں نہیں یہ بات اس سے زیادہ دشوار ہے کہ تم تھوہر سے تازہ کھجوروں کی امید رکھو
من الزقّوم. وكيف وهم فى غشية الوجوم. وكيف يرفعون
اور ان سے کیا توقع کی جائے اور وہ تو بڑے پتھروں کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور
رأسهم وهم تحت ألوف من الهموم. والحق والحق أقول ان هذه
وہ کیونکر سر اٹھائیں اور وہ ہزاروں غموں کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔مَیں
آفات ليس دفعها فى وُسع الملوك والأمراء. أيهدى الأعمٰى أعمٰى
سچ سچ کہتا ہوں کہ ان آفتوں کا دفع کرنا بادشاہوں اور امیروں کا مقدور نہیں۔
آخر يا ذوى الدهاء ؟ ثم إن هذه الملوك وإن
کیا کبھی اندھا اندھے کو راہ بتا سکتا ہے۔اے دانشمندو۔علاوہ بریں اگرچہ یہ بادشاہ

كـانـوا مـن الـمسـلـميـن أو مـن الـمـخـلـصيـن الـمواسين. ولكن
مسلمان یا مخلص ہمدرد بھی ہوں۔لیکن پھر بھی ان کے نفوس پاک کاملوں کے نفوس
ليسـت نـفـوسهـم كـنـفـوس الكـاملين المـطهّرين. ومـا أُعطَى
کی مانند نہیں ہیں۔اور مقدسوں کی طرح انہیں نور اور جذب نہیں دیا جاتا۔اس لئے کہ
لهـم نورٌ وجذبٌ كا لـمقدّسين. فإن الـنـور لا يـنـزل قط من السماء
نور آسمان سے اسی دل پر اترتا ہے جو فنا کی آگ سے جلایا جاتا ہے۔
إلّا عـلـى قـلـب أُحـرِق بـنـيـران الـفـنـاء . ثم أُعْطِي من حُبّ شغفه و ﴿۶۳﴾
پھر اُسے سچی محبت دی جاتی ہے اور رضا کے چشمہ سے اُسے غسل دیا جاتا اور
غُسِلَ من عين الرضاء . وكُحل بكحل البصيرة والصدق والصفاء .
بینائی اور سچائی اور صفائی کا سرمہ اس کی آنکھوں میں لگایا جاتا ہے۔پھر اسے برگزیدگی
ثـم كُسِـيَ مـن حُـلـل الاجتبـاء والاصـطـفـاء . ثم وُهِـبَ لـه مقـام
کے لباس پہنائے جاتے ہیں۔اور پھر اسے بقا کا مقام بخشا جاتا ہے۔اور جو آپ ہی
البـقـاء . وكيف يُـزيـل الـظـلـمة مـن هو قاعد في الظلمات؟ وكيف
اندھیرے میں بیٹھا ہو وہ اندھیرے کو کیونکر دور کرسکتا ہے۔اور جو آپ ہی لذات کے تختوں پر
يـوقـظ مـن هـو نـائـم عـلـى أرائك الـلـذّات. والـحـق إن ملوك
سوتا ہو وہ کسی کو کیا جگا سکتا ہے۔اور حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ
هـذا الـزمـان ليسـت لهـم مـنـاسبة بـالأمـور الروحانية. وقد صرف
کے بادشاہوں کو روحانی امور سے کوئی مناسبت نہیں۔خدا نے
الـلّـه هـمـمهـم إلـى السيـاسـات الـجسـمـانية. ونصبهم بمصلحة
ان کی ساری توجہ جسمانی سیاستوں کی طرف پھیر دی ہے۔اور کسی مصلحت سے
مـن عـنده لحماية قشرة الـمـلّة. وقيّـد لـحظهم بالأمور السياسية.
انہیں اسلام کے پوست کی حمایت کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔سیاسی اُمور ہی ان کے پیشِ نظر

فـمـا لهـم لـلـلـبّ والـحـقـيـقة. وليسـت فـرائـضهـم أزيـد مـن أن
رہتے ہیں۔پس انہیں مغز اور حقیقت سے کیا نسبت۔اُن کا فرض اس سے زیادہ نہیں کہ اسلام
يُـحسـنـوا الانـتـظـام لـحـفـظ ثغـور الإسـلام. ويتـعـهـدوا ظـواهـر
کی سرحدوں کی نگہداشت کا اچھا انتظام کریں۔اور ظاہر ملک کی خبر گیری کر کے دشمنوں کے
الـمـلک ويـعـصـمـوه من بـراثن الأعـداء الـلـئـام. وأمّـا بواطن
پنجوں سے اسے بچائیں۔رہے لوگوں کے باطن اور ان کا پاک کرنا میل کچیل سے۔اور بچانا
الـنـاس. وتـطـهيـرهـا مـن الأدناس. وتنجية الخلق من شر الوسواس
لوگوں کو شیطان سے۔اور نہ ان کی نگہبانی کرنا آفتوں سے دعاؤں کے ساتھ اور
الخنّاس. وحفظهم مّن الآفات بعقد الهمّة والدعوات. فهذا أمر أرفع ﴿۶۴﴾
عقد ہمت کے ساتھ سو یہ معاملہ بادشاہوں کی طاقت اور ہمت سے باہر اور
مـن طـاقة الـملوک وهممهم كما لا يخفى على ذوى الحصاة. وما
بالا تر ہے اور دانشمندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔اور بادشاہوں کو مُلک کی باگ
فُوّضَ زمام الملک إلى أيدى السلاطين. إلا لحفظ الصور الإسلامية
اس لئے سپرد کی جاتی ہے کہ وہ اسلامی صورتوں کو شیاطین کی دستبرد سے
مـن بـطـش الشيـاطـيـن. لا لتـزكيةالـنفوس وتنوير العمين. فما كان
بچائیں۔اس لئے نہیں کہ وہ نفوس کو پاک صاف کریں اور آنکھوں کو نورانی بنائیں۔
مبـلـغ جهـدهـم إلا أن تـدفـع إليهـم الـخـراج بـالجبر أو التراضى.
اصل میں ان کی بڑی کوشش یہی ہے کہ ان کو طوعاً وکرہاً خراج دیا جاوے اور ان کے
ويـرتـب الـديـوان الـذى تُـحـصٰـى فيـه مـقـادير الأراضـى. وان
ہاں ایسے دفتر مرتب ہوں جن میں زمینوں کی مقداریں ضبط رہیں۔اور دشمنوں
تهيّـأ جنود بـحذة عسـاكـر الأعـداء . وأن يـنصب فوج للسياسات
کی فوجوں کے مقابل فوجیں آمادہ اور آراستہ رہیں۔اور اندرونی سیاست اور امور انتظامیہ

الداخلية وفصل الأحكام والقضاء والإمضاء . فإن تطلبوا
کے لئے ایک فوج مقرر کی جائے۔سو اگر تم ان سے نفسوں کی
منهم خدمة اصلاح النفوس. وتهذيب الأخلاق والتنجية
اصلاح کی اور اخلاق کے آراستہ کرنے کی اور پادریوں کے
من أوهام القسوس. فذالک أمر أرفع من همهم و
اوہام سے بچانے کی خدمت چاہو تو یہ کام ان کی ہمت اور دانش سے بالا تر ہے۔
دهائهم. ومنارٌ أسنى من بنائهم. بل هم قوم مشتغلون بالإصلاح
اور یہ ایسا منار ہے جواُن کی عمارت سے بہت رفیع الشان ہے۔ بلکہ وہ لوگ مادی اور سیاسی
المادى والسياسى. فما لهم وللإصلاح العلمى والعملى.
اصلاح میں مشغول ہیں انہیں علمی اور عملی اصلاح سے کیا مناسبت اور کیا تعلق۔
فحاصل الكلام انّ الملوک والأمراء لا يقدرون على ﴿۶۵﴾
بادشاہوں اور امیروں کو قدرت نہیں کہ بری خواہشوں کو دور کرسکیں۔اوروہ کیونکر
أن يزيلوا الأهواء . وكيف يهدون غيرهم وهم يمشون كناقة
دوسروں کوراہ دکھائیں جبکہ وہ آپ ہی اندھی اونٹنی کی طرح چلتے ہیں۔ٹیڑھے دل سے کیا توقع
عشواء . وكيف يُتَوَقّع من قلب زايغ أن يُقوّم نفسًا ذات عدواء.
ہوسکے کہ وہ کسی بیمار جان کوسیدھا کرے گا اور بدبختوں کو نیک بخت کرے گا اورلڑکھڑانے والے
وأن يُسعد الأشقياء ؟ وأن يأخذ بيد المتخاذلين. ويقود الضعفاء.
کا ہاتھ پکڑے گا۔اور کمزوروں کی رہبری کرے گا۔اور اندھوں کی
وأن يفتح عيون العمين وأن يرفع حجب المحجوبين؟ بل ملوک
آنکھیں کھولے گا اور محجوبوں کے پردے دور کرے گا بلکہ اسلام کے
الإسلام فى هذه الأيام كالسكارى أو الأسارى. أو القمر
بادشاہ آج کل متوالوں یا قیدیوں کی طرح ہیں یا گہنائے ہوئے چاند کی

المنخسف بين هالة النصارى. فكيف يصدر من عضدهم
طرح ہیں ہالہ میں۔سو ان کے بازو سے جنگی بہادروں کا
فعل من بارز وبارٰى؟ بل هم قعدوا فى البيوت
کام کیونکر نکل سکے۔بلکہ وہ تو بیٹھے ہوئے ہیں گھروں میں جیسا کہ عذارٰی۔
كالعذارٰى. ثم من معائب هذه الملوك أنهم لا
اس کے علاوہ ان میں یہ عیب بھی ہے کہ وہ عربی زبان کی اشاعت نہیں کرتے
يشيعون العربية. ويشيعون التركية أو الفارسية. وكان من
اور ترکی یا فارسی زبان کی اشاعت کرتے ہیں اور واجب تھا کہ اسلامی شہروں میں
الواجب أن يُشاع هذه اللسان فى البلاد الإسلامية. فإنه
عربی زبان پھیلائی جاتی۔اس لئے کہ وہ زبان ہے اللہ کی اور اس کے
لسان اللّٰه ولسان رسوله ولسان الصحف المطهّرة. و
رسول کی اور پاک نوشتوں کی۔ اور ہم تعظیم کی نگاہ سے اُن مسلمانوں کو
لا ننظر بنظر التعظيم إلى قوم لا يُكرمون هذا اللسان. ولا ﴿۶۶﴾
نہیں دیکھتے جو اس زبان کی تعظیم نہیں کرتے اور نہ ہی اسے اپنے شہر میں پھیلاتے ہیں اس لئے
يشيعونها فى بلادهم ليرجموا الشيطان. وهذا من أوّل أسباب
کہ شیطان کو پتھراؤ کریں اور یہ بڑا سبب ہے ان کی تباہی کا اور ان کے وبال کا
اختلالهم. وأمارات وبالهم. فإنهم تمايلوا على دمنة من حديقة
نشان ہے۔اس لئے کہ وہ ستھرے باغ کو چھوڑ کر گوبر کے دمنہ پر جھک پڑے ہیں۔اور
مطهّرة. ونبذوا من أيديهم حريبتهم ومزّقوا عيبتهم. واستبدلوا
اپنے ہاتھوں سے اپنا مال پھینک دیا ہے۔اور اپنا تھیلا (جس میں مال اسباب رکھا جاتا ہے)
الذى هو أدنى بالذى هو أرفع وأعلٰى. وشابهوا قوم موسٰى.
پارہ پارہ کر دیا ہے اور ادنیٰ کو اعلیٰ کے بدلہ لے لیا ہے اور یہودیوں کی مانند ہو گئے ہیں۔اور اگر

ولو أرادوا لجعلوا العربية لسان القوم. ولو سلكوا هذاالمسلك
چاہتے تو عربی کو قومی زبان بناتے۔اس لئے کہ عربی زبان تمام
لعُصموا من اللوم. فإن العربية أم الألسنة. وفيها أصناف العجائب
زبانوں کی ماں ہے۔ اور اُس میں قسم قسم کے
وودائع القدرة. فمثل رجل مسلم يترك العربية ويُفضّل عليها
عجائبات اور قدرت کی امانتیں ہیں۔سو مثال اس شخص کی جو عربی زبان کو چھوڑتا اور
ألسنة أخرى كمثل دنيء يتمشش الخنزير ويترك طعاما هو أطيب
دوسری زبانوں کواس پر ترجیح دیتا ہے۔اس پست ہمت کی مثال ہے جواچھے ستھرے کھانے کو
وأحلى. فلا شك أن التركيّة والفارسيّة تصدت لهم كطرّار نقصت
چھوڑ کر خنزیر کی ہڈیوں کا گودا کھاتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ ترکی اور فارسی نے
دينهم وخلست ما لهم. أو كذئب افترست عنقهم ومزّقت
ایک کیسہ بر کی طرح ان کے دین کو کم کردیا اور مال اڑا لیا ہے۔ یا بھیڑیے کی
اقبالهم. وأضرّت دنياهم ومآلهم. وجعلهم كالكحل ﴿۶۷﴾
طرح ان کے رئیسوں کو پھاڑ کھایااوران کے اقبال کو چاک کردیاہےاوران کی دنیااورآخرت کو
سحقا. وكالطحن دقّا. وما نقول إلا حقّا. فقد كذَبَ من
نقصان پہنچایا ہے اور انہیں کُوٹ اور پیس کر سُرمہ اور آٹے کی طرح کر دیا
ذكرهم بحمد وفّاه. وبنشرٍ ملأ به فاه. وحسبهم خلفاء
ہے۔سو جھوٹ بولا اس نے جس نے ان کا ذکر تعریف کے ساتھ کیا اور ان کو
الله على الأرض وفسّق من أنكر دعواه. إنه يرتاد جفنة الجواد. لا
زمین پر خدا کے خلیفے سمجھا اور اپنے دعوے کے منکر کو فاسق ٹھہرایا۔ایسا شخص تو
خليفة البلاد. ويستقرى أن يرشح له ويسح عليه
نقدی اور بخشش کا طالب ہے اُسے خلیفہ خلافت سے کیا تعلق۔وہ تو اس بات کا طالب ہے کہ

بـكـلـمتيــه. ويـحـرز الـعيـن بـغض عينيـه. فالحق أن نسبة الخلافة
دو باتیں کیں اور انعام خطاب لے لیا اور اِس چشم پوشی سے اس کی غرض روپیہ کمانا ہے۔سو سچی
إليهــم خــلاف. و كــذب واعتســاف. هــذا حـــال السلاطين☆
بات یہ ہے کہ ان کو خلیفہ کہنا خلاف حق اور ظلم کی بات ہے۔اے نوجوانو یہ ہے حال بادشاہوں
أيهـا الـفتيـان. ونـذكـر بـعـد ذالک عـلماء هذا الزمان الذين يُعزَى
کا۔اب ہم زمانہ کے علماء کا حال بیان کرتے ہیں۔جن کی طرف
إليهـم الـفـضـل والـعـرفـان. والـلّـه الـمستعـان. ولا حـاجة إلـى
بزرگی اور معرفت کو منسوب کیا جاتا ہے۔اب اس سے آگے ترجمہ کی کوئی
التـرجـمة والتـرجـمان. فإنّهم يدّعون علم اللسان.
ضرورت نہیں۔اِس لئے کہ وہ خود زبان دانی کے مدعی ہیں۔

فی ذکر عُلماء هٰذاالزمان

لــمّــا ثبــت مــمّــا سبق مـن البيـان أن مـلـوک الإسـلام فـی هـذا الـزمـان لا يـطيـقـون أن يُصـلـحـوا الـمـفـاسـد التـی تـضـرّمت كـالنّيران. بقى لک حق أن تــقــول ان هــذه الـفتـن قـد تـولّـدت مـن جهـل الـجهـلاء. وستـنـعـدم مـن تـعـليـم الـعـلـمـاء. فـإنهـم ورثـاء الـنـبـی وكـمـاة هذا الميدان. وإنهم مُنوّرون بـنـور الـعـلـم فيُـرجـى مـنهـم أن يُـصـلـحـوا مــا لم يُصلحـه سلاطين البلدان. ﴿۶۸﴾

☆ ليس مرادنا ههنامن ذكر ملوک الاسلام ان كلهم ظالمون.او كلهم مفسدون بـل بـعـضهـم صـالـحون.لايظلمون الناس ويرحمون كماهوسلطان الروم ونثنى عـليــه لبـعـض خـليـفة الـمـعـلـوم. بيد ان امــر الـخـلافة امــر عسيــرولايعطى الالبـصيـرلالضرير.وماعطى هٰذاالسهم لكل كنانةٍ.وان كانوا ذا مرتبة ومكانةٍ.منه

فـاعـلـم أنـى طـالـما حضرت مجالس هذه العلماء. وخلوت بهم كالأحبّاء. وربـمـا جـئـت بـعـضهـم بـزىّ نـكرته كالغرباء. أو الجهلاء. وجرّبتهم عند مـحبّتهـم والشحناء. والبؤس والرخاء. وعلمت دخلة أمرهم ومبلغ هممهم ومـا عـنـدهم من الاتّقاء. فظهر علىّ أن أكثرهم للإسلام كالدّاء لا كالدواء. ولـلـديـن كالهجوم المظلم والهوجاء. لا كالسراج المنير والضياء. جمعوا كل عيب فى السيرة والمريرة. ولطّخوا أنفسهم بالمعايب الكثيرة. يجلبون أموال الـنـاس إلـى أنـفسهـم من كل مكيدة. بأى طريق اتفق وبـأى حيلة. يـقـولـون ولا يـفـعـلـون. ويـعـظـون ولا يتـعظون. ويتمنّون أن يحصدوا ولا يـزرعون. قـلـوبهـم قـاسية وألسـنهـم مفحشة. وصدورهم مظلمة وآرائهم ضـعيفة. وقرائحهم جـامدة.وعـقـولهـم نـاقصة. وهممهم سافلة وأعمالهم فاسدة. ما ترى نيتهم فيمن خالفوه من غير أن يُفيضوا فيه بأى حيلة يُكفّرونه أو يـؤذونـه. وفـى مـالـه الذى يُرجى حصوله بأى طريق يأخذونه. ويتكبّرون بـعـلـم قـلـيـل يسير. وليسوا إلا كحمير ☆. يـأمـرون الـنـاس بترک الدنيا وزخـرفهـا ثـم يـطـلبـونهـا أزيـد مـن الـعـوام. ويسعون أن يتعـاطوهـا ولو بـطـريـق الـحـرام. يـنتهزون مواضع صدقات الأمراء. فإذا أُخبِروا فوافوهم فـى الـطـمـريـن كـالـغـربـاء. ويسألـون إلـحـافًـا ولـو لُكِموا لكمةً. أو ثُنّىَ عـليهـم بـلـطـمة. يتبعـون الـجـنـائـز ولـكن لا للصلواة. بل للصدقات. لا يـقبـلـون الـحق ولا يـفهـمـونـه ولو كان بيان يُسمع الصم. ويُنزل العصم. الـجبـن مـن صـفــاتهـم.وطيــر الأهواء فـى وكنـاتهم. البـخـل فـطـرتهم و

☆الحاشية:ليس كلامنا هٰذافى اخيارهم بل فى اشرارهم.منه

الحسد ملّتهم. وتحريف الشريعة شرعتهم. هم عند الغضب ذياب. وفى وقت الأكل دواب. ليس سخطهم ولارضاهم إلا لنفوسهم الأمّارة. وليس ذكرهم وتسبيحهم إلا للنظّارة. انظر إليهم فى المجامع ولا تنظر إليهم فى الخلوة.لترى السبحة فى أيديهم ولا ترى فعلا آخر يفسد ظنّک فى هذه الفرقة. يُكرهون الناس ليدفعوا إليهم مما هو عندهم من الدرهم أو الكساء. وإن بلغهم المتربة إلى فِناء الفَناء. يحسبون أنفسهم مالک رقاب الناس. إن شاء وا يُسمُّوهم ملا ئكة وإن شاء وا يسموهم إخوان الخنّاس. إن كانت عندهم شهادة فلا يصدقون. وإن يُستفتوا فلطمع قليل يكتمون الحق ويكذبون. يؤمّون الناس فى صلواتهم كالمستأجَرين. بل ترى بعضهم يأكل أوقاف المساجد من غير حق ويُتلف حقوق المساكين. ويأبى أن يؤمّ غيره ويقول هذا مسجدى أؤمّ فيه من الستين. وإن كان غيره أفضل منه وأعلم ومن المتّقين. بل وإن كان الناس يكرهون إمامته ويعدّونه من الفاسقين. ويُرافع الى الحكّام إن عُزِلَ من إمامة المسجد طمعا فيما وُقف عليه من العسجد. وترٰى بعضهم لو اطّلعوا على مال كسبتَه أو كنز أصبتَه. جمعوا عليک كاذبة. وجاء وک كأحبّة. ثم لا يبرحون فناء دارک. حتى يأكلوا من ثمارک. وتجد قلوب أكثرهم كالأرض التى أجدبت وكانت من أردء أقسام حرة. لا تنبت نباتا حسنا وما ترى منها من غير مضرّة. لا يوجد فيهم أثر حلم بل سبقوا السباع بحدّة الأسنان. وأسلّة اللسان. يأتونكم فى جلود الضأن. وهم ذياب مفترسة بأنواع البهتان. بشرط أن لا يعرض عليهم ترس العقيان.

﴿۶۹﴾

یـخـرجـون عـلـی الـنـاس بدنیّة تقلّسوھا. وفوطة تطلّسوھا. وعمامة تعمّموھا. وجبّة جـمّـلوھا. وکتب حملوھا. وزُغُب شملوھا. ھذا ما یُظھرون. وذالک ما یعملون. خـرجـوا فی طلب الدنیا ونسوا الدار التی إلیھا یرجعون. وإذا قیل لھم أتأکلون رزقـا فیـه شبھة قـالـوا لا بأس علینا إنّا لمضطرّون. ولیسوا بمضطرین وإن ھم إلا یکذبون. ترکوا دار الأمن من التقوی. وحلّوا بأرض فیھا یُغتال الناس ویُـخطفون. یـؤتـون نـض الإیـمـان لـلـرغفان. ویتمایلون علی المجان. وتکتب أیـدیھم فتاوی الزور والبھتان. ویجبح إیمانھم درھم أو درھمان. یمنعون الناس مـن الـحـق ویـوسـوسـون کـالشیـطان. وإذا رأوا أوانی نظیفة فیھا ألوان أطعمة. سقطوا علیھا کأذبة. أو کأنسر علی جیفة. یستوکفون الأکف بالوعظ المخلوط بـالبـکـاء. ویستـقـرون الصید بتقمّص لباس الفقھاء. ما بقی شغلھم إلا المکائد. وکـمثـلھـم أیـن الصـائد. ولـذالک نُـحِتَـت کتـب السـمر لإراءة أعـمـالھم. وبُیِّـنَ فـی الـقـصـص الـفـرضیة حـقیـقة أحـوالھـم. فسـمــاھم بعض السـامـر بـأبی الفتح الاسکندری. والآخر بأبی زیدٍ ا لسـروجی. وما ھما إلا ھذہ العلماء. فـاعتبـروا یـا أولـی الـدھـاء.وإن الـذیـن نـحتـوا کـمثـل ھذہ القصص من عند أنـفسھـم مـا نـحتـوھـا إلا بـعـد مـا ارتـعـدت قـلـوبھـم مـن رؤیة تـلـک الـعـالـمیـن. واقشـعـرّت جـلـدتھـم مـن مشاھدة مکائد ھؤلاء المکّارین.و رأوا أنھـم قـوم آمـن بیـانھـم. وکـفر جنانھم. فأنشأوا مقامات تنبیھا للغافلین. وعزوا نشـأتھـا وروایتھـا إلـی رجـال آخـریـن. بـمـا کـانوا خـائفین من الخبیثین. و کذالک أدّوا شھادة کانت عندھم علی العلماء. ولو کانوا فی ھذا الزمن لأقرّوا بـمـکـائـدھـم ولـکـن مـا عـدّوھـم مـن الأدبـاء. فـإن العلمـاء الذین خلوا من

﴿۷۰﴾

قبل كان كلامهم لطيفًا. وإن كان دينهم رغيفًا. وأمّا المتصلّفون الذين تجدونهم فی زماننا فی كل بلدة كقطيع الغنم. فهم ليسوا إلا عبيدة الرغفان. لا من الأدباء ولا من أهل القلم. وما غُذّوا بلبان البيان. وما أُشرِبوا كأس الحجة والبرهان. يسكتون ألفًا وينطقون خلفًا. ليسوا متوغلين فی العلوم العربية. ولا مُرتوين من العيون الأدبية. كثر تكبّرهم. وقلّ تدبّرهم. لا يقدرون على نطق يفيد الناس. بل يزيدون بقولهم الشبهة والوسواس. إذا صمتوا فصمتهم ترک للواجب وصقع. وإذا نطقوا فنطقهم ميت ليس له وقع. قصرت همّتهم. وفترت عزمتهم. لا يعلمون الا الأمانی كاليهود. وليس صلواتهم من دون القيام والقعود. ما بقی لهم مسٌّ بمعضلات الشريعة. ولا دخلٌ فی دقائق الطريقة. ولو ﴿۱۷﴾ انتقدتهم لوجدت أكثرهم سقطًا وكالأنعام. وأيقنت أن وجودهم إحدى المصائب على الإسلام. تجدهم كزمع الناس فی الإفحاش. وكالكلاب فی الهراش. يحسبون كأنهم يُتركون سُدَى. وليس مع اليوم غدا. ما كان على الحق الغشاء. ولكن تغلّب عليهم الشقاء. عندهم تكفير الناس أمرٌ هيّنٌ. والاعتقاد بموت عيسٰى له وجه بيّنٌ. وتاللّٰه إنهم ما يقصدون فتح الإسلام. بل يقصدون فتح القسوس كالأعداء اللئام. ويتركون الدين فی الظلام. وينصرون عقيدةالنصارى بخزعبيلاتهم. وبهفوات آباء هم وجهلاتهم. وقد أُمِروا أن يتّبعوا الحَكَمَ الذی هو نازل من السماء. ولا يتصدّوا له بالمراء. فما أطاعوا أمر اللّٰه الودود. بل إذا ظهر فيهم المسيح الموعود. فكفروا به كأنهم اليهود. وقد نزل ذالک الموعود عند طوفان الصليب. وعند تقليب الإسلام كل التقليب. فهل

اتّبع العلماء هذا المسيح؟ كلا. بل اكفروه وأظهروا الكفر القبيح. وأصرّوا على الأباطيل وخدموا القسوس. فأخذهم القسوس وشجوا الرؤوس. وأذاقوهم ما يذيقون المحبوس. فرأوا اليوم المنحوس. سيقول السفهاء أن الدولة البرطانية أعانت القسيسين. ونصرتهم بحِيلٍ تُشابه الجبل الركين. ليُنصّروا المسلمين فما جريمة العالمين. والأمر ليس كذالک والعلماء ليسوا بمعذورين. فإن الدولة ما نصر القسوس بأموالها ولا بجنود مقاتلين. وما أعطتهم حريّة أزيَد منكم ليرتاب من كان من المرتابين. بل أشاعت قانونًا سواء بيننا وبينهم ولها حق عليكم لوكنتم شاكرين. أتريدون أن تُسيئوا إلى قوم هم أحسنوا إليكم والله لا يُحب الكفّارين الغامطين. ومن إحسانهم أنكم تعيشون بالأمن والأمان. وقد كنتم تُخطفون من قبل هذه الدولة فی هذه البلدان. وأمّا اليوم فلا يؤذيكم ذباب ولا بقّة ولا أحد من الجيران. وإن ليلكم أقرب إلى الأمن من نهار قوم خلت قبل هذا الزمان. ومن الدولة حفظة عليكم لتُعصَموا من اللصوص وأهل العدوان. وهل جزاء الإحسان الا الإحسان.إنّا رأينا من قبلها زمانا موجعا من دونه الحطمة. واليوم بجُنّتها عُرضت علينا الجنّة نقطف من ثمارها. ونأوی إلى أشجارها. ولذالک قلتُ غير مرّة أن الجهاد ورفع السيف عليهم ذنب عظيم. وكيف يؤذی المحسن من هو كريم؟ ومن آذی محسنه فهو لئيم. و إن كُفران خيرٍ أصابک من الإنسان أو الحيوان. ما هو الا كُفران نعمة الرحمان. وإن أقسى القلوب عند اللّٰه الكريم. قلبٌ ينسٰی إحسان المحسن الرحيم. ويؤذی رجلا أواه إليه كالمحبوب. ونجّاه من الكروب. ومن أساء إلى المحسن فهو قلب ملعون. أو كلب مجنون.

﴿۴۲﴾

ولـذالک لیـس مـن شـأن المؤمنین. أن یقتلوا القسّیسین. فإنهم ما تقلّدوا أسـلـحة. ومـا قتلوا للدین مسلمًا أو مسلمة. فلیس من البرّ أن تسلّوا سیوفا بـحـذائهـم. أو تثـقـفـوا أسنّة لإیذائهم. بل أعدّوا کمثل ما أعدّوا. وذالک حـکـم الـقـرآن فـافهـمـوا وجـدّوا. ولا تـعتـدوا إن الله لا یحب المعتدین. سیـصـول عـلـیّ شـریـر أو ضریر ویقول ویحک أتحرّم الجهاد. وإنّا ننتظر الـمهـدی الـذی یسـفک الـدمـاء ویـفتح البلاد. ویأسر کل من أری الکفر والعناد. فالجواب أن هذه القصص ما ثبتت بالقرآن. بل یاتی المهدی بوقار وسکینة. لا کمجنون بالسیف والسنان. أیقبل عقل سلیم وفهم مستقیم أن یـخـرج الـمهدی بسیف مسلول ویقتل الغافلین؟ وما کان الله أن یُعذّب أمّة قبـل أن یُـفهّـم بالآیات والبراهین. وإن هـذا أمـر لا نـجـد نموذجه فی سُنن الـمرسلین. ولا یـصـدر کـمثـل هذا الفعل الا من المجانین. فـعدّلوا میزان الـعـقل. ولا تمیلوا کل المیل إلی سمر النقل. واتّـقوا طعن العقلاء وانبذوا السیف الـذربَ. ولا تـؤثـروا الـطـعـن والـضربَ. ولا تنسوا حدیث "یـضع الحرب". ما لکم لآ تأخذون حظا من المقة. کإخوان الصدق والثقة؟ ألیس ﴿۳۷﴾ عـنـدکـم الا الـمـرهـفـات. والـلهـذم والـقـنـاة. أو برأتم من سبل الحصاة. وإن الـمهـدی قـد أتـی وعـرفه العارفون. وهو الذی یُکلّمکم أیها النائمون. فـوجـدتـم ثـم فـقـدتـم کـأنّـکم لا تعـرفون. کـفّــرنــی هـذه الـعلمـاء من التـزویـر والتـلبیس. وکیف لا والشیخ المفتی إبلیس؟ وإن القسوس طربوا وشهـقـوا بـوجـود هـذه الـعـلـمـاء. وآووهـم إلـی سـررهم إعزازًا للرفقاء. فـإنهـم آثـروا الـکـذب لإحیـاء عیسٰـی وزیّـنـوا دقـاریـر. ونسوا مضجع

ابن مريم بكشمير. فلما رأى القسوس بعد التمرّس والتجربة. أنهم حُماتهم فى جعل عيسٰى من الآلهة. قالوا لنا عند المسلمين شهادة فى عظمة ربنا المسيح. فإنهم يُقرّون بصفاته الربانية بالتصريح. وما كذبوا فى هذا البيان. وإن كانوا كاذبين عند الرحمان. فإنّك تعلم أن هذه العلماء قد تفوّهوا بألفاظ فى شأن عيسٰى ليس معناها من غير أنهم جعلوه لله كالمتبنّى. ولن تعود دولة الإسلام إلى الإسلام. من غير أن يتّقوا ويوحّدوا ويدوسوا هذه العقيدة تحت الأقدام. إنهم يُحطّون ويدَعّون كل يوم إلى تحت الثرى. الا إذا اتّقوا وجعلوا عيسٰى من الموتٰى. ووالله إنى أرى حياة الإسلام فى موت ابن مريم. فطوبٰى للذى فهم هذا السرّ وفهّم. ألا ترون القسيسين كيف يُصرّون على حياته؟ ويُثبتون ألوهيته من صفاته؟ فأين فيكم رجل يردّ عليهم لله ومرضاته؟ ويُثبت أنه من الموتى ويسدد قوله من جميع جهاته. ويقوّم سهمه مع موالاته. ويهزم العدوّ بصايبه ومصمياته؟ كلا. بل أنتم تعاونونهم وتنصرون. وبأصوات النواقيس تفرحون. ولا تُسفرون عن أوجهكم. أأنتم القسوس أم المسلمون؟ أتحولون حولهم لعلّكم تُرزقون؟ أوَتُوَقّرون بهم وتُعزّزون؟ ولله العزّة جميعا وله خزائن السماوات والأرض وكل ما تطلبون. فما لكم لا تؤمنون بالله ولا تتوكّلون. ليسوا سواء زمر العلماء. فريق اتقوا وفريق يفسقون. ﴿۷۴﴾ إن الذين اتّقوا لا نذكرهم الا بالخير وسيهديهم الله فإذا هم يُبصرون. وإذا قيل لهم كفّروا هذا الرجل الذى يقول إنى أنا المسيح قالوا ما لنا أن نتكلّم بغير علم وإنّا خائفون. وقد أخطأ كل من استعجل فى

موسٰی وعیسٰی وفی نبیّنا المصطفٰی فلم تستعجلون؟ إن یک کاذبا فعلیه کذبه وإن یک صادقا فنخاف أن نعصی الله والذین یُرسلون. وقوم آخرون منهم آمنوا بالحق وأُوذوا فصبروا علیه وأُخرِجوا من دورهم ومساجدهم وحُقّروا بعد ما کانوا یُعَظّمون. وإذا رأوا آیة من الآیات. والأنوار النازلة من السماوات. زاد إیمانهم. وأشرق عرفانهم. ورضوا بکل مصیبة بما عرفوا من الحق. وماتوا من هذه الدنیا وکل یوم إلی الله یُجذبون. تری أعینهم تفیض من الدمع.ربنا إننا سمعنامنادیا ورأینا هادیا فآمنّا به فاغفر لنا ربّنا وکفّر عنّا سیئاتنا ولا تمتنا الا ونحن علیه ثابتون. أولئک الذین أرضوا ربّهم وله ترکوا صحبهم وصیل علی بعضهم فقضوا نحبهم أولئک علیهم صلوات الله وبرکاته وأولئک هم المهتدون. إن الذین بَلَغَتْهُم بشارة بعث المسیح فما قبلوها أولئک هم المحرومون. یضاهئون النصاری بعقائدهم و لا یشعرون. یقولون إن القسوس أقرب منکم إلی الحق أولئک الذین لعنهم الله والملائکة والصلحاء أجمعون. وإن الذین شقوا ما والاهم الا من ولّی. وما صافاهم الا القلب الذی صار کالکلب ومن النور تخلّی. ونُشِأ فی الجهل وبالعلم ما تحلّی. فسیعلم إذا الله تجلّی. ألا یرون الطاعون؟ ألا یرون سهام أشرار. کأنها شواظ من نار؟ وقدنزل العدا بساحتهم وتشمّروا لإجاحتهم فما بارزوا الأعداء وما أعدّوا. وما فکّروا فی حیل أجاحوا الدین بها و ردّوا. انظروا إلی هذه العلماء. إنهم ما دخلوا الدار من بابها البیضاء. بل تسوّروا جدران الحق من الاجتراء. وإن المسیح قد وافاهم مع العلوم النخب. رُحُمًا من الله ذی العجب. وما ﴿۷۵﴾

أنضوا إليه ركاب الطلب. بل اضطرمت نار الفتن فاقتضت ماء السماء. فنزل مسيح الله بعد ما نزلت على الناس أنواع البلاء. وترون كيف صالت القسوس وشاعت الملّة النصرانية. وقلّت الأنوار الإيمانية. ودقّت المباحث الدينية فى هذا الزمان. وصارت معضلاتها شيء لا تفتح أبوابها من دون الرحمان. فاليوم إن كان زمام الدين فى أكفّ هذه العلماء. فلا شك فى خاتمة الشريعة الغرّاء. فإنهم إذا بارزوا فولّوا الدبر كالمبهوت المستهام. وكانوا سببا لاستخفاف الإسلام. وكيف يتصدّى رجل للحرب. قبل أن يُمرّن على عمل الطعن والضرب؟ ووالله إنهم قوم لا توجد فى كلامهم قوّة. ولا فى أقلامهم سطوة. ثم مع ذالک يوجد فى أقوالهم سمّ الرياء. ولا يتفوّهون من الإخلاص والاتّقاء. بل تشاهد فيها أنواع العفونة. من الجهل والتعصّب والرعونة. ولا يُرى فيها صبغ من الروحانية. ولا يُؤنس شيء من النفحات الإيمانية. ولا يكون محصلها الا ذخيرة الشک والريب. ولا يُرْشَح على قلوبهم علم من الغيب. ولذالک لا يقدرون على تسلية المرتابين. وتبكيت المعترضين. بل هم فى شک ومن المتذبذبين. وكثير منهم نجد منهم ريح الدهريين. وليس قولهم الا كالسرجين. أو كميّت قُبر من غير التكفين. وليسوا الا عارا على الإسلام وتبارا للمسلمين. لاسيما فى هذا الحين. فإن الناس يتطلّبون فى هذا الأوان. من يُخرجهم من ظلمات الشک إلى نور الإيقان. ويحتاجون إلى نطق يُشفى النفس. وينفى اللبس. ويكشف عن الحقيقة الغمّٰى. و يوضح المعمّٰى. فأين فى هؤلاء رجل توجد فيه هذه الصفات.

وكيف من غير حديد تُكسر الصفات؟ وأين فيهم رجل بليغ يتمايل عليه الجلاس؟ وأين فصيح يتفوّه بكلم يستملحها الناس؟ وأين فيهم مُزَكّى يُحيى القلوب. ويهب السكينة ويدرأ الكروب؟ وأين كلام تحكى لآلى منضدة؟ وأين بيان يضاهى قطوفا مذلّلة؟ بل أخلدوا إلى الأرض بحرص شديد. فأنّى لهم التناوش من مكان بعيد؟ وما كان لأحد أن يكون قادرًا على حُسن الجواب. وفصل الخطاب. ومستمكنًا من قول هو أقرب إلى الصواب من غير أن ينفخ فيه من رب الأرباب. فانظروا أتجدون فيهم من يُبكّت المخالف فى كل مورد تورّده. ويُسكّت الزارى عند كل كلام أورده؟ أتجدون فيهم من كان سبّاق غايات فى مُلح الأدب وغُرر البيان. ولا يأخذه خجالة فى أساليب التبيان. ثم مع ذالک كان البيان فى معارف الفرقان. مع التزام الحق والصدق والاجتناب من الهذيان؟ أرأيتم فيهم من يُخوّف قرنه بالبلاغة الرائعة. ويذيب النفوس بالكلم الذائبة المائعة. أو يُرِى الكلام فى الصورة كالدرر المنثورة؟ ولن ترى فيه صرِّيعًا. ومن كان فى العلوم يَحْكِى بقيعًا. نعم ترى فيهم أمواج تكبّر وخيلاء. من غير فطنة ودهاء. ثم مع هذا الجهل بلَغَتْ رؤوسهم إلى السماء. ولا يمشون على استحياء. ولا ينتهون من تصلّف واستعلاء ورعونة ورياء. وتحقير وازدراء. وكأيّن من آية أنزلها الله ثم لا يُصغون. ويمرّون ضاحكين على اللّه ورسله ويستهزء ون. ولا يعبدون الا أهواء هم ولا يتدبّرون. و قالوا أرنا آية من الله. وقد ظهرت الآيات من السماوات والأرض لقوم يتّقون. وقيل إن كنتم فى شكّ من كلامى فأتوا بكلام من مثله

﴿۷۶﴾

فـمـا آتـوا بـمثـلـه ومـا تر كوا الظن الذی به أنفسهم يُهلكون. وإن مـنصب العلماء خطب خطير. وأمر كبير. لا يليق لهذه الخدمة الا الذی فُتحت عليه أبواب الحجّة البالغة. ورُزِق نظرًا مُنَقّحًا من حضرة الغيب. وعِلمًا مُنزّها عن الشک والـريب. ومع ذالک أُعطی عذوبة البيان. والُمُلَح الأدبية والحلل الـمستحسنة لإراء ة ما فی الجنان. وعُصِم من معرّة الحصر واللكن. وأُسبِغ عـليه عطاء اللسن. ولـكـن هٰؤلاء الذين يُسمّون أنفسهم علماء. ما أعطاهم قسـمة الـلـه الا الـضوضاء. قرء وا القرآن. وما مس القرآن الا اللسان. وما رأی الـقـرآن جـنـانهـم ومـا رأی جـنـانهـم الفرقان. وأروا أفعالا خجّلوا بها الشيطان. تری عقدة علی لسانهم. وقبضًا فی جنانهم. ودَجُلا فی بيانهم. ما أُيِّـد نـطـقهـم بـالحجة. وما سلک قولهم فی سلک البلاغة. تـراهم كغبیّ غـمـر ليس له معرفة. ولا يُدرَی أقُفِل عـلـی لسـانه أو لكنة. كأنهم حصروا فـی مـكـان ضيّق ولا يتـراء ی سبيـل. وأكـل تـمـرهم دودة النفس ومـا بـقـی الا فتيل. تـمـترس ألسنهـم فـی الـخـصـومـات. ولا يُعدّون للعدا ما يُبـكّتهـم عـنـد الـمبـاحثـات. ولا يُـظهـرون جـوهر الإسلام. بل يتكلمون كـمـدلّـس متـزلـزلة الأقـدام. فيـجـعـلـون الإسـلام غـرضـا لـلسهـام. أولـئک كـالأنعام. وإن نـطـق الأنـعـام ليـس بـه هين. وندامة الخرس أشد مـن الـحين. يـطـلبـون قـنـطـارا مـن الـعيـن. ولا يـطـلبـون بـصـارة العين. يُـظهـرون جهـامهـم وابـلا. وسـقطهم جوهرا قابلا. ولا يضاهئون الا حابلا. ولا أقـول حسـدا مـن عـنـد نفسی ولا من الابتدار والعجلة. وأعوذ بالله من الـحسـد والـكـذب والتهـمة. بـل قلتُ كل ما قلتُ بعد التمرّس والتجربة.

﴿۷۷﴾

الا الذين طابت طينتهم وصلحت نيّتهم. فأولئك مُنزّهون عن هذه الملامة. ولا أُفَسّق الا الذين فسّقوا ولا أُجَهّل الا الذين جهّلوا. وتلك الحبوب هى الأكثر فى هذه العرمة. وإن كنتم فى شك فامعنوا النظر مرارًا. وسرحوا الطرف أطوارًا. وتدبّروا تؤدة ووقارًا. وانظروا. هل تجدونهم من حماة الإسلام وخدّام الملّة؟ وهل تتوسّمون فيهم ميسم الأبرار وذوى الفطنة؟ بل هم يشابهون جهاما وخُلّبًا. ويُضاهئون متصلّفًا قُلّبًا. لا تجد فيهم ريح الصادقين. ولا راح العارفين. ينقلبون فى قواليب العلماء. ولا تجدهم الا كقالب من غير قلب الأتقياء. إن هم الا كالأنعام. ما أُرضعوا ثدى العلم وما أُشرِبوا كأس الكرام. يخدعون الناس بحلل العلماء. وسناعة المتاع وحسن الرواء. وإن هم الا قبور مُبيّضة عند العقلاء. وليس عندهم من غير لُحًى طُوّلت. وأنف شمخت. و وجوه عبست. وقلوب زاغت. وألسن سُلّطت. وكلم تعفّنت. يرمون البريئين. ويُكفّرون المسلمين. وكم من خصال فيهم تحكى خصائل سباع. وكم من أعمال تشابه عمل لكاع. وكم من لدغ سبق لدغ حَيَوَات الصحراء. وكم من طعن خجّل قنا الهيجاء. يدّعون أنهم على خلق إدريس. ثم يُظهرون خليقة إبليس. فالحاصل أنهم ليسوا رجال هذا الميدان. بل هم قوم استولى عليهم الوهن والكسل كالنسوان. ورضوا بالدنيا الدنيّة واطمأنوا بها فيخلدون كل يوم إلى وهاد العصيان. يُأثّمون الناس ويُفَسّقونهم بالألسنة المتطاولة. مع أن نفوسهم قد اتّسخت بدرن المعصية. يبادرون إلى مواضع الشح والنهمة. ويتقاعسون

﴿۸۷﴾

من ميادين نصرة الملّة. يتمايلون على عرض هذا الأدنى. وخدعهم متاع قليل أكدى. يعظون على المنابر. ويتراء ون كالمتّقى الصابر. وإذا قضوا الصلاة. وازمعوا الانفلات. فنسوا ما وعظوا كرجل مات. فمن فيهم يوجد فيه مواساة الدين. ومقاساة الشدة للشرع المتين؟ ومن ذا الذى ذاب لدين المصطفٰى. والوجدُ نفَى عنه الكرى. وبرَى اعظمه لما انبرَى؟ ثم مع ذالک كثر فيهم الكسل والغفلة. وقلت الفطنة. وأَنّٰى فيهم قوم يستقرون مجاهل. ويردون مناهل. ويستخرجون دُرر العرفان. من بحار اشتدّت إليها الحاجة للزمان؟ بل تراهم من جذبات النفس كالسُكارى. وفى أهوائها كالأسارى. مالهم أن يكشفوا عن وجه المعضلات النقاب. ويجدّدوا ما دُرس وغاب. ويُنقّحوا الأمور ويجمعوا ما صلح وتاب. ويجتنبوا الاحتطاب. ويُنفدوا الأعمار لتعرّف الحقائق. ويُذيبوا الأبدان لأخذ الدقائق. وأن لا يبرحوا فناء تحصيلها. حتى يتيسّر سلوک سبيلها. ويتضح معالم دليلها. ويرشح على صدورهم خفايا الدين. ويُلقى فى قلوبهم علم اليقين. كلا.. بل ضل سعيهم فى الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم من المحسنين. وما ترى فى كلمهم روحانية وتراهم كالمحتطبين. واشتدّت حاجة الإسلام فى زمننا إلى اٰراء صائبة. وأفكار مستنبطة. وطبائع متوقّدة. وقلوب صافية. وهمم منعقدة. وأدعية مقبولة. وفيوض من اللّٰه متوالية. ومساعى للّٰه جارية. وقد ضاق وقت إصلاح الأمّة. وما بقى إلا كرمق المهجة. وما يُجدى طلاب الآثار. بعد ما فُقد العين

﴿۷۹﴾

مـن الابـصـار .انظروا إلى الأيام يا سراة الإسلام. وقد مضى خُمسٌ من رأس الـمائة ومن هذا الضيف البدر. فأرونا من جلس على هذا الصدر. وأرونا من قـام لـجبر سرير انكسر. ووجه منير استتر. واعـلموا أن هذا الباب لن يُفتح بـأسلحة متقلّدة. بل يحتاج إلى دلائل قاطعة. وآيات ساطعة. وإلى العارفين الـذيـن يتدبّرون بشرة الشريعة وخوافيها. ويخدمون ظواهر الملّة وما فيها. لتـطـمـئـن بهـا الـقـلـوب. وتـنـكشف الـغيـوب. ويـنتفع المحجوب.أيهـا الـكـرام.وسراة الإسلام قـد جـلّ مـا عـراكـم من الداهية. وعظم ما نزل من الـمصيبة. فأرونى ما هيّأتم لـدفـاع هذه الجنود المجنّدة. أتـعرضون علينا هـذه الـعـلـمـاء. وهـذه المشائخ والفقراء. فانّا للّٰه على وقت جاء. ومصيبة حلّت شريعتنا الغرّاء. الآن يحتاج الإسلام إلى رجل آتته يد الغيب مالم يُعطَ لـغيـره. وأراه الـلّٰـه مـا لـم يـره أحـد فـى سيـره. وجعلـه اللّٰـه من الموفقين الـمـنـصـورين. وورثاء النبيين. ومنَّ عليه بالامتياز بالعلم والبصيرة. والهمّة والـمعرفة. والإصابة والإجادة. وقوّة الإرادة. ووهب له دراية تُعد من خرق العادة. ومتّـعـه بـكثير من الثمار. وما تركه كحرباء يتعلق بالأشجار. ليُلفى ﴿۸۰﴾ الـطـلابُ عـنـده حـقائق نَووها. ويجدوا نشر معارف طووها. وليأخذوا منه الـعـجـائـب. ولـيـنـالـوا الغرائب. وليُهرع الخلق إليه كذى مجاعة وبوسَى. ويـأووا إليـه كبنى إسرائيل إلى موسَى. وليذوقوا به طعم الأسرار. ويسرحوا فـى مسرح الأنوار. ومـع ذالک مـن شـرائـط مصلح أهل الزمان.أن يفوق غيـره فـى التـفقّـه وقـوة البيــان. وأن يـقـدر عـلـى إتمـام الحجة ولا كـأهل

الـصـنـاعة. ويسرد الكلام على أسلوب البراعة. ويعصم نفسه من الخطأ فی الآراء. ويـری الـحـق والبـاطل كالنهار والليلة الليلاء. ليحرز الناس به عين الأمـور الـمـنـقّـحة. وليـجـمـعوا دُرر المعارف فی صرّة قوّة الحافظة. ومن شرائط المصلح أن يُنقّح الإنشاء. ويتصرّف فيه كيف شاء. ويجتنب ركاكة البيـان. ويؤكّد قوله بالبرهان. وأنـت ترٰی ان هذه الشرائط مفقودة فی هذه الـفـرقة. ومـا أُعـطـی لهـم الا قـليـل مـن الصور الإنسانية. بل لا يستيقظون بـمـواعـظ ولا يـنتهجون مهجة الحزم والفطنة. وما أراهم إلا كجمادات أو كفرخ الدجاجة. وما مرّ عليهم الا ليلة على الخروج من البيضة. فما ظنک أ يُبـطـل هـؤلاء ما صنع القسوس من أسلحة للإهلاک والإبادة؟ لا واللّٰه بل هـم كـصـرعٰی لا رجال الجلادة. وما بقی فيهم حركة ولا علامة من القصد والإرادة. قـد استسنوا قيمة الدنيا ووزنها. واستغزروا ماء ها ومُزنها. غرّوا بـاجـمـال عشـرتها. وتجميل قشرتها. وأحالت الأهواء صفاتهم الإنسانية. حتـی جهـلوا الحقوق الرحمانية. فـكيف يُتَـوقّع منهم نصرة الدين؟ وكيف يـحـی الميّت بعد التجهيز والتكفين؟ وإن نصرة الدين ليس بهيّن. وما تصل إليهـا الا بـعـد أن تـصـل إلی الحين. ولـن يـؤتَـی هـذا الـفتـح لعُرُض الناس وعـامّتهـم. ولـن تهـزم الـعدا بعصيّهم وحربتهم. فمن الغباوة أن يفرح رجل بـوجـودهـم. أو يتـمـنّـی خيرا من دودهم. فتحسّسوا يوسف عند الامحال. ولـو بـالسـفـر البعيد وشدّ الرحال. ولا تـنـظـروا إلـی حُـلـل هذه العلماء. ﴿۸۱﴾ فـإنـه ليـس فيهـا مـن دون البـخـل والـريـاء. وسيـر آخر لا تليق بالصلحاء. وإنـــی دعـــوتهـــم حـــق الـــدعـــاء. فـمـــا زادوا الا فـــی الإبـــاء.

وكم من كتبٍ كتبتُ. ورسائل اقتضبتُ. وجرائد أشعتُ. وفرائد أضعتُ. فما نفعهم دُرّی ودَرّی. وتراهم أحرص الناس على ضيرى وضرّى. فلما رأى اللّه اُلهوبهم. أزاغ قلوبهم. وغشّى لبوبهم. قوم زايغون لا يتوبون من أباطيلهم. ولا ينتهون من تسويلهم. يرون شِرب الإسلام كيف غاض. ويرمقون حصنه كيف انهاض. ثم لا يستمطرون سحب السماء. ولا يريدون أن يُبعَث رجل من حضرة الكبرياء. كأنهم بسورة النور لا يؤمنون. وعند قراءة الفاتحة لا يُؤمّنون. وطبع الله على قلوبهم فلا يهتدون. بل لا ينظرون إلى ناصح بعين عاطف. ولا يُخفضون له جناح ملاطف. وليس فيهم أحد يريد أن يأسو جراحهم. ويريش جناحهم. ويُشفى قلوبهم. ويزيل كروبهم. وإذا قام فيهم رجل أُرسِلَ إليهم قالوا مفترى كذّاب. وسيعلمون من الكذّاب. وتأتى أيّام اللّٰه وسيرجعون إلى مقتدر شديد العقاب. أيها العلماء! فكّروا فى وعد الله واتّقوا المقتدر الذى إليه تُرجعون. إنه جعل النبوّة والخلافة فى بنى إسرائيل ثم أهلكهم بما كانوا يعتدون. وبعث نبيّنا بعدهم وجعله مثيل موسٰى فاقرء وا سورة المزّمل إن كنتم ترتابون. ثم وعد الذين آمنوا وعد الاستخلاف. ففكروا فى سورة النور إن كنتم تشكّون. هذان وعدان من اللّه فلا تُحرّفوا كلم اللّٰه إن كنتم تتّقون. ولذالک بُدِءَ سلسلة نبيّنا من مثيل موسٰى. وخُتِمَ على مثيل عيسى. ليتم وعد اللّه صدقا وحقًّا. إنّ فى ذالک لآية لقوم يتفكّرون. و كان من الواجب أن يتساوى السلسلتان. الأول كالأول والآخر كالآخر.

﴿۸۲﴾ ألا تقرء ون القرآن أو به تكفرون؟ فإن تمنّيتم أن ينزل عيسٰى بنفسه فقد كذّبتم القرآن وما اقتبستم من سورة النور نورًا وبقيتم مع النور كقوم لا يُبصرون. أ تبغون عوجا بعد أن تساوى السلسلتان؟ اتّقوا الله وعدّلوا الميزان. ما لكم لا تتفقّهون؟ وكان وعد الله أنه يستخلف منكم وما كان وعده أن يستخلف من بنى إسرائيل. فلا تتّبعوا فيُجًا أعوج وتعالوا إلى حَكَمِ ربّكم إن كنتم تسترشدون. أتريدون أن تُفضّلوا على سلسلة نبيّكم سلسلة موسٰى؟ تلك إذًا قسمةٌ ضِيزى !فلِمَ لا تنتهون؟ ألا تقرء ون سورة النور أو على القلوب أقفالها أو إلى الله لا تُردّون؟ وإن القرآن عدّل الميزان. وأعطى نبيّنا كل ما أعطى مُهْلِك فرعون وهامان. فما لكم لا تعدلون؟ وقد بلّغ القرآن أمره فمن كفر بعد ذالك فأولئك هم الفاسقون. أتختارون أهواء كم على كتاب الله أو بلغكم علم يُساوى القرآن فأخرجوه لنا إن كنتم تصدّقون. كلا بل وجدوا كُبراء هم عليه فهم على آثارهم يُهرعون. وقد سوّى الله السلسلتين وهم يزيدون وينقصون. فمن أظلم ممن اتّخذ سبيلا غير سبيل القرآن. ألا لعنة الله على الذين يظلمون. يا حسرة عليهم ألا يتدبّرون القرآن أو هم قوم عمون؟ وإذا قيل لهم أتتركون كتاب الله قالوا وجدنا عليه آباء نا، ولو كان آباء هم لا يعلمون شيئا ولا يعقلون. أ تتركون كلام ربّكم لآبائكم؟ أفّ لكم ولما تعملون. وقالوا انّا رأينا فى الأحاديث. ومافهموا قول رسول الله وإن هم الا يعمهون. يريدون أن يُفرّقوا بين كتاب الله وبين قول رسوله قومٌ مُفترون. وقد صرّح الله حق التصريح فى الفرقان. فَبِاَيِّ

حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ [۱] يؤثرون الشك على اليقين. وهذا هو من سير قوم يهلكون. أيها الناس! إنّ هذا كان وعدًا من الله فسوّى السلسلتين كما وعد فما لكم تُجوّزون الخلف على الله ولا تخافون؟ أتعزون إلى اللّٰه نكث العهد والوعد؟ سبحانه وتعالى عما تزعمون أظننتم أن سلسلة المصطفى لا تُشابه سلسلة موسى؟ وإن هذا الا تكذيب القرآن إن كنتم تفهمون. ألا يُشابه أولها بأولها وآخرها بآخرها؟ ساء ما تحكمون. أرفعتم موسٰى ووضعتم المصطفٰى؟ أفّ لكم ولما تصنعون. أتخسرون القسطاس بعد تعديله ولا تعدلون كفّتيه ولا تقسطون؟ وإن الله أرى فضل هذه السلسلة بختم الأمر عليها ثم تأتون بعيسٰى وأنتم تعلمون. ما لكم لا تُؤتون ذا فضل فضله وتظلمون؟ أتقطعون رِجلَ هذه السلسلة وتُبقون رأسها وما هذا الا فعل المجنون. أتُحرّفون كلام الله كما حرّفتم من قبل وقلتم ما قلتم فى آية فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ [۲] وما خفتم ربّكم الذى إليه تُساقون. وما جزاء المحرّفين الا النار فما لكم لا تتوبون؟ إن الذين يُحرّفون كلم اللّٰه متعمّدين مأواهم جهنّم وهم فيها يُحرقون. الا الذين أخطأوا من قبل زمانى هذا ومن قبل أن يبلغهم أمر اللّٰه وأمر حَكَمِهٖ أولئک قوم يُغفَر لهم بما كانوا لا يعلمون. والذين يُصرّون عليه بعد ما نُبّهوا أولئک الذين عصوا ربّهم وأولئک هم المعتدون. من حرّف كلام الله فقد سفک دماء العالمين فأولئک هم الملعونون. إن هؤلاء عُمیٌ ما أعطيت لهم أبصار. وبين الحق وبينهم جدار. وسقاهم شيطانهم شربة فيتحسّونها. وفيها سمّ فلا يرونها. فلا

﴿۸۳﴾

[۱] الاعراف : ۱۸۶ [۲] المائدة : ۱۱۸

تحسبهم أحياءً فإنهم أموات. وسيذكرون ما فعلوا بالأمس إذا رأوا يومًا له سطوات. جحدوا بالحق الذى حصحص. وتراهم كخفّاش أبغض النور وتدلّس. جاء هم داع إلى الله فما رحّبوا. وتنفّس لهم الصبح فما استيقظوا. وفُتح لهم باب الرحمة فما دخلوا وتقاعسوا. يضحكون على رجل لا يرقأ دمعه رُحمًا على حالهم. وتتحدّر عبراته حسرات على مآلهم. رأوا آيات فلا يؤمنون. وحلفنا بالله فلا يُصدّقون. وعرضنا القرآن عليهم ﴿۸۴﴾ فلا يلتفتون. فنشكو إلى الله ربّ البرايا. من أعضال هذه القضايا. فإنها ما قُضِيَت لا بالشهود ولا بالألايا. وإنى دعوتهم مذ يفعتُ. وكم من وقت لهم أضعتُ. وكنتُ رجلا يتمطّى فى حُلل الشباب. ويحكى النُشّاب. والآن ترون ذالك الشاب قد شاب. وإن هذا مقام تدبّر للمتدبّرين. وهل مثلى يتقوّل ويُمهل إلى الستين؟ ليس على الحق غشاء أيها الطالبون. بل طُبع على قلوبهم بما كانوا يكسبون. إن الشمس قد طلعت ولكن لا تُفتح الاعين الذين هم يتّقون. ويُجعل الرجسُ على الذين يفسقون. ينظرون إلى آى اللّٰه كيف أشرقت ثم لا يُبصرون. ويرون فتنًا كيف أحاطت ثم لا يُبالون. وإذا قيل لهم إن الآيات قد ظهرت من الأرض والسماوات قالوا إنّا بكلٍ كافرون. أفينتظرون عذاب الله وقد جاء الطاعون؟ ألا ينظرون إلى رأس المائة وقد مضى قريبا من خمسها ومُلئت الأرض ظلما وجورًا أفلا يعلمون؟ أنسوا ما قال ربهم إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ.[1] أأخلف الله هذا الوعد وقد رأى أن الناس من أيدى القسوس يهلكون؟ لهم عيون كليلة. وقلوب عليلة. وهممٌ

[1] الحجر : ١٠

مصروفة إلى فكر البطون. وإلى زغب محددة العيون. فلذالک أخلدوا إلى الأرض كل الإخلاد ويكذبون ويُكذّبون. ثم التعصب أحلّهم محلة السباع. ومنعهم من القبول بل من السماع. فمن منهم أن يقول صدق فوک. ولله أنت وأبوک. بل هم على التكذيب يُصرّون. ويسبّون ويشتمون. وسيعلم الذين ظلموا أى منقلب ينقلبون. ليس دينهم الا الأهواء. والرغفان والدراهم البيضاء. أتزعمون أنهم يؤمنون. كلا بل ينافقون ويكذبون. وتركوا نبيّهم واتّخذوا أهل الدنيا صحبا. وحسبوا فناء هم رحبا. يرون أن العدا يصولون على المسلمين. كرثان متوالٍ إلى السنين. ولا رشاش منهم بحذائهم لغيرة الدين. وارتدّ فوج من الإسلام. وما أرى على وجههم أثرا من الاغتمام. ﴿۸۵﴾ اتّخذوا إبليس وليجة فيتّبعونه. وقاسموه التعبّد فما دونه. لا يعرفون ما الدين وما الإيمان. وكفاهم لحم طرىّ والرغفان. ينفدون العمر ببطالة وما أرى فيهم بطل هذا الميدان. بل لهم أفكار دون ذالک أُحرضوا فيها من الأحزان. ترتعد فرائصهم برؤية الحكّام. ولا يخافون الله ذا الجلال والإكرام. يمشون فى الليل البهيم. وبعدوا من النور القديم. وتهادى بعضهم بعضا غفلة. ولا ينتج اجتماعهم الا فتنة. وكم من كتب النصارى فشا ضرّها بين القوم. وصار الإسلام غرض الضحک واللوم. ولكنهم يعيشون كالمتجاهلين. أو كالعمين. ويسمعون كلم النصارى ثم يقعدون كالمتقاعسين. ونسوا الوصايا التى أُكّدت لتأييد الإسلام. وقست قلوبهم واستبطأوا حين الحمام. لا يأخذهم خوف بشيوع الضلال. ويشاهدون ظهور

الـفتـن وحلول الأهوال. ويـعـلـمـون أن الـقسـوس أمَـرّوا عيشنا بأكاذيب الـكـلام. وأرادوا أن يـطـمسـوا آثـار الإسـلام. ومـع ذالك أعـرضوا عن شبهاتهم. كأنهم فرغوا من واجباتهم. وأدّوا فرائض خدماتهم. ومنهم قوم لـم يُـواجهـوا فـى مُدّة عمرهم تلقاء المخالفين. وأنفدوا أعمارهم فى تكفير المؤمنين. وتكذيب الصادقين. وكنتُ أتحفّى بإكرام تلك العلماء. وأظن أنهم من الأتقياء. ولـكـن لـمّـا لحظت إلى خصائص أسرارهم. وخبىّ ما فى دارهـم. علمتُ أنهم من الخائنين لا من الصالحين المتديّنين. وفى سبل الله مـن الـمـنـافقين لا من المخلِصين المخلَصين. ورأيـتُ أنهـم كل ما يعلمون ويـعـمـلـون فهو منصبغ بالرياء. وصدورهم مظلمة كالليلة الليلاء. فرجعتُ مـمـا ظننت مسترجعا. وبدّلتُ رأيى متوجّعا. وأيـقنتُ أن فراستى أخطأت. وان الـقـضية انعكست. إنهـم قـوم آثـروا الـدنيـا الـدنيّة. وطلبوا الوجاهة والـلهـنيّة. يـرون الـمـفـاسـد فـى الأمـصـار والـموامى. ثم يغضّون الابصار ﴿۸۶﴾ كـالـمتـعـامـى. وتـرامـى الـجـرح إلـى الـفسـاد ولكن لا يرون الترامى. ما أجـابـوا داعـى الـلـــه مـع دعـوى الـعيـنيـن. ولأجـابوا لودعوا إلى مرماتين. لا يُـفـكّـرون فـى أنـفسهـم أى شـىء يفعلون للدين. أخُلقوا لأكل المطائب والتـزييـن؟ ولـقـد فسـدت الأرض بـفسـادهم. وشاع الطاعون فى بلادهم. وإنــه بـلاء مــا تــرک غورًا ولا نُشُـزًا. وإذا قصد بـلـدة فـجـعـلــه صعيدًا جُرُزًا. والـذين آووا إلى قريتى مخلصين وأطاعونِ. فأرجوا أن يعصمهم الله من الطاعون. إنّ هذا وعدٌ من ربّ العزّة والقدرة. وإن أنكرته العيون التى ما أُعـطَى لها حظ من البصيرة. فـالأسف كـل الأسف على العلماء. لا يرون ما

اراهم الله من السماء. وأكلوا رأس المأته كرأس الضان. وما فكّروا فی مواعيد الرحمان. وانجلى الشمس والقمر بعد كسوف رمضان. وما انجلى قلبهم من ظلمة خجّلت الشيطان. أما رأوا هاتين الآيتين من السماء؟ مرّة فی أرضنا هذه ومرّة فی أهل الصلبان من الأعداء؟ فما لهم لا ينتهون. وبآيات الله لا يؤمنون؟ أم أسألهم من أجرٍ فهم من مغرم مثقلون؟ فليفرّوا من آيات الله فسوف يعلمون. ألا يرون أن المفاسد كثرت. والفتن علت وغلبت. والفسق قطع الإيمان وجذّم. وأكلت الناس نار تضاهی جهنّم. فمن ذا الذی يُصلح عند فساد غلب. وكيّادٍ خلب؟ وكيف يُظَنّ أنّ هذه المفاسد ما قرعت آذانهم. وما بلغت أخبارها رجالهم ونسوانهم؟ فإن هذه داهية مهيبة. ومصيبة مذيبة. وما من يوم يمضى ولا شهر ينقضى الا وتزداد هذه المحن. وتنتاب هذه الفتن. ثم مع ذالک اختار العلماء طورًا نكرًا. وأبقوا لهم فی المخزيات ذكرًا. وإن القسوس قد زرعوا زرعهم كسروة الجراد. وما تركوا أثرًا من التقوٰی وجعلوا البلاد كألسنة الجماد. فانظروا هل تجدون من أرضٍ محفوظة. أو بلدة غير مدلوظة؟ أشاعوا أنواع الوسواس. وكادوا كيدا هو أرفع من القياس. وأضلوا صبيان المسلمين. والجهلاء المتعلّمين. وجذبوهم بأنواع الحِيَلِ والتّرغيب فی الأهواء. فارتدّوا وصاروا كحساسةٍ أُخرِجَت من الماء. وكذالک احتلسوا نيتهم وأظهروا خُضرتهم فی هذه البلاد. وكثروا فی كل طرف و لا ككثرة الجراد. فاسأل هذه العلماء ما فعلوا عند هذه الآفات. أأرادوا أن يُموّنوا خطط الإسلام ويؤدّوا حق المواسات. ويقوموا للمداوات. أو تستّروا فی الحجرات. واكتسوا لفائف الأموات.

﴿۸۷﴾

وتصدّى للإسلام سنة حسوس. ويوم عبوس. وزمان منحوس. فمن ذا الذى يذوب قلبه لهذه الأحزان. وأىّ قلب يبكى لفساد أشاعها أهل الصلبان؟ كلا. بل الذين يقولون نحن علماء الأمّة وورثاء دين الرحمان. هم أرضوا بأعمالهم ذرارى الشيطان. وما بقى لهم شغل من غير الفسق والتفسيق والتكفير. وإضلال الأمّة بالدقارير. وأفتاهم خُبثهم بأن الفوز فى المكائد. وان الكيد منزل الموائد فيرصدون مواضعه كالصائد. ولو بوساطة الحكّام والعمائد. شابهوا اليهود فى جميع صفاتهم. وأتوا بجندل بحذاء صفاتهم. وزادوا جهلات على جهلاتهم. يُحبّون أن يُحمَدُوا بما لم يفعلوا. ويغضبون إذا لم يُعَظّموا. يستكبرون كالسلاطين. وما هم الا دود التراب كالخراطين. يريدون من الخلق الإطاعة. ولا عقل لهم ولا براعة. فمن خالفهم فكأنه خرّ من حالق. أو تُرِك كطالق. يحجرون على الناس نساء هم. إذا لم يُوفّوا أهواء هم. وإنْ من كذبٍ الا وهو يخرج من فيهم. وإنْ من شرٍّ الا وهو يوجد فيهم. وفريق منهم أصبى قلوبهم هوى الجهاد. ويُغرون الجهلاء على ضرب العناق بالمرهفات الحداد. فيغتالون كل غريب وعابر سبيل. ولا يرحمون ضعيفا ولا يصغون إلى صراخ وعويل. ولا يتّقون. فويل لهم ولما يعملون. أيقتلون قومًا هم يُحسنون؟ أيقتلون الذين لا يقتلون للدين الإنسان. ويفشون الإحسان. ويُنشئون الاستحسان. ولا يستعملون للدين السّيف والسنان؟ بل هم منتجع الراجى. والكهف عند البلاء المفاجى. ﴿۸۸﴾ تنهل لُهاهم عند الطلب. ولا انهلال السحب. ينصرون من خاف ناب النُوب. ويُحاربون من تصدّى للحرب. ويدفعون ما أسلمكم

للكرب. ويهيّئون لكم أسباب الطرب. أتضربون أعناق هذه الحماة؟ ما أفهم سرّ هذه الغزاة. أهذا نصرة الدين أو الأهواء ؟ وما هذا الجهاد الذى يأباه الحياء. ولا يقبله العقل السليم والدهاء ؟ وما بال قوم أمّهم هذه العلماء؟ كلا. بل مثلهم كمثل ذئاب أو كنمر وكلاب. ووالله إنهم ليسوا إلا خطباء الدنيا الدنيّة. ولو تراء وا بالعمامة أو الدنية. وليس هذا الجهاد الا شَرَكُ الرّدا. فيضحكهم اليوم ويبكى غدا. أيذبحون المحسنين بالمُدَى؟ فأين هذا الحكم وفى أىّ الهدى؟ أيجوّز هذا الفعل العقل السليم؟ ويستحسنه الطبع المستقيم. بل لبسوا الصفاقة وخلعوا الصداقة. ونصروا الكفرة فى زراية الإسلام. وأعانوهم على نحت الاعتراضات ورمى السهام؟ ولن يلقى الإسلام فلجًا بوجود هذه المجاهدين. بل وجودهم عار على الإسلام والمسلمين. فالخير كله فى موتهم أو أن يكونوا من التائبين. أيقتلون الناس لإعراضهم عن حكم الرحمان؟ مع أن الإعراض موجود فى أنفسهم لارتكاب الفحشاء والفسق والعصيان. فكيف يجوز أن يضربوا أعناق الكفار. وإنهم يستحقون أن يضرب أعناقهم بالسيف البتّار. بما فسقوا واختاروا عيشة الفجّار. فإن الجهاد لو كان من الضرورات الدينية. فما معنى ترك هذه الفجرة؟ ولِمَ لا يُقطع رؤوسهم بالمرهفات المذربة؟ ولِمَ لا يُمَزّق لحمهم بالمُدَى المُشَرّحة؟ فإنهم فسقوا بعد الإيمان. فليُفتِ المفتون أيُقتل هؤلاء بالسيف أو السنان؟ فإن أوّل غرض الجهاد. قوم فسقوا بعد ما أسلموا وأظهروا آثار الارتداد. وخرجوا من حدود الأوامر الفرقانية. ونقضوا عهدا عاهدوه أمام الحضرة الربّانية. ولا حاجة لربّ العالمين.

﴿۸۹﴾ أنّ يتّخذ عضدًا زمر المفسدين. وإنه قادر على أن يُنزل عذابًا من السماء إن كان يريد أن يُهلک الكافرين. وما للقدوس والفاجر. ولا حاجة له إلى جهاد الفاسقين. وقد جرت سُنّة الله أنه ينصر الكافر ولا ينصر الفاجر الظالم. وكذالک اقتضت غيرة رب العالمين. والله من يُجرّب هذه العلماء يجد أكثرهم كقوم يصنعون الدراهم المغشوشة. ويغطّون على ظاهرها الفضة. ويُراء ون الناس كأنها حرش خشن جياد حديثة السكة. وليس فيها غش بل هى من السبيكة الخالصة. وكذالک تجد أكثر العالمين. يخافون الناس ولا يخافون ربهم وتجد أكثرهم كالعمين. ولو خافوا ربهم لفُتحت عيونهم ولصاروا من المبصرين. أهلكهم شح هالع. وجبن خالع. ما بقى العقل السليم ولا الطبع المستقيم وصاروا كالمجانين. يقولون ما نحن لک بمؤمنين. وقد افترقوا إلى فرق وليسوا بمتّفقين. والله أرسل عبدًا ليُحكّموه فيما شجر بينهم وليجعلوه من الفاتحين. وليُسلّموا تسليمًا ولا يجدوا فى أنفسهم حرجًا ممّا قضٰى. وذالک هو الحَكَمُ الذى أتى. فالذين اتّبعوه فى ساعة الأذى. وجاء وه بقلب أتقى. وسمعوا لعنة الخلق وخافوا لعنةً تنزل من السماوات العُلٰى. أولئک هم الصالحون حقا وأولئک من المغفورين.

أيها الناس. كنتم تنتظرون المسيح فأظهره الله كيف شاء. فأسلموا الوجوه لربكم ولا تتّبعوا الأهواء. إنكم لا تُحلّون الصيد وأنتم حُرُم. فكيف تُحلّون أراء كم وعندكم حَكَم☆. وإن الحَكَم لرحمة نزّلت للمؤمنين. ﴿۹۰﴾

☆**الحاشية**: ان الأراء المتفرقة تشابه الطير الطائرة فى الهواء. والحَكَم يشابه الحرم الأمن الذين يؤمن من الخطاء. فكما ان الصيدحرام فى الحرم

ولولا الحَکَم لما زالوا مختلفین. ظھر المھدیّ عند غلبة الضالین. وسُمِع دعاء''اِھْدِنَا'' بعد مئین. وتمّ ما قال ربّکم فی الفاتحة والفرقان المبین. وقد أخذ الله میثاق المسلمین فی ھذه السورة. وما حذّرھم الا من الیھود والنصاری إلی یوم القیامة. فأین ذکر الدجّال وأین ذکر فتنته الصمّاء ؟ أنسی الله ذکره عند تعلیم ھذا الدعاء ؟ ویعلم الراسخون فی العلم أن اسم الدجّال ما جاء فی الفرقان. والقرآن مملوء من ذکر فتنة أھل الصلبان. وھی الفتنة العظیمة عند الله وکاد أن یتفطرن منھا السماوات. وقد عُمّروا ألف سنة بعد القرون الثلاثة یا ذوی الحصاة. وأُحسّ خروجھم فی أوّل الأمر ککشکشة الأفعی. إذا تمدّد وتمطّی. ثم تزَیّد الإحساس. حتی ظھر الخناس. وکان ھو إلی ستّة آلافٍ. کالجنین فی غلاف. فتولّد ھذا الجنین بعد تسع مئین أعنی بعد القرون الثلا ثة. فعدّ الزمان إن کنتَ من المرتابین. إنھم قوم ینفقون جبال الذھب لإشاعة الضلالات. فھل رأیتم مثلھم فی الاصرار علی الجھلات؟ ولھم فی أرضکم مستقرّ مع صراصر السطوات. ویریدون أن ینزعوا عنکم لباس التقوی و یلطّخوکم بالسوء ات. فظھر ما کان ظاھرا من الله وتمت أنباء الفتن والآفاف☆ فأیّ ظلمة بقیت بعد ھذه الظلمات؟ ولیس دجّالکم الا فی رؤوسکم کالتخیّلات. ما أری الزمان الا ھذه الفتن

بقیة الحاشیة: اکراما لارض الله المقدسة فکذالک اتباع الاٰراء المتفرقة واٰخذھا من اوکار القوی الدماغیة.حرام مع وجود الحکم الذی ھومعصوم وبمنزلة الحرم من حضرة العزة بل یقتضی مقام الادب ان تعرض کل امرعلیه.ولا یوخذ شیءٌ الا من یدیه.منه

﴿۹۰﴾

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔درست الافات ہے۔(ناشر)

وبلاء هذه السيئات. وهى الفتنة العظيمة عند الله وكاد أن يتفطّرن منه السّماوات. وتهدّ الجبال الراسخات. وقد عُمّروا ألف سنة بعد القرون ﴿۹۱﴾ الثلاثة. وأُحسّ خروجهم فى أوّل الأمر كالكشكشة. أعنى ككشيش الأفعٰى. إذا تمدّد وتمطّٰى. ثم زاد الاحساس. حتى ظهر الخناس. وأشيعت الضلالة والوسواس. وكثرت الأوساخ والأدناس. وقد مضٰى عليه تسع مائة كتسعة أشهر وهو فى الرحم كالجنين. وما سُمعَ منه ركزٌ ولا فحيحٌ ولا صوتٌ كالطنين. ولا أثر من الرد على الإسلام والتأليف والتدوين. فتلك التسع هى أيام حمل الدجّال. والتسع مخصوص بعدة الحمل كما هى العادة فى أكثر الأحوال. وإن شئت فعدّ من ابتداء انقراض القرون الثلاثة. إلى زمان يكمل عدّة التسعة. ثم تولّد الدجّال على رأس المائة العاشرة. أعنى على رأس المائة التى هى عاشرة بعد القرون الثلاثة. وكان قبل ذالک کجنين فى البطن ما تفوّه قط بكلمة. وما ردّ على الملّة الإسلامية بلفظ ولا بفقرة . ثم خرج وصار كسيل يأتى من ماء الجبال. ويتوجّه إلى الغور والوهاد والدحال. وصار قويّا ببّا. وهيّج فتنًا لا توجد مثلها من آدم إلى آخر الأيام. وقَلّب كل التقليب أمور الإسلام. وأكل كثيرا من وُلْدِ المِلّة. كما أنتم تنظرون يا ذوى الفطنة. وعاث فى الأرض يمينًا وشمالًا. وأشاع فسادًا وضلالًا. وبلغ ديننا إلى التهلكة. ثم ظهر المسيح على رأس ألف البدر ونزل من الله بالحربة. فجعل يستقريه ويطلبه كما يطلب الصيد فى الأجمة. وسيلقيه على باب اللد ويقطع كل لدد بواحد

من الضربة.☆ فلا تهنوا ولا تحزنوا وإن الله معكم إن كنتم معه بالصدق والطاعة. ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلّة. والآن أُعيدَ إليكم البدر فى المرّة الثانية. وإنّ الفتح قريب ولكن لا بالسيف والملحمة. بل بالتضرّعات وعقد الهمّة والأدعية. فلا تظنّوا ظنّ السوء واسعوا إلىّ كالصحابة. ولا تموتوا الا وأنتم مسلمون. وصلّوا على محمد خير البريّة. وإن هذه مائة كليلة البدر عدّة .وكليلة القدر مرتبة. فأبشروا ببدركم وانتظروا أيام النصرة. ﴿۹۲﴾

فى ذكر أهل الجرائد والأخبار

لعلك تقول بعد ذالک أن أهل الجرائد والأخبار. يستحقون أن يُصلحوا مفاسد البلدان والديار. فأقول رحمک الله !إنه خطأ فى الأفكار. أتُبرَءُ من هؤلاء أمراض النفوس. ووساوس القسوس. نعم.لا شک أن هذه الصناعات تفيد قومنا لو رعوه حق المراعات. وتكون كهاد إلى مجاهل. وتقود إلى مناهل. وتكون كناصر للدينيات. وإن الجرائد مرآة تُرى الغائب كالمشهود. والغابر كالموجود. وتكون الوصلة إلى بعض الخفايا. بل قد تُعين على فصل القضايا. وتُرى

☆**الحاشية:** اوّل بلدةٍ بَاُيعنى الناسُ فيها اسمها لدهَيانه. وهى اوّل ارضٍ قامت الاشرار فيها للاهانة. فلماكانت بيعة المخلصين.حربةً لقتل الدجال اللعين. باشاعة الحق المبين. اشير فى الحديث ان المسيح يقتل الدجال علٰى باب اللُدّ بالضربة الواحدة. فاللُدّ ملخّصٌ من لفظ لدهيانه كما لايخفٰى على ذوى الفطنة.منه

الأمور القريبة والبعيدة كتقابل المرايا. وتُهيّء كل عبرة لأولى الألباب. وتخبر من طرق النجاة والتباب. وتُنبّئكم كل يوم كيف تتغير الأيام. وكيف تقوى المجامع وتغور المنابع العظام. وكيف تخلو المرابط ويهوى الأمراء من امرتهم. بعد ما أودعت سرّ الغنى أسرتهم. وتخبر من أخبار المحاربين الغالبين منهم والمنهزمين. والفائزين منهم والخائبين. ولولا الأخبار لانقطعت الآثار. وجُهِل الدُوَلُ وما عُلِم الأبرار والأخيار. وتقطّعت سلسلة تلاحق الأفكار. وتكميل الأنظار. ولضاعت كثير من آراء. وتجارب أهل عقل ودهاء. وما بقى سبيل إلى تعرّف أهل السياسات. ومعرفة أهل العقول والاجتهادات. ولولا التاريخ لصار الناس كالأنعام. ولضيّعوا سلسلة الأيام والأعوام. وقد سُلّمت ضرورته مذ سُلّت السيوف من أجفانها. وبُرئَ الأقلام لجولانها. ولا نقدر على موازنة الأوّلين والآخرين إلا بإمداد المؤرّخين. وهو الذى يحمل آثار بنات المجد. ويشيع أذكار أرباب الجدّ. وهو زينة للدين. وسنة الله فى كتبه والفرقان المبين. والدين الذى لم يُحصّله تحت أسره. ولم يصاحبه فى قصره. فليس هو الا كبيت بُنى فى موضع يُخاف عليه من صدمات السيل. وربّما يذهب السيل بمتاعه ويغادره كغبار سنابک الخيل. ومن فقد عصا التاريخ يمشى كأقزل. ولا تتحرک رجله من غير أن تتخاذل. فيُنهَب ذالک البيت من صول الجهل وسيله. ومن تبوّأه يتلف دُررًا جمعها فى ذيله. وربما يُنسيه الشيطان ما هو كعمود الملّة. ويغادر بيته أنقى من الراحة. فيكون

﴿۹۳﴾

مآل هذا الدين أنه يُرمَى بالكساد. ويتلطّخ بأنواع الفساد. والدين الذى يؤيَّدُ بصحف التاريخ والجرائد وضبط الأخبار. لا تُعفّى آثاره بل يُؤتَى كعذيق أُكُلُه كل حين من أنواع الثمار. ويخرج كل وقت من معادن الصدق سبائک الفضة والنضار. وأخباره تُسكّن القلوب عند مساورة الهموم والكرب. وتقص قصص المصابين على القلب المكتئب. وتشدد الهمم للاقتحام. فى الأمور العظام. وتُشجّع القلوب المزءودة بنموذج الفتيان الكرام. فإن نموذج الفتيان والشجعان. يُقوّى القلوب ويزيد جرأة الجنان. فوجب شكر الذين يعثرون على سوانح زمن مضى أو على سوانح أهل الزمان. ويخبرون عن ضعف الإسلام وقوّة أهل الصلبان. وكم من جهالة مسّت قومنا من قلّة التوجّه إلى التواريخ وأخبار الأزمنة والديار. و عَرَض عليهم النصارى بعض القصص محرّفين مبدّلين كما هو عادة الأشرار. وأهلكوهم وبلّغوا أمرهم إلى البوار والتبار. وطمعوا فى إيمانهم بل جذبوا فوجا منهم إلى صلبانهم. وهذا أمر يزيد بلبال العاقلين. ويُهيّج الأسف على عمل المفسدين. ثم مع هذه الفضائل مال أكثر أهل الجرائد فى زمننا هذا إلى الرذائل. وجمعوا فى أنفسهم عيوبا سفكت جميع ما هو من حسن الشمايل. ما بقى فيهم ديانة ولا صدق وأمانة. يسيل من أقلامهم سيل الأكاذيب. ويسفكون دم الحق عند الترغيب والترهيب. يحمدون لأغراض. ويسبّون لأغراض. وجعلوا أهواءهم قِبلتهم فى كل توجّه وإعراض. وازدراءٍ وإغماض. يتقاعسون ﴿۹۴﴾

من مُبارز ويصولون على احراض. يكذبون كثيرا وقَلّما يصدقون. وفى كل واد يهيمون. ليس فيهم من غير خلابة العارضة. والهذر عند المعارضة. لا يقدرون على عذوبة الإيراد. من غير كذب وهزل وترک الاقتصاد. ولا يمسّون نفائس الكلمات. الا بمزج الأباطيل والجهلات. يبغون نزهة سوادهم بالهزليات. ويستميلونهم بالمضحكات والمبكيات. ويريدون اختلاب القلوب. ولو كان داعيا إلى الذنوب. ويقولون كل ما يقولون رياءً ا و استمالة للأعوان. لينهل ندٰى أهل الثراء والثروة عليهم وليرجعوا بالهيل والهيلمان. وليتسنوا قيمتهم. ويستغزروا أديمتهم. ولذالک يرقبون ناديهم ونداهم. وإن خُيّبوا فيلعنون مغداهم. وكثير منهم يعيشون كالدهريين والطبيعيين. وينظرون الدين كالمستنكفين. بل أعينهم فى غطاء عند رؤية جمال الملّة. وقلوبهم فى عيافة عند هذه الجلوة. لا يرون الكذب سُبّة. ويجعلون لَبنةً قُبّة. ولن يُتركوا سُدًى. وإنّ مع اليوم غدًا. وأرى أن أبخرة الكبر سدّت أنفاسهم. وهدّمت أساسهم. وترى أكثرهم كصدف بلا دُرّ. وكسُنبلة من غير بُرّ. يقومون لتحقير الشرفاء. لأدنى مخالفة فى الآراء. وتجد فيهم من اتخذ سيرته الجفاء. وإلى من أحسن إليه أساء. وإذا رأى فى مصيبة الجار. فآذى وجفا وجار. وما رحم وما أجار. فكيف ينصر الدين قوم رضوا بهذه الخصائل. وكيف يُتَوَقّع فيهم خير بتلک الرزائل؟ الا الذين صلحوا ومالوا إلى الصالحات. فيُرجى أن يأتى عليهم يوم يجعلهم من حفدة الدين. ومن النّاصرين بالصدق والثبات. ﴿۹۵﴾

فی ذکر الفَلاسفة وَالمنطقیّین

لعلک تقول بعد ذالک أن الفلاسفة والمنطقیّین یقدرون علی أن یُصلحوا مفاسد هذا الزمان. فإنهم یتکلّمون بالحجّة والبرهان. ویصلون إلی نتیجة صحیحة بعد ترتیب المقدّمات. ولا یبقی الإشکال بعد شهادة الاشکال فی المعضلات. فنقول إن هذه العلوم مفیدة بزعمک من غیر شک فی بعض الأوقات. وتُثبتُ خیانة من خان ومان وتُنجی من الشبهات. ومن تعلّمها یصیر بیانه مُوَجّها وحُلو المذاقة. ویتراء ی یراعه ملیح السیاقة. وإن أهلها یزید رعبا علی الکافرین. ویطّلع علی خیانة المفسدین. وبها یُزیّن الإنسان روایته. ویستشف کل أمر ویُنقّد درایته. ویُبکّت بالحجة کل من یعوی. ویشوّق الآذان إلی ما یروی. وینطق کدرر فرائد. ولا یُکابد فیها شدائد. ولا یخاف عند النطق رعب مانع. ولا یأتی بنيٍّ غیر یانعٍ. ویقتحم سبل الاعتیاص. ویسعی لارتیاد المناص. وربما یفکر ویعکف نفسه للاصطلاء. لیُنجّی نفوسًا من جهد البلاء. هذا قولک وقول من یشابه قلبه قلبک. ولکن الحق أن هؤلاء من الفلاسفة والحکماء. وأهل العقل والدهاء. لا یقدرون علی دفع هذا البلاء. بل هم کبلاء عظیم لأبناء الإسلام والطلباء. وکل ما زَقّوا صبیان المسلمین. فهو لیس إلا کالسّموم. وأخرجوهم من ریاح طیبة وترکوهم فی السّموم. بئسما علّموا وبئسما تعلّموا.

فی ذکر مشائخ هذا الزمان

﴿۹۲﴾ لعلک تقول أن مشایخ هذا الزمان. الذین عُدّوا من أولیاء الرحمان. هم قوم مصلحون. فلیحفد إلیهم المسلمون. فإنهم فانون فی حب حضرة الکبریاء. ولا یُضیّعون الوقت فی الزهو والخیلاء. بل یریدون أن ینتهج الناس مهجة الاهتداء. وینقلوا من فناء الأهواء. إلی مقام الفناء. وقد آثروا تلاوة القرآن علی اللهو بالأقران. تراهم جالسین فی الحجرات. منقطعین إلی رب الکائنات. فاسمع منی. إنّا نؤمن بوجود طائفة من الصلحاء فی هذه الأمّة. ولو کان الناس یُکفّرونهم ویؤذونهم بأنواع الفریة والتهمة. ولکنّا نجد أکثر مشایخ هذا الزمان. مُرائین متصلّفین مُتباعدین من سبل الرحمان. یظهرون أنفسهم فی المجالس کالکبش المضطمر. ولیسوا الا کالذئاب أو النمر. یحمدون أنفسهم متنافسین. ویقولون إنّا أهل الله ما أطعنا مُذ یَفعنا الا ربّ العالمین. وإن نفوسنا مُطهّرة. وکؤوسنا مترّعة. ونحن من الفقراء. والمتبتّلین إلی الله ذی العزّة والعلاء. ولم یبق فیهم کرامة من غیر ذرف الغروب. مع عدم رقّة القلوب. وما بقی بدعة الا ابتدعوها. ولا مکیدة الا تقمّصوها. ولا یوجد فی مجالسهم الا رقص یُمزّق به الأردیة. ویدمی الأقفیة. وبما وسعت الدنیا علیهم بُدّلت عرائکهم. وصار مصلی الحجرات أرائکهم. فهذا هو سبب نقیصة رویتهم ودهائهم. وطرق إباحتهم وقلّة حیاء هم. وإن اللّٰه إذا سلب من نفس التقوی الذی هو أشرف

النِّعم.فجعل تلك النفس كالنَّعَم. وإذا ختم على قلب نزع منه نكات العرفان. وجعله كجبان وحيل بينه وبين شجاعة الإيمان. فيصبحون كالنسوان لا كالفتيان. ولا يبقى فيهم من غير حُلیّ النسوة. مع شیء من الخيلاء والنخوة. وينزع عنهم لباس الحِكَمِ البارعة. والكلم البليغة الرائعة. ولا يُعطَى لهم حظ من مسك المعارف وريحه الفاتحة. تكدّر سراج ﴿۹۷﴾ الإسلام من تكدُّر زيتهم. وما هم الا كراوية لبيتهم. انقض ظهرهم أثقال العيال. فيحسبون همومهم كالجبال الثقال. ويحتالون لهم كل الاحتيال. فما لهم ولدين الله ذی الجلال. تعرف رويتهم برواء هم. وخيالهم بخيلا ئهم. وقد وضح بصدق العلامات. وتوالی المشاهدات. أن أكثر هذه الفقراء ليس لهم حظ من التقاة. ولا رائحة من الحصاة. يرون انهتاك حرمة الدين. ولا يخرجون من الحجرات. ولا تتوجّع قلوبهم كالحماة. بل سرّهم مشاغلهم بالأغانی والمغنيات. والمزامير مع قراء ة الأبيات. ولا يعلمون ما جرى على أمّة خير الكائنات. وما قرء وا من مشايخهم سبق المواسات. يجمعون كل ما يُعطی ولو كان مال الزكاة والصدقات. تحسبهم أحياءً ا وهم كالأموات. الا قليلا من عباد الله كذرّة فی الفلوات. وتجد أكثرهم غريق البدعات والسّيئات. فيا أسفا عليهم! ما يجيبون اللّٰه بعد الممات؟ وكل ما كثر من اجتراء النصاری والمتنصّرين. فلا شك أن اثمه على هؤلاء الغافلين. من المشايخ والعالمين. فإن الفتن كلها ما حدثت الا بتغافل العلماء والفقراء والأمراء. فيُسألون عنها يوم الجزاء. قالوا نحن معشر العلماء والفقراء. ثم عملوا عملا غير صالح

بالاجتراء. وطلبوا رزقهم بالمكائد والرياء. وترى بعض علماء هم تركوا شغل العلم وأخلدوا إلى الأرض وفكر الزراعة. وما حفظوا مقامهم وماطلبوا فضل الله بالضراعة. وحسبوا عزازة فى الفلاحة. ونسوا حديث الذلة الذى ورد بالصراحة. فالحاصل أنهم اختاروا مشاغل أخرى كالحارثين. فكيف يقلبون الطرف إلى الدين وينصرون الدين؟ وكيف يجتمع فى قلب واحد فكر العرمة وفكر الأمّة؟ ومن خرّ على دويل لن يفتح عليه باب الدولة. يسألون الناس كالنائحات والنادبات. وأضاعوا القائت فى فكر الأقوات. وترى بعضهم يرهنون قبور آباء هم. عند غرماء هم. ليتصرّفوا فيما وُقف عليها وليأكلوا ما عُرض على أجداث كبراء هم. وإن قلتَ يا عافاك الله أحسبت قبر أبيک شيئًا يُباع ويُشترى. يقول اسكت يا فضولى لا تعلم ما نعلم ونرى. ويعدون إلى ألف من كرامات أسلافهم. وما يخرج دُرّ من خلفهم من غير اخلافهم. يدورون بركوة اعتضدوها. وعصا اعتمدوها. وسبحة عدّوها. ولحًى طوّلوها ومدّوها. وحُللٍ خضّروها. وبَشرة نضّروها. كأنهم أبدال أو أقطاب. ثم يظهر بعد برهة أنهم كلاب أو ذئاب. وغاية هممهم جراب. تُملأ فيه دراهم أو قسب وكناب. لا تجد فيهم علامة من فقرهم من غير الذوائب المرسلة إلى تحت الآذان. كمثل العلماء الذين لا يعلمون من غير رسم الإمامة والأذان. ولا تجد فى حجراتهم أثرا من بركات. بل تجد كل أحد أبا ابى زيد فى كذب وهنات. يأكلون أموال الناس بادّعاء القطبية والبدلية. ولا يعلمون من غير طواف القبور والبدعات الشيطانية.

﴿۹۸﴾

وبعضهم فی المجامع یتغنّون. وکمثل ولیدة المجالس یرقصون. وعلی رأس کل سنة لتجدید البدعات یجتمعون. تجد فیهم مکیدة السنور والفأرة. وسُمّ الحیّة والجرارة. لا یوجد فیهم من الدیانة الا اسمها. ولا من الشریعة الا رسمها. ترکوا أحکام الله ذی الجلال. وخرقوا شریعة أخرٰی کالمحتال. ونحتوا من عند أنفسهم أنواع الأوراد والأشغال. لا یوجد أثرها فی کتاب الله ولا فی آثار سید النبیین وخیر الرجال. ثم یقولون إنّا نؤمن بخاتم النبیین. وقد خرجوا من الدین کإخوانهم من المبتدعین. أنزل علیهم وحی من السماء فنسخ به القرآن وسُنّة سید الأنبیاء ؟ کلا. بل اتّبعوا الشیاطین. وآثروا الإباحة وأهواء النفس علی ما أنزل أرحم الراحمین. وجاء وا بمحدثات خارجة من الدین. وأحدثوا بدعات بعد نبینا المکین الأمین. وبدّلوا حُللًا غیر حلل المسلمین. وقلّبوا الأمور أکثرها کأنهم لیسوا من المؤمنین. المزامیر أحب إلیهم من تلاوة القرآن. و دقاقیر الشعراء أملح فی أعینهم من آیات الله الرحمان. خرجوا من الدین کما یخرج السهم من القوس. وداسوا أوامر الله کل الدوس. ما تری فیهم ذرّة من اتّباع السُنّة. ولا کفتیل من السیر النبویة. وکثیرمنهم فتحوا أبواب الإباحة. وأووا إلی عقیدة وحدة الوجود لیکونوا آلٰهة ولیستریحوا من تکالیف العبادة. یقولون أن کثیرا من الناس رأوا من دعاء نا وجه الاهواء لیظن ان الأمر کذالک وهم من الأولیاء. ولیسعی الناس إلیهم بد راهم کما یسعون إلی الصلحاء. وإذا قُرء علیهم کتاب اللّٰه أو قول رسوله لا یُطربهم

﴿۹۹﴾

شـیء مـن ذالک. ثم إذا قُرء بیت من الأبیات فإذا هم یرقصون. ومن لعنه اللـه فـمـن یـفتـح عیـونـه؟ فـلیـعـملوا مـا یعملون.

فی ذِکر طوائف أخری مِن المُسْلِمِین

قـد سمعتم من قبل ذکر أعیان الإسلام. ورجالهم الکرام. فلعلکم تظنون أن عـامتهـم معصومون من السّیئَات. فـاعـلموا أنهم کمثل کبرائهم ما غادروا شیـئـا مـن ارتـکـاب الـمـعـاصی والمنهیات. وتراهم مسلوب الهمّة. کثیر النهمة. هالکین من سم الغفلة. یأکل بعضهم بعضا کدود العذرة. ویترکون أوامـر الـلـه من غیر المعذرة. قـد فشـا الـکذب بینهم والفسق والفحشاء. والبـخـل والغل والشحناء. یشربون کأسا دهاقا من الصهباء. ویُصبحون فی الـقـمـر والـزمـر بتـرک الـحـیـاء. یقولون نحن المسلمون ثم لا یتوبون من نـجـاسة الـدنـان. کـأنهـم لا یـؤمـنون بالدیّان. یـکـذبـون بـأدنـی طمع فی الشهـادات. ویـجـاوزون حـد العدل عند المعادات. نسـوا شـروط التقاة. وذهـلـوا حقـوق الـمؤاخاة. ومرضوا بمرض لا ینفعه أسیٌّ ولا فلسفیٌّ. وما استـعـصـم منه ألمعیٌّ ولا غبیٌّ. حتـی عـاد زمـان الـجاهلیة بعد ذهابه. وفقد الـمـاء وختـل کـل امـرء بسـرابـه. وظهرت فی الأعین خیانته. وفی الألسن خیـانته. وفی الـزهادة خیـانته. وفی الـعبادة خیـانتـه. ومـا بقی جریمة الا وهـی تـوجـد فـی الـمسـلـمیـن. وجـمـعـوا فی أعمالهم إتلاف حقوق اللّٰـه وحـقـوق المخلوقین. یـوجـد فیهـم السـارقون. والسفاکون والمزورون. والـکـاذبـون والـزانون. والأساری فی عادات الفسق والفحشاء والخائنون

﴿۱۰۰﴾

الـجـائرون. وعبـدة الـقبـور والمشركون. والـعـائشـون فـى حلل الإباحة والـدهـريـون. ولا يـوجـد جريمة الا ولهم سهم فيها كما أنتم تعلمون. وإن كـنـتَ تشك فـاسـأل حـدّاد سـجنٍ من السجون.

فِى ذِكر الفِتن الخارجيَّة

إن أكبـر الفتن فى هذه البلاد. فتنة الإلحاد والارتداد. وترون كثيرا من أهل الـردّة يمشون فى بلادنا كالجراد المنتشرة. ديـس المسلمون تحت أقدام الـقسـوس. وقُـلّبـت قـلوبهم وجُعلت طبائعهم كالثوب المعكوس. وشُغفوا بـمـكـائـد أهـل الصلبان. ومسائل العصمة والكفارة والقربان. وترون أنهم يُـرغّبونهم فى دينهم بكل ذريعة وأداة. ولو بفتاة. ويجذبون كل ذى مجاعة وبـوسَـى. إلـى إلٰـهٍ نُـحـت بعد موسٰى. فيجيئهم كل من ارتاد مُضيفًا. ليقتاد رغيـفًا. ويسـوق الـجهـلاء حـادى السـغـب. إلى البِيَع التى هى أصل البوار والشغب. ويُـرغبـونهـم فى خفض عيش خضل. وكانوا من قبل كابن سبيل مرمل. وكان الطوى زاد جوى الحشا. فآثروا الرغفان على الدين كما ترى. وشربوا من كأسهم. وتلطّخوا من أدناسهم. وإنهم دخلوا ديارنا كطارق إذا عـرى. فـنـوّمـوا الأشـقيـاء ونـفـوا عـن السـعداء الكـرى. وضل كثيـر من ﴿۱۰۱﴾ تعليماتهم. ولُدِغوا من حَيَواتهم. حتى صُبّغوا بصبغتهم. ودخلوا فناء ملّتهم. ومـا كـان فيهم رجل ينفى ما رابهم. ويستسلّ السهم الذى انتابهم. ووسّعوا الـحـريّة كـل التوسيع. وفـرّقـوا بيـن الأمّ والـرضيـع. وارتـدّ فـوج مـن

المسلمين. وكذّبوا وشتموا سيد المرسلين. وترون الآخرين قد قاموا لتوديع الإسلام. وتكذيب خير الأنام. عُكمت الرحال. وأزف الترحال. وقد أظهروا شعار الملّة النصرانية. ونضوا عنهم كل ما كان من الحلل الإيمانية. والذين تنصّروا ما تركوا دقيقة من التحقير والتوهين. وأضلّوا خلق الله كالشيطان اللعين. فالذين كانوا من أبناء المسلمين وحفدتهم. صاروا من جنودهم وحفدتهم. وأكملوا أفانين الكيد. ليتحاشوا لهم كل نوع الصيد. ولا شك أنهم أفسدوا اِفْسادًا عظيمًا. وجعلوا إلهًا عظيمًا رميمًا. وخدعوا جهلاء الهند بطلاوة العلانية. وخبثة النيّة. وضيّعوا دُرر الإسلام بروث مُفضّض. وكنف مُبيّض. وصرفوا الناس من الهداية إلى الضلال. ومن اليمين إلى الشمال. يُصلّتون ألسنهم كالعضب الجراز. ويتركون متعمّدين طريق التعظيم والاعزاز. وبِيَعُهم مناخ للعيس. ومحطّ للتعريس. وما ترى بلدة من البلاد الا وتجد فيها فوجا من أهل الردّة والارتداد. وقد تنصّروا بسهم من المال لا بالسهام. وكذالك أُغِيرَ على ثلث ملّة الإسلام. وسُلب منّا أحبابنا وعادا من واخا. ومُطرنا حتّى صارت الأرض سُواخٰى. داخوا بلادنا. وأحرقوا أكبادنا. وأفسدوا أولادنا. وإنهم فرق ثلاث في الفساد. وفي مراتب الارتداد. فرقة تركوا بالجهرة دين الأجداد. وقوم آخرون ترى صورهم كالمسلمين و قلوبهم مجذومة من الإلحاد. قرأوا العلوم الجديدة. وأكلوا تلك العصيدة. وصاروا كالملحدين. لا يصومون ولا يُصلّون. بلْ تراهم ﴿۱۰۲﴾ على المتعبّدين الصائمين ضاحكين. فهم أقرب إلى الإلحاد

من الإيمان. وإلى الشيطان من الرحمان. لا يؤمنون بالحشر ولا بالجنة والنار. ولا بالملائكة ولا بوحى الذى هو مدار شريعة نبيّنا سيد الأخيار. دخلوا فى بطن فلاسفة النصرانيين. فما خرجوا منه الا فى حُلل الملحدين. وثقوا بوميضهم وهو خُلّب. واغترّوا بصدقهم وهو قُلّب. اسودّت صدورهم كأنها ليلة فتية الشباب. غدافية الإهاب. وما بقيت الآذان ولا العيون. وغشيهم كبر الفلسفة كما يغشى الجنون. ويقولون إنّا نشرب النُقاخ. والعامّة لا يتجرّعون الا الأوساخ. وقوم دونهم لبسوا لباس النصرانيين. ويقولون إنّا نحن من المسلمين. ومع ذالک فرغوا من الصلاة والصيام. وإن كانوا لا يضحكون على الإسلام. لا ترى شيئا معهم من حلل أهل الإيمان. بل ترى شعارهم كشعار أهل الصلبان. لا يتزوّجون الا بناتهم. ولا يحمدون إلا حصاتهم. شروا بالدنيا الشرع والورع. كرجل أجبأ الزرع. واذا أمعنتَ النظر فى وسمهم. وسرحت الطرف فى ميسمهم. ما ترى على وجوههم آثار نور المؤمنين. ولا سمت الصالحين. فهؤلاء أحداث قومنا يُتّكأ عليهم فى الأيام المستقبلة. ويذكرون بالثناء والمحمدة. وترون الإسلام فى زماننا هذا كأسيرٍ يُحبس. أو كدريّة تُدْعَس. والذين يقرء ون فى مدارس القسوس من الصبيان. ترى أكثرهم يُشابهون أهل الصلبان. تركوا النظيف. وآثروا الجيف. وتقمّأوا رُوث الضلالة. كما كانوا يتقمّأون عظام العلوم المروّجة. وما خرجوا من المدارس حتى خرجوا من الملّة. وعلى الخرء تداكئوا. وعلى القذر تكأكأوا. وإن الذين يدرسون من النصارى شرهم أكبر وتأثيرهم

أعظم من قسوس آخرين. وإن اكثر صبيان ديننا يقرء ون فى مدارس هذه المضلّين. فإنّا لله على حالة المسلمين. وتأتى نساؤهم المحررات فى بيوت أهل الإسلام. ويوسوسن فى صدورهن بأنواع الحِيَل والاهتمام. وقد يرتد أحد منهن فيخرجونها كالسارقين. فيجرى ما يجرى على قلوب المتعلقين. وقد يحصل لهم كثير من يتامى هذا الدين. فيُنصّرونهم وهم ألوف عندهم و يزيدون كل يوم من قوم مجدبين. ومن الذين ماتت اٰباء هم من الطاعون أو حوادث أخرى فقمشهم القسوس من الأرضين. فلبثوا كرهنة لديهم حتى صاروا من المتنصّرين. وعُرِضَ عليهم الخنزير فأكلوه. وقيل لسبّ المصطفٰى فسبُّوه وصاروا أوّل الكافرين.

﴿۱۰۳﴾

فى علاج هذه الفتن

قد ثبت مما سبق أن هذه الفرق كلهم لا يقدرون على اصلاح الناس. ولا على دفع الوسواس الخنّاس. ولا أُصطيد بهم إلى هذا الحين صيد المراد. وما ارتقى الناس بهذه الذرائع إلى ذُرَى الصدق والسداد. وما رأيتم أحدًا منهم أصلح المفسدين. أو احتكأ قوله فى قلوب المجرمين. أو كفأ وعظه من المنكرات. وجعل من التوابين والتوابات. وكيف يُرجى منهم صلاح وإن قلوبهم فسدت. وصارت كقربة قضئت. فهل يهدى الأعمى الأعمٰى؟ أو يُداوى الوعك من لا يقلع عنه الحمّى؟ وهل يوجد فيهم رجل يُوصل إلى نور اليقين؟ وهل يُرِى سبيلا من هو من العمين. وهل

من الممكن أن يلج فى سم الخياط الهرجاب. أو يرعى الغنم الذئاب؟ سلّمنا أن العلماء يعظون. ولكن لا نُسلّم أنهم يتعظون. وقبلنا أنهم يقولون. ولكن لا نقبل أنهم يفعلون. وهل عيبٌ أفحش من القول من غير العمل؟ وهل يُتَوَقّع أن يكون خائبٌ مظهرًا للأمل؟ فا تركوا كل أحد من هذه الفرق مع كيده وكدّه. وتحسّسوا لعل الله يأتى أمرًا من عنده. ووالله إن هذه فتن لن تصلح بهذه الذرائع ولا بشورى ومُنتَدى. ولا بتجمير البعوث على ثغور العدا. ولا بأساة آخرين. وإن هم الا من المتصلّفين. وإن مثل جاهل يتصلّف بعلمه وعرفانه. كمثل جرو صأصأ قبل أوانه. أو كذئاب يسابق البازى فى طيرانه. فاعلموا يا مواسى المسلمين. وأساة المتألّمين. أن علاج القوم فى السماء. لا فى أيدى العقلاء. اقرأوا قصص السابقين فى الكتاب المبين. وما بُدّلت سُنن الله فى الآخِرين. أتطلبون علاج المرضى من ملوككم وعلمائكم ومشائخكم وعقلا ئكم؟ عفى اللّٰه عنكم لا أفهم غرض آرائكم. يا سبحان الله أى طريق اخترتم؟ وإلى أى شعب مررتم؟ أوَ تظنّون أن الوقت ليس وقت الإمام. وهو بعيد من هذه الأيام؟ وترون بأعينكم غلبة الضلالة. وطوفان الجهالة. فما لكم لا تعرفون الأوقات. ولا تتألّمون على ما فات؟ وإن قيل لكم إن فلانا قد بلغ العشرين وشابه البرزوغ. فتفهمون من غير توقف أنه ترعرع وناهز البلوغ. فما لكم لا تفهمون مواقيت نُصرة الدين. ولا تتركون الشك مع رؤية أنوار اليقين؟ وترون ميسم الإسلام. كميسم مريض ديس تحت الآلام. وتشاهدون انكفاء كمال الملّة.

﴿۱۰۴﴾

إلى اكمال الذلّة. وقد نسبت من المزايا إلى الخطايا. ثم لا يبرح لكم ما نزلت من البلايا. ما نرى فيكم خدّام الدين عند طوفان هذه الضلالة. ولو طُلبوا على الجعالة. بل كل نفس ذهبت إلى اهواء ها. وزعمت أن الخير في استيفاء ها. نسوا وصايا الرحمان. التى لُقّنوها فى القرآن. وتبيّن أنهم استضعفوا سفارة الرسول المقبول. واستشعروا تكذيب كتاب الله وردّوا كل ما جاء هم من المنقول. واتّخذوا الجدّ عبثًا. وحسبوا التبر خبثًا. وايم اللّٰه لطالما فكّرتُ فى أحوالهم. وولجتُ أجمة خيالهم. فما وجدتُ فيها من غير أوابد الشهوات. وسباع الظلم والظلمات. يجوبون ﴿۱۰۵﴾ الموامى من غير مصاحبة خفير. ويُبارزون العدا من غير استصحاب جفير. ولا ينفى كلمهم ما راب المرتابين. ولا يستسلّون سهم المعترضين. بل يُوافقون النصارى فى كثير من الضلالات. ويرافقونهم فى أكثر الحالات. بيد أن النصارى جهروا بذات صدورهم. وبرح خفاؤهم وما فى خدورهم. وأمّا هؤلاء فلا يُقرّون بما لزمهم من العقائد. وإن هم الا كشَرَكٍ للصائد. يُقابلون القسوس بوجه طليق. كحبيب ورفيق. لا بلسان ذليق. وقلب عتيق. وساء هم أن يُستدلّ من القرآن. وسرّهم أن يُقال روى الفلان عن الفلان. يريدون الرطب بالخطب. ليُملئوا بطون الزغب. يؤثرون الثرائد على الفرائد. ولا يُبالون من عصى دين الله بعد أكل العصائد. يبكون على عيشهم المكدّر بالصبح والمساء. ولا يقلعون عن البكاء. ولا ينزعون إلى الاستحياء. ولا ينتهجون

سُبل الهدى. ولا يذكرون وشك الرّدَى. وإذا دُعوا إلى القرى. يريدون أن يأكلوا القُرى. يقولون بألسنهم لا تتّخذونی كَلّا. ولا تصنعوا لأجلی أكلا. والقلب يبغی الحلوی. واللوزينج وما هو أحلى. وكل ما هو أجرى فی الحلوق. وأمضى فی العروق. واللحم الطری. والكباب الشامی. ومع ذالک ماءً يشعشع بالثلج ليقمع هذه الصارة. ويفثأ تلک اللقم الحارة. ثم مع ذالک يستشعرون أن لا يودّعوا الا بدينارين. أو يُدفع إليهم ما فی البيت بغض العينين. وإذا قُدّم إليهم طعامٌ فی مذاقه كلام. فيلعنون من دعا إلى القرى عشرة لعنة. ويذكرونه فی كل ساعة ويسبّون كبرا ونخوة. بما لم يحصل أمنيّتهم ولم يرض طوِيّتهم. وكذالک كثرت مضراتهم. وانتشرت معرّاتهم. فكيف يُرجى صلاح الدين من هذه الناس؟ وهل يُرجى سيرة الملائک من الخناس؟ بل هم أعداءٌ للدين فی بردة صدّيق. الوجه كموحّد والقلب كزنديق. يستقرون عيسى فی الأحياء☆. ويُنزّلونه من السماء. ويعلمون أنه قد مات ولحق الأموات. وخبر موته موجود فی الفرقان. فبأی شهادة يؤمنون بعد القرآن. ويقولون إنه هو المعصوم من مسّ الشيطان. ونسوا ما قال ربّنا اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ [1] لا نعلم ما هذه الدناءة. وهذه الغفلة. أليس سيد الرسل من المعصومين؟ بلى. وإن لعنة اللّٰه

﴿۱۰۶﴾

☆**الحاشية:** كذالک يقولون ان الطير ليست من خلق الله فقط بل بعضهامن خلق الله وبعضهامن خلق عيسیٰ. ففكروااماالفرق بينهم وبين النصارىٰ. منه

[1] الحجر: ۴۳

على الكاذبين. يا معشر الغافلين! إلامَ تنتظرون عيسى وقد قرُبَ يوم الدين؟ أتزعمون أنه من الأحياء بل هو من الميّتين. وإنى عارف بقبره فلا تكونوا من الجاهلين. اجتمعوا إلىّ أهدكم إن كنتم طالبين. وليس ذنب تحت السماء أكبر من القول بحياة عيسٰى وكادت السّماوات أن يتفطّرن به بل هو من الهالكين. والله إنه هو الحق وإنى أُنبِئتُ من القرآن ثم بوحى رب العالمين. ومن قال إنه حىّ فقد افترى على الله وخالف قول الكتاب المبين. وإنكم تنتظرون نزوله من مدّة مديدة. فأين فيكم قريحة سعيدة؟ انظروا أيها المنتظرون الغالون. هل وجدتم ما أردتم وما تطلبون؟ وهل أنتم على ثقة من أمر تعتقدون؟ وهل اطمأنّت عليه قلوبكم أيها المعتدون؟ بل تنصرون النصارى وتؤيّدون. وارتدّ كثير من الناس بأقوالكم فلا تتركون هذه الكلم ولا تنتهون. ثم أنتم تقولون إنّا نجهد كل الجهد للإسلام. فأى إسلام تريدونه يا معشر الكرام؟ أتريدون إسلام الشّيعة أو إسلام البياضية. ﴿۱۰۷﴾ الذين لا نجاة عندهم من دون وِرد اللعنة؟ أو تعنون من هذا اللفظ الفرقة الوهابية. أو المقلّدين أو المعتزلة. أو تعنون إسلام المبتدعين من الفقراء. والسالكين مسلك الاباحة والفحشاء او اسلام الطبيعيين الجاحدين بالملائكة والجنة والنار والبعث وخوارق الأنبياء. واستجابة الدعاء والضاحكين على الصوم والصلاة والمؤثرين طرق الأهواء. أو إسلام آخر فى قلبكم ما أعثرتم عليه أحدًا من الأحبّاء والأعداء. أيها الأعزّة فكّروا

فـي أنفسكم ما حالة الزمان. وقد افترق الأمة إلى فِرَقٍ لا يُرجى اتحادهم الا مـن يد الرحمٰن. يُـكـفّـر بـعـضـهم بعضًا. وربما انجرّ الأمر من الجدال إلى الـقـتـال. فـفـكّـروا أتستـطيعون أن تُصلحوا ذات بينهم وتجمعوهم فى براز واحد بعد إزالة هذه الجبال؟ كلا. بل هى أقوال لا تقتدرون عليها. أ تقدرون على فعل هو فعل الله ذى الجلال؟ ولن يجمع الله هؤلاء الا بعد نفخ الصور من السماء. وإذا نُفخ فى الصور فجُمعوا جمعًا. فليسمع من يستطيع سمعا. ولا نـعـنـى بالصور ههنا ما هو مركوز فى متخيّلة العامّة. بل نعنى به المسيح الـمـوعـود الـذى قـام لهذه الدعوة. ولـيـس صـور أعـز وأعـظم من قلوب الـمـرسـلـيـن مـن الـحـضرة. بل الصور الحقيقى قلوبهم تنفخ فيها ليجمعوا الـنـاس عـلـى كلمة واحدة من غير التفرقة. وكـذالك جـرت سُنّة الله أنه يبـعـث أحـدًا من الأمّة لإصلاح الأمّة. وليجذب الناس به إلى سبله المرضية ولا يتـرك الحق كالأمر الغمّة. لكن مع ذالك آفة أخرى. وداهية عظمى. وهـو أن العلاج الذى أراده الله لإصلاح هذه الآفات. ودفع تلك البليّات. هـو أمـر لا يـرضـى بـه الـقـوم وعلماء هم. وتنظر إليه بنظر الكراهة عوامهم وكبراء هم. فـإن الـلّٰـه بعث مسيحه الموعود عند هذه الفتن الصليبية. كما بـعـث عيسـى ابـن مـريـم عـنـد اختـلال الـسـلسـلة الموسوية. وكـان حقّـا عـلـيــه تـطبيـق الـسـلسـلتيـن. لـئـلا يـكـون فـضـل لسلسة أولى وليتطـابقـا كتـطـابـق النعلين. فـبـعـث نبيّـنـا وسيّـدنـا مـحـمـدًاصلى الله عليه وسلم. وجـعـلـه مثيل موسى وكلّمه وعلّمه ما علّم. ثـم لـمّا انقضت مدة على هجرة هـذا الـنبـى الـكـريم. كمثل مدة كانت بين عيسى والكليم. وافترقت الأمّة إلـى فِـرَقٍ وصبـت عـلـى الإسـلام مـصـائـب وبـؤسـى. كـمـا افتـرقـت

﴿۱۰۸﴾

اليهـود وضـلّـوا فی زمن عيسٰی بعد موسٰی. بعث الله مثيل ابن مريم فی هذا الـزمـان. ليتـطـابـق السـلسـلتـان. الأول كالأول والآخر كالآخر فی جميع الصفات والألوان. فـكان هذا مقام الشكر لا مقام الانكار والكفران. وكان مـن الـواجـب أن يتـلـقـی الـمسـلـمـون هـذا الـنبأ بإقبال عظيم كالعطشان. ويـحسبـوه من أجلّ منن الرحمن. ولـكـن القوم اتّبعوا أقوال الناس وكفروا بـالـقـرآن. ومـا آمـنـوا بمثيل عيسی كما لم تؤمن اليهود بعيسی من قبل بل كـذّبوا كما كُذّب فی سابق الزمان. فاليوم هم علی مكان واحد فی العصيان فـرقتـان مـكـذّبتـان. وقريحتان متشابهتان. كذالک. ليتم ما قال فيهم خير الإنـس والـجان. ولا يسرّهم الا أن ينزل عيسی ابن مريم من السماء الثانية. واضـعًـا كفّيه علی أجنحة الملائكة. وأن يـنـزل فی المهرودتين. والبُردين المزعفرين. ويسـوء هـم أن يبعث الله مسيحه الموعود من هذه الأمّة. كما وعـد فـی سورة النور والتحريم والفاتحة. ومـن أصدق من الله قيلا يا ذوی الفطنة. يقولون إن الله يحطّ عيسی من مقامه. ويُكدّر صفو أيّامه. ويُعيده إلی دار المحن من غير اجترامه. وما هذا الا بهتان. وما عندهم عليها من برهان. بـل تـوفّـاه الـلـه وأدخله فی الجِنان. كما ذكره فی القرآن. وقبره قريب من هذه البلدان. وإن طـلبتم المزيد من البيان. فتعالوا أقص عليكم قِصّته الثابتة عـند المسلمين وأهل الصلبان. وليس هی من مُسلّمات فرقة دون الأخری. بـل أمـرٌ اتـفقَ عليه كل من كان من أولی النهی. وما كان حديثًا يُفتری. وإنّا رأيـنـاهـا بـنـظـر أقصٰی. ومـا زاغ البـصـر ومـا طـغٰی. وثبت بثبوت قطعیّ ﴿۱۰۹﴾

أن عیسٰی هاجر إلی مُلک کشمیر. بعد ما نجاه اللّٰہ من الصلیب بفضل کبیر ☆. ولبث فیه إلی مدّة طویلة حتی مات. ولحق الأموات. وقبره موجود إلی الآن فی بلدة ''سِرِیْ نَگرْ'' التی هی من أعظم أمصار هذه الخطّة. وانعقد علیه إجماع سکان تلک الناحیة. وتواتر علی لسان أهلها أنه قبر نبی کان ابن ملکٍ وکان من بنی إسرائیل. وکان اسمه''یوزآسف'' فلیسألهم من یطلب الدلیل. واشتهر بین عامّتهم أن اسمه الأصلی''عیسی صاحب'' وکان من الأنبیاء. وهاجر إلی کشمیر فی زمان مضی علیه من نحو ۱۹۰۰ سنة. واتفقوا علی هذه الأنباء بل عندهم کتب قدیمة توجد فیها هذه القصص فی العربیة والفارسیة. ومنها کتاب سُمّی ''إکمال الدین'' وکتب أخری کثیرة الشهرة. وقد رأیت فی کتب المسیحیین أنهم یزعمون أن یوزآسف کان تلمیذا من تلامذة المسیح. وقد کتبوا هذا الأمر بالتصریح. ولایوجد قوم من اقوامهم الّا وهم ترجموا هذه القصة فی لسانهم وعمّروا بیعة علی اسمه فی بعض بلدانهم. ولا شکّ أن زعم کونه تلمیذًا باطل بالبداهة. فإن أحدًا من تلامذة عیسی ما کان

☆ حاشیہ: قَدْرَئینَاقَرِیْبًامن الف مجلدات من الکتب الطبیّة فوجدنافیها نسخة مبارکةً یُسَمّٰی مرهم عیسٰی عند هٰذه الفرقة. وثبت بشهادات اطباء الرومیّین والیونانیین والیهود والنصاریٰ وغیرهم من الحاذقین ان هذه النسخة من ترکیب الحواریین. وکتب کلهم فی کتبهم انهاصنعت لجراحات عیسٰی. وکذالک کتب فی قانون الشیخ ابی علی سینا. فانظروا یا اولی النهٰی. هذا هوالذی رُفِع الی السّمٰوات العُلٰی. منه

ابن ملک وما سمع منهم دعوى النبوّة. ثم مع ذالک کان یوزآسف سَمّی کتابه الإنجیل. وما کان صاحب الإنجیل الا عیسی. فخذ ما حصحص من الحق واترک الأقاویل. وإن کنتَ تطلب التفصیل. فاقرأ کتابا سُمّی بإکمال الدین تجد فیه کل ما تسکن الغلیل. ثم هو من مؤیّدات هذا القول أن کثیرا من مدائن کشمیر سُمّی بأسماء المدن القدیمة. أعنی مُدُنًا کانت فی أرض بعث المسیح وما لحقها من القرى القریبة. کحمص. وجلجات. واسکردو. وغیرها التی ترکناها خوف الإطالة. وهذا المقام لیس کمقام ﴿۱۱۰﴾ تمرّ علیه کغافلین. بل هو المنبع للحقیقة المخفیّة التی سُمّیت النصاری لها الضَّآلِّیْنَ. ولقد سمّاهم الله بهذا الاسم فی سورة الفاتحة. لیشیر إلى هذه الضلالة. ولیشیر إلى ان عقیدة حیاة المسیح أمّ ضلالاتهم کمثل أمّ الکتاب من الصحف المطهّرة. فإنهم لو لم یرفعوه إلى السماء بجسمه العنصری لما جعلوه من الآلهة. وما کان لهم أن یرجعوا لی التوحید من غیر أن یرجعوا من هذه العقیدة. فکشف الله هذه العقدة رُحمًا على هذه الأمّة. وأثبت بثبوت بیّن واضح أن عیسى ما صُلب. وما رُفع إلى السماء. و ما کان رفعه أمرًا جدیدا مخصوصا به بل کان رفع الروح فقط کمثل رفع اخوانه من الأنبیاء. وأمّا ذکر رفعه بالخصوصیة فی القرآن. فکان لذبّ ما زعم الیهود وأهل الصلبان. فإنهم ظنوا أنه صُلب ولُعن بحکم التوراة. واللعن یُنافی الرفع بل هو ضدّه کما لا یخفَى على ذوی الحصاة. فردّ الله على هاتین الطائفتین بقوله بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ[1] والمقصود

[1] النسآء: ۱۵۹

منـه أنـه ليـس بـملعون بل من الذين يُرفعون ويُكرمون أمام عينيه. وما كان انـكـار اليهـود الا مـن الـرفع الروحانى الذى لا يستحقّه المصلوب. وليس عندهم رفع الجسم مدار النجاة فالبحث عنه لغو لا يلزم منه اللعن والذنوب. فـإن إبـراهيـم وإسـحـاق ويـعـقـوب ومـوسٰى. ما رُفع أحدٌ منهم إلى السماء بجسمه العنصرى كما لا يخفَى. ولا شك أنهم بعدوا من اللعنة وجُعلوا من الـمـقرّبين. ونجوا بفضل الله بل كانوا سادة الناجين. فلو كان رفع الجسم إلى السماء من شرائط النجاة. لكان عقيدة اليهود فى أنبيائهم أنهم رُفعوا مع الـجسـم إلـى السـمـاوات.فالحاصل أن رفع الجسم ما كان عند اليهود من عـلامـات أهل الإيمان. وما كان إنكارهم الا من رفع روح عيسى وكذٰلک يقولون إلى هذا الزمان. فإن فرضنا أن قوله تعالٰى بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ[1] كان لبيان رفـع جسـم عيسـى إلـى السـماء. فأين ذكر رفع روحه الذى فيه تطهيره من الـلعنة وشهادة الإبراء. مع أن ذكره كان واجبا لرد ما زعم اليهود والنصارى من الـخطاء. وكفاک هذا إن كنت من أهل الرشد والدهاء. أتظن أن الله ترک بيـان رفـع الـروح الـذى يُـنـجّـى عيسـى مـما أُفتِيَ عليه فى الشريعة الموسوية. وتصدّى لذكر رفع الجسم الذى لا يتعلّق بأمر يستلزم اللعنة عند هذه الفرقة؟ بل امر لغو اشتهر بين زُمع النصارىٰ والعامة. وليس تحته شيء من الحقيقة. وما حمل النصارى على ذالک الا طعن اليهود بالإصرار. وقولهم أن عيسى مـلـعون بما صُلب كالأشرار. والمصلوب ملعون بحكم التوراة وليس ههنا سـعة الـفرار. فـضــاقــت الأرض بهـذا الـطـعـن علـى النصـارى. وصـاروا ﴿۱۱۱﴾

[1] النسآء:۱۵۹

فی أیدی الیهود کالأساری. فنحتوا من عند أنفسهم حیلة صعود عیسٰی إلی السماء. لعلّهم یُطهّروه من اللعنة بهذا الافتراء. وما کان مفرّ من تلک الحادثة الشهیرة التی اشتهرت بین الخواص والعوام. فإن الصلیب کان موجبا للّعنة باتّفاق جمیع فرق الیهود وعلمائهم العظام. فلذالک نُحِتت قصة صعود المسیح مع الجسم حیلة للابراء. فما قُبِلت لعدم الشهداء. فرجعوا مضطرّین إلی قبول إلزام اللعنة. وقالوا حملها المسیح تنجیةً للأمّة. وما کانت هذه المعاذیر الا کخبط عشواء. ثم بعد مدّة اتّبعوا الأهواء. وجعلوا متعمّدین ابن مریم لله کشرکاء. وصار صعود المسیح وحمله اللعنة عقیدة بعد ثلاث مائة سنة عند المسیحیین. ثم تبع بعض خیالاتهم بعد القرون الثلاثة الفیج الأعوج من المسلمین. واعلم أرشدک الله أن رسولناصلعم ما رأی عیسی لیلة المعراج الا فی أرواح الأموات. وإنّ فی ذالک لآیة لذوی الحصاة. وکل مؤمن یُرفع روحه بعد الموت وتُفتح له أبواب السماوات. فکیف وَصل المسیح إلی الموتی و مقاماتهم مع ﴿۱۱۲﴾ أنه کان فی ربقة الحیاة؟ فاعلم أنه زور لا صدق فیه. وقد نُسج عند استهزاء الیهود ولعنهم بنص التوراة. لا یُقال أن عیسی لقی الموتی کما لقیهم نبیّنا لیلة المعراج. فإن المعراج علی المذهب الصحیح کان کشفا لطیفا مع الیقظة الروحانیة کما لا یخفَی علی العقل الوهّاج. وماصعد إلی السماء الا روح سیدنا ونبیّنا مع جسم نورانی الذی هو غیر الجسم العنصری الذی ما خُلق من التُربة. وما کان لجسمٍ **أرضیّ** أن یُرفع إلی السماء. وعدٌ من الله ذی الجبروت والعزّة وإن کنتَ فی ریب فاقرأ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا اَحۡیَآءً وَّ اَمۡوَاتًا [1]. فانظرأ تُکذّب القرآن لابن مریم و

[1] المرسلات : ۲۶،۲۷

اتّق الله تُقاتا. وانظر فی قوله فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي. ولا تؤذ ربک کما آذیتنی. وقد سأل المشرکون سیدنا صلی الله علیه وسلم أن یرقی فی السماء إن کان صادقا مقبولا. فقیل قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [1] فما ظنّک ألیس ابن مریم بشرا کمثل خیر المرسلین؟ أو تفتری علی الله وتُقدّمه علی أفضل النبیین؟ ألا إنه ما صعد إلی السماء. ألا ان لعنة الله علی الکاذبین. وشهد الله أنه قد مات ومن أصدق من اللّٰه رب العالمین؟ ألا تُفکّر فی قوله عز اسمه وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [2] أو علی قلبک القُفل؟ وقد انعقد الإجماع علیه قبل کل إجماع من الصحابة. ورجع الفاروق من قوله بعد سماع هذه الآیة. فما لک لا ترجع من قولک وقد قرأنا علیک کثیرا من الآیات؟ أ تکفر بالقرآن أو نسیت یوم المجازات؟ وقد قال الله فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ [3] فکیف عاش عیسی إلی الألفین فی السماء.ما لکم لا تُفکّرون؟فالحق والحق أقول. إن عیسی مات. ورُفع روحه ولحِق الأموات. وأمّا المسیح الموعود فهو منکم کما وعد الله فی سورة النور. وهو أمر واضح ولیس کالسرّ المستور. وإنّه ”إمامُکم منکم“ کما جاء فی حدیث البخاری والمسلم. ومن کفر بشهادة القرآن وشهادة الحدیث فهو لیس بمسلم.وقد أخبرنا التاریخ الصحیح الثابت أن عیسی ما مات علی الصلیب. وهذا أمر قد وُجِد مثله قبله ولیس من الأعاجیب. وشهدت الأناجیل کلها أن الحواریین رأوه بعد ما خرج من القبر وقصد الوطن والإخوان. ومشوا معه إلی سبعین فرسخ وباتوا معه وأکلوا معه اللحم والرغفان. فیا حسرة علیک إن کنتَ بعد ذالک تطلب البرهان.أتظن أن سلّم السماء ما کان الا علی

﴿۱۱۳﴾

[1] الاسراء : ۹۴ [2] اٰل عمران:۱۴۵ [3] الاعراف:۲۶

سبعين ميل☆ من مقام الصليب؟ فاضطر عيسى إلى أن يفرّ ويبلّغ نفسه إلى سلمها العجيب؟ بل فرّ مهاجرا على سُنّة الأنبياء. خوفا من الأعداء. وكان يخاف استقصاء خبره. واستبانة سرّه. فلذالک اختار طريقا منكرًا مجهولا عسير المعرفة. الذى كان بين القرى السامرية. فإن اليهود كانوا يُعافونها ولا يمشون عليها من العيافة والنفرة. فانظر فى صورة سبل موامى اقتحمها على قدم الخيفة. وإنّا سنرسم صورتها ههنا لتزداد فى البصيرة. ولتعلم أن صعود عيسى إلى السماء تُهمة عليه ومن أشنع الفرية. أكان فى السماء قبيلة من بنى إسرائيل فدلف إليهم لإتمام الحجّة؟ ولما لم يكن الأمر كذالک فأى ضرورة نقل أقدامه إلى السماء ؟ وما العذر عنده إنه لِمَ لم يُبلّغ دعوته إلى قومه المنتشرين فى البلاد والمحتاجين إلى الاهتداء ؟ والعجب كل العجب أن الناس يُسمّونه نبيّا سيّاحًا وقالوا إنه سلک فى سيره مسالک لم يرضها السيرُ ولا اهتدت إليه الطيرُ. وطوى كل الأرض أو أكثرها ووطأ حمى الأمن وغير الأمن. ورأى كل ما كان موجودًا فى الزمن. ومع ذالک يقولون أنه رُفع عند واقعة الصليب من غير توقّفٍ إلى السماء. وما برح أرض وطنه حتى دُعِىَ إلى حضرة الكبرياء. فما هذه التناقض أتفهمون؟ وما هذه الاختلاف أ توقّقون؟ فالحق والحق أقول. إن القول الآخر صحيح. وأمّا القول بالرفع فهو مردود قبيح. فإن الصعود إلى السماء قبل تكميل الدعوة إلى القبائل كلهم كانت معصية صريحة. وجريمة قبيحة. ومن المعلوم أن بنى إسرائيل فى عهد عيسى عليه السلام كانوا متفرّقين منتشرين فى بلاد الهند وفارس وكشمير. فكان فرضه أن يُدركهم ويُلاقيهم ويهديهم إلى صراط الرب القدير. وترک الفرض ﴿۱۱۴﴾

☆ Mile

معصية. والإعراض عن قوم منتظرين ضالين جريمة كبيرة. تعالى شأن الأنبياء المعصومين من هذه الجرائم. التى هى أشنع الذمائم. ثم بعد ذالك نكتب صورة سبيل اختارها المسيح عند هجرته وهى هذه.

﴿۱۱۵﴾ فحاصل الكلام إنه لا شك ولا شُبهة ولا ريب أن عيسى لمّا منّ اللّٰه عليه بتخليصه من بليّة الصليب. هاجر مع أمّه وبعض صحابته إلى كشمير وربوته التى كانت ذات قرار ومعين ومجمع الأعاجيب. وإليه أشار ربنا ناصر النبيين. ومعين المستضعفين. فى قوله: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ[1] ولا شك أن الإيواء لا يكون الا بعد مصيبة. وتعب وكربة. ولا يُستعمل هذا اللفظ الا بهذا المعنى. وهذا هو الحق من غير شك وشُبهَة.☆ ولا يتحقق هذه الحالة المُقَلقِلة فى سوانح المسيح الا عند واقعة الصليب. وليست ربوة فى الارتفاع فى جميع الدنيا من البعيد والقريب. كمثل ارتفاع جبال كشمير وكمثل ما يتعلّق بشعبها عند العليم الأريب.

☆ اعلم ان لفظ الايواء باحدٍ من مشتقاته قدجاء فى كثيرٍمن مواضع القراٰن. وكلهاذكرفى محل العصم من البلاء بطريق الامتنان. كماقال الله تعالٰى اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى[2] وما اراد منه الا الاراحة بعد الاذى. وقال فى مقام اخر: اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ[3]. فانظروا كيف صرح حقيقة الايواء و بها داواكم. وقال حكاية عن ابن نوح: سَاٰوِىْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِىْ مِنَ الْمَآءِ[4]. فما كان قصده جبلا رفيعا الا بعد رؤية البلاء. فبينوا لنا اىّ بلاءٍ نزل على ابن مريم ومعه على امّه اشد من بلاء الصليب. ثم اىّ مكان اٰواهما اللّٰه اليه من دون ربوة كشمير بعد ذالک اليوم العصيب. أ تكفرون بما اظهره اللّٰه وان يوم الحساب قريب. منه

حاشیہ

[1] المؤمنون: ۵۱ [2] الضحٰى: ۷ [3] الانفال: ۲۷ [4] هود: ۴۴

ولا يسع لک تخطئة هذا الكلام من غير التصويب. وأمّا لفظ "القرار "فی الآية فيدل على الاستقرار فی تلک الخطة بالأمن والعافية. من غير مزاحمة الكفرة الفجرة. ولا شک أن عيسى عليه السلام ما كان لَهٗ قرار فی ﴿۱۱۶﴾ أرض الشام. وكان يخرجه من أرض إلى أرض اليهود الذين كانوا من الأشقياء واللئام. فما رأى قرارًا الا فی خطّة كشمير. وإليه أشار فی هذه الآية ربنا الخبير. وأمّا الماء المعين فهی إشارة إلى عيون صافية وينابيع منفجرة توجد فی هذه الخطّة. ولذالک شبّه الناس تلک الأرض بالجنّة. ولا يوجد لفظ صعود المسيح إلى السماء فی إنجيل متى ولا فی إنجيل يوحنّا. ويوجد سَفَره إلى جليل بعد الصليب وهذا هو الحق وبه آمنّا. وقد أخفَى الحواريون هذا السفر خوفا من تعاقب اليهود. وأظهروا أنّه رُفع إلى السماء ليكون جوابا لفتوى اللعنة وليصرف خيال العدوّ الحسود. ثم خلف من بعدهم خلف كثير الإطراء قليل الدهاء. وحسبوا هذه التورية حقيقة كما هی سيرة الجهلاء. وجعلوا ابن مريم إلهًا بل أجلسوه على عرش حضرة الكبرياء. وما كان الأمر الا من حِيَل الإخفاء. وما كان معه مقدار شبر من الارتقاء. وقد سمعتَ أنه مات فی أرض كشمير. وقبره معروف عند صغير وكبير. فلا تجعلوا الموتٰی إلهًا واستغفروا لهم ووحّدوا ربكم الجليل القدير. تكاد السّماوات تتفطّرن

من هذا الزور. ووالله إنّه ميّت فاتّقوا اللّٰه ويوم النشور. وصلّوا على محمّدٍ الذى جاء كم بالنور. وكان على النور ومن النور. وقد ذكرنا أن المسلمين يقولون أن القبر المذكور قبر عيسى. وإن النصارى يقولون إن هذا القبر قبر أحد من تلاميذه فالأمر محصور فى الشقين كما ترى. ولا سبيل إلى الشق الثانى. وليس هو الا كالأهواء والأمانى. فإن الحواريين ما كانوا الا تلامذة المسيح ومن صحابته المخصوصين. ومن أنصاره المنتخبين. وما سُمّىَ أحد منهم ابن ملك ولا نبيّا وما كانوا الا خُدّام المسيح. فتقرر أنه قبر نبى الله عيسى وأى دليل تطلب بعد هذا الثبوت الصريح؟ فاسأل قومًا رفعوه إلى السماء ﴿۱۱۷﴾ وينتظرون رجوعه كالحمقى. والموت خير للفتى من جهالة هى أظهر وأجلى. فاليوم ظهر صدق قول الله عزّ وجل فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ[1] وبطل ما كانوا يفترون. فسبحان الذى أحق الحق وأبطل الباطل وأظهر ما كانوا يكتمون. توبوا إلى اللّٰه أيها المعتدون. وبأىّ حديث بعد ذالك تتمسّكون؟ ولستُ أريد أن أطوّل هذا البحث فى هذه الرسالة الموجزة. وقد كتبنا لك بقدر الكفاية. فإن شئتَ فاقرأ كتبى المطوّلة فى العربية. ولكنى أرى أن أُزيد علمك فى معنى اسم يوزآسف الذى هو اسم ثانى لصاحب القبر عند سكان هذه الخطّة. وعند النصارى كلهم من غير الاختلاف والتفرقة. فاعلم أنها كلمة عبرانية مركّبة من لفظ يسوع ولفظ

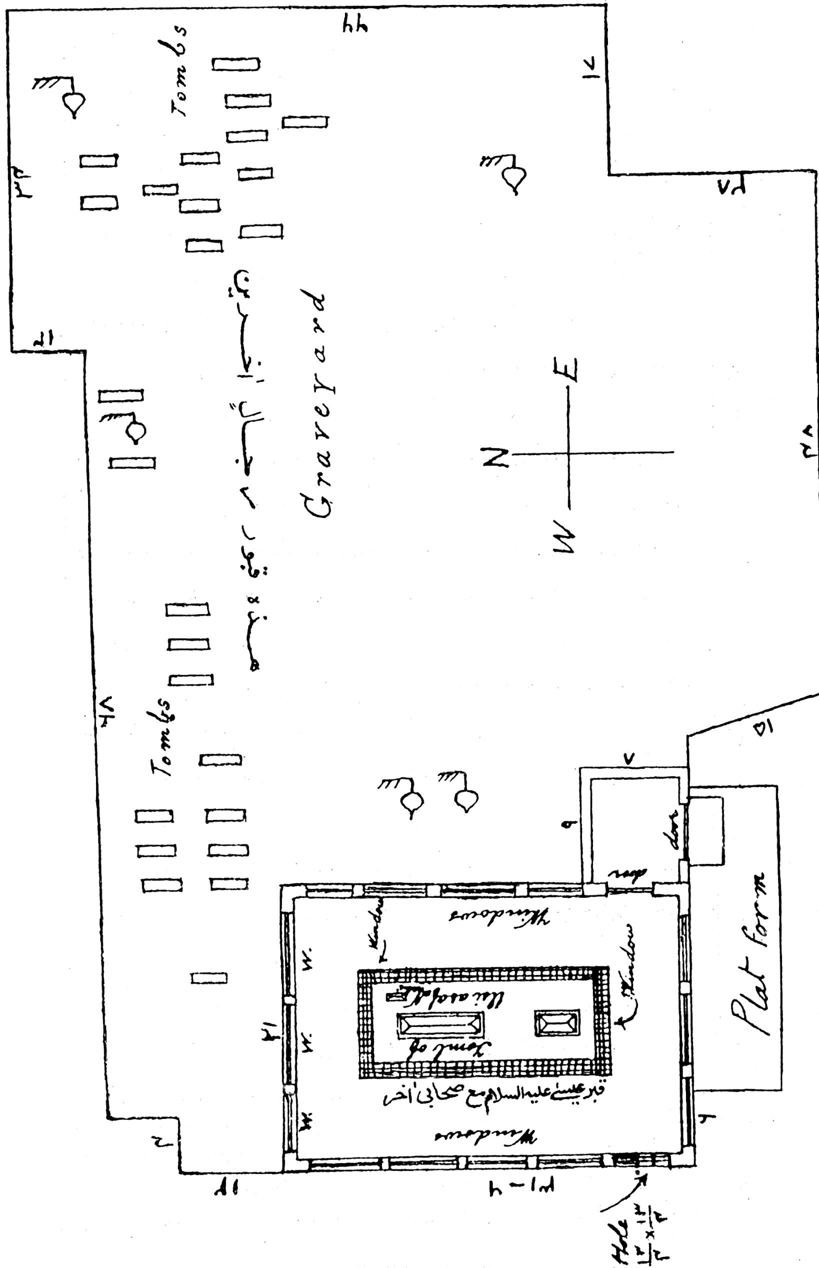
[1] المائدة : ۱۱۸

آسف. ومعنی یسوع النجاة☆. ویستعمل فی الذی نجا من الحوادث والعواصف. وأمّا لفظ "آسف "فمعناه جامع الفرق المنتشرة. وهو اسم المسیح فی الإنجیل. کما لا یخفی علی ذوی العلم والخبرة. وکذالک جاء فی بعض صحف أنبیاء بنی إسرائیل. وهذا أمر مُسَلّمٌ عند النصاری. فلا حاجة إلی أن نذکر الأقاویل. فثبت من هذا المقام أن عیسی لم یمت مصلوبًا. بل نجّاه الله من الصلیب وما ترکه معتوبًا. ثم هاجر عیسی لیستقریَ ویجمع شتات قبائل من بنی إسرائیل وشعوبًا. فبلغ کشمیر وألقی عصا التسیار فی تلک الخطّة. إلی أن مات ودُفن فی محلّة خان یار مع بعض الأحبّة. وإنْ تُحقق أن رسم الکتبة لتعریف القبور کان فی زمن المسیح. ولا أخال الا کذالک بالعلم الصحیح. لافتَی العقل أن قبره علیه السلام لا یخلو من هذه الآثار. وإنْ کُشِفَ لظهر کثیر من الشواهد وبیّنات من الأسرار. فندعو الله أن یجعل کذالک ویقطع دابر الکفّار. وإنّا أخذنا عکس قبر المسیح فکان هکذا ومن رآه فکأنه رأی قبر عیسی.



☆ کان من عادة الیهود انهم یسمون اطفالهم یسوع اعنی النجاة علی سبیل التفاول وطلب العصمة.من امراض الجدری وخروج الاسنان والحصبة.خوفًا من موت الاطفال بهذه الامراض المخوفة.فکذالک سمّت مریم ابنه یسوع اعنی عیسٰی.وتمنّت ان یعیش ولایموت بالجدری وامراض اُخری.والذین یقولون ان معنی یسوع المنجّی فهم کذّابون دجّالون.یکتمون الحق ویفترون.ویضلون الناس ویخدعون.فاسئل اهل اللسان ان کنت من الذین یرتابون.منه

زیارت نبی - بمقام خانیار - سری نگر - کشمیر



﴿۱۱۹﴾

ثـمّ بـعـد ذالک نـکـتـب أسـمـاء رجـال ثقاة من سُکّان تلک البلدة. الذين شهدوا أنه قبر نبی الله عيسى يوزآسف من غير الشک والشبهة. وهم هؤلاء.☆

۱	مولوی واعظ رسول صاحب میر واعظ کشمیر ابن محمد یحیی صاحب مرحوم.	۱۶	میرزا محمد بیگ صاحب ٹھیکه دار امامیه ساکن محله مدینه صاحب.
۲	مولوی أحمد الله واعظ برادر واعظ رسول میر واعظ کشمیر.	۱۷	أحمد کله.مندی بل ضلع نوشهره امامیه.
۳	واعظ محمد سعد الدين عتيق عفى عنه برادر میر واعظ.	۱۸	حکیم علی نقی صاحب امامیه.
۴	عزیز الله شاه محله کاچ گری.	۱۹	حکیم عبد الرحیم صاحب امامیه تحصیلدار.
۵	حاجی نور الدين وکیل عرف عیدگاهی.	۲۰	مولوی حیدر علی صاحب ابن مصطفیٰ صاحب امامیه.سندیافته کربلاء معلّی مجتهد فرقه امامیه.
۶	عزیز میر نمبر دار قصبه پانپور. ذیلدار.	۲۱	مهر مفتی مولوی شریف الدين صاحب. ابن مولوی مفتی عزیز الدين مرحوم.
۷	مهر منشی عبد الصمد وکیل عدالت ساکن فتح کدل.	۲۲	مهر مفتی مولوی ضیاء الدين صاحب.
۸	مهر حاجی غلام رسول تاجر ساکن محله ملک پوره ضلع زینه کدل.	۲۳	مولوی صدر الدين مدرس مدرسه همدانیه امام مسجد وازه پوره.
۹	مهر عبد الجبّار. خانیار.	۲۴	مهر عبد الغنی کلاشپوری إمام مسجد.
۱۰	مهر أحمد خان تاجر. إسلام أباد.	۲۵	حبیب الله جلد ساز متصل جامع مسجد.
۱۱	مهر محمد سلطان میررجوری کدل.	۲۶	عبد الخالق کهانڈی پوره تحصیل هری پور.
۱۲	ممه جیوصراف کدل.	۲۷	مهری عبد الله شیخ محلّه وڈی کدل اصل ترکه وان گامی.
۱۳	حکیم مهدی صاحب أمامیه ساکن باغبان پوره ضلع سنگین دروازه.	۲۸	حبیب بیگ نمبردار میوه فروشان حبه کدل سری نکر.
۱۴	حکیم جعفر صاحب أمامیه -أيضا.		
۱۵	محمد عظیم صاحب أمامیه -أيضا.		

☆کانت هذه الشهداء الوفًاولکنااقنعنابهذاالقدروکلهم عمائدالقوم ومشاهیرهم وصلحاء هم.منه

﴿۱۲۰﴾

۲۹	أحمد جیو زینه کدل -کشمیر.	۵۱	مهر مجید شاه پیراندرواری.
۳۰	مهر غلام محی الدین زرکر محله کچه بل قلعه خانیار.	۵۲	مهر پیر مجید بابا أندرواری.
۳۱	عبدالله جیوتاجرمیوه جات باغات سرکاری سرینگر.	۵۳	اسمعال جیو ڈُوبی أیضا.
۳۲	محمد خضر ساکن عالی کدل.سرینگر.	۵۴	سیف الله شاه خادم درگاه اندرواری.
۳۳	عبد الغفار بن موسٰی جیوهنڈو -نروره.	۵۵	قادر دوبی أیضا.
۳۴	مهر عبلی وانی ولد صدیق وانی -بوٹه کدل.	۵۶	مهر مولوی غلام محی الدین کیموه تحصیل هری پور.
۳۵	مهر غلام نبی شاه حسینی.	۵۷	محمد صدّیق پاپوش فروش محله شمس واری.
۳۶	مهر عبد الرحیم إمام مسجد کهنموه تحصیل ترال.	۵۸	محمد اسکندر أیضا.
		۵۹	محمد عمر أیضا.
۳۷	مهر أحمد شاه سری نگر.	۶۰	لسه بٹ أیضا.
۳۸	یوسف شاه نروره. سرینگر.	۶۱	مولوی عبد الله شاه أیضا.
۳۹	مهر أمیر بابا -گرگری محله سرینگر.	۶۲	حاجی محمد -کلال دوری.
۴۰	عبد العلی واعظ چمر دوری سرینگر.	۶۳	محمد اسماعیل میر مسگر محله دری بل.
۴۱	میر راج محمد -کرناه وزارت پهاڑ.	۶۴	عبد القادر کیموه - تحصیل هری پور.
۴۲	لسه جیو حافظ ٹینکی پوره سرینگر.	۶۵	أحمد جیو چیٹ گر - محله کلال دوری.
۴۳	خضر جیوتار فروش.	۶۶	محمد جیو زرگر ولد رسول جیو- فتح کدل.
۴۴	مهر عبد الله جیوفرزند أکبر صاحب درویش خواجه بازار.	۶۷	عبد العزیز مسگر ولد عبد الغنی محله اندرواری.
		۶۸	احمد جیو مسگر ولد رمضان جیو - دری بل.
۴۵	محمد شاه ولد عمر شاه محله ڈیڈی کدل.	۶۹	محمد جیو میر.محله دری بل.
۴۶	نبه شاه إمام مسجد گاؤکدل.	۷۰	اسد جیو میر- محله زینه کدل.
۴۷	مهدی خالق شاه خادم درگاه حضرت شیخ نور الدین نورانی چرار شریف.	۷۱	پیرنور الدین قریشی محله بٹه مالو صاحب إمام مسجد.
۴۸	غلام محمد حکیم متصل ڈل حسن محله.	۷۲	مهر غلام حسن بن نور الدین مرجان پوری صفا کدل.
۴۹	عبد الغنی نايد کدل.		
۵۰	مهر قمر الدین دوکاندار زینه کدل.		

المؤلف میرزا غلام احمدالقادیانی

۵؍جون ۱۹۰۲ء

﴿۱۲۱﴾ ولمّا ثبت موت عيسى وثبت ضرورة مسيح يكسر الصليب فى هذا الزمان. فما رأيكم يافتيان؟ أيُهلك الله هذه الأمّة فى أيدى أهل الصلبان. أو يبعث رجلا يُجدّد الدين ويحفظ الجدران؟ **فوالله إنى أنا ذالك المسيح الموعود** فضلا من الله المنان الودود. وأنا صاحب الفصوص. والحارس عند غارات اللصوص. وترس الدين من الرحمان. عند طعن الأديان. ألا تفكّرون فى السلسلتين. سلسلة موسى وسلسلة سيد الكونين؟ وقد أقررتم أنه صلى الله عليه وسلم جُعل فى مبدأ السلسلة مثيل موسى. فما لكم لا ترون فى آخر السلسلة مثيل عيسى؟ واعلموا أنكم تعلمون ضرورة مرسل من الله ثم تتجاهلون. وترون مفاسد الزمان ثم تتعامون. وتشاهدون ما صُبّ على الإسلام ثم تنامون. ودُعيتم لتكونوا أنصار الإسلام ثم أنتم للنصارى تحاجّون. أتحاربون الله لتعجزونه؟ والله غالب على أمره ولكن لا تعلمون. وقد قرب أجلكم المقدّر فما لكم لا تتّقون؟ أتظنون أنى افتريتُ على الله وتعلمون مآل قوم كانوا يفترون. ألا لعنة الله على الذين يفترون على الله وكذالك لعنة الله على الذين يُكذّبون الحق لمّا جاء هم ويُعرضون. ألا تنظرون إلى الزمان أو على القلوب أقفال من الطغيان؟ أتطمعون أن تصلحوا بأيديكم ما فسد من العمل والإيمان؟ ولا يهدى الأعمٰى أعمٰى آخر وقد مضت سُنّة الرحمان. فاعلموا أن السكينة التى تطهّر من الذنوب. وتنزل فى القلوب. وتنقل إلى ديار المحبوب. وتُخرِجُ من الظلمات. وتُنَجّى من الجهلات. لا تتولّد هذه السكينة الا بتوسيط قوم يُرسلون من السماء. ويُبعَثون من حضرة الكبرياء. وكذالك جرت سُنّة الله لإصلاح أهل الأهواء. فيُكَذّبُ هؤلاء السادات فى أوّل أمرهم والابتداء. ويؤذَوْنَ من أيدى الأشقياء. ويُقال فيهم ما يؤذيهم من البهتان والتهمة والافتراء. ثم يُرَدّ الكرّةُ لهم فيُلقَى فى قلوبهم أن يرجعوا إلى ربّهم بالتضرّع والابتهال والدعاء. فيُقبِلون على الله ويستفتحون. ويبتهلون و يتضرّعون. فينظر الله إليهم بنظرٍ ينظر إلى أحبّائه ويُنصَرون. فيخيب

﴿۱۲۲﴾ كلّ جبّار عنيد معتدٍ فى الظنون. ويجعل الله خاتمة الأمر لأوليائه الذين كانوا يُضحَكُ عليهم ويُستضعفون. ويقضى الأمر ويُعلَى شأنهم ويُهلك قوم كانوا يُفسدون. كذالك جرت سُنن الله لقوم يطيعون أمره ولا يفترون. ولا يبتغون الا عزّة الله وجلاله وهم من أنفسهم فانون. فينصرهم الله الذى يرى ما فى صدورهم ولا يُتركون. وإنهم أمناء الله على الأرض ورحمة الله من السماء وغيث الفضل على البريّة. لا ينطقون إلا بإنطاق الروح ولا يتكلمون الا بالحكمة والموعظة الحسنة. يأتون بترياق لا يتيسر لأحد من المنطق ولا من الفلسفة. ولا بكلمات علماء الظاهر المحرومين من الروحانية. ولا بحيلة من الحيل العقلية بل لا يحيٰى أحدٌ الا بتوسيط هذه الأحياء من يد الحضرة. وكذالك اقتضت عادة الله ذى الجلال والعزّة. ولا يُفتح ما قفّله الله الا بهذه المقاليد. ولا ينزل أمره الا بتوسط هذه الصناديد. وإن الأرض ما صلحت قط وما أنبتت الا بماء من السماء. والماء وحى الله الذى ينزل فى حلل سحب الأنبياء. وكفاك هذا إن كنتَ من ذوى الدهاء. وإن كنتَ لا تقبل الحق ولا تطلبه فاطلب النور من الخفافيش. والثمرات من الحشيش. وقد نبّهناك فيما مضى. وأشرنا إلى عبد اختاره الله لهذا الأمر واصطفٰى. ولا يراه الا من هداه الله وأرى. فادع الله ليفتح عينك لتوانس عينا جرت للورى. فإن القوم قد اشرفوا على الهلاك فى بادية الضلال. كإسماعيل من العطش فى أرض الغربة. فرحمهم الله على رأس هذه المائة. وفجّر ينبوعا لأهل التّقى. ليروى أكبادهم وأولادهم ويُنجّيهم من الردى. فهل فيكم من يطلب ماءًا أصفى؟ وهذا آخر ما قلنا فى هذا الكتاب لمن اتّعظ ووعٰى. والسلام على من اتّبع الهدىٰ.

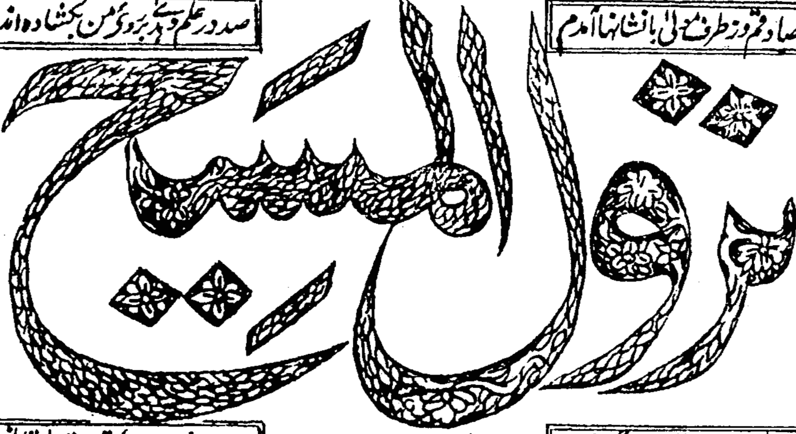
تمّت

ألّف هذه الرسالة إتماما للحجّة. وتبليغًا لأمر حضرة العزّة المسيح الموعود والمهدى المعهود. والإمام المنتظر المؤيّد من اللّٰه الصمد.. ميرزا غلام أحمدٌ القاديانى الهندى الفنجابى نصره الله وأيّد. وقد تمّت فى الشهر المبارك ربيع الأول سنة ۱۳۲۰ من الهجرة النبوية. على صاحبها السّلام والتحيّة. والصلاة المرضيّة.

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم

خدائے تعالیٰ کے بے انتہا احسانوں میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان فضل و احسان ہے
کہ کتاب مستطاب منبع ایقان و عرفان مسمّٰی بہ

صدد ر علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند	صادقم و ز طرف مولیٰ با نشانہا آمدم



ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند	آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمیں

فی آخر الزمان

خود مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے نکلی ہوئی جس کا نزول جمالی اور

جلالی رنگوں میں حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے

مطابق (جو آخری زمانہ کے متعلق تھیں) اس وقت کے اولوالالباب و اولوالابصار

نے برأی العین مشاہدہ کیا

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپکر کمترین مہدی حسین مہتمم کتب خانہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے زیر نگرانی شائع ہوئی ٭ ٹائٹل میگزین مطبع میگزین قادیان میں چھپکر طیار ہوا

ماہ اگست سنہ ۱۹۰۹ء	بار اوّل - تعداد اشاعت ۲۹۰۰ قیمت ۸؍	شعبان المعظم ۱۳۲۷ سنہ ہجری



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

☆

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ [1]
وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ [2]

یہ لوگ ارادہ کر رہے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے
بجھا دیں اور خدا تو باز نہیں رہے گا جب تک کہ اپنے
نور کو پورا نہ کرے اگرچہ کافر لوگ
کراہت ہی کریں

ہم نے طاعون کے بارے میں جو رسالہ **دافِعُ البَلاء** لکھا تھا اُس سے یہ غرض تھی کہ تا لوگ متنبہ ہوں اور اپنے سینوں کو پاک کریں اور اپنی زبانوں اور آنکھوں اور کانوں اور ہاتھوں کو ناگفتنی اور نادیدنی اور ناشنیدنی اور ناکردنی سے روکیں اور خدا سے خوف کریں تا خدا تعالیٰ اُن پر رحم کرے اور وہ خوفناک **وَبا** جو اُن کے مُلک میں داخل ہوگئی ہے دُور فرماوے۔ مگر افسوس کہ شوخیاں اور بھی زیادہ ہوگئیں اور زبانیں اور بھی دراز ہوگئیں۔ اُنہوں نے ہمارے مقابل پر اپنے اشتہاروں میں کوئی بھی دقیقہ ایذا اور سبّ وشتم کا اُٹھا نہیں رکھا اور کسی قسم کی ایذا سے دستکش نہیں ہوئے مگر اُسی سے جس تک ہاتھ نہیں پہنچ سکا۔ لعنت اور سبّ وشتم میں وہ ترقی کی کہ شیعہ مذہب کے لوگوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا کیونکہ شیعہ نے تو اپنے خیال میں لعنت بازی کے فن کو حرف الف سے

[1] التوبۃ: ۳۲ [2] الصف: ۹



شروع کر کے حرف یا تک پہنچا دیا تھا یعنی ابوبکر سے یزید تک مگر یہ لوگ جو اہل حدیث اور حنفی کہلاتے ہیں انہوں نے اس کارروائی کو ناکامل سمجھ کر لعنت بازی کے دائرے کو اس طرح پر پورا کیا کہ جس شخص کو خدا نے آدم سے لے کر یسوع مسیح تک مظہر جمیع انبیاء قرار دیا تھا یعنی الف سے حرف یا تک اور پھر تکمیل دائرہ کی غرض سے الف آدم سے لے کر الف احمد تک صفت مظہریت کا خاتم بنایا تھا اُسی پر لعنتوں کی مشق کی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ [1]

لیکن یاد رکھیں کہ یہ گالیاں جو اُن کے مُنہ سے نکلتی ہیں اور یہ تحقیر اور یہ توہین کی باتیں جو اُن کے ہونٹوں پر چڑھ رہی ہیں اور یہ گندے کاغذ جو حق کے مقابل پر وہ شائع کر رہے ہیں یہ اُن کے لئے ایک رُوحانی عذاب کا سامان ہے جس کو اُنہوں نے اپنے ہاتھوں سے طیار کیا ہے۔ دروغگوئی کی زندگی جیسی کوئی لعنتی زندگی نہیں۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے منصوبوں سے اور اپنے بے بنیاد جھوٹوں سے اور اپنے **افتراؤں** سے اور اپنی ہنسی ٹھٹھے سے خدا کے ارادے کو روک دیں گے یا دنیا کو دھوکہ دے کر اس کام کو معرض التوا میں ڈال دیں گے جس کا خدا نے آسمان پر ارادہ کیا ہے۔ اگر کبھی پہلے بھی حق کے مخالفوں کو اِن طریقوں سے کامیابی ہوئی ہے تو وہ بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خدا کے مخالف اور اُس کے ارادہ کے مخالف جو آسمان پر کیا گیا ہو ہمیشہ ذلّت اور شکست اُٹھاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے لئے بھی ایک دن ناکامی اور نامرادی اور رُسوائی درپیش ہے خدا کا فرمودہ کبھی خطا نہیں گیا اور نہ جائے گا۔ وہ فرماتا ہے:۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ [2]

یعنی خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنّت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پس چونکہ **مَیں اُس کا رسول** یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر **کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اُسی نبی کریم خاتم الانبیاء**

[1] الشعراء: ۲۲۸ [2] المجادلة: ۲۲

کا نام ☆ پا کر اور اُسی میں ہو کر اور اُسی کا **مظہر** بن کر آیا ہوں۔ اِس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ﴿۳﴾

☆ حاشیہ۔ یہ قول اس حدیث کے مطابق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنے والا مہدی اور مسیح موعود **میرا اسم** پائے گا اور کوئی نیا اسم نہیں لائے گا یعنی اس کی طرف سے **کوئی نیا** دعویٰ نبوت اور رسالت کا نہیں ہوگا بلکہ جیسا کہ ابتدا سے قرار پا چکا ہے وہ **محمدی نبوت** کی چادر کو ہی **ظلّی** طور پر اپنے پر لے گا اور اپنی زندگی اُسی کے نام پر ظاہر کرے گا اور مر کر بھی اُسی کی قبر میں جائے گا تا یہ خیال نہ ہو کہ کوئی علیحدہ وجود ہے اور یا علیحدہ رسول آیا بلکہ بروزی طور پر **وہی آیا جو خاتم الانبیاء** تھا۔ مگر ظلّی طور پر اسی راز کے لئے کہا گیا کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن کیا جائے گا کیونکہ رنگِ دوئی اس میں نہیں آیا پھر کیونکر علیحدہ قبر میں تصور کیا جائے۔ دنیا اس نکتہ کو نہیں پہچانتی۔ اگر اہلِ دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ اِسْمُہٗ کَاِسْمِیْ وَیُدْفَنُ مَعِی فِی قَبْرِیْ تو وہ شوخیاں نہ کرتے اور ایمان لاتے۔ اِس نکتہ کو یاد رکھو کہ مَیں رسول اور نبی **نہیں ہوں**۔ یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے۔ اور مَیں **رسول اور نبی** ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے مَیں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا **کامل انعکاس** ہے۔ اگر مَیں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفےٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا اور نہ خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء کا مجھ کو خطاب دیا جاتا بلکہ مَیں کسی علیحدہ نام سے آتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک بات میں وجودِ محمدی میں مجھے داخل کر دیا یہاں تک کہ یہ بھی نہ چاہا کہ یہ کہا جائے کہ میرا کوئی الگ نام ہو یا کوئی الگ قبر ہو کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو ہی نہیں سکتا اور ایسا کیوں کہا گیا اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس نے **خاتم الانبیاء**

﴿۴﴾

جس زمانہ میں ان مولویوں اور اُن کے چیلوں نے میرے پر تکذیب اور بدزبانی کے حملے شروع کئے اُس زمانہ میں میری بیعت میں ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ گو چند دوست جو انگلیوں پر شمار ہو سکتے تھے میرے ساتھ تھے۔ اور اِس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے ستر ہزار کے

بقیہ حاشیہ

ٹھہرایا ہے اور پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پُورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے تا اس نبوت عالیہ کی کسر شان نہ ہو اس لئے خدا تعالیٰ نے میرے وجود کو ایک کامل ظلّیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلّی طور پر نبوت محمدی اس میں رکھ دی تا ایک معنی سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختم نبوت محفوظ رہے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدائے حکیم علیم نے وضع دنیا دوری رکھی ہے یعنی بعض نفوس بعض کے مشابہ ہوتے ہیں نیک نیکوں کے مشابہ اور بد بدوں کے مشابہ مگر بایں ہمہ یہ امر مخفی ہوتا ہے اور زور شور سے ظاہر نہیں ہوتا۔ لیکن آخری زمانہ کے لئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رَجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ اُمت مرحومہ دُوسری اُمتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اُس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے اُس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یوسف، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس اُمت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب کے آخر مسیح پیدا ہو گیا اور جو میرے مخالف تھے اُن کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا چنانچہ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فرماتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ [1] پس یہ آیت صاف کہہ رہی ہے کہ اس اُمّت کے بعض افراد کو گذشتہ نبیوں کا کمال دیا جائے گا اور نیز یہ کہ گذشتہ کفّار کی عادات بھی بعض منکروں کو دی جائیں گی اور بڑی شد و مد سے

[1] الفاتحۃ: ۶، ۷

قریب بیعت کرنے والوں کا شمار پہنچ گیا ہے کہ جو نہ میری کوشش سے بلکہ اُس ہوا کی تحریک سے جو آسمان سے چلی ہے میری طرف دَوڑے ہیں۔ اور اب یہ لوگ خود سوچ لیں کہ اس سلسلہ کے برباد کرنے کے لئے کس قدر انہوں نے زور لگائے اور کیا کچھ ہزار جان کاہی

﴿۵﴾

بقیہ حاشیہ

آئندہ نسلوں کی گذشتہ لوگوں سے مشابہتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ چنانچہ بعینہٖ یہودیوں کی طرح یہودی پیدا ہو جائیں گے اور ایسا ہی نبیوں کا کامل نمونہ بھی ظاہر ہوگا۔ اسی کی طرف سورۃ الانبیاء جزو نمبر ۱۷ میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ**[1] ان آیات کا یہ منشاء ہے کہ جو لوگ ہلاک کئے گئے اور دنیا سے اُٹھائے گئے اُن پر حرام ہے کہ پھر دنیا میں آویں بلکہ جو گئے سو گئے۔ ہاں یاجوج و ماجوج کے وقت میں ایک طور سے رجعت ہوگی یعنی گذشتہ لوگ جو مر چکے ہیں، اُن کے ساتھ اس زمانہ کے لوگ ایسی اتم اور اکمل مشابہت پیدا کر لیں گے کہ گویا وہی آ گئے۔ اسی بناء پر اس زمانہ کے علماء کا نام یہود رکھا گیا اور محمدی مسیح کا نام **ابن مریم** رکھا گیا اور پھر اُسی خاتم الخلفاء کا نام باعتبار ظہور بیّن صفات محمدیہ کے **محمّد** اور **احمد** رکھا گیا اور مستعار طور پر **رسول** اور نبی کہا گیا اور اُسی کو **آدم** سے لے کر اخیر تک تمام انبیاء کے نام دیئے گئے تا وعدۂ رجعت پورا ہو جائے۔ یہ ایک باریک **دقیقہ معرفت** ہے اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ سورۃ فاتحہ سے بھی التزامی طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ مسلمانوں میں سے منعم علیہم بھی انبیاء گذشتہ کی طرح ہوں گے اور نیز مغضوب علیہم بھی یعنی یہودی ہوں گے غرض تمام نبیوں کے نزدیک زمانہ یاجوج و ماجوج زمان الرجعت کہلاتا ہے یعنی رَجعت برُوزی نہ رجعت حقیقی۔ اگر رجعت حقیقی ہوتو پھر سب میں حقیقی چاہئے نہ صرف حضرت عیسیٰ میں۔ کیا وجہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت تو بروزی طور پر مہدی کے لباس میں ہو اور عیسیٰ کی رجعت واقعی طور پر۔ شیعہ کو یہ دھوکا لگا ہے کہ انہوں نے اس زمانہ کو رجعت حقیقی کا زمانہ

[1] الانبیاء: ۹۶، ۹۷

﴿۶﴾

تے کے ساتھ ہر ایک قسم کے مکر کئے یہاں تک کہ حکّام تک جھوٹی مخبریاں بھی کیں خون کے جُھوٹے مقدموں کے گواہ بن کر عدالتوں میں گئے اور تمام مسلمانوں کو میرے پر ایک عام جوش دلایا اور ہزار ہا اشتہار اور رسالے لکھے اور کفر اور قتل کے **فتوے** میری نسبت دئے۔ اور مخالفانہ منصوبوں کے لئے **کمیٹیاں** کیں۔ مگر ان تمام کوششوں کا نتیجہ بجز نامرادی کے اور کیا ہوا۔ پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ضرور اُن کی جان توڑ کوششوں سے یہ تمام سلسلہ **تباہ** ہو جاتا۔ کیا کوئی نظیر دے سکتا ہے کہ اس قدر کوششیں کسی جھوٹے کی نسبت کی گئیں اور پھر وہ تباہ نہ ہوا بلکہ پہلے سے ہزار چند ترقی کر گیا۔ پس کیا یہ **عظیم الشان** نشان نہیں کہ کوششیں تو اس غرض سے کی گئیں کہ یہ تخم جو بویا گیا ہے اندر ہی اندر نابود ہو جائے اور صفحۂ ہستی پر اس کا نام ونشان نہ رہے **مگر وہ تخم بڑھا اور پُھولا اور ایک درخت بنا** اور اس کی شاخیں دُور دُور چلی گئیں اور اب وہ درخت اِس قدر بڑھ گیا ہے کہ ہزار ہا پرند اس پر آرام کر رہے ہیں۔ اور اس نشان کے ساتھ ایک عظیم الشان نشان یہ ہے کہ آج سے تیئیس برس پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے کہ لوگ کوشش کریں گے کہ اس سلسلہ کو مٹا دیں اور ہر ایک مکر کام میں لائیں گے مگر مَیں اس سلسلہ کو بڑھاؤں گا اور کامل

بقیہ حاشیہ

خیال کر لیا۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ حدیثوں سے صاف طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں ظاہر ہوں گے اور حضرت مسیح بھی مگر دونوں بروزی طور پر آئیں گے نہ حقیقی طور پر۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کے مقابل پر یہودی بھی جوش وخروش کریں گے مگر وہ یہودی بھی بروزی ہیں نہ حقیقی۔ قدیم سے حدیثوں میں یہ تشریح ہے کہ انہی مولویوں کا نام اُس وقت یہودی رکھا جائے گا اور درحقیقت سورۃ فاتحہ نے بکمال صفائی یہ پیشگوئی کر دی ہے کیونکہ سورہ فاتحہ میں یہ دُعا سکھلائی گئی کہ ایسا نہ ہو کہ ہم وہ یہودی بن جائیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن تھے۔ پس مسلمان لوگ ایسے یہودی کیونکر بن سکتے ہیں جب تک اُن میں بروزی طور پر مسیح موعود پیدا نہ ہو اور اُس کی مخالفت نہ کریں۔ منہ

«۷» کروں گا اور وہ ایک فوج ہو جائے گی۔ اور قیامت تک اُن کا غلبہ رہے گا اور مَیں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک شہرت دُوں گا اور جَوق در جوق لوگ دُور سے آئیں گے اور ہر ایک طرف سے **مالی مدد** آئے گی۔ مکانوں کو وسیع کرو کہ یہ طیاری آسمان پر ہو رہی ہے۔ اب دیکھو کس زمانہ کی یہ پیشگوئی ہے جو **آج پوری** ہوئی۔ یہ خدا کے نشان ہیں جو آنکھوں والے ان کو دیکھ رہے ہیں مگر جو اندھے ہیں اُن کے نزدیک ابھی تک کوئی **نشان ظاہر** نہیں ہوا۔

اِس صدی میں سے بیسواں سال بھی شروع ہو گیا مگر اُن کا **مجدّد اب تک نہ آیا**۔ آسمان نے رمضان کے **کسوف خسوف** سے گواہی دی اور یہ گواہی نہ صرف سُنّیوں کی کتاب **دار قُطنی** میں درج ہے بلکہ شیعوں کی کتاب اکمال الدین نے بھی جو نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ یہی حدیث کسوف وخسوف کی مہدی موعود کی علامت لکھی ہے مگر پھر بھی ان لوگوں نے صریح بے ایمانی سے اِس حدیث کو بھی ردّ کر دیا۔ کیا باوجود اتفاق دو فرقوں کے پھر بھی یہ حدیث صحیح نہیں؟ ایسا ہی طاعون کی حدیث کتاب اکمال الدین میں بھی موجود ہے اور سُنّیوں کی کتابوں میں بھی کہ مسیح کے زمانہ میں طاعون پھیلے گی۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں کے نزدیک یہ **نشان** بھی کچھ نشان نہیں۔ صلیبی جوش کی حالت موجودہ نے بھی تقاضا کیا کہ آسمان سے **کوئی ایسا پیدا ہو** کہ جو اس فتنہ کو فرو کرے مگر اُن کے نزدیک ابھی کچھ **حرج نہیں** ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اس اپنے بندہ کی **تائید میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات** دکھلائے جس کے مُلک میں لاکھوں انسان **گواہ ہیں** جو عنقریب ایک نقشہ کی صورت میں شائع کئے جائیں گے مگر ان لوگوں کے نزدیک اب تک کوئی **نشان** ظاہر نہیں ہوا اب نہ معلوم یہ نشان کس کو کہتے ہیں؟ اس کا جواب خدائے قادر خود ہی دے گا کیونکہ اگر وہ **ارادہ کرے** تو بڑے سے بڑے کج طبع کو قائل کر سکتا ہے۔ چونکہ اس رسالہ میں اختصار منظور ہے اس لئے ہم اس سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتے ہمارا اور اِن لوگوں کا آسمان پر مقدمہ **دائر** ہے۔ وہ حقیقی بادشاہ جو آسمان اور زمین کا مالک ہے وہ ایک دن اس مقدمہ کو فیصلہ

﴿۸﴾ کردے گا۔ یہ بات ہر ایک راستباز کے نزدیک مسلّم ہے کہ دو گروہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ضرور لعنتی زندگی رکھتے ہیں۔(۱) اوّل وہ شخص اور اُس کی جماعت جو خدا تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں اور جھوٹ اور دجّالی طریق سے دنیا میں فساد اور پُھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔(۲) دُوسرے وہ گروہ جو ایک سچّے منجانب اللہ کی تکذیب اور تحقیر کرتے ہیں۔اس کا زمانہ پاتے ہیں اُس کے نشان دیکھتے ہیں اور اُس کی حجت کو اپنے پر سے اُٹھا نہیں سکتے مگر پھر بھی اُس کو ایذا دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک پہلو سے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اُس کو نابود کر دیں۔اب اس بات کا خدا سے بڑھ کر کس کو علم ہے کہ یہ دو گروہ جو اس وقت موجود ہیں یعنی مَیں اور میرے وہ مخالف جو مجھے گالیاں دیتے اور ہر ایک طور سے دُکھ پہنچاتے ہیں اور میری موت چاہتے ہیں۔اِن دونوں گروہوں میں سے وہ گروہ کون ہے جس کی لعنتی زندگی ہے اور وہ گروہ کون ہے جس کو بہت برکتیں دی جائیں گی۔اِس راز کو بُجز خدا کوئی نجومی نہیں جانتا نہ رمّال اور نہ کوئی قیافہ سے کام لینے والا۔یہ راز میرے خدائے قادر کا ایک سربستہ راز ہے۔اسی راز کے انکشاف پر سب فیصلے ہو جائیں گے۔دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔پر اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو کیا خدا اس کو چھوڑ دے گا نہیں بلکہ وہ دن نزدیک ہیں جو خدا اپنے زبردست حملوں سے اُس کی سچائی ثابت کر دے گا۔جہنم کے عذابوں میں سے کوئی عذاب حسرت جیسا نہیں۔وہ حسرت جو سچے کے ردّ کرنے میں ہوتی ہے اور وقت گذر جاتا ہے۔لیکن اب جس امر کے لکھنے کے لئے ہم نے ارادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا رسالہ **دافع البلاء** جو طاعون کے بارے میں شائع ہوا تھا اس کے مقابل پر ہمارے ظالم طبع مخالفوں نے طرح طرح کے افتراؤں سے کام لیا ہے اور اس قدر جھوٹ کی نجاست کھائی ہے کہ کوئی نجاست خور جانور اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا ہمیں تعجب ہے کہ کہاں تک ان لوگوں کی نوبت پہنچ گئی کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سُنتے ہوئے

﴿۹﴾ نہیں سُنتے اور سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتے۔ اُن میں سے جُھوٹ بولنے کا سرغنہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر ہے جو بارہا دروغگوئی کی رسوائی اُٹھا چکا ہے اور پھر باز نہیں آتا۔ وہ میری نسبت آپ ہی اقرار کرتا ہے کہ انہوں نے قادیان کے بارے میں صرف اِس قدر الہام شائع کیا ہے کہ اس میں تباہی ڈالنے والی طاعون نہیں آئے گی ہاں اگر کچھ کیس ہو جائیں جو موجب افراتفری نہ ہوں تو یہ ہوسکتا ہے اور پھر اپنے دوسرے پرچوں میں فریاد پر فریاد کر رہا ہے کہ قادیان میں طاعون آ گئی۔ اگر اس کی فطرت کو ایمانداری اور انصاف اور شرم میں سے کچھ حصہ ہوتا تو اس فضول بحث کا نام ہی نہ لیتا۔ کیونکہ اگر قادیان میں بباعث عام بخار کے جو موسمی تھا دو تین آدمی مر بھی گئے تو کس ڈاکٹر نے تصدیق کی تھی کہ وہ طاعون ہے۔ کیا قادیان کے احمق اور جاہل اور کمینہ طبع بعض آریہ یا اور کوئی اُن کا ہم مادہ جو حق اور سچائی سے دِلی کینہ رکھتے ہیں اور اُن کی کھوپری میں یہ عقل ہی نہیں جو طاعون کس کو کہتے ہیں اُن کی شرارت آمیز کسی تحریر سے یہ ثابت ہو گیا جو قادیان میں طاعون پھوٹ پڑی اُن کے ایمان اور دیانت پر خود طاعون کا پھوڑا نکلا ہوا ہے جس سے جان بری مشکل ہے۔ ماسوا اِس کے اگر اڈیٹر پیسہ اخبار کو دیانت اور سچائی سے کچھ غرض ہوتی تو اس کو ثابت کرنا چاہئیے تھا کہ کس طرح اشتہار یا رسالہ میں ہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ قادیان میں کبھی طاعون نہیں آئے گی اور کبھی ایک کیس بھی نہ ہوگا بلکہ رسالہ دافع البلاء جو **پانچ ہزار** شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۵ کے حاشیہ میں بتصریح تمام یہ عبارتیں لکھی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام **طاعون جارف** ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جا بجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے (اور کم سے کم آبادی کا ایک عشر لیتی ہے ورنہ نصف تک یا تین حصّے پانچ حصّوں میں سے کھا جاتی ہے) پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔ اسی کی تشریح دُوسرا الہام کرتا ہے **لولا الاکرام لھلک المقام** یعنی اگر مجھے اِس سلسلہ کی عزّت ملحوظ نہ ہوتی تو مَیں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اِس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (۱) اوّل یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں کوئی واردات شاذ و نادر طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب



قرار وانتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے (۲) دوسرے یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں اُن کے شہروں اور دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پُھوٹ پڑے گی (اگر توبہ نہ کریں) اور یہاں تک ہوگا کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے۔ اور **ہم دعویٰ** سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اس کے مقابل پر دُوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں **پیدا** ہوں گی (اگر توبہ نہ کریں) **تمام دنیا** میں ایک قادیان ہی ہے جس کے لئے ’’**اب یہ وعدہ ہوا** گو پہلے سے حرم رسول کے لئے بھی ایک وعدہ ہے۔‘‘ یہ عبارت ہے جو صفحہ مذکور میں درج ہے جس کو ہم نے لفظ بلفظ اس جگہ نقل کر دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارا ہرگز یہ دعویٰ نہ تھا کہ قادیان طاعون سے بالکل محفوظ رہے گی۔ ہم نے عام لوگوں کے سامنے **یہ عبارت** جو دافع البلاء میں شائع ہو چکی ہے رکھ دی ہے تا خود لوگ پڑھ لیں اور پھر انصافاً بتلاویں کہ ہمارے پر یہ **الزام** کہ گویا ہم نے اس رسالہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ قادیان کے نزدیک طاعون نہیں آئے گی اور ایک بھی کیس نہیں ہوگا۔ کیا **یہ ایمانداری** ہے یا بے ایمانی؟ ہم خود منتظر ہیں کہ اس وحی اللہ کے مطابق قادیان میں صاف اور صریح طور پر **بعض کیس طاعون** ہوں لیکن اب تک جو کچھ پیسہ اخبار اور بعض دُوسرے جلد باز اڈیٹروں نے لکھا ہے کہ قادیان میں **سات** کیس ہو چکے ہیں وہ تحریریں صرف تین قسم کے واقعات کا مجموعہ ہیں۔ (۱) اوّل ایسی تحریریں جو محض جھوٹ اور افترا ہیں یعنی ایسے لوگوں کی نسبت خواہ نخواہ جھوٹی خبریں موت کی شائع کی گئی ہیں **جو اب تک زندہ موجود ہیں**۔ نہ وہ بیمار ہوئے نہ اُن کو طاعون ہوئی۔ یہ اوّل درجہ کا جھوٹ ہے جس کے ارتکاب سے پیسہ اخبار نے بے ایمانی کا بڑا حصہ لیا ہے اور ناحق شریف اور عزیز لوگوں کا دِل دُکھایا ہے۔ اُس کو سوچنا چاہئیے کہ اگر یہ خلاف واقعہ خبر اُس کے عزیزوں تک پہنچائی جائے کہ محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار طاعون سے مر گیا تو کیا ان کو کچھ صدمہ پہنچے گا یا نہیں تو پھر وہ جواب دے کہ ایسا جھوٹ اُس نے کیوں بولا اور کس غرض سے بولا اور کیوں خلاف گوئی کی نجاست کھا کر شریف اور معزز لوگوں کو دُکھ دیا۔ **کیا یہ لعنتی زندگی نہیں** کہ ناحق

﴿۱۱﴾ کینہ وری کی راہ سے جھوٹ بولا جائے؟ جن کو وہ کمال بے حیائی سے مُردوں میں داخل کرتا ہے وہ تو ایک دن کے لئے بھی بیمار نہ ہوئے اور نہ گاؤں سے باہر نکالے گئے۔ مثلاً جیسا کہ پیسہ اخبار نے اخویم مکرم مولوی حکیم نور دین صاحب کی نسبت شائع کیا کہ ان کی کوئی رشتہ دار عورت طاعون سے مرگئی اور بعض نے یہ مشہور کیا کہ وہ مولوی صاحب کی ساس تھی۔ اور بعض خبیثوں نے یہ شہرت دی کہ وہ آپ کی بیوی تھی حالانکہ نہ ساس نہ بیوی نہ کوئی اور رشتہ دار مولوی صاحب موصوف کا طاعون سے فوت ہوا اور نہ گاؤں سے باہر نکالا گیا۔ یہ کس قدر خباثت اور بے ایمانی ہے کہ ایسے صریح جھوٹ جن کی کچھ بھی اصلیّت نہیں ایسے اخبار میں درج کئے جائیں جس کے کئی ہزار پرچے ہفتہ وار شائع ہوتے ہیں۔ افسوس کہ اس شخص نے ناحق مولوی صاحب موصوف کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو رنج پہنچایا اور بے وجہ دلوں کو صدمہ پہنچا کر سخت دل آزاری کا موجب ہوا۔ اس کو کیا خبر نہیں تھی کہ قادیان میں اکثر آریہ وغیرہ مذہب اسلام سے اور بالخصوص اِس جماعت سے سخت عداوت رکھتے ہیں اور اِن لوگوں کے نزدیک جھوٹ بولنا شیر مادر ہے شیاطین ہیں نہ انسان۔ پھر کیوں اور کس وجہ سے ان کی ایسی جھوٹی خبروں کو اخبار میں درج کر کے شائع کیا گیا اب جواب کا کون ذمہ وار ہے کہ اس قدر گندے جھوٹ سے ایک **جماعت** کا دِل دُکھایا گیا۔ ایسا شخص جو ملک میں بے امنی پھیلانا چاہتا اور زندوں کو مار رہا ہے اور اپنے اندرونی کینوں کی وجہ سے امن عامہ کا **دشمن ہے**۔ بے شک وہ اس لائق ہے کہ **قانون** کی حد تک اس سے مواخذہ ہو کہ اس نے ایسا گندہ اور دلآزار جُھوٹ ملک میں پھیلایا۔ اور اخویم مکرم مولوی نور دین صاحب کے اقارب کی نسبت ایک بے اصل صدمہ پہنچانے والی بات کو شہرت دی اور بہت سے دلوں کو صدمہ پہنچایا اور نہ صرف اِسی قدر بلکہ پہلے فرضی طور پر زندہ کو مارا اور پھر اُس فرضی میّت کی تذلیل کی۔

کیا اخبار کا یہی **فرض** ہوتا ہے کہ ہر ایک **روایت** بغیر تفتیش اور تنقید کے شائع کر دی جائے۔ ہمیں تو کچھ انگریزی قانون کا حال معلوم نہیں اگر گورنمنٹ نے **اپنے قانون** میں **اخبار نویسوں** کو یہ **اجازت** دے رکھی ہے کہ ایسے بے اصل جھوٹ جن سے دلوں کو آزار اور صدمہ پہنچتا ہے بے دھڑک شائع کر **دیا کریں** تب تو کوئی چون و چرا کی جگہ نہیں ورنہ گورنمنٹ **پبلک پر احسان** کرے گی اگر ایسے گندے

﴿۱۲﴾ اور ناپاک اور دِلآزار جھوٹوں کے شائع کرنے کی وجہ سے **پیسہ اخبار** سے باز پُرس کرے اور ایسی جھوٹی موتوں کا اُس سے **ثبوت** طلب کرے اور قانون کی حد تک اُس کو پوری سزا کا **مزا چکھاوے۔**

غور کا مقام ہے کہ ایک تو واقعی طور پر ملک میں طاعون نے تشویش پھیلا رکھی ہے اور دُوسرے اس جھوٹی طاعون کے شائع کرنے کا پیسہ اخبار نے ٹھیکہ لے لیا ہے۔ پھر اگر ایسی صورت میں یہ گورنمنٹ جو رعایا کی **ہمدرد** ہے ایسے کھلے کھلے جھوٹ کے وقت میں جس کا نہایت دلیری سے ارتکاب کیا گیا ہے ایسے **مُنہ پھٹے** انسان سے **مواخذہ** نہ کرے تو نہ معلوم دروغگوئی میں کس حد تک اس شخص کا حال پہنچ جائے گا اور کن کن دِلوں کو بے وجہ دُکھائے گا۔ ہنوز ابتدائی حالت ہے تھوڑی **سزا** سے بھی متنبہ ہوسکتا ہے پس کم سے کم دروغگوئی کی یہ سزا ہے کہ بلاتوقف اس کی یہ **اخبار بند** کردی جائے یا علاوہ اس کے اور کوئی مناسب سزا دی جاوے اور اگر گورنمنٹ کو اس ہماری تحریر میں **شبہ ہو** تو اپنے کسی افسر کو قادیان میں بھیج کر تحقیق اور تفتیش کرلیں کہ کیا یہ تحریر **واقعی** ہے یا غیر واقعی۔ بدقسمت اڈیٹر نے اس گندے جُھوٹ سے خود اپنے تئیں پبلک کے سامنے اور نیز گورنمنٹ کے سامنے ایک دروغگو اور مُفتری ثابت کر دیا ہے اور افسوس تو یہ ہے کہ اس جھوٹ سے اس کو کچھ **فائدہ نہیں ہوا** کیونکہ اصل مطلب اس دروغگوئی سے اُس کا یہ تھا کہ تا اِس بات کو ثابت کرے کہ گویا ہم نے اپنے رسالہ **دافع البلاء** میں یہ لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون ہرگز نہیں آئے گی اور طاعون آ گئی۔ **کاش** اگر وہ رسالہ دافع البلاء کو ذرہ غور سے پڑھ لیتا اور اس کے صفحہ پانچ کے حاشیہ کو دیکھ لیتا جس کو ہم نے اس رسالہ میں نقل کر دیا ہے تو اس دروغگوئی کی لعنت سے بچ جاتا۔ اس کا یہ عذر صحیح نہیں ہوگا کہ بدبخت شریروں اور جھوٹوں نے قادیان سے مجھے خبر دی اس لئے مَیں نے جھوٹ کو شائع کر دیا کیونکہ شائع کرنے کا ذمّہ دار وہ ہے نہ کوئی اور شخص بلکہ اس نے تو ساتھ ہی دوسرے چند اخباروں کو بھی آلودہ کیا۔ اس کو خوب **معلوم** تھا کہ قادیان کے آریہ اُس وقت سے جبکہ **لیکھرام** کے حق میں **پیشگوئی پوری** ہوئی دِل سے اس سلسلہ کے ساتھ عناد رکھتے ہیں اور بعض دُوسرے مذہب بھی ان کے ہمرنگ ہیں پھر وہ کیونکر ایسے امین ٹھہر سکتے ہیں کہ اُن کے بیان کی تفتیش ضروری نہیں اور باایں ہمہ پیسہ اخبار اِس بات کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ وہ آدم کے سانپ کی طرح

اُس سلسلہ کا پُرانا دشمن اور معاند ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ اُسی عناد کی وجہ سے یہ انبار جُھوٹ کا اُس نے اپنے اخبار میں درج کر دیا ہے۔ ﴿۱۳﴾

پھر اسی پرچہ میں وہ لکھتا ہے کہ مولا چوکیدار کی بیوی بھی طاعون سے فوت ہوگئی حالانکہ وہ اس وقت تک قادیان میں زندہ موجود ہے۔ ہر ایک شخص سوچ لے کہ اس شخص نے کیا وتیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ زندوں کو مار رہا ہے۔ کیا ایک ایڈیٹر اخبار کی قلم سے ایسے خطرناک جھوٹ شائع ہونا اور دلوں کو آزار پہنچانا موجب نقضِ امن نہیں ہے جس شخص کے اخبار کے ہر ہفتہ میں ہزار ہا پرچے شائع ہوتے ہیں قیاس کرنے کی جگہ ہے کہ وہ کس قدر خلاف واقعہ ماتم کی خبروں سے بے گناہ دلوں کو دُکھ دے رہا ہے اور دنیا میں بے امنی پھیلا رہا ہے۔ ایک تو آسمان سے انسانوں پر واقعی مصیبت ہے اب دُوسری مصیبت یہ پیدا ہوگئی ہے جو پیسہ اخبار کے ذریعہ سے ملک میں پھیلتی جاتی ہے نہ معلوم اس ملک کے لوگ ایسے گندے اخبار سے کیا فائدہ اُٹھاتے ہیں اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں گورنمنٹ عالیہ اس موذی اخبار کے بند کرنے میں توقف کر رہی ہے کیونکہ ایک گندے اخبار کا بند ہونا لاکھوں دلوں کو آزار پہنچنے سے بہتر ہے۔

(۲) دوسرا طریق **افترا** کا جو پیسہ اخبار نے **اختیار** کیا ہے وہ یہ ہے کہ صرف **فرضی نام** لکھ کر ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ قادیان میں طاعون سے مرے ہیں حالانکہ ان ناموں کا کوئی انسان قادیان میں نہیں مرا۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ مسمّی مولا کی لڑکی طاعون سے مری ہے حالانکہ مولا مذکور کے گھر میں کوئی لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ایسا ہی وہ لکھتا ہے کہ ایک صدرو بافندہ طاعون سے مرا ہے حالانکہ اس گاؤں میں صدرو نام کوئی بافندہ ہی نہیں جو کہ طاعون سے مر گیا ہو۔ نہ معلوم اس کو یہ کیا سُوجھی کہ فرضی طور پر نام لکھ کر ان کو طاعونی اموات میں داخل کر دیا۔ شاید اس لئے ایسا کیا گیا کہ تا کچھ پتہ نہ چل سکے اور جاہل لوگ سمجھ لیں کہ ضرور ان ناموں کے کوئی لوگ ہوں گے جو مَرے ہوں گے۔

(۳) تیسرا طریق **افترا** کا جو پیسہ اخبار نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض آدمی فی الحقیقت مرے تو ہیں مگر وہ کسی اور حادثہ سے مَرے ہیں نہ طاعون سے اور اس نے محض چالاکی اور شرارت سے طاعون کی اموات میں داخل کر دیا ہے مثلاً وہ اپنے اخبار میں بڈھا تیلی کے لڑکے کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ طاعون سے مَرا ہے

﴿۱۴﴾ حالانکہ تمام گاؤں جانتا ہے کہ وہ دیوانہ کُتّے کے کاٹنے سے مرا تھا اور جیسا کہ معمول ہے سرکاری طور پر اس کی موت کا نقشہ طیار کیا گیا اور کُتّے کے کاٹنے کی تاریخ وغیرہ اُس میں لکھی گئی پھر یہ کیسی پیسہ اخبار کی ایمانداری ہے کہ ایسے جھوٹوں کو جن سے گورنمنٹ پر بھی حملہ ہے اپنے اخبار میں شائع کیا گویا گورنمنٹ نے اپنے ملازموں کے ذریعہ سے عمداً طاعون کے **کیس کو چھپایا** اور اپنے نقشوں میں دیوانہ کُتّے سے مرنا درج کیا۔ مگر پیسہ اخبار نے گورنمنٹ کا یہ جھوٹ پکڑ لیا۔ پس جبکہ پیسہ اخبار کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ وہ بلا دھڑک گورنمنٹ کے تحقیق کردہ امور کے برخلاف جھوٹ بولتا ہے تو کس قدر وجود اس کا خطرناک ہے۔ اڈیٹروں کا یہ فرض ہونا چاہئیے کہ وہ سچائی کو دنیا میں پھیلاویں نہ جھوٹ کو۔ اِس لئے ہم بار بار کہتے ہیں کہ ایسے گندے اور ناپاک اخبار دنیا کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے ہیں اور جھوٹ جو ایک نہایت پلید اور ناپاک چیز ہے اس کو دنیا میں رائج کرتے ہیں۔ ابھی ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری مخالفت کے جوش میں کہاں تک یہ شخص جھوٹ سے کام لے گا اور کس قدر فرضی طور پر نامُردہ لوگوں کو طاعون سے مارے گا۔ اِسی افترا کی قسم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ نتّھو چوکیدار کی مَوت کو بھی طاعون سے لکھتا ہے حالانکہ ایک عرصہ ہوا کہ وہ غریب کچھ مدّت تپ سے بیمار رہ کر بقضائے الٰہی فوت ہوا ہے چنانچہ سرکاری کتاب میں اس کی موت اور مولا چوکیدار کی موت کا باعث بخار ہی لکھا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ سرکار میں جھوٹی خبر دی گئی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جیسا کہ ہمیشہ گرمی کی شدّت کی وجہ سے بخار ہوتا ہے قادیان میں بھی بخار رہا ہے اور اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک سو سے زیادہ لوگوں کو بخار ہوا ہوگا اور خود ایک دو دن مجھے اور ہمارے بچوں کو بھی بخار ہوا۔ مدرسہ کے بعض لوگوں کو بھی بخار ہوا اور عام طور پر گاؤں میں بہتوں کو بخار ہوا۔ اسی کثرت بخار کے سلسلہ میں چند آدمی بخار سے فوت بھی ہو گئے جن میں سے بعض چند ماہ کے بیمار تھے اور بعض تپ محرقہ سے فوت ہوئے اور جہاں تک ہمیں علم ہے ایسے آدمی دو یا تین سے زیادہ نہیں جو قریباً سو آدمی میں سے جو مبتلائے بخار تھے جانبر نہ ہو سکے۔ اب کیا اس کو **طاعون کہنا چاہئیے؟** جائے شرم ہے کیا گرمی کے موسم میں اس سے پہلے کبھی بخار نہیں ہوئے بلکہ بعض برسوں میں جبکہ طاعون کا دنیا میں نام ونشان نہ تھا اسی موسم میں اسی گاؤں قادیان میں بعض لوگ تپ محرقہ سے تیس تیس کے قریب مر گئے تھے اب تو خدا کا

فضل ہے موت بہت کم ہے۔غرض یہ معمولی وبائیں ہیں جو اِس موسم میں آتی ہیں۔اور جاہل لوگ جن ﴿۱۵﴾
کو فن طبابت کی کچھ بھی خبر نہیں ہر ایک بیماری کو ناحق طاعون بنا دیتے ہیں اور ایسے اڈیٹر جو اجہل الجہلاء
ہیں وہ جاہلوں کی باتوں کو ایسا قبول کر لیتے ہیں کہ گویا ایک بڑے اور تجربہ کار ڈاکٹر نے ان کو خبر دی
ہے۔حالانکہ طاعون کی مرض ایسی ہے کہ اس کی تشخیص کرنے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی عقل بھی
چکّر کھا جاتی ہے۔عجیب تر یہ ہے کہ بعض وقت بیماروں کو پھوڑے نکلتے ہیں پھر بھی وہ طاعون نہیں ہوتی۔
اس لئے یہ امر بڑا مشکل امر ہے۔گذشتہ دنوں میں مشہور ہوا تھا کہ دہلی میں طاعون پھوٹ پڑی لیکن
تحقیقات کے بعد یہی ثابت ہوا کہ وہ ایک قسم کے محرقہ تپ ہیں نہ طاعون۔اور خود طاعونیں بھی دو قسم کی
ہوتی ہیں۔ایک وبائی اور ایک غیر وبائی۔وبائی وہ ہوتی ہیں جو جلد جلد پھیلتی ہیں اور متعدّی ہوتی ہیں اور
موتیں تیز قدم کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں اور غیر وبائی طاعونیں خوفناک طور پر نہیں پھیلتیں وہ زہرناک
پھنسیاں ہیں جو کبھی کان میں نکلتی ہیں اور کبھی ہتھیلی میں اور کبھی چھاتی پر اور کبھی ناک پر اور کبھی کان کے
پیچھے اور کبھی لب پر اور کبھی کسی اُنگلی پر اور کبھی کسی اور حصہ بدن پر۔یہ سب طاعونیں ہیں اگر یہ انسانوں
میں زور کے ساتھ نہ پھیلیں اور کثرت موت کا موجب نہ ہوں تو اُس وقت تک یہ وبائی طاعون نہیں
کہلاتیں غرض اِس مرض کی تشخیص بہت مشکل ہے اور خود بڑے بڑے طبیب اِس میں غلطیاں کھا سکتے
ہیں چہ جائیکہ جاہل بازاری جو اِس کوچہ سے محض ناواقف اور انسانیت سے بہت ہی تھوڑا حصہ رکھتے
ہیں۔اِس مرض میں ایک اور خاصیّت ہے کہ تیزی کے زمانہ میں جبکہ موتوں کا گرم بازار ہوتا ہے
ہولناک حملے اس کے ہوتے ہیں اور پھر جب موسم کی تبدیلی سے اور یا اندرونی اسباب سے جن کا
انسانوں کو پورا علم نہیں اس کی تیزی کم ہوتی جاتی ہے تو بعض انسانوں پر اس کا ایسا اثر خفیف ہوتا ہے کہ
اس کا پھوڑا ایک معمولی پھوڑا اور اس کا تپ ایک معمولی تپ ہوتا ہے اور درحقیقت اس حالت کا نام
طاعون نہیں بلکہ وہ زہریلی مرض ایک معمولی مرض کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

اب ہم نصیحتاً کہتے ہیں کہ آئندہ پیسہ اخبار ایسے افتراؤں اور قابلِ شرم جھوٹوں سے باز آ جائے
ورنہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ جھوٹ ہمیشہ اس کو ہضم ہو سکیں اور افسوس کہ بعض امرتسر کے سفلہ طبع بھی اپنے

﴿۱۶﴾ اشتہاروں میں پیسہ اخبار کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ بعض نے یہاں تک جھوٹ بولا ہے کہ گویا ہماری جماعت میں ہی طاعون پھوٹ پڑی ہے اور گویا قادیان میں وہ طاعون پیدا ہوگئی ہے جو طاعون جارف کہلاتی ہے۔ ان کے جواب میں بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ**۔ وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کی یہی قدیم سنت ہے کہ جس گاؤں یا شہر میں خدا کی طرف سے کوئی مرسل آتا ہے وہ جگہ نسبتی طور پر **دارالامن** ہو جاتی ہے اور اس میں وہ بیحواس اور دیوانہ کرنے والی تباہی **نہیں پڑتی** جس میں لوگ پروانوں کی طرح مَرتے ہیں ہاں مَوت کا دروازہ بھی بند نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ **مکہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ** کے **دارالامان** ہونے میں بہت سی **حدیثیں** آئی ہیں اور **قُرآن کریم** نے بھی اس کی تصدیق کی ہے مگر پھر بھی بعض اوقات انسانی برداشت تک مکّہ معظّمہ میں **ہیضہ** پھوٹ پڑتا ہے اور ایسا ہی مدینہ منورہ میں بھی کئی وارداتیں ہو جاتی ہیں مگر ان وارداتوں سے ان دونوں حرمین شریفین کے دارالامن ہونے میں فرق نہیں آتا۔ اِسی طرح ہمیں اس سے انکار نہیں کہ قادیان میں بھی کبھی وبا پڑے یا کسی معمولی حد تک طاعون سے جانوں کا نقصان ہو لیکن یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ جیسا کہ قادیان کے اردگرد تباہی ہوئی یہاں تک کہ بعض گاؤں موت کی وجہ سے خالی ہو گئے یہی حالت قادیان پر بھی آوے۔ کیونکہ وہ خدا جو قادر خدا ہے اپنے پاک کلام میں وعدہ کر چکا ہے جو قادیان میں تباہ کرنے والی طاعون نہیں پڑے گی۔ جیسا کہ اُس نے فرمایا **لَوْ لَا الْاِكْرَامُ. لَهَلَكَ الْمَقَامُ.** یعنی اگر مجھے تمہاری عزّت ظاہر کرنا ملحوظ نہ ہوتا تو مَیں اس مقام کو یعنی قادیان کو طاعون سے فنا کر دیتا یعنی اس گاؤں میں بھی بڑے بڑے خبیث اور شریر اور ناپاک طبع اور کذاب اور مفتری رہتے ہیں اور وہ اس لائق تھے کہ قہر الٰہی سب کو ہلاک کر دیوے مگر میں ایسا کرنا نہیں چاہتا کیونکہ درمیان میں تمہارا وجود بطور شفیع کے ہے اور تمہارا اکرام مجھے منظور ہے اس لئے میں اس مرتبہ سزا سے درگزر کرتا ہوں کہ ایک خوفناک تباہی اور موت ان لوگوں پر ڈال دوں تاہم بکلی بے سزا نہیں چھوڑوں گا اور کسی حد تک وہ بھی عذاب طاعون میں سے حصہ لیں گے تا شریروں کی آنکھیں کھلیں۔ ماسوا اس کے اگر قادیان میں ایسی طاعون آوے جیسا کہ گردونواح میں بعض جگہ یہ صورتیں پیدا ہوئیں کہ دیہات میں صدہا لوگ مرے اور کئی دیہات تباہ ہوگئے اور بہت سے گھر ایسے ہو گئے کہ بجز شیرخوار بچوں کے ان میں کوئی بھی نہ رہا۔

﴿۱۷﴾

تو اِس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ جماعت جو قادیان میں بیٹھی ہے وہ سب مع اِن کے امام کے تباہ ہوں گے اور سب طاعون سے مریں گے اور یہ خدا کو منظور نہیں کیونکہ یہ اس کی قوم ہے جو اس نے طیار کی ہے۔ اور یہ جو بھیجا گیا ہے یہ اُس کے ہاتھ کا پودہ لگایا ہوا ہے۔ پس کیونکر وہ اپنے باغ کو خود کاٹ دیوے جو اُس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ پس اس لئے اور اسی غرض سے تمام گاؤں کو تخفیف عذاب کی رعایت دی گئی ہے یہ ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً ایک جہاز میں ایک خدا کا برگزیدہ سوار ہو۔ تا وہ کسی ملک میں جا کر تبلیغ کرے اور اِس حالت میں سمندر میں طوفان آوے۔ پس سنت اللہ کے موافق یہ ضروری امر ہے کہ اس جہاز میں بہت سے ایسے لوگ سوار ہوں کہ جو غرق کرنے کے لائق ہوں مگر وہ اس شخص کے لئے غرق نہیں کئے جاویں گے کیونکہ اُن کے غرق ہونے سے اس برگزیدہ پر بھی صدمہ آتا ہے اور یہ خدا کو منظور نہیں۔ یاد رہے کہ معمولی حد تک موتیں ایک محفوظ جہاز میں بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر وہ جہاز کے مسافروں کی بے امنی کو اس حد تک نہیں پہنچاتیں کہ وہ بے حواس ہو کر جہاز پر سے کُود پڑیں اور سب ایک زبان سے ہائے وائے کے نعرے نکالیں۔ مگر یہ خوفناک موتیں جو جہاز کسی ٹھوکر سے یکدفعہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اس میں بیٹھنے والے بیکبارگی پانی میں بہ جائیں اور سمندر کی لہریں ان کو ڈھانک لیں یہ عظیم حادثہ ہے اور ایسا مُہلک حادثہ کبھی اس حالت میں نہیں ہوتا جبکہ ایسے جہاز میں خدا کا کوئی نبی اور رسول اور برگزیدہ بیٹھا ہو بلکہ اس کے طفیل اور اس کی شفاعت سے دوسرے لوگ بھی کنارہ پر سلامت پہنچائے جاتے ہیں تا خدا کا ایک کامل بندہ جو خدا کے جلال کے لئے سفر کر رہا ہے اس تشویش اور تباہی میں شریک نہ ہو اور تا وہ کام معطل نہ رہ جائے جس کام کے لئے اس نے سفر کیا ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق قادیان کے لئے انّہ اوی القریة کا الہام صادر ہوا تا خدا کے کاموں میں حرج نہ ہو ورنہ قادیان سب سے پہلے فنا کرنے کے لائق تھی کیونکہ یہ لوگ نزدیک ہو کر پھر دُور ہیں اور بہتوں کا خدا پر ایمان نہیں اور نہ چاہتے ہیں کہ اپنا ناپاک چولہ اتار کر حق کو قبول کریں۔ غرض یہ سنت اللہ ہے کہ جس گاؤں یا شہر میں خدا کا کوئی فرستادہ نازل ہو تو وہ گاؤں یا شہر نہ تو طاعون سے تباہ اور ہلاک ہوتا ہے اور نہ کسی اور وبا سے اور نہ کسی آتش فشاں پہاڑ سے ہلاک کیا جاتا ہے۔ ہاں معمولی موتیں خواہ طاعون سے ہوں خواہ ہیضہ

《۱۸》

سےخواہ کسی اور سبب سے وہ سب انسانی برداشت کی حد تک اُس میں ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ اس مامُور کی کارروائی کی حارج نہیں ہیں۔ پس جس الہام کو ہم نے قادیان کے بارے میں شائع کیا ہے اس کا یہی مطلب ہے اس سے زیادہ نہیں۔

بعض آدمی یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں امن اور آسائش کا زمانہ ہونا چاہئیے تھا نہ کہ طاعون ملک میں پھیلے اور قحط پڑے اور طرح طرح کے اسباب سے کثرت موت ہو۔ اِن اوہام باطلہ کا یہ جواب ہے کہ انسان کا اختیار نہیں ہے کہ اپنی طرف سے حکم چلاوے کہ یُوں ہونا چاہئیے تھا اور اِس طرح ہونا چاہئیے تھا۔ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں بہت تصریح سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ضرور طاعون پڑے گی اور اِس مَری کا انجیل میں بھی ذکر ہے اور قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا الخ[1] یعنی کوئی بستی ایسی نہیں ہوگی جس کو ہم کچھ مدت پہلے قیامت سے یعنی آخری زمانہ میں جو مسیح موعود کا زمانہ ہے ہلاک نہ کردیں یا عذاب میں مبتلا نہ کریں۔

یاد رہے کہ اہلِ سنّت کی صحیح مُسلم اور دُوسری کتابوں اور شیعہ کی کتاب اکمال الدین میں بتصریح لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی بلکہ اکمال الدین جو شیعہ کی بہت معتبر کتاب ہے اُس کے صفحہ ۳۴۸ میں اوّل چار حدیثیں کسوف خسوف کے بارہ میں لایا ہے اور امام باقر سے روایت کرتا ہے کہ مہدی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ قائم ہو یعنی عام طور قبول کیا جاوے رمضان میں کسوف خسوف ہو گا☆۔

☆ **حاشیہ:** حضرت مسیح بروز جمعہ بوقت عصر صلیب پر چڑھائے گئے تھے جب وہ چند گھنٹہ کیلوں کی تکلیف اُٹھا کر بیہوش ہوگئے اور خیال کیا گیا کہ مر گئے تو یکدفعہ سخت آندھی اُٹھی اور اس سے سُورج اور چاند دونوں کی روشنی جاتی رہی اور تاریکی ہوگئی۔ وہ دسویں محرّم تھی اور اُس دن یہود کو روزہ تھا اور دُوسرے دن ان کی عید فسح تھی اُن بزرگوں نے عین روزہ کی حالت میں اپنی دانست میں یہ ثواب کا کام کیا مطلب یہ تھا کہ حضرت مسیح کو کسی طرح لعنتی ثابت کریں۔ ایسا ہی مسیح موعود پر جب کفر اور قتل کا فتویٰ لگایا گیا تو اس کے بعد رمضان میں کسوف خسوف ہوا تا دونوں واقعات میں مشابہت ہو کیونکہ جس طرح عیسیٰ مسیح استعارہ کے رنگ میں مُردوں میں سے جی اُٹھا اسی طرح اس مسیح کو تکفیر کی دونوں[2] مہر سے اپنی دانست میں ہلاک کر دیا گیا تھا مگر **پھر وہ جی اُٹھا** اور کھڑا ہو گیا۔ اس لئے امام **قائم کہلایا۔ منه**

[1] بنی اسرائیل : ۵۹

﴿۱۹﴾

اور پھر بعد اس کے لکھا ہے کہ یہ بھی اس کے ظہور کی ایک نشانی ہے کہ قبل اس کے کہ قائم ہو یعنی عام طور پر قبول کیا جائے دنیا میں سخت طاعون پڑے گی یہاں تک کہ ایک گھر میں جو سات آدمی ہوں گے اُن میں سے صرف دو ۲ رہ جائیں گے اور پانچ مر جائیں گے۔ پس اس کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں نشان اُس وقت ظہور میں آئیں گے جبکہ اس کی دنیا میں **تکذیب** ہوگی۔ کیونکہ مسیح کے بھی یہ دونوں نشان تھے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ہوکر اُن کے لئے صلیب تیار کیا گیا تھا تب آفتاب و ماہتاب دونوں تاریک ہوگئے تھے اور طاعون بھی پڑی تھی۔ غرض اس کتاب میں لکھا ہے کہ رمضان میں خسوف کسوف ہونا اور ملک میں طاعون پھیلنا **مہدی معہود** کا ایک **معجزہ** ہوگا۔ پس بلاشبہ یہ امر تواتر کے درجہ پر پہنچ چکا ہے کہ مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے وقت میں اور اس کی توجہ اور دُعا سے ملک میں طاعون پھیلے گی **آسمان** اس کے لئے چاند اور سُورج کو **رمضان** میں تاریک کرے گا اور زمین اُس کے لئے طاعون کی تاریکی اور مصیبت پھیلائے گی کیونکہ وہ ابتدا میں قبول نہیں کیا جائے گا اس لئے **انذاری** نشان اُس کے لئے ظاہر ہوں گے اور اُس کے نفس سے یعنی توجہ اور دُعا اور **اتمام حجت** سے کافر مریں گے۔☆ اور وہ مرنا دو قسم کا ہوگا (۱) ایک تو **رُوحانی** طور پر کہ اس کے وقت میں تمام مذاہب بجُز اسلام مُردہ ہو جائیں گے (۲) دوسرے **جسمانی** طور پر۔ چونکہ وہ ستایا جائے گا اور دکھ دیا جائے گا اس لئے خدا کا غضب مخلوق پر بھڑکے گا۔ تب وہ ایسی موتوں کا سلسلہ جاری کر دے گا کہ نمونہ قیامت ہو جائیں گی۔ تب انجام کار لوگ سوچیں گے کہ کیوں یہ آفتیں ہم پر پڑ گئیں اور سعیدوں کا راہ دِکھلایا جائے گا۔ غرض عام موتوں کا پڑنا **مسیح موعود** کی علامات خاصہ میں سے ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام گواہی دیتے آئے ہیں۔

☆ **حاشیہ** : یہ عجیب مشابہت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں بھی بباعث سخت آندھی کے سُورج اور چاند کی روشنی روزہ کے دن میں یکدفعہ جاتی رہی تھی اور پھر زمین پر طاعون بھی پڑی یہ دونوں باتیں اب بھی ظہور میں آگئیں۔ یعنی بذریعہ خسوف کسوف رمضان میں تاریکی بھی ہوگئی جیسا کہ یہود کے روزہ کے دن تاریکی ہوگئی تھی اور پھر طاعون سے بھی دنیا تباہ ہوگئی۔ منہ

﴿۴۰﴾ اور اگر کہو کہ اگر تم ہی مسیح موعود ہو اور تمہارے لئے ہی یہ طاعون بطور نشان ظاہر کی گئی ہے تو چاہیئے تھا کہ قبل اس سے جو ملک میں طاعون پھیلتی پہلے ہی خدا تعالیٰ تمہیں خبر دے دیتا کہ طاعون آئے گی؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت خدا نے طاعون کی پہلے ہی سے مجھے خبر دی ہے اور یہ ایسی یقینی خبر ہے جس سے کسی کو مسلمانوں عیسائیوں ہندوؤں میں سے انکار نہیں ہوسکتا بلکہ اُس نے نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ خبر دی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) اوّل خدائے عزّو جلّ نے آج سے تیئیس برس پہلے عام موت کے نشان کی براہین احمدیہ میں مجھے خبر دی جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ پانچ سو اٹھارہ میں یہ خدائے عزّو جلّ کا کلام بطور پیشگوئی ہے **وقالوا انّٰی لک ھٰذا ان ھٰذا الا سحر یؤثر. لن نؤمن لک حتّٰی نری اللہ جھرۃ. لایصدق السفیہ الاسیفۃ الھلاک. عدولی و عدولک. قل اَتٰی امر اللہ فلا تستعجلوہ. اذاجاء نصر اللہ الست بربکم قالوا بلٰی**۔ ترجمہ۔ اور کہیں گے کہ یہ مرتبہ تجھے کیسے مل سکتا ہے یہ تو ایک مکر ہے جو اختیار کیا جاتا ہے۔ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو آشکارا طور پر نہ دیکھ لیں۔ سفیہ آدمی بجز مَوت کے نشان کے کسی نشان کو نہ مانیں گے کیونکہ وہ میرے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں انہیں کہہ کہ موت کا نشان بھی آنے والا ہے یعنی طاعون مگر کچھ دیر سے سو تم جلدی مت کرو۔ پھر اس کے ساتھ ہی صفحہ ۵۱۹ میں یہ الہام درج ہے **امراض الناس و برکاتہ** یعنی لوگوں میں مرض پھیلے گی اور اس کے ساتھ ہی خدا کی برکتیں نازل ہوں گی اور وہ اِس طرح پر کہ وہ بعض کو نشان کے طور پر اس بلا سے محفوظ رکھے گا اور دُوسرے یہ کہ یہ بیماریاں جو آئیں گی یہ دینی برکات کا موجب ہو جائیں گی اور بہتیرے لوگ اُن خوفناک دِنوں میں دینی برکات سے حِصّہ لیں گے اور سلسلہ حقّہ میں داخل ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور طاعون کا خوفناک نظارہ دیکھ کر بڑے بڑے متعصّب اِس سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں اور اس وقت تک بذریعہ طاعون دو ہزار سے

بھی زیادہ مخالف ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے سو یہی وہ برکتیں ہیں جن سے بموجب پیشگوئی کے بذریعہ طاعون لوگوں نے حصہ لیا ہے۔ ﴿۲۱﴾

اور پھر صفحہ ۵۵۷ میں خدائے عزّو جلّ کا یہ کلام ہے جو ایک عام عذاب کے نازل ہونے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے۔ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ دیکھو صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ۔ اس وحی مقدس میں خدائے ذوالجلال نے میرا نام نذیر رکھا جو اصطلاح قرآنی میں اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ عذاب بھی آوے اور فرمایا کہ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ یعنی ایک خاص قہری تجلّی ظاہر کروں گا۔ خدا کی کتابوں میں چمکار دِکھلانے سے مراد ہمیشہ عذاب ہوا کرتا ہے اور پھر فرمایا کہ اپنی قُدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ اِس فقرے کے معنی کی نسبت واضح ہو کہ یُوں تو خدا تعالیٰ کی قُدرتیں ہمیشہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں کونسا وقت ہے کہ کوئی قدرت ظاہر نہیں ہوتی۔ مگر اس جگہ قدرت نمائی سے وہ قدرتیں مراد ہیں جو خارق عادت ہیں یعنی عام طور پر وقوع اُن کا نہیں خاص خاص وقتوں میں نشان کے طور پر اُن کا ظہور ہوتا ہے۔ اِس سے بھی یہی اشارہ نکلتا ہے کہ وہ ایک قہری قدرت ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا کہ تجھ کو اٹھاؤں گا اس سے یہ مراد نہیں کہ زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھا لوں گا۔ یہ گذشتہ لوگوں کی غلطیاں ہیں کہ بعض انسانوں کی نسبت ایسے لفظوں سے یہ معنی نکالتے رہے خدا ان کے قصور معاف کرے بلکہ مراد یہ ہے کہ تیرے مخالف بہت شور ہوگا اور چاہیں گے کہ تحت الثریٰ میں تیری جگہ ہو مگر میں آخر کار ثابت کر دوں گا کہ تیرا مقام بلند ہے اور تُو آسمانی لوگوں میں سے ہے نہ زمینی کیڑوں میں سے۔ اور پھر فرمایا کہ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا یعنی ردّ کر دیا اور کافر اور دجّال اس کا نام رکھا اور جو چاہا اس کے حق میں کہا مگر مَیں اُن کے مخالف ہو جاؤں گا۔ وہ تیری ذلّت تلاش کریں گے اور مَیں عزّت دوں گا اور وہ تجھے گمنام کرنا چاہیں گے اور مَیں زمین کے کناروں تک تیری شُہرت پھیلا دوں گا اور وہ تجھے جاہل کہیں گے اور مَیں تیرا علم ثابت کروں گا اور وہ

﴿۲۲﴾

تجھ پر لعنت کریں گے اور مَیں تجھ پر برکتیں نازل کروں گا اور وہ تجھ پر باب معیشت تنگ کرنا چاہیں گے اور مَیں تیرے پر تمام نعمتوں کے دروازے کھول دُوں گا اور پھر فرمایا کہ بڑے زورآور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ سو خدا کے زورآور حملوں میں سے یہ طاعون ہے جو ملک میں پھیل گئی اور نہ معلوم کہ کب تک اس کا دور ہے۔ غرض براہین احمدیہ میں آج سے تیئیس۲۳ برس پہلے اس عذاب کی خبر دی گئی ہے بلکہ صفحہ ۵۱۰ براہین احمدیہ میں یہ بھی وحی الٰہی ہے **ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون** ۔ یعنی جب عذاب کا وقت آوے تو ظالموں کی میری جناب میں شفاعت مت کر کہ مَیں اُن کو غرق کروں گا۔ اس الہام کا دُوسرا حصہ یہ ہے **وَاصۡنَعِ الۡفُلۡکَ بِاَعۡیُنِنَا وَوَحۡیِنَا** ۔ یعنی ہمارے حکم اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کر۔ کشتی سے مراد سلسلہ بیعت ہے جو خاص وحی الٰہی اور امر الٰہی سے قائم کیا گیا۔ اور پھر صفحہ ۵۰۶ **براھین احمدیہ** میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی ہے۔ **لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکّین حتّی تاتیھم البیّنۃ و کان کیدھم عظیمًا** اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ اس وحی الٰہی سے بھی ثابت ہے کہ دنیا کو شرک اور کفر اور مخلوق پرستی کی عادت ہوگئی تھی اور وہ کسی آسمانی گوشمالی کی محتاج تھی اور اسی وحی کے ساتھ صفحہ ۵۰۷ میں یہ خدا کا کلام ہے **تلطف بالنّاس و ترحم علیھم انت فیھم بمنزلۃ موسٰی و اصبر علٰی مایقولون** ۔ یعنی لوگوں کے ساتھ رفق اور نرمی کر اور اُن پر رحم کر تُو ان میں بمنزلہ موسٰی کے ہے اور اُن کی باتوں پر صبر کر۔ پس اگرچہ حضرت موسٰی بُردباری اور حلم اور تہذیب اخلاق میں تمام بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے اوّل درجہ پر تھے اور توریت خود اُن کے اخلاق فاضلہ کی تعریف کرتی ہے اور ان کو اسرائیلی نبیوں میں سے بے نظیر ٹھہراتی ہے لیکن اُن کے کمال حلم کا آخر یہ نتیجہ ہوا کہ جب قوم اسرائیل کے مفسد کسی طرح درست نہ ہوئے تو آخر خدا نے موسیٰ اپنے بندہ کی حیات میں ہی اُن کو طاعون سے ہلاک کیا جیسا کہ توریت میں یہ قصہ موجود ہے سو اِسی کی طرف یہ اشارہ ہے کہ تو موسیٰ کی طرح صبر کر اور آخر ہماری طرف سے

﴿۲۳﴾

تنبیہ نازل ہوگی۔

اور پھر براہین احمدیہ میں یہ الہام **الم نجعل لک سھولة فی کل امر**☆ **بیت الفکر و بیت الذکر و من دخلهٗ کان اٰمنًا**۔ یعنی ہم نے تیرے لئے بیت الفکر اور بیت الذکر بنایا ہے اور جو ان میں داخل ہوگا وہ امن میں آ جائے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ملک میں عام طاعون پڑے گی اور کسی کم مقدار کی حد تک قادیان بھی اس سے محفوظ نہیں رہے گی اس لئے اس نے آج کے دِنوں سے تیئیس۲۳ برس پہلے فرما دیا کہ جو شخص اس مسجد اور اس گھر میں داخل ہوگا یعنی اخلاص اور اعتقاد سے وہ طاعون سے بچایا جائے گا۔ اسی کے مطابق ان دنوں میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا **انی احافظ کل من فی الدار. الا الذین علوا من استکبار. و احافظک خاصة سلام قولا من ربّ رحیم** یعنی مَیں ہر ایک انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا مگر وہ لوگ جو تکبّر سے اپنے تئیں اونچا کریں اور مَیں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔

جاننا چاہئیے کہ خدا کی وحی نے اِس ارادہ کو جو قادیان کے متعلق ہے دو حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ (۱) ایک وہ ارادہ جو عام طور پر گاؤں کے متعلق ہے اور وہ ارادہ یہ ہے کہ یہ گاؤں اس شدت طاعون سے جو افراتفری اور تباہی ڈالنے والی اور ویران کرنے والی اور تمام گاؤں کو

☆ حاشیہ۔ درحقیقت ہمارے اس زمانہ نے دنیا کے ہر ایک پہلو میں سہولت کا ایک نیا رنگ ظاہر کر دیا ہے ہر ایک کام کے لئے مشینیں تیار ہوگئی ہیں جس قدر جلدی سے اب ہم کتابیں چھاپ سکتے ہیں اور پھر ہم اُن کو دُور دُور مقامات تک شائع کر سکتے ہیں اور شائع شدہ کتابوں کو دیکھ سکتے ہیں اور ہزارہا اغراض دینی میں صنائع جدیدہ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور تمام دنیا کا سیر کر سکتے ہیں۔ یہ سہولت کامل پہلے کسی نبی یا رسول کو ہرگز نہیں ہوئی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے باہر ہیں کیونکہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ اُنہیں کا ہے۔ منہ

﴿۲۴﴾ منتشر کرنے والی ہو محفوظ رہے گا۔ (۲) دُوسرے یہ ارادہ کہ خدائے کریم خاص طور پر اس گھر کی حفاظت کرے گا اور اس تمام عذاب سے بچائے گا جو گاؤں کے دُوسرے لوگوں کو پہنچے گا اور اس وحی اللہ کا اخیر فقرہ اُن لوگوں کے لئے مُنذر ہے جن کے دلوں میں بے جا تکبّر ہے۔

اِس لئے مَیں اپنی **جماعت** کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ **تکبر** ہمارے **خداوند** ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مُجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اِس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے **زیادہ عالم** یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنر مند ہے **وہ متکبر** ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص **جو اپنے** کسی مال یا جاہ وحشمت کا تصوّر کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے **وہ بھی متکبر** ہے کیونکہ وہ اِس بات کو بُھول گیا ہے کہ یہ جاہ وحشمت خدا نے ہی اُس کو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اُس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے **حقارت آمیز نام** رکھتا ہے اور اُس کے بدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے **وہ بھی متکبر ہے** اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اُس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدّت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے ﴿۲۵﴾

دُعا مانگنے میں سُست ہے وہ متکبر ہے کیونکہ قوّتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے **ماموراور مرسل** کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مُرسل کی باتوں کو **غور سے نہیں سنتا** اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اُس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔

اب ہم پھر اپنے پہلے بیان کی طرف رُجوع کر کے لکھتے ہیں کہ طاعون کے بارے میں پیشگوئی صرف براہین احمدیہ میں ہی نہیں بلکہ براہین کے زمانہ سے جس کو بیس برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ اس زمانہ تک جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں یا اشتہار شائع ہوئے ہیں اکثر میں یہ پیشگوئی موجود ہے چنانچہ آج سے آٹھ برس پہلے یہی پیشگوئی رسالہ **نور الحق** میں جو عربی رسالہ ہے اس کے صفحہ ۳۵۔۳۶۔۳۷۔۳۸ میں کی گئی ہے اور پھر آج سے پانچ برس پہلے یہی پیشگوئی رسالہ **سراج منیر** کے صفحہ ۵۹ و ۶۰ میں ﴿۲۶﴾

کی گئی۔اور پھر آج سے چار برس چھ ماہ پہلے اشتہار طاعون مورخہ ۶ ؍فروری ۱۸۹۸ء میں یہ پیشگوئی کی گئی جس کے یہ الفاظ تھے کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ خدائے تعالیٰ کے ملائک **ملک پنجاب** کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور **خوفناک** اور چھوٹے قد کے ہیں۔بعض درخت لگانے والوں سے مَیں نے پُوچھا کہ یہ **کیسے درخت** ہیں۔تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو **عنقریب ملک میں** پھیلنے والی ہے۔**دیکھو اشتہار طاعون** مورخہ ۶ ؍فروری ۱۸۹۸ء اور یہ رسائل اور یہ اشتہار لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم الشان پیشگوئی کہ ایک مُدّت دراز طاعون کے وجود سے **پہلے** کی گئی یہ انسان کا کام نہیں اور اس سے یہ ثابت ہے کہ یہ طاعون محض اس لئے ملک پنجاب میں سب ملکوں سے زیادہ حملہ آور ہے کہ اسی ملک نے سب سے زیادہ **خدا کی باتوں پر حملہ کیا** اور اسی ملک نے خدا کے مامور اور مرسل کے مقابل پر طریقہ رہزنی اختیار کیا۔نہ آپ سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے نہ ہندوستان کے لوگوں کو داخل ہونے دیا۔پس چونکہ خدائے تعالیٰ کی نظر میں اوّل درجہ کا مخالف یہی ملک تھا اس لئے اوّل درجہ کے طاعون سے اسی ملک نے حصّہ لیا اور اسی ملک کے لئے وہ دُعا تھی جو طاعون کے لئے آج سے ایک مُدّت دراز پہلے مَیں نے مانگی تھی جو قبول کی گئی جس کے صدہا پرچے ملک میں شائع کئے گئے تھے مگر افسوس کہ اس ملک کے لوگوں نے بڑی سنگدلی ظاہر کی۔خدا کے کُھلے کُھلے نشان دیکھے اور انکار کیا۔وہ نشان جو ملک میں ظاہر ہوئے جن کے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان گواہ ہیں جن میں سے کسی قدر بطور نمونہ اِسی کتاب میں لکھے جائیں گے وہ ڈیڑھ سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن اِس ملک کے لوگ ابھی تک کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔تو اب بتلاؤ کہ کیا اَب بھی طاعون مُلک میں ظاہر نہ ہو۔**نشانوں کو دیکھنا اور پھر تکذیب کرنا**

﴿۲۷﴾

کیا اس سے زیادہ کوئی اور **شرارت** ہوگی۔ کیا خسوف کسوف رمضان میں نہیں ہوا؟ کیا شیعہ اور سُنّی دونوں فریق کی کتابوں میں **یہ حدیثیں موجود نہیں!** کیا بجز میرے کسی اور **مدعی کے وقت ہوا؟** اور کون ہے جس نے کہا کہ **یہ میرے لئے ہوا؟** اور یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں یہ دوسرا ظلم ہے۔ اے نادانو جبکہ یہ حدیث سُنّیوں اور شیعوں دونوں فریق کی کتابوں میں موجود ہے اور پھر علاوہ اس کے خدا نے حدیث کے مضمون کو واقع کرکے اس کی صحت ثابت کر دی تو یہ حدیث تو اور تمام حدیثوں کی نسبت اوّل درجہ کی قوی ہوگئی کیونکہ نہ صرف یہ کہ دو فریق اس کے محافظ چلے آئے ہیں بلکہ خدا نے اس حدیث کی پیشگوئی کو پورا کرکے اس کی سچائی پر مُہر کر دی اور اس سے علاوہ یہ کہ پہلی کتابوں میں بھی مسیح موعود کی علامت خسوف و کسوف لکھا ہے اور یہ حدیث کتاب دارقطنی اور اکمال الدین میں ہے جس پر انہوں نے کوئی جرح نہیں کی۔ اور یہ امر کہ خسوف کسوف مہدی موعود کی علامت کیوں ٹھہرایا گیا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا انکار جو زمین پر ہو رہا ہے یہ موجب **غضب الٰہی** ہے چنانچہ بعد اس کے زمین پر وہ غضب بذریعہ طاعون ظاہر ہو گیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگوں کی تنبیہ اور یاددہانی کے لئے **یہ نمونہ آسمان پر قائم کرے اور نمونہ کے لئے کسوف خسوف دونوں کو** اختیار کیا گیا ہے کیونکہ آفتاب کی سلطنت دن پر ہے اور ماہتاب کی سلطنت رات پر **اسی طرح یہ امام موعود دونوں سلطنتوں کا مالک کیا گیا ہے۔** یعنی دین اسلام جو بطور دن کے ہے اور دوسرے ادیان جو بطور رات کے ہیں۔ **ان سب پر حکمرانی کرنے کے لئے یہ موعود آیا** ہے پس ایسے وقت میں کہ اس کے دن کی سلطنت میں بھی روکیں اور حجاب ہیں اور نیز رات کی سلطنت میں بھی روکیں ہیں حکمت الٰہی نے چاہا کہ آسمان پر کسوف خسوف کا انذاری

﴿۲۸﴾

نمونہ **پیش** کرے اور اس نشان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ جیسا کہ کسوف خسوف کچھ تھوڑی مدّت کے بعد رفع اور دور ہو جاتا ہے اور یہ دونوں نیّر اپنی اپنی سلطنت پر قائم ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی اس جگہ بھی ہوگا۔ **سُنّی اور شیعہ دونوں گروہ اس کسوف خسوف کے تیرہ سو برس سے منتظر تھے مگر جب وہ ظاہر ہوا** تو اُس کی تکذیب کی۔ کیا یہودیت کے کچھ اور بھی معنی ہیں۔ پھر دیکھو کہ **قرآن اور حدیث دونوں بتلا رہے ہیں کہ مسیح کے زمانہ میں اونٹ بیکار** ہو جائیں گے یعنی اُن کے قائم مقام کوئی اور سواری پیدا ہو جائے گی یہ حدیث مُسلم میں موجود ہے اِس کے الفاظ یہ ہیں ویترکن القلاص فلایسعٰی علیھا اور قرآن کے الفاظ یہ ہیں وَاِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ[1] شیعوں کی کتابوں میں بھی یہ حدیث موجود ہے مگر کیا کسی نے اس نشان کی کچھ بھی پروا کی۔ **ابھی عنقریب اس پیشگوئی کا دلکش نظارہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان نمایاں ہونے والا ہے جبکہ اونٹوں کی ایک** لمبی قطار کی جگہ **ریل** کی گاڑیاں نظر آئیں گی اور تیرہ سو برس کی سواریوں میں انقلاب ہو کر ایک نئی سواری پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت ان مسافروں کے سر پر جب یہ آیت وَاِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور یہ حدیث ویترکن القلاص فلا یسعٰی علیھا پڑھی جائے گی تو کیسے انشراح صدر سے ان کو ماننا پڑے گا کہ یہ درحقیقت آج کے دن کے لئے ایک نشان تھا اور ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جو ہمارے نبی کریمؐ کے مبارک لبوں سے نکلی اور آج پُوری ہوئی مگر افسوس اے تکذیب کرنے والو تم کب باز آؤ گے وہ کب دن آئے گا جو تمہاری بھی آنکھیں کھلیں گی۔ **خدا کے نشان یُوں برسے جیسے برسات میں مینہ برستا ہے** مگر تمہاری خشکی دور نہ ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے صدی کا پانچواں حصہ بھی گذر گیا مگر تمہارا **کوئی مجدّد ظاہر نہ ہوا**۔ خدا نے نشانوں کے دکھلانے میں کمی نہ رکھی۔ کسوف خسوف رمضان میں بھی ہوا اور بموجب حدیث کے **ستارہ ذوالسنین** بھی مُدّت ہوئی ﴿۲۹﴾

[1] التکویر:۵

کہ نکل چکا۔ اور قرآن اور پہلی کتابوں اور سُنّیوں اور شیعوں کی حدیثوں کے موافق **طاعون** بھی **ملک میں ظاہر ہوگئی اور حج بھی روکا گیا**۔ اور بجائے **اونٹوں** کے نئی سواریاں بھی پیدا ہوگئیں اور کسر صلیب کی ضرورت بھی سخت محسوس ہونے لگی کیونکہ انتیس لاکھ نومرتد عیسائی پنجاب اور ہندوستان میں ظاہر ہوگیا اور **آدم سے چھ ہزار برس بھی گذر گیا مگر اب تک تمہارا مسیح نہ آیا۔ کیا خدا نے نشان نمائی میں کچھ کسر رکھی**۔ کیا اُس نے پیشگوئی کی شرطوں کے موافق آتھم کی زندگی کا خاتمہ نہ کیا۔ کیا اُس نے قطعی مُدّت اور میعاد کے موافق **لیکھرام کے فتنہ** سے زمین کو پاک نہ کیا۔ کیا اُس وقت جبکہ اعتراض کیا گیا کہ **اخویم مولوی نوردین** صاحب کا لڑکا فوت ہوگیا ہے خدا نے یہ خبر نہ دی کہ **ایک اور لڑکا اُن کے گھر میں پَیدا** ہوگا اور دیکھو **نشان یہ ہے** کہ اُس کے بدن پر خوفناک پھوڑے ہوں گے۔ پس کس قدر کُھلا کُھلا نشان تھا کہ **وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالحی** ہے اور اُس کے بدن پر خوفناک پھوڑے تھے جن کے نشان اب تک موجود ہیں۔ اور یہ پیشگوئی صدہا **اشتہاروں کے ذریعہ سے ملک میں شائع کی گئی**۔ اور نیز یہ پیشگوئی کہ اِس عاجز کے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوں گے اور عبدالحق غزنوی ابھی زندہ ہوگا کہ **چوتھا لڑکا پیدا ہو جائے گا کس زور سے بذریعہ اشتہارات شائع** کی گئی تھی اور کیسی صفائی سے پُوری ہوئی **مگر کون اس پر ایمان لایا** اور یہ سب نشان صرف دو چار نہیں بلکہ ڈیڑھ سو سے بھی زیادہ نشان ہیں۔ اگر ان نشانوں کے **گواہ جنہوں نے یہ نشان دیکھے جو اب تک زندہ موجود ہیں صف باندھ کر** کھڑے کئے جائیں تو ایک بھاری گورنمنٹ کے لشکر کے موافق اُن کی تعداد ہوگی۔ اب کس قدر ظلم ہے کہ اس قدر نشانوں کو دیکھ کر پھر کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا اور مولویوں کے لئے تو خود اُن کی بے علمی کا نشان اُن کے لئے کافی تھا کیونکہ ﴿۳۰﴾

ہزار ہا روپے کے **انعامی اشتہار** دئے گئے کہ اگر وہ بالمقابل بیٹھ کر کسی سورۃ قرآنی کی **تفسیر عربی** فصیح بلیغ میں میرے مقابل پر لکھ سکیں تو وہ انعام پاویں۔ مگر وہ مقابلہ نہ کر سکے تو کیا **یہ نشان نہیں تھا کہ خدا نے اُن کی ساری علمی طاقت** سلب کر دی۔ باوجود اس کے کہ وہ ہزاروں تھے تب بھی کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ سیدھی نیّت سے میرے مقابل پر آوے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ اس مقابلہ میں کس کی تائید کرتا ہے۔ پھر ایک اور نشان اُن کے لئے تھا کہ انہوں نے میرے تباہ کرنے کے لئے جان توڑ کر کوششیں کیں اور کوئی مکر اور فریب اُٹھا نہ رکھا جو اس کو استعمال نہ کیا اور مخالفت کے اظہار میں **تمام زور اپنا انواع اقسام** کے وسائل سے خرچ کر دیا اور ناخنوں تک زور لگایا اور جائز ناجائز طریق سب اختیار کئے اور سبّ وشتم اور تحقیر اور توہین سے پُورا کام کیا۔ حکّام تک مقدمات پہنچائے خون کے الزام لگائے۔ لیکن آخر نتیجہ یہ ہوا کہ جو جماعت پہلے دنوں میں چالیس آدمیوں سے بھی کم تھی آج ستّر ہزار کے قریب پہنچ گئی۔ اور باوجود سخت مخالفانہ مزاحمتوں کے براہین احمدیہ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو آج سے بیس برس پہلے دنیا میں شائع ہو چکی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ لوگ مزاحمتیں کریں گے اور اس سلسلہ کو نابود کرنا چاہیں گے لیکن خدا ان کے ارادوں کے مخالف کرے گا اور اس سلسلہ کو ایک بڑی جماعت بنا دے گا یہاں تک کہ یہ سلسلہ بہت ہی جلد دنیا میں پھیل جائے گا اور اُن لوگوں کے ارادوں پر لعنت کا داغ ظاہر ہو جائے گا جنہوں نے روکنا چاہا تھا **اب بتلاؤ کہ کیا اب تک خدا کی معجزانہ تائید ثابت نہ ہوئی**۔ اگر یہ کاروبار کسی مکّار کا ہوتا تو کیا اس کا نتیجہ یہی ہونا چاہئیے تھا۔ **اُٹھو اور دنیا میں** اس بات کی تلاش کرو کہ کون **مکّار تاریخ** کے صفحہ سے تم بتلا سکتے ہو جس کے ہلاک کرنے کے لئے یہ کوششیں کی گئیں اور پھر وہ **تباہ نہ ہوا**۔ اے سخت دل قوم تمہیں کس نے چاند پر تھوکنا سکھلایا۔ **کیا تم اُس سے لڑو گے جس نے زمین وآسمان کو**

﴿۳۱﴾

پیدا کیا۔ اپنے دلوں میں غور کرو کہ کبھی خدا نے کسی جھوٹے کے ساتھ ایسی رفاقت کی کہ قوموں کے ارادوں اور کوششوں کو اس کے مقابل پر ہر ایک میدان میں نابود کر دیا۔ اور اُن کو ہر ایک کو اس کے حملہ میں نامراد رکھا۔ باز آجاؤ **اور اُس کے قہر سے ڈرو** اور یقیناً سمجھو کہ تم اپنی مفسدانہ حرکات پر مُہر لگا چکے۔ اگر خدا تمہارے ساتھ ہوتا تو اس قدر **فریبوں** کی تمہیں کچھ بھی حاجت نہ ہوتی۔ تم میں سے صرف ایک شخص کی دُعا ہی مجھے **نابود کر دیتی۔ مگر تم میں** سے کسی کی دُعا بھی **آسمان پر نہ چڑھ سکی۔** بلکہ دُعاؤں کا **اثــــر** یہ ہوا کہ دن بدن تمہارا ہی **خاتمہ** ہوتا جاتا ہے۔ تم نے میرا نام **مسیلمہ کذّاب** رکھا۔ لیکن مسیلمہ تو وہ تھا جس کا ایک ہی جنگ میں خاتمہ ہو گیا مگر تم تو بیس برس تک جنگ کئے گئے اور ہر جنگ میں نامُراد رہے **کیا سچوں اور مومنوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں؟** کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم گھٹتے جاتے اور ہم بڑھتے جاتے ہیں۔ اگر تمہارا قدم کسی سچائی پر ہوتا تو کیا اس مقابلہ میں تمہارا **انجام** ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کس نے تم میں سے **مباہلہ کیا کہ آخر اُس نے ذِلت یا موت کا مزہ نہ چکھا۔**

اوّل تم میں سے مولوی اسمٰعیل علیگڑھ نے میرے مقابل پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مَر جائے گا۔ سو تم جانتے ہو کہ شاید دس سال کے قریب ہو چکے کہ وہ مر گیا۔ اَور اب خاک میں اُس کی ہڈیاں بھی نہیں مل سکتیں۔ پھر پنجاب میں مولوی **غلام دستگیر** قصوری اُٹھا اور اپنے تئیں کچھ سمجھا اور اُس نے اپنی کتاب میں میرے مقابلہ میں یہ لکھا کہ **ہم دونوں میں سے جو جُھوٹا ہے وہ پہلے مَر جائے گا** سو کئی سال ہو گئے کہ غلام دستگیر بھی مر گیا۔ وہ کتاب چھپی ہوئی موجود ہے۔ اِسی طرح مولوی **رشید احمد** گنگوہی اُٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل پر نکالا اور جھوٹے پر لعنت کی اور تھوڑے دنوں کے بعد **اندھا** ہو گیا۔ **دیکھو اور عبرت پکڑو۔** پھر بعد اس کے مولوی **غلام محی الدین** لکھو کے والا اُٹھا۔ اُس نے بھی ایسے ہی الہام

﴿۳۲﴾

شائع کئے آخر وہ بھی جلد دنیا سے رخصت ہو گیا۔ پھر **عبدالحق** غزنوی اُٹھا اور بالمقابل مباہلہ کر کے **دُعائیں** کیں کہ جو جھوٹا ہے خدا کی اُس پر لعنت ہو **برکتوں** سے **محروم** ہو دنیا میں اُس کی قبولیت کا نام ونشان نہ رہے۔ سوتم خود دیکھ لو کہ ان دُعاؤں کا کیا انجام ہوا اور اب وہ کس حالت میں اور ہم کس حالت میں ہیں۔ دیکھو اس مباہلہ کے بعد ہر یک بات میں **خدا نے ہماری ترقی کی اور بڑے بڑے نشان ظاہر کئے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی اور ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا** اور جب مباہلہ ہوا تو شاید چالیس۴۰ آدمی میرے دوست تھے☆ اور آج ستّر ہزار کے قریب اُن کی تعداد ہے اور مالی فتوحات اب تک **دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ اور ایک دنیا کو غلام کی طرح ارادت مند کر دیا اور زمین کے** کناروں تک مجھے شہرت دے دی۔ لطف تب ہو کہ اوّل قادیان میں آؤ اور دیکھو کہ **ارادت مندوں کا لشکر کس قدر اِس جگہ خیمہ زن ہے** اور پھر امرتسر میں عبدالحق غزنوی کو کسی دوکان پر یا بازار میں چلتا ہوا دیکھو کہ کس حالت میں چل رہا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ خدا کی طاقت کھلے کھلے طور پر میری تائید میں ﴿۳۳﴾ آسمان سے نازل ہو رہی ہے مگر یہ لوگ شناخت نہیں کرتے۔ **ٹرنسوال اور دولت برطانیہ** کی صلح ہو گئی۔ مگر ان لوگوں کا اب تک جنگ باقی ہے ٹرنسوال نے عقلمندی کر کے

☆ **حاشیہ**: عبدالحق کا یہ مباہلہ بھی اِس بات پر دلالت کرتا تھا کہ اس کو خدا اور رسول کی کچھ بھی پروا نہیں کیونکہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ عیسیٰ فوت ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دے دی کہ مَیں اُس کو مُردہ رُوحوں میں دیکھ آیا ہوں اور صحابہ نے اجماع کر لیا کہ سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور ابن عباس نے بخاری میں توفّی کے معنی بھی موت کر دیئے تو اِس صورت میں مباہلہ کے معنی بجز اس کے کیا تھے کہ مَیں خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔ منہ

انگریزی گورنمنٹ کو طاقتور پایا اور اطاعت قبول کر لی مگر یہ لوگ اب تک آسمانی گورنمنٹ کے باغی ہیں۔ خدا کے **نشانوں کو نہیں دیکھتے**۔ اُمّت ضعیفہ کی ضرورت پر نظر نہیں ڈالتے۔ صلیبی غلبہ کا مشاہدہ نہیں کرتے اور ہر روزہ ارتداد کا گرم بازار دیکھ کر اُن کے دل نہیں کانپتے۔ اور جب اُن کو کہا جائے کہ **عین** ضرورت کے وقت میں **عین** صدی کے سر پر **عین** غلبہ صلیب کے ایام میں **یہ مجدّد آیا** جس کا نام اِن معنوں سے **مسیح موعود** ہے کہ جو اسی صلیبی فتنہ کے وقت میں ظاہر ہوا تو کہتے ہیں کہ حدیثوں میں ہے کہ اس اُمت میں تیس۳۰ دجّال آویں گے کہ تا اُمت کا اچھی طرح خاتمہ کر دیں۔ **کیا خوب عقیدہ ہے!!!** اے نادانوں کیا اِس اُمت کی ایسی ہی پھوٹی ہوئی قسمت اور ایسے ہی بدطالع ہیں کہ اُن کے حصہ میں **تیس دجّال** ہی رہ گئے۔ دجّال تو تیس مگر طوفانِ صلیب کے فرو کرنے کے لئے **ایک بھی مجدد نہ آسکا زہے قسمت**۔ خدا نے پہلی اُمتوں کے لئے تو پے در پے نبی اور رسول بھیجے لیکن جب اِس اُمت کی **نوبت آئی تو اس کو تیس۳۰ دجّال کی خوشخبری سُنائی گئی** اور پھر یہ بھی ثابت شدہ پیشگوئی ہے کہ آخر کار اس اُمّت کے علماء بھی یہودی بن جائیں گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اب تک لاکھوں آدمی مُرتد ہو چکے جنہوں نے **دینِ اسلام کو ترک کر دیا** پس کیا اس درجہ کی ضلالت تک ابھی خدا خوش نہ ہوا اور اس کے دل کو سیری نہ ہوئی جب تک اُس نے خود اِسی اُمت میں سے صدی کے سر پر ایک دجّال بھیج نہ دیا۔ **خوب اُمت مرحومہ ہے** جس کے حق میں یہ عنایات ہیں اور پھر یہ کہ باوجودیکہ اس دجّال کے مارنے کے لئے مومنوں کے سجدات میں ناک گِھس گئے۔ لاکھوں دعائیں اور تدبیریں اُس کی ہلاکت اور تباہی کے لئے کی گئیں مگر خدا نہیں سنتا مُنہ پھیر لیتا ہے بلکہ برعکس اِس کے یہ دجّال برابر تیس برس سے ترقی کر رہا ہے اور دنیا میں آسمان کے نور کی طرح پھیلتا جاتا ہے۔ اِس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُمت نہایت ہی

﴿۳۴﴾

بدقسمت ہے اور خدا کا پختہ ارادہ ہے کہ اس کو ہلاک کردے یہ کیسی موردِ غضب الٰہی ہے کہ ایک تو دجّال کے قبضہ میں دی گئی اور اب تک **سچے مسیح اور مہدی** کا نہ آسمان پر کچھ پتہ ملتا ہے نہ زمین پر۔ ہزار **چیخیں بھی مارو وہ دونوں گمشدہ جواب** بھی نہیں دیتے کہ زندہ ہیں یا مُردہ اور کدھر ہیں اور کہاں ہیں۔ نبیوں کے مقرر کردہ وقت بھی گذر گئے اور اُمّت **کو عیسائی مذہب** نے کھالیا مگر نہ خدا کو رحم آیا اور نہ مہدی اور مسیح کے دِل نرم ہوئے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ بے شک **قرآن سے مسیح ابن مریم** کی وفات ثابت ہوتی ہے اور سورۃ **نور** اور سورۃ **فاتحہ وغیرہ سورتوں** پر نظر غائر کرکے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس اُمت کے **کل** خلفاء اِسی اُمّت میں سے ہوں گے اور ہم مانتے ہیں کہ صلیبی مذہب نے بھی بہت کچھ **فتنہ** پیدا کیا ہے اور یہ وہ مصیبت ہے کہ اسلام پر اس سے پہلے کبھی نہیں آئی۔ **وقت اور زمانہ بے شک ایسے مصلح کو چاہتا ہے** جو صلیبی طوفان کا مقابلہ کرے اور صدی کا سر بھی اسی کو چاہتا تھا اور صدی میں سے بھی قریباً پانچواں حصّہ گذر گیا۔ سب کچھ سچ لیکن ہم کیونکر مان لیں کیونکہ اِس شخص کے عقائد ہمارے علماء کے عقائد سے مختلف ہیں اگر یہ اُن کا ہمزبان ہوتا تو ہم قبول کر سکتے۔ اب دیکھو کہ یہ خیالات اُن کے کس قدر دیوانگی کے ہیں۔ جب آپ ہی قائل ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم کی حیات اور **نزول** میں علماء غلطی پر ہیں تو پھر خدا کا **مُرسل** کیونکر اس غلطی کو مان لے ماسوا اس کے جبکہ مسیح موعود کا نام **حَکَم** ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے بہتّر فرقوں **میں فیصلہ کرے** اور بعض خیالات ردّ کرے اور بعض کی تصدیق کرے۔ یہ کیونکر ہو سکے کہ جو حَکَم کہلاتا ہے وہ تمہارا سب **رطب یابس** کا ذخیرہ مان لے اور پھر اس کے وجود سے **فائدہ** کیا ہوا اور کس وجہ سے اس کا نام **حَکَم** رکھا گیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ وہ رطب یابس کے ذخیرہ میں سے بعض ردّ کرے اور بعض قبول کرے۔ اور اگر سب کچھ قبول کرتا جائے تو پھر حَکَم کس بات کا ہوا۔ مثلاً دیکھو تم میں ایک فرقہ

﴿۳۵﴾

تو اِس بات کا قائل ہے کہ عیسیٰ ابن مریم **دوبارہ آسمان سے واپس آئے گا** مگر اس کے مقابل پر معتزلہ اور بعض صوفیہ کا یہ فرقہ ہے کہ دوبارہ آنا **غلط ہے بلکہ مسیح ابن مریم** فوت ہو چکا ہے اور **آنے والا اِسی اُمت** میں سے ہوگا۔ اب بتلاؤ کہ میں نے کونسی زیادتی اور مخالفتِ اسلام کی۔ صرف یہ کیا کہ خدا سے **وحی پاکر** مُسلمانوں کے دو عقیدوں میں سے ایک عقیدے کو ردّ کر دیا اور اس کو مخالف **قرآن** اور مخالف **اجماع صحابہ** بتلایا اور دُوسرے عقیدہ کی **تصدیق** کی اور اس کے موافق اپنے تئیں ظاہر کیا۔ کیا حَکَم کے لئے ضروری تھا کہ تمہارے کئی فرقوں میں سے صرف **اہلحدیث** کی بات مانتا یا صرف **حنفیوں** کی بات قبول کرتا اور باقی تمام فرقوں کے تمام اجتہادی عقائد کو **ردّ** کر دیتا تو اِس صورت میں تو تُم ہی حَکَم ٹھہرے نہ وُہ۔ ہاں سچ ہے کہ ہر ایک عقیدہ جب عادت میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح جو مُدّت کے **فوت** ہو چکے آپ لوگوں کے خیال میں وہ اب تک بجسم عنصری آسمان پر بیٹھے ہیں۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ **آسمان** پر نہیں بلکہ آپ لوگوں کے **دل** پر بیٹھے ہیں اور پُرانے عقیدوں کی وجہ سے ہر دم زبان پر نزول کر رہے ہیں۔ تم سے پہلے یہود یوں کو بھی یہی بلا پیش آئی تھی کہ اُن کے نزدیک صحیح عقیدہ یہی تھا کہ **الیاس** آسمان سے نازل ہوگا تب مسیح آئے گا لیکن جب حضرت مسیح آئے اور الیاس آسمان سے نازل نہ ہوا تو یہودیوں نے تکذیب کا وہ شور مچایا کہ آپ لوگوں کے شور اور اُن کے شور میں فرق کرنا مشکل☆ ہے اور بڑے جوش سے حضرت عیسیٰ سے یہودیوں نے سوال کیا کہ ابھی الیاس تو دوبارہ دنیا میں آیا نہیں تو تم کیونکر سچا مسیح ٹھہر سکتے ہو۔ تب انہوں نے جواب دیا کہ الیاس تم میں موجود ہے جو یوحنّا نبی ہے یعنی یحییٰ مگر کسی نے یہ جواب پسند نہ کیا اور آج تک حضرت عیسیٰ کو

﴿۳۶﴾

☆ **حاشیہ**۔ یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث اُن کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلا آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے اُن راہوں سے وہ نبی نہیں آئے بلکہ چور کی طرح کسی اور راہ سے آ گئے۔ منہ

اِسی وجہ سے کافر کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہودیوں کے اجماعی عقیدہ کے برخلاف رائے ظاہر کی۔ اور عجیب تر یہ بات ہے کہ ہمارے مخالف قطع نظر اس سے جو ہماری دعوت کو مان لیں وہ اپنا ذخیرہ ظنون شکوک کا ہمیں منوانا چاہتے ہیں حالانکہ وہ اس خدا سے بالکل بے خبر ہیں جس سے نجات ملتی ہے۔ جس حالت میں خدا نے ہم پر فضل کر کے ہمیں اپنی طرف سے نور بخشا جس نور سے ہم نے اُس کو پہچانا اور ہمیں نشان عطا فرمائے جن نشانوں سے ہم نے اُس کی ہستی اور **صفات کاملہ** پر یقین کر لیا تو کیونکر ہم اس نور اور **معرفت** اور یقین کو اپنے آپ سے دُور کر دیں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں اور خدا ہمارے اس قول پر گواہ ہے کہ اگرچہ خدائے تعالیٰ کی ہستی اور اسلام کی سچائی کا یقین قرآن کے ذریعہ سے ہمارے پاس آیا مگر خدا نے اپنی وحی تازہ کے ذریعہ سے ہمیں اپنی خاص **چمکاریں دکھلائیں** یہاں تک کہ ہم نے اُس خدا کو دیکھ لیا جس سے ایک دنیا غافل ہے۔ اس کے دلکش نشانوں نے جو میرے علم میں ہزاروں تک پہنچ گئے گو دنیا کو ابھی صرف **ڈیڑھ سو نشان** سے اطلاع ہوئی مجھ میں وہ یقین اور بصیرت اور معرفت کا نور پیدا کیا جو مجھے اس تاریک دنیا سے **ہزاروں کوس** دُور تر کھینچ کر لے گیا اب اگرچہ مَیں دنیا میں ہوں مگر دنیا میں سے نہیں ہوں۔ اگر دنیا مجھے نہیں پہچانتی تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ ہر ایک چیز جو بہت دور اور بہت بلند ہے اس کا پہچاننا مشکل ہے۔ میں کبھی امید نہیں کرتا کہ دنیا مجھ سے محبت کرے کیونکہ دنیا نے کبھی کسی راستباز سے محبت نہیں کی۔ مجھے اس سے **خوشی** ہے کہ مجھے گالیاں دی گئیں **دجّال** کہا گیا **کافر** ٹھہرایا گیا کیونکہ سورۃ فاتحہ میں ایک مخفی پیشگوئی موجود ہے اور وہ یہ کہ جس طرح **یہودی** لوگ حضرت **عیسیٰ** کو **کافر** اور **دجّال** کہہ کر مغضوب علیہم بن گئے بعض مسلمان بھی ایسے ہی بنیں گے۔ اِسی لئے نیک لوگوں کو یہ دُعا سکھلائی گئی کہ وہ منعم علیہم میں سے حصہ لیں اور مغضوب علیہم نہ بنیں۔ سورۃ فاتحہ کا اعلیٰ مقصود مسیح موعود اور اس کی جماعت اور اسلامی یہودی اور اُن کی

﴿۳۷﴾

جماعت اور ضالین یعنی عیسائیوں کے زمانہ ترقی کی خبر ہے۔ سو کس قدر **خوشی** کی بات ہے کہ وہ باتیں آج پوری ہوئیں۔

بالآخر مَیں ایک اور **رؤیا** لکھتا ہوں جو طاعون کی نسبت مجھے ہوئی اور وہ یہ کہ مَیں نے ایک جانور دیکھا جس کا قد ہاتھی کے قد کے برابر تھا مگر مُنہ آدمی کے مُنہ سے ملتا تھا اور بعض اعضاء دوسرے جانوروں سے مشابہ تھے اور مَیں نے دیکھا کہ وہ یُوں ہی قدرت کے ہاتھ سے پیدا ہو گیا اور مَیں ایک ایسی جگہ پر بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بَن ہیں جن میں بیل گدھے گھوڑے کتے سور بھیڑیے اونٹ وغیرہ **ہر ایک قسم کے موجود** ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ سب انسان ہیں جو بدعملوں سے اِن **صورتوں** میں ہیں۔ اور پھر مَیں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی ضخامت کا جانور جو مختلف شکلوں کا مجموعہ ہے جو محض قدرت سے زمین میں سے پَیدا ہو گیا ہے وہ میرے پاس آ بیٹھا ہے اور قطب کی طرف اُس کا منہ ہے خاموش صورت ہے آنکھوں میں بہت حیا ہے اور بار بار چند منٹ کے بعد اُن بنوں میں سے کسی بَن کی طرف دوڑتا ہے اور جب بَن میں داخل ہوتا ہے تو اُس کے داخل ہونے کے ساتھ ہی شور **قیامت** اُٹھتا ہے اور ان جانوروں کو کھانا شروع کرتا ہے اور ہڈیوں کے چابنے کی آواز آتی ہے۔ تب وہ فراغت کر کے پھر میرے پاس آ بیٹھتا ہے اور شاید دس منٹ کے قریب بیٹھا رہتا ہے اور پھر دوسرے بَن کی طرف جاتا ہے اور وہی صورت پیش آتی ہے جو پہلے آئی تھی اور پھر میرے پاس آ بیٹھتا ہے۔ آنکھیں اُس کی بہت لمبی ہیں اور مَیں اس کو ہر ایک دفعہ جو میرے پاس آتا ہے خوب نظر لگا کر دیکھتا ہوں اور وہ اپنے چہرہ کے اندازہ سے مجھے یہ بتلاتا ہے کہ میرا اِس میں کیا قصور ہے مَیں مامور ہوں اور نہایت شریف اور پرہیزگار جانور معلوم ہوتا ہے اور کچھ اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہے جو اس کو حکم ہوتا ہے۔ تب میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی طاعون

﴿۳۸﴾

ہےاوریہی وہ **دابّۃ الارض** ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں **وعدہ** تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر **ایمان** نہیں لاتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔ [1] اور جب **مسیح موعود** کے بھیجنے سے خدا کی حجت اُن پر پوری ہو جائے گی تو ہم زمین میں سے ایک جانور نکال کر کھڑا کریں گے وہ لوگوں کو کاٹے گا اور زخمی کرے گا اس لئے کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لائے تھے۔ دیکھو سورۃ النمل الجزو نمبر ۲۰۔

اور پھر آگے فرمایا ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ [2]

ترجمہ۔ اُس دن ہم ہر ایک اُمت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے تھے اور اُن کو ہم جُدا جُدا جماعتیں بنا دیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ عدالت میں حاضر کئے جائیں گے تو خدائے **عزّ و جلّ** اُن کو کہے گا کہ کیا تم نے میرے نشانوں کی بغیر تحقیق کے تکذیب کی یہ تم نے کیا کیا اور ان پر بوجہ اُن کے ظالم ہونے کے حجت پُوری ہو جائے گی اور وہ بول نہ سکیں گے۔ سُورۃ النمل الجزو نمبر ۲۰۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہی **دابّۃ الارض** جو ان آیات میں مذکور ہے جس کا **مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتدا سے مقرر ہے**۔ یہی وہ مختلف صورتوں کا جانور ہے جو مجھے **عالم کشف** میں نظر آیا اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ **طاعون کا کیڑا** ہے ﴿۳۹﴾ اور خدا تعالیٰ نے اس کا نام **دابّۃ الارض** رکھا کیونکہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اسی لئے پہلے چُوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صُورتوں

[1] النمل:۸۳ [2] النمل:۸۴تا۸۶

میں ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ انسان کو ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہو سکتی ہے اِسی لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں۔ اور اس بیان پر کہ **دابّة الارض** درحقیقت مادہ طاعون کا نام ہے جس سے طاعون پیدا ہوتی ہے مفصلہ ذیل قرائن اور دلائل ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ **دابّة الارض** کے ساتھ عذاب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ[1] یعنی جب اُن پر آسمانی نشانوں اور عقلی دلائل کے ساتھ حجت پوری ہو جائے گی تب **دابّة الارض** زمین میں سے نکالا جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ **دابّة الارض** عذاب کے موقعہ پر زمین سے نکالا جائے گا نہ یہ کہ یُوں ہی بیہودہ طور پر ظاہر ہوگا جس کا نہ کچھ نفع نہ نقصان۔ اور اگر کہو کہ طاعون تو ایک مرض ہے مگر **دابّة الارض** لغوی معنوں کے رُو سے ایک کیڑا ہونا چاہیئے جو زمین میں سے نکلے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حال کی تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے کہ طاعون کو پیدا کرنے والا وہی ایک کیڑا ہے جو زمین میں سے نکلتا ہے بلکہ ٹیکا لگانے کے لئے وہی کیڑے جمع کئے جاتے ہیں اور اُن کا عرق نکالا جاتا ہے اور خوردبین سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کی شکل یُوں ہے (••) یعنی بہ شکل دو نقطہ۔ گویا آسمان پر بھی نشان کسوف خسوف دو کے رنگ میں ظاہر ہوا اور ایسا ہی زمین میں۔

(۲) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے بعض مقامات بعض کی **تفسیر** ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ مرکب لفظ آیا ہے۔ اس سے مُراد کیڑا لیا گیا ہے مثلاً یہ آیت **فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ**[2] **یعنی** ہم نے سلیمان پر جب موت کا حکم جاری کیا تو جنّات کو کسی نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ دیا مگر گُھن کے کیڑے نے کہ جو سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ سورۃ السبا الجزو نمبر ۲۲۔ اب دیکھو اِس جگہ بھی ایک کیڑے کا نام دابّة الارض رکھا گیا بس اِس سے زیادہ دابّة الارض کے اصلی معنوں کی دریافت کے لئے اور کیا **شہادت** ہوگی ﴿۴۰﴾

[1] النمل: ۸۳ [2] سبا: ۱۵

کہ خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقام میں دابّۃ الارض کے معنے کیڑا کیا ہے۔ سو قرآن کے برخلاف اس کے اور معنی کرنا یہی تحریف اور اِلحاد اور دَجل ہے۔

(۳) تیسرا قرینہ یہ ہے کہ آیت میں صریح معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نشانوں کی تکذیب کے وقت میں کوئی امام الوقت موجود ہونا چاہیئے کیونکہ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ کا فقرہ یہی چاہتا ہے کہ اتمام حجت کے بعد یہ عذاب ہو اور یہ تو متفق علیہ عقیدہ ہے کہ خروج دابّۃ الارض آخری زمانہ میں ہوگا جبکہ مسیح موعود ظاہر ہوگا تا کہ خدا کی حجت دنیا پر پُوری کرے۔ پس ایک منصف کو یہ بات جلد تر سمجھ آ سکتی ہے کہ جبکہ ایک شخص موجود ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور آسمان اور زمین میں بہت سے نشان اس کے ظاہر ہو چکے ہیں تو اب بلا شبہ دابّۃ الارض یہی طاعون ہے جس کا مسیح کے زمانہ میں ظاہر ہونا ضروری تھا اور چونکہ یاجوج ماجوج موجود ہے اور مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [۱] کی پیشگوئی تمام دنیا میں پُوری ہو رہی ہے اور دجّالی فتنے بھی انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور پیشگوئی یترکن القلاص فلا یُسعٰی علیھا بھی بخوبی ظاہر ہو چکی ہے اور شراب اور زنا اور جھوٹ کی بھی کثرت ہو گئی ہے اور مسلمانوں میں یہودیت کی فطرت بھی جوش مار رہی ہے تو صرف ایک بات باقی تھی جو دابّۃ الارض زمین میں سے نکلے سو وہ بھی نکل آیا۔ اِس بات پر جھگڑنا جہالت ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ پھٹے گی اور دابۃ الارض وہاں سے سر نکالے گا پھر تمام دنیا میں چکر مارے گا کیونکہ اکثر پیشگوئیوں پر استعارات کا رنگ غالب ہوتا ہے جب ایک بات کی حقیقت کھل جائے تو ایسے اوہام باطلہ کے ساتھ حقیقت کو چھوڑنا کمال جہالت ہے اِسی عادت سے بد بخت یہودی قبول حق سے محروم رہ گئے۔ ﴿۴۱﴾

(۴) قرینہ چہارم دابّۃ الارض کے طاعون ہونے پر یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں ایک رنگ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ کسی وقت بعض مسلمان بھی وہ یہودی بن جائیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

[۱] الانبیاء : ۹۷

کے وقت میں تھے جو آخر کار طاعون وغیرہ بلاؤں سے ہلاک کئے گئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ عادت ہے کہ جب ایک قوم کو کسی فعل سے منع کرتا ہے تو ضرور اس کی تقدیر میں یہ ہوتا ہے کہ بعض ان میں سے اس فعل کے ضرور مرتکب ہوں گے جیسا کہ اُس نے توریت میں یہودیوں کو منع کیا تھا کہ تم نے توریت اور دوسری خدا کی کتابوں کی تحریف نہ کرنا۔ سو آخر اُن میں سے بعض نے **تحریف** کی مگر **قرآن** میں یہ نہیں کہا گیا کہ تم نے قرآن کی تحریف نہ کرنا بلکہ یہ کہا گیا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ [1] سو سورۃ فاتحہ میں خدا نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ [2]۔ اس جگہ احادیث صحیحہ کے رُو سے بکمال تواتر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ **المغضوب علیھم** سے مُراد بدکار اور فاسق یہودی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کو کافر قرار دیا اور قتل کے درپے رہے اور اُس کی سخت توہین وتحقیر کی اور جن پر حضرت عیسیٰ نے لعنت بھیجی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے اور **الضآلین** سے مراد عیسائیوں کا وہ گمراہ فرقہ ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا سمجھ لیا اور تثلیث کے قائل ہوئے اور خون مسیح پر **نجات** کا حصر رکھا اور ان کو زندہ خدا کے عرش پر بٹھا دیا۔ اب اس دُعا کا **مطلب** یہ ہے کہ خدایا ایسا فضل کر کہ ہم نہ تو وہ یہودی بن جائیں جنہوں نے مسیح کو کافر قرار دیا تھا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے تھے اور نہ ہم مسیح کو خدا قرار دیں اور **تثلیث** کے قائل ہوں۔ چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ **آخری زمانہ** میں اِسی اُمّت میں سے **مسیح موعود** آئے گا اور بعض یہودی صفت مسلمانوں میں سے اس کو **کافر** قرار دیں گے اور **قتل** کے درپے ہوں گے اور اس کی سخت **توہین** وتحقیر کریں گے اور نیز **جانتا** تھا کہ اس زمانہ میں تثلیث کا مذہب **ترقی** پر ہوگا اور بہت سے بدقسمت انسان عیسائی ہو جائیں گے اِس لئے اُس نے مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی اور اس دُعا میں **مَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ** کا جو لفظ ہے وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ وہ لوگ جو اسلامی **مسیح** کی مخالفت کریں گے وہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مغضوب علیہم ہوں گے جیسا کہ اسرائیلی **مسیح** کے مخالف مغضوب علیہم تھے اور حضرت مسیح خود انجیل میں اشارہ کرتے ہیں کہ میرے منکروں پر مَرِیٰ ﴿۴۲﴾

[1] الحجر :۱۰ [2] الفاتحۃ :۶۔۷

یعنی طاعون پڑے گی☆ اور بعد اس کے دُوسرے **عذاب** بھی نازل ہوں گے۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسیح اسلامی کی تائید میں بھی یہ باتیں ظہور میں آتیں۔ اور بھی **دلائل** اس بات پر بہت ہیں کہ یہی **دابّة الارض** جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے طاعون ہے اور بلاشبہ یہ زمینی بیماری ہے اور زمین میں سے ہی نکلتی ہے اس سے محفوظ رہنے کے لئے بعد اس کے جو ایک شخص اس جماعت میں داخل ہو اور تقویٰ اختیار کرے تکرار سورۃ فاتحہ کا حضور دل سے اور اس کے معنوں پر قائم ہونے سے بہت مؤثر ہے جو شخص طاعون کی ناگہانی آفات سے بچنا چاہتا ہے اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں جو خدائے قادر ذوالجلال پر سچا ایمان لائے اور اپنے تمام اعضا کو معاصی سے بچاوے اور دین کو اور دینی خدمات کو دنیا پر مقدم رکھ لے اور اس سلسلہ حقہ میں صدق اور اخلاص کے ساتھ داخل ہو جائے اور دلی جوش کے ساتھ دعا میں لگا رہے اور اپنی عورتوں کو جن کے شرّ کے بد اثر میں وہ بھی شریک ہوسکتا ہے غافلانہ زندگی سے بچاوے اور کوشش کرے کہ اُس کے گھر میں ذکرالٰہی ہو پھر اس کے ساتھ قرآن شریف کے جمیع احکام کا پابند ہوکر ظاہری پلیدیوں اور ناپاکیوں سے بھی اپنے گھر کو صاف رکھے جو شخص ظاہری پلیدیوں سے نفرت نہیں رکھتا اور اس کا گھر اور اس کے گھر کا صحن ناپاک رہتے ہیں وہ اندرونی پاکیزگی میں بھی سُست ہوسکتا ہے سو تم کوشش کرو کہ تمہارے گھر کا کوئی بھی حصہ ناپاک نہ ہو اور نہ ناپاک پانی اور کیچڑ بدرروؤں میں کھڑا رہے اور نہ کپڑے میلے کچیلے رہیں۔ یہ **خدا تعالیٰ** کا حکم ہے جو قرآن شریف میں آچکا ہے۔ ایسے احکام جو خدا تعالیٰ کی کتاب میں آئے ہیں وہ اس لئے آئے ہیں تا تم سمجھو کہ جسمانی سلسلہ

☆ ذکریا ۱۴ باب میں مذکور ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود کے عہد میں سخت طاعون پڑے گی۔ اس زمانہ میں تمام فرقے دنیا کے متفق ہوں گے کہ یروشلم کو تباہ کردیں۔ تب انہی دنوں میں طاعون پھوٹے گی اور اُسی دن یوں ہوگا کہ جیتا پانی یروشلم سے جاری ہوگا یعنی خدا کا مسیح ظاہر ہو جائے گا۔ اور اس جگہ یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ مقام ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الٰہی تعلیم کا چشمہ جوش مارے گا اور وہ قادیاں ہے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں دارالامان ہے۔ خدا تعالیٰ نے جیسا کہ اس اُمت کے خاتم الخلفاء کا نام مسیح رکھا ایسا ہی اس کے خروج کی جگہ کا نام یروشلم رکھ دیا اور اُس کے مخالفوں کا نام یہود رکھ دیا۔ منہ

کو رُوحانی سلسلہ سے ایک تعلق ہے سو تم نہ تو ظاہری طور پر زمین کے نجس حصوں کی طرف جھکو اور نہ رُوحانی طور پر بلکہ اگر ممکن ہو تو اوپر کے مکانوں میں رہو اور ہوا دار اور روشن مکان اختیار کرو اور نہ تم باطنی طور پر زمین کی طرف جھکو بلکہ آسمان میں سے حصّہ لو۔ یہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ وہ **دابّۃ الارض** یعنی طاعون کا کیڑا زمین میں سے نکلے گا اس میں یہی بھید ہے کہ تا وہ اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اُس وقت نکلے گا کہ جب مسلمان اور ان کے علماء زمین کی طرف جھک کر خود **دابّۃ الارض** بن جائیں گے۔ ہم اپنی بعض کتابوں میں یہ لکھ آئے ہیں کہ اس زمانہ کے ایسے مولوی اور سجادہ نشین جو متقی نہیں ہیں اور زمین کی طرف جھکے ہوئے ہیں یہ **دابّۃ الارض** ہیں اور اب ہم نے اِس رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ **دابّۃ الارض** طاعون کا کیڑا ہے۔ ان دونوں بیانوں میں کوئی شخص تناقض نہ سمجھے۔ قرآن شریف **ذوالمعارف** ہے اور کئی وجوہ سے اس کے معنی ہوتے ہیں☆ جو ایک دوسرے کی ضد نہیں اور جس طرح قرآن شریف یک دفعہ نہیں اُترا اسی طرح اس کے معارف بھی **دِلوں** پر یکدفعہ نہیں اُترتے۔ اسی بنا پر محققین کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **معارف** بھی یکدفعہ آپ کو نہیں ملے بلکہ تدریجی طور پر آپ نے علمی ترقیات کا دائرہ پُورا کیا ہے۔ ایسا ہی مَیں ہوں جو بروزی طور پر آپ کی ذات کا مظہر ہوں۔ آنحضرت کی تدریجی ترقی میں سِرّ یہ تھا کہ آپ کی ترقی کا ذریعہ محض قرآن تھا پس جبکہ قرآن شریف کا **نزول تدریجی** تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **تکمیل معارف** بھی تدریجی تھی اور اسی قدم پر مسیح موعود ہے جو اِس وقت تم میں ظاہر ہوا۔ علم غیب خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے جس قدر وہ دیتا ہے اُسی قدر ہم لیتے ہیں۔ پہلے اُسی نے غیب سے مجھے یہ فہم عطا کیا کہ ایسے سُست زندگی والے جو خدا اور اُس کے رسول پر ایمان تو لاتے ہیں مگر عملی حالت میں بہت کمزور ہیں یہ لوگ **دابّۃ الارض** ہیں یعنی **زمین کے کیڑے** ہیں آسمان سے ان کو کچھ حصہ نہیں۔ اور مقدر تھا کہ آخری زمانہ میں یہ لوگ بہت ہو جائیں گے اور اپنے ہونٹوں سے اسلام کی **شہادت** دیں گے مگر ان کے دل تاریکی میں ہوں گے۔ یہ تو وہ معنی ہیں جو پہلے ہم نے

﴿۴۳﴾

☆ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نباتات وغیرہ میں کئی قسم کے خواص رکھے ہیں مثلاً ایک بُوٹی دماغ کو قوت دیتی ہے اور ساتھ ہی جگر کو بھی مفید ہے اسی طرح قرآن شریف کی ہر ایک آیت مختلف قسم کے معارف پر دلالت کرتی ہے۔ منه

شائع کئے اور یہ معنے بجائے خود صحیح اور درست ہیں۔ اب ایک اور معنے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس آیت کے متعلق کھلے جن کو ابھی ہم نے بیان کر دیا ہے یعنی یہ کہ **دابّۃ الارض** سے مراد وہ کیڑا بھی ہے جو مقدر تھا جو مسیح موعود کے وقت میں زمین میں سے نکلے اور دنیا کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ کرے۔ یہ خوب یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسے یہ آیت دو معنوں پر مشتمل ہے ایسے ہی صدہا نمونے اسی قسم کے کلام الٰہی میں پائے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے اُس کو معجزانہ کلام کہا جاتا ہے جو ایک ایک آیت دس دس پہلو پر مشتمل ہوتی ہے اور وہ تمام پہلو صحیح ہوتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے حروف اور اُن کے اعداد بھی معارف مخفیہ سے خالی نہیں ہوتے مثلاً سورۃ **والعصر** کی طرف دیکھو کہ ظاہری معنوں کی رُو سے یہ بتلاتی ہے کہ یہ دُنیوی زندگی جس کو انسان اس قدر غفلت سے گذار رہا ہے آخر یہی زندگی ابدی خُسران اور وبال کا موجب ہو جاتی ہے اور اس خُسران سے وہی بچتے ہیں جو خدائے واحد پر سچے دِل سے ایمان لے آتے ہیں کہ وہ **موجود** ہے اور پھر ایمان کے بعد کوشش کرتے ہیں کہ اچھے اچھے عملوں سے اس کو راضی کریں اور پھر اسی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ اس راہ میں ہمارے جیسے اور بھی ہوں جو سچائی کو زمین پر پھیلاویں اور خدا کے حقوق پر کاربند ہوں اور بنی نوع پر بھی رحم کریں۔ لیکن اس سورۃ کے ساتھ یہ ایک عجیب معجزہ ہے کہ اس میں **آدم** کے زمانہ سے لے کر **آنحضرتؐ** کے زمانہ تک دنیا کی تاریخ **اَبْجَد** کے حساب سے یعنی حساب جمل سے بتلائی گئی ہے۔ غرض قرآن شریف میں ہزارہا معارف وحقائق ہیں اور درحقیقت شمار سے باہر ہیں۔ اسی بناء پر قرآن شریف فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں دو قسم کے **دابّۃ الارض** پیدا ہو جائیں گے (۱) ایک تو **علماء بے عمل** جن کے دل زمین کے ساتھ چسپاں ہوں گے زمین کی شہرت چاہیں گے۔ (۲) دوسرے طاعون کا کیڑا جو بطور سزا دہی ظاہر ہوگا۔ سو **اس زمانہ** میں دونوں باتیں ظہور میں آگئیں اور دراصل حدیثوں میں اِن دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہے **صحیح مسلم** کی ایک حدیث میں صاف لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں ملک میں طاعون پھوٹے گی اور شیعہ کی کتابوں کی حدیثوں میں بھی طاعون کا ذکر ہے اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی ذکر ہے کہ اس وقت اکثر علماء یہودی صفت ہو جائیں گے یعنی محض زمین کے

﴿۴۴﴾

کیڑے بن جائیں گے۔ دیکھو یہ دونوں پہلو جو قرآن شریف میں سے نکلتے ہیں حدیث سے ثابت ہوئے۔

بعض نادان شیعہ نے جنہوں نے حسین کی پرستش کو اسلام کا مغز سمجھ لیا ہے ہمارے رسالہ **دافع البلاء** کے دیکھنے سے بہت زہر اگلا ہے اور گالیاں دے کر یہ اعتراض کیا ہے کہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ شخص امام حسین سے افضل ہو اور جوش میں آکر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ امام حسین کی وہ شان ہے کہ **تمام نبی** اپنی مصیبتوں کے وقت میں **اسی** امام کو اپنا شفیع ٹھہراتے تھے اور اس کی طفیل اُن کی مصیبتیں دُور ہوتی تھیں ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصیبت کے وقت میں امام حسین☆ کے ہی **دستِ نگر** تھے اور آپ کی مصیبتیں بھی امام حسین کی شفاعت سے ہی دُور ہوتی تھیں۔ افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو رتبہ ابنیّت کا بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں اُن سے تو

﴿۴۵﴾

☆ **حاشیہ**۔ ہم اس حاشیہ میں ایک شیعہ صاحب کا اشتہار مطبوعہ مطبع شریفی پشاور درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ علی حائری صاحب نے امام حسین کی نسبت جو خیال ظاہر کیا ہے وہ خود اُن کے ہم مذہب لوگوں کی رائے میں صحیح نہیں ہے اور اس سے ان کی غلطی کا اور کیا زیادہ ثبوت ہوگا کہ اُن کا ہم مذہب ہی مضبوط دلیلوں سے اپنے اشتہار مندرجہ ذیل میں اُن کے خیال کو ردّ کرتا ہے اور یہ ایک نصرت الٰہی ہے کہ عین اس رسالہ کی تحریر کے وقت ہمیں یہ اشتہار مل گیا ہے جو علی حائری صاحب کی تحریر کی حقیقت کھولنے کے لئے کافی ہے اور وہ یہ ہے:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

آج یہ رسالہ **وسیلۃ المبتلا** میری نظر سے گذرا ہر چند میں نے اپنے تئیں ضبط کیا اور دل کو سمجھایا کہ ایسے معاملات میں کیوں دخل دیتے ہو مگر دل قابو سے نکل گیا اور یہ خیال کیا کہ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے علماء امامیہ کیسے بودے خیال کے ہیں وہ عقل خداداد سے کام نہیں لیتے۔ اپنے علم اور شرافت کا کوئی کرشمہ نہیں دکھلاتے۔ کیا ایک ایسے مدعی امامت کے مقابلہ میں اس قسم کے جوابات بے دلیل کفایت کر سکتے ہیں اور اس قسم کی روایات موضوعہ مسکت للخصم ہو سکتی ہیں۔ بخدا میں امامیہ ہو کر انصافاً کہتا ہوں کہ ہرگز یہ روایات اور استدلال من غیر کلام اللہ ایک ایسے زبردست مدعی کے بالمقابل مکتفی نہیں ہو سکتے۔ گالیاں نکالنا اور کسی کو نجس اور خبیث

زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا قرآن شریف کے نصّ صریح کے برخلاف ہے جیسا کہ آیۃ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ [1] سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رجال میں سے تھے عورتوں میں سے تو نہیں تھے حق تو یہ ہے کہ اس آیت نے اس تعلق کو جو امام حسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ پسر دختر ہونے کے تھا نہایت ہی ناچیز کر دیا ہے تو پھر اس قدر اُن کو آسمان پر چڑھانا کہ وہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔ یہ قرآن شریف پر بھی تقدم ہے ہر ایک کو فضیلت وہ دینی چاہیئے کہ قرآن سے ثابت ہے قرآن تو ان کی ابنیت کی بھی نفی کرتا ہے مگر یہاں حضرات شیعہ تمام انبیاء کا انہیں کو شفیع ٹھہراتے ہیں یہ کیسی فضولی ہے یہ قول کس قدر حیا سے دُور ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام امام حسین کے ہی طفیلی ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تمام نبیوں کا نجات پانا مشکل بلکہ غیر ممکن تھا۔ ہائے افسوس کہاں ہے اسلام ان لوگوں کا جو عیسائیوں کی طرح حسین کی خاطر اس رسول پر بھی زبان دراز کر رہے ہیں جو

﴿۴۶﴾

بقیہ حاشیہ

اور ضال لکھنا اور جس قدر الفاظ ناشائستہ لغت کی کتابوں میں درج ہیں اپنی تحریر کو ان سے مزیّن کرنا اور علم اور شرافت کو بٹا لگانا ہے۔

علماء ربّانی کا کام یہ ہے کہ دلیل اور بُرہان سے اپنے عندیات کو قوت دیں۔ پھر انصاف پسند طبائع پر اُن کی معقولیت ظاہر کریں۔ ناظرین حق اور باطل میں خود تمیز رکھیں گے۔

اب میں جناب مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جناب من آپ کا مخاطب ایک مدعی امامت ہے اگرچہ آپ اُس کو کاذب اور مفتری جانتے ہیں۔ پس اُس کے مسلّمات سے اُسے ساکت کرنا لازم ہے۔ تفسیر برغانی اور طبرانی ابونعیم وغیرہ کا حوالہ دینا یا اُن کی روایات غیر مصححہ پیش کرنا ایک مدعی امامت کے بالمقابل جس کا دعویٰ ہو کہ مَیں حَکم ہو کر قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قائم کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہوں اپنے اوپر جہالت کا الزام قائم کرنے سے زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔ وہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی اور نہ جعفری نہ مقلّد نہ اہل حدیث۔ پھر آپ حنفیوں یا شافعیوں یا مالکیوں وغیرہ کے علماء یا مفسّرین کے اقوال پیش کر کے اس کو ملزم کیونکر کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ان اقوال کا پابند ہو تو منصب امامت درحقیقت اس کے لئے سزاوار نہیں ہے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں اس وقت کا حَکم ہوں برغانی ہو یا طبرانی اُن میں مفسروں کے اپنے عندیات

[1] الاحزاب:۴۱

تمام انبیاء سے افضل ہے۔ کیا تعجب نہیں کہ قرآن ابوبکر کی تعریف کرے اور اس کی خلافت کی صریح لفظوں میں بشارت دے مگر حسین جو تمام انبیاء کا شفیع ہے اس کا سارے قرآن میں ذکر ندارد۔ پھر عجیب تر یہ بات ہے کہ حسین کو یہ شرف بھی نصیب نہیں ہوا کہ وہ موت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب دفن کیا جاتا مگر ابوبکر و عمر جن کو حضرات شیعہ کافر کہتے ہیں بلکہ تمام کافروں سے بدتر سمجھتے ہیں ان کو یہ مرتبہ ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ملحق ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے اگر وہ کافر تھے تو خدا نے ایسا کیوں کیا۔ کافر سے بدتر دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔ کیا کوئی شیعہ راضی ہوسکتا ہے کہ اُس کی پاکدامن ماں ایک زانیہ کنجری کے ساتھ دفن کر دی جائے اور کافر تو زناکار سے بدتر ہے پھر خدا نے کیوں ایسا کیا کوئی عقلمند اور خدا سے ڈرنے والا اس کا جواب دے۔ غرض حسین کو نبیوں پر فضیلت دینا بیہودہ خیال ہے ہاں یہ سچ ہے کہ وہ بھی خدا

﴿۴۷﴾

بقیہ حاشیہ

کا ذخیرہ ہوگا یا کچھ اَور۔ اگر آپ کہیں کہ تفسیر قرآن ہے تو ہم کہیں گے کہ پھر اس قدر مختلف الاقوال تفاسیر جن کی تعداد ہزارہا سے بڑھ گئی کیوں شائع ہوئی ہیں اور ان میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوا۔ اور حضرت مہدیؑ آخرالزمان کی نسبت کیا آپ کے مسلّمات میں درج نہیں کہ وہ **اختلاف رفع** کرنے کو آویں گے اور سب ادیان کو **ایک دین** بنا دیں گے۔ کیا جب امام مہدی تشریف لاویں گے بلاوعظ اور بلانصیحت اور بلاتغیر و تبدّل دین خود بخود ایک ہو جاوے گا آیا کچھ ترمیم وتنسیخ بھی کریں گے یا نہیں۔ کیا وہ ظاہر ہو کر مجتہدین کربلا کے فتوے پر چلیں گے یا مجتہدین نجف و ایران یا مجتہدین لکھنؤ و لاہور۔ فرماویں وہ کس مجتہد کے مقلّد ہوں گے اور کس کے فتوے پر عمل کریں گے نہیں مَیں بھول گیا وہ ضرور آپ کے فتوے پر چلیں گے۔ مگر افسوس کہ آپ یہ بھی نہ مانیں گے۔ پس جو امام ہوتا ہے وہ کسی کا مقلّد نہیں ہوتا بلکہ وہ خود حَکم ہوتا ہے اس کے بالمقابل تفسیر برغانی اور دلائل النبوّت کا حوالہ دینا کوئی عقلمند طبیعت اس کو جائز نہیں رکھ سکتی ہے۔ ہاں اس کے مسلّمات قرآن مجید اور سنّت صحیحہ ہیں۔ مَیں بہت خوش ہوتا کہ جب آپ نے **سورہ انعام**☆ کی آیت **یاایّھا الذین آمنوا الخ**۔ پیش کی تھی اس کی تفسیر میں **قران مجید** ہی سے ثابت کیا ہوتا کہ لفظ **وسیلہ** سے جو آیۃ مرقومہ بالا میں ہے حسین اور اُس کے آباء کرام مراد ہیں اور اپنے دعوے کو مؤیّد کرنے کے لئے بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث پیش کی ہوتی جو مدعی امامت کی مسلمہ کتب سے ہیں یا ذرا غصّہ کو ٹال کر اپنی ہی تفسیروں

☆ مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق ہم نے سورۃ الانعام لکھا ہے ورنہ آیت مذکورہ سورۃ مائدہ میں ہے۔ ۱۲ منہ

﴿۴۸﴾ کے راستباز بندوں میں سے تھے لیکن ایسے بندے تو کروڑ ہا دنیا میں گذر چکے ہیں اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں گے۔ پس بلا وجہ ان کو تمام انبیاء کا سردار بنا دینا خدا کے پاک رسولوں کی سخت ہتک کرنا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اور اُس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالیٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کو **تمام انبیاء** کے صفات کاملہ کا **مظہر**☆ ٹھہرایا ہے۔

﴿۴۸﴾ حاشیہ در حاشیہ: کی طرف رجوع کیا ہوتا کہ وہ کیا کہتے ہیں جہاں تک مَیں اپنی تفسیروں کو دیکھتا ہوں ان میں بھی اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں ایک شخص بیہقی اور حاکم اور ابونعیم کا حوالہ دیتا ہے اور ایک روایت یا واقعہ بیان کرتا ہے۔ دُوسرا اس کے بالمقابل قرآن مجید سے نکال کر خدا کا کلام پیش کرتا ہے اور اپنے دعویٰ کے واسطے سنّت صحیحہ اور حدیث پیش کرتا ہے ہم کس کو مانیں اور کس کو جانیں کہ وہ عالم اور عامل بالقرآن ہے۔ اس کے آگے آپ فرماتے ہیں ثابت ہے کہ حسینؑ اور اس کے آباء اطہار کو انبیاء و اوصیاء نے سخت تکلیف کے وقت خدا اور اپنے درمیان وسیلہ قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ان کی حاجتیں پُوری ہوئیں۔ آپ اپنے زعم کی بنیاد مجاہد اور طبرانی اور حاکم وغیرہ کا قول قرار دیتے ہیں اور آیت فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ کو اپنے زعم کی تفسیر قرار دیتے ہیں گویا آپ کا قول مجمل تھا جو پہلے سے کسی کتاب آسمانی میں درج چلا آتا تھا قرآن نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ بریں علم و دانش بباید گریست۔ اسی فہم لطیف کے بھروسہ پر اپنے مخالف پر طعن کرتے ہیں ذرا انصاف کریں اور اپنی ہی کتابوں کو دیکھیں کہ کیا علماء اور مفسرین امامیہ نے کلمات کی تفسیر میں انہی نامہائے مبارک پر حصر تفسیر رکھا ہے۔ میرے پاس اس وقت تین تفسیریں امامیہ کی موجود ہیں۔ تفسیر عمدۃ البیان۔ **خلاصۃ المنہج**۔ مجمع البیان۔ ان میں بہت سے مختلف اقوال درج ہیں پھر حیات القلوب نکال کر جلد اول صفحہ ۵۶ و ۵۷ میں روایات مختلفہ کا حال

☆ علی حائری صاحب نے اپنے رسالہ **تبصرۃ العقلاء** میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اہل بیت کے برابر غیر اہل بیت نہیں ہو سکتا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ سادات کی جڑ یہی ہے کہ وہ بنی فاطمہ ہیں۔ سو مَیں اگرچہ علوی تو نہیں ہوں مگر بنی فاطمہ میں سے ہوں میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسب سادات میں سے تھیں۔ ہمارے خاندان میں یہ طریق جاری رہا ہے کہ کبھی سادات کی لڑکیاں ہمارے خاندان میں آئیں اور کبھی ہمارے خاندان کی لڑکیاں اُن کے گئیں۔ ماسوا اس ﴿۴۹﴾ کے یہ مرتبہ فضیلت جو ہمارے خاندان کو حاصل ہے صرف انسانی روایتوں تک محدود نہیں بلکہ خدا نے اپنی پاک وحی سے اس کی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل ایک اپنی وحی میں جو حکایتاً عن الرسول ہے میرا نام سلمان رکھتا ہے اور فرماتا ہے **سلمان منّا اھل البیت علٰی مشرب الحسن** یعنی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سلمان جو دو سلم کا موجب ہوگا۔ یعنی دو صلح کا موجب ہوگا۔ یہی شخص ہے اور یہ اہل بیت میں سے ہے حسن کے مشرب پر۔ اور پھر ایک اور وحی میں فرماتا ہے **الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب** اُس خدا کو تعریف ہے جس نے تمہیں سادات کا داماد بنایا اور نیز نسب عالی بھی عطا کی جس میں خون فاطمی ملا ہوا ہے اور پھر ایک کشف میں جو براہین احمدیہ میں مندرج ہے میرے پر ظاہر کیا گیا کہ میرا سر بیٹوں کی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہے علاوہ اس کے جس شخص کو خدا نے مسیح موعود بنایا صدہا نشان دیئے اور اس کو رسول اللہ صلعم نے ائمہ اہل بیت میں سے قرار دیا اور اس کو مظہر صفات جمیع انبیاء ٹھہرایا اس کی نسبت یہ زبان درازیاں کرنا خدا اور رسول پر حملہ کرنا ہے۔ منہ

اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو اس سے کیا نسبت ہے یہ اور بات ہے کہ سُنّی یا شیعہ مجھ کو گالیاں دیں یا میرا نام کذّاب دجّال بے ایمان رکھیں لیکن جس شخص کو خدا تعالیٰ بصیرت عطا کرے گا وہ مجھے پہچان لے گا کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورانبیاء نے **نبی اللہ** رکھا ہے اور اس کو **سلام** کہا ہے۔ اور اپنا دُوسرا بازو اس کو قرار دیا ہے اور **خاتم الخلفاء** ٹھہرایا ہے وہ مجھے اسی طرح افضل سمجھے گا جس طرح خدا اور رسول نے مجھے فضیلت دی ہے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور احادیث اور تمام نبیوں کی

﴿۴۹﴾

بقیہ حاشیہ

دیکھیں کہ کس قدر اقوال نقل کئے گئے ہیں اور ہر ایک کو علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ بسند صحیح از امام محمد باقر منقول است و در حدیث معتبر دیگر منقول است و بسند صحیح از حضرت صادق منقول است وغیرہ وغیرہ کر کے لکھا ہے۔ پھر مولانا صاحب جب آپ کے گھر میں ہی روایات متعددہ مختلفہ ہیں تو مہربان من آپ نے کَلِمَاتٍ کی تفسیر میں جزم کس طرح کر لیا کہ اُن سے مراد اسماء پنجتن پاک ہیں اور پھر اُس پر متفق علیہ کا جملہ جڑ دیا۔ اس میں تو علماء اور مفسرین امامیہ ہی متفق نہیں اَوروں کا تو کیا ذکر۔ اس کے آگے آپ ارقام فرماتے ہیں کہ تہتّر مذہب کی متفق علیہ حدیثوں سے یہی ثابت ہے کہ حضرت نوحؑ نے طوفان کے وقت اور حضرت ابراہیمؑ نے الیٰ آخرہ۔ ذرا مہربانی فرما کر تہتّر مذہب کے اتفاق کا جو آنجناب نے دعویٰ کیا ہے ہر ایک مذہب والے کی ایک ایک حدیث اس مضمون کے متعلق درج فرماویں اور ہم آپ کی ان احادیث پیش کردہ میں مطابق اصول احادیث جرح بھی نہ کریں گے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ صرف مذہب والے کا نام اور حدیث کے وہ عربی الفاظ جو بقید روات درج کئے گئے ہوں معہ حوالہ کتب جس میں وہ حدیث نقل کی گئی ہے مرحمت فرماویں۔ پھر مَیں اصل مطلب کی طرف عود کر کے آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ رسالہ کے سر پر یہ عبارت درج فرماتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں (اس کے ردّ میں اور امام حسین کی فضیلت بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کُل انبیاء پر)۔ (۱) ان الفاظ کے ثبوت میں آپ نے کونسا قول خدا کا ذکر کیا ہے جہاں اللہ جلّشانہٗ نے فرمایا ہو کہ امام حسینؑ افضل ہیں تمام انبیاء پر اجمالی طور یا تفصیلی طور جُدا جُدا انبیاء علیہم السلام کے نام ذکر کر کے۔ (۲) کسی حدیث صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ حسین افضل ہیں تمام انبیاء سے۔ (۳) امام حسینؑ نے خود فرمایا ہو کہ مَیں افضل ہوں تمام انبیاء سے سوائے آنحضرت کے (۴) باقی ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام نے فرمایا ہو کہ امام حسینؑ افضل ہیں تمام انبیاء سابقہ سے سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اب ہم آپ کا منطقی ثبوت دیکھتے ہیں کہ کہاں آپ نے منطق کا صغریٰ اور کبریٰ قائم کر کے اس کا ثبوت دیا ہے۔ ہاں (**الاشارة تکفی للعاقل**) چونکہ تمام انبیاء نے حضرت حسین علیہ السلام اور اُن کے آباء کرام کو وسیلہ اپنی دُعاؤں

شہادت سے مسیح موعود حسین سے افضل ہے اور جامع کمالات متفرقہ ہے پھر اگر در حقیقت مَیں وہی مسیح موعود ہوں تو خود سوچ لو کہ حسین کے مقابل مجھے کیا درجہ دینا چاہئیے ۔ اور اگر مَیں وہ نہیں ہوں تو خدا نے صدہا نشان کیوں دکھلائے اور کیوں وہ ہر دم میری تائید میں ہے۔ ﴿۵۰﴾

﴿۵۰﴾ میں گردانا ہے۔ **نوٹ** ۔ (اس کا ثبوت ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے) اور اسی کے ذریعہ سے ان کی دعائیں قبول ہوئیں ۔ اس لئے جس کا وسیلہ ڈالا جاتا ہے اور اس کے طفیل انبیاء علیہم السلام کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں وہ وسیلہ ضرور خدا کے نزدیک افضل ہوتا ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام اس کو وسیلہ نہ گردانتے ۔ یہ ہے آپ کی انوکھی منطق اور بوسیدہ علم کلام مثالاً ۔ کیا اگر کوئی حکیم کسی مریض کو ایک نسخہ بتلا دے کہ اگر تم یہ نسخہ استعمال کرو تو تم اچھے ہو جاؤ گے اور تمہارا مرض سلب ہو جائے گا اور ایسا اتفاق بھی ہو جاوے کہ وہ مریض اچھا ہو جاوے تو کوئی عاقل اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ وہ نسخہ افضل ہے بیمار سے ۔ تعجب کا مقام ہے کہ جس الزام پر آپ نے اپنے مخالف کو کوسا کہ حسین سے اپنے کو افضل بتلاتے ہیں خود اس میں مبتلا ہو گئے کہ خود حسین کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کرنے لگے ۔ پھر دعویٰ تو اس قدر مگر دلیل ندارد ۔ آپ کو چاہئیے تھا کہ فضیلت کے وہ مدارج تحریر کرتے کہ ان ان باتوں سے حسینؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ علماء امامیہ نے حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے بالمقابل باقی صحابہ کے مدارج فضیلت قائم کئے ہیں ۔ آپ کو چاہئیے تھا کہ (مثالاً) تحریر کرتے کہ حضرت امام مظلوم حسینؓ عابد تھے اور اس کے بالمقابل حضرت آدم یا حضرت نوح کی عبادت اُن سے بہت کم تھی یا حضرت حسین صابر اور شاکر تھے اور اس کے بالمقابل دیگر فلاں فلاں انبیاء میں صبر اور شکر کم تھا اور اس کمی کو اس ترازو میں بھی وزن کرتے جو آپ کے پاس ہے وغیرہ وغیرہ ۔ جب اس قسم یا اس جیسے جو بخیال آپ کے وجہ فضیلت قرار پا سکتے ہوں تمام مدارج اور اصول فضیلت بالمقابل باقی انبیاء علیہم السلام کے آپ بیان فرماتے اور ان کو نص یا حدیث صحیح اور متواتر اور تعامل قومی سے بھی مؤکد کرتے تب اہلِ حق پر ظاہر ہو جاتا کہ واقعی امام حسین افضل ہیں دیگر انبیاء پر ۔ یہ خشک منطق کہ چونکہ انبیاء گذشتہ نے حسین کو وسیلہ اپنی دعاؤں میں خدا کے پاس گردانا ہے اس لئے وہ افضل ہیں ہمارے کس کام ۔ اوّل تو آپ قرآن سے ثابت کریں کہ واقعی حضرت آدمؑ نے حسین کا نام لے کر اُن کو وسیلہ گردانا تھا ۔ اس وقت حسین کہاں تھا نام لکھا ہوا دیکھا کہاں ذکر ہے قرآن میں کہ حضرت آدم نے ساق عرش پر اسماء پنجتن لکھے ہوئے دیکھے کہاں ذکر ہے کہ آدم نے

بقیہ حاشیہ

﴿۵۱﴾

کتاب سیف چشتیائی

یہ کتاب مجھ کو یکم جولائی ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ڈاک ملی ہے جس کو پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے شاید اس غرض سے بھیجا ہے کہ تا وہ اِس بات سے اطلاع دیں کہ انہوں نے میری کتاب اعجاز المسیح اور نیز شمس بازغہ کا جواب

﴿۵۱﴾

نمبر ۱ (حاشیہ)

دیکھ کر سمجھ بھی لیا کہ یہ حسین یا پنجتن پاک میرے سے چھ ہزار سال بعد پیدا ہوں گے کس نے اُن کے دل میں القاء کیا اور القاء کرنے کا ذکر قرآن میں کہاں ہے قرآن مجید میں تو صاف ہے اور ایک لطیف بیان اپنے اندر رکھتا ہے۔ دیکھو جہاں اسماء کی تعلیم کا ذکر ہے۔ وہاں اللہ جلّ شانہٗ نے صاف فرمایا ہے کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا[1] فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ[2] قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ[3] مگر اس جگہ تو فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ[4] صاف ہے۔ دُوسرے موقعہ پر یعنی حضرت آدم کے قصّہ میں قرآن شریف نے کلمات کی تفسیر کر دی ہے۔ سورۃ اعراف رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا الخ[5] اب جس کی تصریح خود قرآن کریم نے کر دی ہو نہ کنایہ اور اشارہ سے بلکہ صاف الفاظ میں، اور کچھ ابہام اور شک بھی باقی نہ رہتا ہو، پھر ایسے معقول استدلال قرآنی کو چھوڑ کر آپ کے یا برغانی کے زعم کی پیروی کون عقلمند کر سکتا ہے۔

(میاں) سید علی ہمدانی اور طبرانی نے لکھا ہے اپنی اپنی کتابوں میں۔ اے مدعی علم و تحقیق کیا یہ لوگ معصوم تھے کہ جو کچھ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے واجب الاخذ ہے یا اُن پر وحی نازل ہوتی تھی یا حضرت آدم خواب میں آ کر ان کو بتلا گئے تھے کہ ابتلا کے وقت مَیں نے یہ نام لئے تھے۔ (أ کنتم شھداء ام علی اللہ تفترون) وہ سینکڑوں سالوں کے بعد زمانہ میں ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے اور منقولی روایت جس کی صحت کا کوئی معیار اُن کے پاس نہیں اپنی اپنی کتابوں میں درج کر دی۔

[1] البقرۃ:۳۲ [2] البقرۃ:۳۲ [3] البقرۃ:۳۴ [4] البقرۃ ۳۸ [5] الاعراف:۲۴

﴿۵۲﴾ لکھ دیا ہے اور اس کتاب کے پہنچنے سے پہلے ہی مجھ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اعجاز المسیح کے مقابل پر وہ ایک کتاب لکھ رہے ہیں مگر مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ وہ میری عربی کتاب کا جواب اُردو میں لکھیں گے بلکہ مجھے یہ خیال تھا کہ چونکہ اکثر باسمجھ لوگوں نے پیر صاحب کی اس مکارانہ کارروائی کو پسند نہیں کیا

﴿۵۲﴾ بقیہ حاشیہ

سنیئے رسُول خدا نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے بعد بہت کذّاب پیدا ہوں گے اور جھوٹی حدیثیں میرے نام سے روایت کریں گے پس تم کو لازم ہے کہ اس وقت حدیث کو کتاب اللہ پر عرض کرو اگر موافق ہو تو لے لو ورنہ ترک کرو۔ پھر ہم بغیر اس معیار کے کسی حدیث کو کیونکر صحیح سمجھ سکتے ہیں جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معیار تصحیح حدیث بتلا دیا ہے۔ اور مولنا صاحب نے بھی اس حدیث کو اپنے کسی رسالہ میں ذکر کیا ہوا ہے۔ پس یہ بات کہ جو حدیث کسی کتاب میں لکھی ہو وہ درحقیقت حدیث رسول ہوگی امر مسلّم نہ رہا بلکہ جو حدیث مطابق کتاب اللہ ہوگی وہ حدیث رسول ہوگی۔ دیکھیں اصول کافی کتاب العلم امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف فدعوہ، کل حدیث لایوافق کتاب اللہ فھو زخرف**۔ اصول کافی کے دیباچہ ہی میں نظر کریں کہ ہمارے شیخ المحدثین اپنے شیعوں کی احادیث کی نسبت کیا تحریر فرماتے ہیں۔ طُرفہ بریں یہ کہ آپ تو ان علماء پر جن کی روایات آپ نے پیش کی ہیں تبرّا بھیجتے ہیں۔ پھر اُن سے حجت پکڑنا چہ معنی دارد۔ دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو آپ میرزا صاحب کے اصول سے بکلّی ناواقف ہیں یا عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اب آخری فیصلہ بھی ذرہ سُن لیں۔ غایۃ المقصود حصّہ اوّل صفحہ ۱۰ سطر ۹ ملاحظہ ہو۔ جناب مولانا صاحب نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ (نبوت افضل از امامت است قطعاً) اس جگہ امام حسین خود واقعی امام تھے ان کی نسبت کوئی استثناء ذکر نہیں فرمایا گیا پھر کس طرح یہ بات کہی جاتی ہے کہ امام حسینؑ افضل ہیں سب انبیاء سے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

خاکسار

نذر علی از پشاور ۱۹۰۲ء

﴿۵۳﴾ جوانہوں نے لاہور میں کی تھی۔☆ اس لئے ندامت مذکورہ بالا کا داغ دھونے کے لئے ضرور انہوں نے یہ ارادہ کیا ہوگا کہ میرے مقابل تفسیر نویسی کے لئے کچھ طبع آزمائی کریں اور میری کتاب اعجاز المسیح کی مانند سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں شائع کر دیں تا لوگ یقین کر لیں کہ پیر جی عربی بھی جانتے ہیں اور تفسیر بھی لکھ سکتے ہیں لیکن افسوس کہ میرا یہ خیال صحیح نہ نکلا جب ان کی کتاب سیف چشتیائی مجھے ملی تو پہلے تو اُس کتاب کو ہاتھ میں لے کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اب ہم ان کی عربی تفسیر دیکھیں گے اور بمقابل اُس کے ہماری تفسیر کی قدر و منزلت لوگوں پر اَور بھی کُھل جائے گی۔ مگر جب کتاب کو دیکھا گیا اور اُس کو اُردو زبان میں لکھا ہوا پایا اور تفسیر کا نام ونشان نہ تھا تب تو بے اختیار اُن کی حالت پر رونا آیا

☆ حاشیہ ۔ لاہور میں جو ایک قابل شرم کارروائی پیر مہر علی شاہ صاحب سے ہوئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے بذریعہ ایک پُر فریب حیلہ جوئی کے اُس مقابلہ سے انکار کر دیا جس کو وہ پہلے منظور کر چکے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میری طرف سے متواتر دنیا میں اشتہارات شائع ہوئے کہ خدا تعالیٰ کے تائیدی نشانوں میں سے ایک یہ نشان بھی مجھے دیا گیا ہے کہ مَیں فصیح بلیغ عربی میں قرآن شریف کی کسی سُورۃ کی تفسیر لکھ سکتا ہوں اور مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہ میرے بالمقابل اور بالمواجہ بیٹھ کر کوئی دُوسرا شخص خواہ وہ مولوی ہو یا کوئی فقیر گدی نشین ایسی تفسیر ہرگز لکھ نہیں سکے گا اور اس مقابلہ کے لئے پیر جی موصوف کو بھی بُلایا گیا تا وہ اگر حق پر ہیں تو ایسی تفسیر بالمقابل بیٹھ کر لکھنے سے اپنی کرامت دِکھلاویں یا ہمارے دعویٰ کو قبول کریں۔ تو اوّل تو پیر جی نے دُور بیٹھے یہ لاف مار دی کہ اِس نشان کا مقابلہ مَیں کروں گا۔ لیکن بعد اس کے اُن کو میری نسبت بکثرت روائتیں پہنچ گئیں کہ اس شخص کی قلم عربی نویسی میں دریا کی طرح چل رہی ہے اور پنجاب و ہندوستان کے تمام مولوی ڈر کر مقابلہ سے کنارہ کش ہو گئے ہیں تب اُس وقت پیر جی کو سُوجھی کہ ہم بے موقعہ پھنس گئے۔ آخر حسب مثل مشہور کہ مرتا کیا نہ کرتا انکار کے لئے یہ منصوبہ تراشا کہ ایک اشتہار شائع کر دیا کہ ہم بالمقابل بیٹھ کر تفسیر لکھنے کے لئے تیار تو ہیں مگر ہماری طرف سے یہ شرط ضروری ہے کہ تفسیر لکھنے سے پہلے عقائد میں بحث ہو جائے کہ کس کے عقائد صحیح اور مسلّم اور مدلّل ہیں اور مولوی

«۵۴» یہ کتاب اگرچہ اس لائق نہ تھی کہ ایک نظر بھی اس کو دیکھ سکیں کیونکہ مؤلف کتاب نے جیسا کہ اُس کو چاہیئے تھا بالمقابل عربی تفسیر لکھ کر اپنی معجزانہ طاقت کا کچھ ثبوت نہیں دیا اور جس فرض کو ادا کرنا تھا اور اس قدر لمبی مُدّت میں بھی اس کو ادا نہیں کر سکا بلکہ مقابلہ سے مُنہ پھیر کر اپنی درماندگی کی نسبت اپنے ہاتھ سے **مہر** لگادی☆ اور آپ **گواہی دے دی** کہ درحقیقت اعجاز المسیح خدا کی طرف سے **ایک نشان** ہے جس کی نظیر پر وہ قادر نہ ہو سکا۔ تاہم مَیں نے اس اُردو کتاب کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بجز بیہودہ نکتہ چینیوں کے کوئی امر بھی اس میں قابل التفات نہیں اور نکتہ چینی بھی ایسی کمینہ پن اور جہالت کی کہ اگر اس کو ایک جائز اعتراض سمجھا جائے تو نہ اس سے قرآن شریف باہر رہ سکتا ہے اور نہ احادیث نبویہ اور نہ اہل ادب کی کتابوں میں سے کوئی کتاب۔

اب نکتہ چینی کو غور سے سنو کہ پیر صاحب فرماتے ہیں کہ اس کتاب اعجاز المسیح میں جو دوسو صفحہ کی کتاب ہے چند فقرے جو اکٹھا کرنے کی حالت میں چار سطر سے زیادہ نہیں ہیں ان میں سے بعض مقامات حریری اور بعض قرآن شریف سے اور بعض کسی اور کتاب سے مسروقہ ہیں اور بعض کسی قدر تغیر تبدیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور بعض عرب کی مشہور مثالوں میں سے ہیں یہ ہماری چوری ہوئی جو پیر صاحب نے پکڑی کہ بیس ہزار فقرہ میں سے دس باراں فقرے جن میں سے کوئی آیت قرآن شریف کی اور کوئی عرب کی مثال اور کوئی بقول اُن کے

«۵۴» بقیہ حاشیہ: محمد حسین بٹالوی کہ جو نزول مسیح میں انہیں کے ہم عقیدہ ہیں اس تصفیہ کے لئے منصف مقرر کئے جائیں پھر اگر مولوی صاحب موصوف یہ کہہ دیں کہ پیر جی کے عقائد صحیح اور مسیح ابن مریم کے متعلق جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وُہی ٹھیک ہے تو فی الفور اُسی جلسہ میں یہ راقم ان کی بیعت کرے اور اُن کے خادموں اور مُریدوں میں داخل ہو جائے اور پھر تفسیر نویسی میں بھی مقابلہ کیا جائے۔ یہ اشتہار ایسا نہ تھا کہ اُس کا مکر اور فریب لوگوں پر کُھل نہ سکے آخر عقلمند لوگوں نے تاڑ لیا کہ اس شخص نے ایک قابلِ شرم منصوبہ کے ذریعہ سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد بہت سے لوگوں نے میری بیعت کی اور خود اُن کے بعض مُرید بھی اُن سے بیزار ہو کر بیعت میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ ستّر ہزار کے قریب بیعت کرنے والوں کی تعداد پہنچ گئی اور مولویوں اور پیرزادوں اور گدی نشینوں کی حقیقت لوگوں پر کُھل گئی کہ وہ ایسی کارروائیوں سے حق کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ منه

☆ گویا ان کا نام مِہر علی نہیں ہے بلکہ مُہر علی ہے کیونکہ وہ اپنے عاجز اور ساکت رہنے سے کتاب اعجاز المسیح کے اعجاز پر مُہر لگاتے ہیں۔ منه

﴿۵۵﴾ حریری یا ہمدانی کے کسی فقرہ سے توارد تھا۔ افسوس کہ اُن کو اس اعتراض کے کرتے ہوئے ذرہ شرم نہیں آئی اور ذرہ خیال نہیں کیا کہ اگر ان قلیل اور دو چار فقروں کو توارد نہ سمجھا جائے جیسا کہ ادیبوں کے کلام میں ہوا کرتا ہے اور یہ خیال کیا جائے کہ یہ چند فقرے بطور اقتباس کے لکھے گئے تو اس میں کون سا اعتراض پیدا ہوسکتا ہے خود حریری کی کتاب میں بعض آیات قرآنی بطور اقتباس موجود ہیں ایسا ہی چند عبارات اور اشعار دوسروں کے بغیر تغییر تبدیل کے اس میں پائے جاتے ہیں اور بعض عبارتیں ابوالفضل بدیع الزمان کی اس میں بعینہٖ ملتی ہیں تو کیا اب یہ رائے ظاہر کی جائے کہ مقامات حریری سب کی سب مسروقہ ہے بلکہ بعض نے تو ابوالقاسم حریری پر یہاں تک بدظنی کی ہے کہ اس کی ساری کتاب ہی کسی غیر کی تالیف ٹھہرائی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ فن انشاء میں کامل سمجھ کر ایک امیر کے پاس پیش کیا گیا اور امتحاناً حکم ہوا کہ ایک اظہار کو عربی فصیح بلیغ میں لکھے مگر وہ لکھ نہ سکا اور یہ امر اُس کے لئے بڑی شرمندگی کا موجب ہوا مگر تاہم وہ اُدباء میں بڑی عظمت کے ساتھ شمار کیا گیا اور اُس کی مقامات حریری بڑی عزّت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے حالانکہ وہ کسی دینی یا علمی خدمت کے لئے کام نہیں آسکتی کیونکہ حریری اِس بات پر قادر نہیں ہوسکا کہ کسی سچے اور واقعی قصہ یا معارف اور حقائق کے اسرار کو بلیغ فصیح عبارت میں قلمبند کر کے یہ ثابت کرتا کہ وہ الفاظ کو معانی کا تابع کرسکتا ہے۔ بلکہ اُس نے اوّل سے آخر تک معانی کو الفاظ کا تابع کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ وہ ہرگز اس بات پر قادر نہ تھا کہ واقعہ صحیحہ کا نقشہ عربی فصیح بلیغ میں لکھ سکے لہٰذا ایسا شخص جس کو معانی سے غرض ہے اور معارف حقائق کا بیان کرنا اُس کا مقصد ہے وہ حریری کی جمع کردہ ہڈیوں سے کوئی مغز حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کے کلام کا اتفاقاً خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض فقرات میں کسی سے توارد ہو جائے کیونکہ بعض محاورات ادبیّہ کا کوچہ ایسا تنگ ہے کہ یا تو اُس میں بعض اُدباء کو بعض سے توارد ہوگا اور یا ایک شخص ایک ایسے محاورہ کو ترک کرے گا جو واجب الاستعمال ہے ظاہر ہے کہ جس مقام پر خصوصیات بلاغت کے لحاظ سے ایک جگہ پر مثلاً اقتحم کا لفظ اختیار کرنا ہے نہ اور کوئی لفظ تو اس لفظ پر تمام اُدباء کا بالضرور توارد ہو جائے گا اور ہر ایک کے مُنہ سے یہی لفظ نکلے گا۔ ہاں ایک جاہل غبی جو اسالیب بلاغت سے بے خبر اور فروق مفردات سے ناواقف ہے وہ اس کی جگہ پر کوئی اور لفظ بول جائے گا اور اُدباء کے نزدیک

﴿۵۶﴾ قابلِ اعتراض ٹھہرے گا۔ ایسا ہی اُدباء کو یہ اتفاق بھی پیش آ جاتا ہے کہ گو بیس شخص ایک مضمون کے ہی لکھنے والے ہوں جو بیس ہی ادیب اور بلیغ ہوں مگر بعض صورتوں کے ادائے بیان میں ایک ہی الفاظ اور ترکیب کے فقرہ پر اُن کا توارد ہو جائے گا اور یہ باتیں ادباء کے نزدیک مسلّمات میں سے ہیں جن میں کسی کو کلام نہیں اور اگر غور کر کے دیکھو تو ہر ایک زبان کا یہی حال ہے اگر اُردو میں بھی مثلاً ایک فصیح شخص تقریر کرتا ہے اور اُس میں کہیں مثالیں لاتا ہے کہیں دلچسپ فقرے بیان کرتا ہے تو دُوسرا فصیح بھی اُسی رنگ میں کہہ دیتا ہے اور بجز ایک پاگل آدمی کے کوئی خیال نہیں کرتا کہ یہ سرقہ ہے انسان تو انسان خدا کے کلام میں بھی یہی پایا جاتا ہے۔ اگر بعض پُر فصاحت فقرے اور مثالیں جو قرآن شریف میں موجود ہیں شعرائے جاہلیت کے قصائد میں دیکھی جائیں تو ایک لمبی فہرست طیّار ہو گی اور ان امور کو محققین نے جائے اعتراض نہیں سمجھا بلکہ اسی غرض سے ائمہ راشدین نے جاہلیت کے ہزارہا اشعار کو حفظ کر رکھا تھا اور قرآن شریف کی بلاغت فصاحت کے لئے ان کو بطور سند لاتے تھے۔

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ مَیں خاص طور پر خدائے تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اُردو یا فارسی دو حصّہ پر منقسم ہوتی ہے۔ (۱) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے اور مَیں اُس کو لکھتا جاتا ہوں اور گو اُس تحریر میں مجھے کوئی مشقت اُٹھانی نہیں پڑتی مگر دراصل وہ سلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا یعنی الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمہ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اُٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر اُن مضامین کو مَیں لکھ سکتا۔ واللہ اعلم۔ (۲) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے☆ اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں مثلاً ایک عربی عبارت

☆ جیسا کہ بارہا بعض امراض کے علاج کے لئے مجھے بعض ادویہ بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ پہلے مجھ سے جالینوس کی کتاب میں لکھی گئی ہیں یا بقراط کی کتاب میں۔ ایسا ہی میری انشاء پردازی کا حال ہے۔ جو عبارتیں تائید کے طور پر مجھے خدائے تعالیٰ سے معلوم ہوتی ہیں مجھے اُن میں کچھ بھی پروا نہیں کہ وہ کسی اور کتاب میں ہوں گی بلکہ وہ میرے لئے اور ہر یک کے لئے جو میرے حال سے واقف ہو معجزہ ہے اور اگر کسی کے نزدیک معجزہ نہ ہو تو اس پر پانی پینا حرام ہے جب تک بالمواجہ بیٹھ کر بپابندی شرائط مشتہرہ مقابلہ نہ کرے۔ منہ

لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح رُوح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت مَیں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔ مثلاً عربی عبارت کے سلسلہ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹھیک ٹھیک **بسیاری عیال** کا ترجمہ ہے اور وہ مجھے معلوم نہیں اور سلسلہ عبارت اُس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی متلو کی طرح لفظ ضفف ڈالا گیا جس کے معنے ہیں بسیاری عیال۔ یا مثلاً سلسلہ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہوئی جس کے معنی ہیں غم وغصّہ سے چُپ ہو جانا اور مجھے وہ لفظ معلوم نہیں تو فی الفور دِل پر وحی ہوئی کہ وجوم۔ ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے ہوئے فقرات وحی متلو کی طرح دِل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی **فرشتہ** ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے اور بعض فقرات آیات قرآنی ہوتے ہیں یا اُن کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرف سے۔ اور بعض اوقات کچھ مُدّت کے بعد پتہ لگتا ہے کہ فلاں عربی فقرہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے برنگ وحی متلو القا ہوا تھا وہ فلاں کتاب میں موجود ہے چونکہ ہر ایک چیز کا خدا مالک ہے اس لئے وہ یہ بھی اختیار رکھتا ہے کہ کوئی عمدہ فقرہ کسی کتاب کا یا کوئی عمدہ شعر کسی دیوان کا بطور وحی میرے دل پر نازل کرے۔ یہ تو زبان عربی کے متعلق بیان ہے مگر اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے اُن زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ **براھین احمدیہ** میں کچھ نمونہ اُن کا لکھا گیا ہے اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی عادت اللہ میرے ساتھ ہے اور یہ نشانوں کی قسم میں سے ایک نشان ہے جو مجھے دیا گیا ہے جو مختلف پیرایوں میں امور غیبیہ میرے پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور میرے خدا کو اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کہ کوئی کلمہ جو میرے پر بطور وحی القا ہو وہ کسی عربی یا انگریزی یا سنسکرت کی کتاب میں درج ہو کیونکہ میرے لئے وہ غیب محض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سے توریت کے قصّے بیان کر کے ان کو علم غیب میں داخل کیا ہے کیونکہ وہ قصّے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب تھا گو یہودیوں کے لئے وہ غیب نہ تھا۔ پس یہی راز ہے جس کی وجہ سے مَیں ایک دنیا کو

﴿۵۷﴾

﴿۵۸﴾ معجزہ عربی بلیغ کی تفسیر نویسی میں بالمقابل بلاتا ہوں ورنہ انسان کیا چیز اور ابن آدم کیا حقیقت کہ غرور اور تکبر کی راہ سے ایک دنیا کو اپنے مقابل پر بُلاوے یہ عجیب بات ہے کہ بعض اوقات بعض فقروں میں خدا تعالیٰ کی وحی انسانوں کی بنائی ہوئی صرفی نحوی قواعد کی بظاہر اتباع نہیں کرتی مگر ادنیٰ توجہ سے تطبیق ہوسکتی ہے اسی وجہ سے بعض نادانوں نے قرآن شریف پر بھی اپنی مصنوعی نحو کو پیش نظر رکھ کر اعتراض کئے ہیں مگر یہ تمام اعتراض بیہودہ ہیں۔ زبان کا علم وسیع خدا کو ہے نہ کسی اور کو۔ اور زبان جیسا کہ تغیر مکانی سے کسی قدر بدلتی ہے ایسا ہی تغیر زمانی سے بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل کی عربی زبان کا اگر محاورہ دیکھا جائے جو مصر اور مکّہ اور مدینہ اور دیارِ شام وغیرہ میں بولی جاتی ہے تو گویا وہ محاورہ صَرف ونحو کے تمام قواعد کی بیخ کنی کر رہا ہے اور ممکن ہے کہ اسی قسم کا محاورہ کسی زمانہ میں پہلے بھی گذر چکا ہو۔ پس خدا تعالیٰ کی وحی کو اس بات سے کوئی روک نہیں ہے کہ بعض فقرات سے گذشتہ محاورہ یا موجودہ محاورہ کے موافق بیان کرے اِسی وجہ سے قرآن میں بعض خصوصیات ہیں۔ علاوہ اس کے اس ملک میں صرفی نحوی قواعد سے بھی لوگوں کو اچھی طرح واقفیت نہیں اصل بات یہ ہے کہ جب تک زبان عرب میں پورا پورا توغل نہ ہو اور جاہلیت کے تمام اشعار نظر سے نہ گذر جائیں اور کتب قدیمہ مبسوطہ لغت جو محاورات عرب پر مشتمل ہیں غور سے نہ پڑھے جائیں اور وسعت علمی کا دائرہ کمال تک نہ پہنچ جائے تب تک عربی محاورات کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا اور نہ اُن کی صرف اور نحو کا باستیفاء علم ہوسکتا ہے۔ ایک نادان نکتہ چینی کرتا ہے کہ فلاں صلہ درست نہیں یا ترکیب غلط ہے اور اسی قسم کا صلہ اور اسی قسم کی ترکیب اور اسی قسم کا صیغہ قدیم جاہلیت کے کسی شعر میں نکل آتا ہے اور اس مُلک میں جو لوگ علماء کہلاتے ہیں بڑی دوڑ اُن کی قاموس تک ہے حالانکہ قاموس کی تحقیق پر بہت جرح ہوئی ہیں اور کئی مقامات میں اُس نے دھوکہ کھایا ہے۔ یہ بیچارے جو علماء یا مولوی کہلاتے ہیں ان کو تو قدیم معتبر کتابوں کے نام بھی یاد نہیں اور نہ اُن کو تحقیق اور توغل زبان عربی سے کچھ دلچسپی ہے۔ مشکوٰۃ یا ہدایہ پڑھ لیا تو مولوی کہلائے اور پھر دِہ بدِہ پیٹ کے لئے وعظ کرنا شروع کر دیا۔ اگر وعظ سے کوئی عورت دام میں پھنس گئی تو اُس سے نکاح کر لیا۔ یا کسی گدّی پر بیٹھ کر تعویذ گنڈوں سے اپنا معاش چلایا۔ پس اغراض نفسانیہ کے ساتھ زبان پر کیونکر احاطہ ہو سکے

اور معارف قرآنیہ کیونکر حاصل ہو سکیں اور لغت عرب جو صرف نحو کی اصل کنجی ہے وہ ایک ایسا ناپیدا کنار دریا ہے جو اس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے کہ **لا یعلمہ الا نبیّ** یعنی اس زبان کو اور اس کے انواع اقسام کے محاورات کو بجز نبی کے اور کوئی شخص کامل طور پر معلوم ہی نہیں کر سکتا۔ اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ اس زبان پر ہر یک پہلو سے قدرت حاصل کرنا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ اس پر پُورا احاطہ کرنا **معجزات انبیاء** علیہم السلام سے ہے۔ ﴿۵۹﴾

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ نکتہ چینی مذکورہ بالا ایک **مُلہم** کے مقابل پر کہ جو عربی نویسی میں بہت سے فقرے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بطور الہام کے پاتا ہے بالکل بے محل ہے کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرح پر بھی مدد دے کہ کبھی ایک مسلسل تقریر میں کسی کتاب کا کوئی عمدہ فقرہ بطور وحی اُس کے دل پر القا کر دے تو ایسا القاء اس عبارت کو اعجازی طاقت سے باہر نہیں کر سکتا۔ باہر تب ہو کہ جب دُوسرا شخص اس کی مثل پر قادر ہو سکے مگر اب تک کون قادر ہوا؟ اور کس نے مقابلہ کیا۔ اور خود اُدباء کے نزدیک اس قدر قلیل توارد نہ جائے اعتراض ہے اور نہ جائے شک۔ بلکہ مستحسن ہے کیونکہ طریق اقتباس بھی ادبیہ طاقت میں شمار کیا گیا ہے اور ایک جُز بلاغت کی سمجھی گئی ہے۔ جو لوگ اس فن کے رجال ہیں وہی اقتباس پر بھی قدرت رکھتے ہیں ہر یک جاہل اور غبی کا یہ کام نہیں ہے۔ ماسوا اس کے ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں۔ اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے اور جبکہ ایسا دعویٰ ہے تو محض انکار سے کیا ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کی مثل پیش نہ کریں یوں تو بعض شریر اور بدذات انسانوں نے قرآن شریف پر بھی یہ الزام لگایا ہے کہ اس کے مضامین توریت اور انجیل میں سے مسروقہ ہیں اور اس کی امثلہ قدیم عرب کی امثلہ ہیں جو **بالفاظھا** سرقہ کے طور پر قرآن شریف میں داخل کی گئی ہیں۔ ایسا ہی یہودی بھی کہتے ہیں کہ انجیل کی عبارتیں طالمود میں سے لفظ بلفظ چُرائی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی نے حال میں ایک کتاب بنائی ہے جو اس وقت میرے پاس موجود ہے اور بہت سی

عبارتیں طالمود کی پیش کی ہیں جو بجنسہٖ بغیر کسی تغیر تبدّل کے انجیل میں موجود ہیں اور یہ عبارتیں صرف ایک دو فقرے نہیں ہیں بلکہ ایک بڑا حصہ انجیل کا ہے اور وہی فقرات اور وہی عبارتیں ہیں جو انجیل میں موجود ہیں اور اس کثرت سے وہ عبارتیں ہیں جن کے دیکھنے سے ایک محتاط آدمی بھی شک میں پڑے گا کہ یہ کیا معاملہ ہے اور دِل میں ضرور کہے گا کہ کہاں تک اس کو توارد پر حمل کرتا جاؤں اور اس یہودی فاضل نے اِسی پر بس نہیں کی بلکہ باقی حصّہ انجیل کی نسبت اُس نے ثابت کیا ہے کہ یہ عبارتیں دوسرے نبیوں کی کتابوں میں سے لی گئی ہیں اور بعینہٖ وہ عبارتیں بائبل میں سے نکال کر پیش کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ انجیل سب کی سب مسروقہ ہے اور یہ شخص خدا کا نبی نہیں ہے بلکہ اِدھر اُدھر سے فقرے چُرا کر ایک کتاب بنالی اور اس کا نام انجیل رکھ لیا۔ اور اس فاضل یہودی کی طرف سے یہ اس قدر سخت حملہ کیا گیا ہے کہ اب تک کوئی پادری اِس کا جواب نہیں دے سکا۔ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے جو ابھی ملی ہے۔ اَبْ چونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح نے ایک یہودی اُستاد سے سبقاً سبقاً توریت پڑھی تھی اور طالمود کو بھی پڑھا تھا اِس لئے ایک شکی مزاج کے انسان کو اِس شبہ سے نکلنا مشکل ہے کہ کیوں اِس قدر عبارتیں پہلی کتابوں کی انجیل میں بلفظہا داخل ہوگئیں اور نہ صرف وہی عبارتیں جو خدا کی کلام میں تھیں بلکہ وہ عبارتیں بھی جو انسانوں کے کلام میں تھیں مگر اس سنت اللہ پر نظر کرنے سے جس کو ابھی ہم لکھ چکے ہیں یہ شبہ ہیچ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ بباعث اپنی مالکیّت کے اختیار رکھتا ہے کہ دُوسری کتابوں کی بعض عبارتیں اپنی جدید وحی میں داخل کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں چنانچہ براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ہر ایک پر ظاہر ہوگا کہ اکثر قرآنی آیتیں اور بعض انجیل کی آیتیں اور بعض اشعار کسی غیر ملہم کے اس وحی میں داخل کئے گئے ہیں جو زبردست پیشگوئیوں سے بھری ہوئی ہے جس کے منجانب اللہ ہونے پر یہ قوی شہادت ہے کہ تمام پیشگوئیاں اُس کی آج پوری ہوگئیں اور پوری ہو رہی ہیں۔ غرض خدائے تعالیٰ کی یہ قدیم سے عادت ہے کہ وہ اپنی وحی کی عبارتوں اور مضمونوں کو دوسرے مقام سے بھی لے لیتا ہے اور پھر جاہلوں کو اعتراض پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ان دنوں میں ایک اور شخص نے تالیف کی ہے جس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ توریت کی کتاب پیدائش جو گویا

﴿۶۰﴾

توریت کے فلسفہ کی ایک جڑھ مانی گئی ہے ایک اور کتاب میں سے چرائی گئی ہے جو موسیٰ کے وقت میں موجود تھی تو گویا ان لوگوں کے خیال میں موسیٰ اور عیسیٰ سب چور ہی تھے۔ یہ تو انبیاء علیہم السّلام پر شک کئے گئے ہیں مگر دوسرے ادیبوں اور شاعروں پر نہایت قابلِ شرم الزام لگائے گئے ہیں۔ **متنبّی** جو ایک مشہور شاعر ہے اس کے **دیوان** کے ہر ایک شعر کی نسبت ایک شخص نے ثابت کیا ہے کہ وہ دوسرے شاعروں کے شعروں کا سرقہ ہے۔ غرض سرقہ کے الزام سے کوئی بچا نہیں نہ خدا کی کتابیں اور نہ انسانوں کی کتابیں۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کیا درحقیقت ان لوگوں کے الزامات صحیح ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کے ملہموں اور وحی پانے والوں کی نسبت ایسے شبہات دِل میں لانا تو بدیہی طور پر بے ایمانی ہے اور لعنتیوں کا کام۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کے لئے کوئی عار کی جگہ نہیں کہ بعض کتابوں کی بعض عبارتیں یا بعض فقرات اپنے ملہموں کے دِل پر نازل کرے بلکہ ہمیشہ سے سنت اللہ اسی پر جاری ہے۔ ﴿۶۱﴾

رہی یہ بات کہ دوسرے شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں پر بھی یہی اعتراض آتا ہے کہ بعض کی عبارتیں یا اشعار **بلفظھا یا بتغیّر ما** بعض کی تحریرات میں پائے جاتے ہیں تو اس کا جواب جو ایک کامل تجربہ کی روشنی سے ملتا ہے یہی ہے کہ ایسی صورتوں کو بجز توارد کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ جن لوگوں نے ہزارہا جزیں اپنی بلیغ عبارت کی پیش کر دیں ان کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ اگر پانچ سات یا دس بیس فقرات اُن کی کتابوں میں ایسے پائے جائیں کہ وہ یا اُن کے مشابہ کسی دُوسری کتاب میں بھی ملتے ہیں تو اُن کی ثابت شدہ لیاقتوں سے انکار کر دیا جائے اِسی طرح اُن لوگوں کو انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ اب تک ہماری طرف سے بائیس۲۲ کتابیں عربی فصیح بلیغ میں بطلب مقابلہ تصنیف و شائع ہو چکی ہیں اور عربی کے اشتہارات اِس کے علاوہ ہیں اور کتابوں کے نام یہ ہیں۔ تبلیغ[۱]۔ نور الحق[۲] حصّہ اوّل۔ نور الحق[۳] حصہ ثانی۔ اتمام الحجہ[۴]۔ خطبہ الہامیہ[۵]۔ الہدیٰ[۶]، اعجاز المسیح[۷]۔ کرامات الصادقین[۸]۔ سر الخلافہ[۹]۔ انجامِ آتھم[۱۰]، نجم الہدیٰ[۱۱]، منن الرحمٰن[۱۲]، حمامۃ البشریٰ[۱۳]، تحفہ بغداد[۱۴]، البلاغ[۱۵]، ترغیب المومنین[۱۶]۔ لجۃ النور[۱۷]☆

☆ رسالہ عربیہ حقیقۃ المہدی[۱۸]۔ رسالۃ الطاعون[۱۹]۔ القصائد[۲۰]۔ قصیدہ[۲۱] رسالہ ھٰذا۔ ایک رسالہ[۲۲] عربی بطور خط ہمراہ نظم اُردو ممانعت جہاد مورخہ ۷؍جون ۱۹۰۰ء

اس قدر تصانیف عربیہ جو مضامین دقیقہ علمیہ حکمیہ پر مشتمل ہیں بغیر ایک کامل علمی وسعت کے کیونکر انسان ان کو انجام دے سکتا ہے۔ کیا یہ تمام علمی کتابیں حریری یا ہمدانی کے سرقہ سے طیار ہو گئیں اور ہزارہا معارف اور حقائق دینی وقرآنی جو اِن کتابوں میں لکھے گئے ہیں وہ حریری اور ہمدانی میں کہاں ہیں۔ اس قدر بے شرمی سے مُنہ کھولنا کیا انسانیت ہے۔ یہ لوگ اگر کچھ شرم رکھتے ہوں تو اس شرمندگی سے جیتے ہی مر جائیں کہ جس شخص کو جاہل اور علم عربی سے قطعاً بے خبر کہتے تھے اُس نے تو اِس قدر کتابیں فصیح بلیغ عربی میں تالیف کر دیں مگر خود اُن کی استعداد اور لیاقت کا یہ حال ہے کہ قریباً دس برس ہونے لگے برابر اُن سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ ایک کتاب ہی بالمقابل اِن کتابوں کے تالیف کر کے دکھلائیں مگر کچھ نہیں کر سکے صرف مکّہ کے کفّار کی طرح یہی کہتے رہے کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا کہ اگر ہم چاہیں تو اِس کی مانند کہہ دیں۔ لیکن جس حالت میں ان کو گالیاں دینے کے لئے تو خوب فرصت ہے تو پھر کیا وجہ کہ ایک عربی رسالہ کی تالیف کے لئے فرصت نہیں ہے اور جس حالت میں ہزاروں اشتہار گالیوں کے چھاپ کر شائع کر رہے ہیں تو پھر کیا وجہ کہ عربی کتاب کے چھاپنے کے لئے اِن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مَیں خیال نہیں کرتا کہ کوئی عاقل ایسے عذرات اِن کے کو قبول کر سکے اور صرف چند فقرے بیس ہزار فقروں میں سے پیش کر کے یہ کہنا کہ یہ مسروقہ ہیں یہ اِس درجہ کی بے حیائی ہے جو بجُز پیر مہر علی شاہ کے کون ایسا کمال دِکھلا سکتا ہے۔ ﴿۶۲﴾

اے نادان! اگر علمی اور دینی کتابیں جو ہزارہا معارف اور حقائق پر مندرج ہوتی ہیں صرف فرضی افسانوں کی عبارتوں کے سرقہ سے تالیف ہو سکتی ہیں تو اِس وقت تک کس نے آپ لوگوں کا مُنہ بند کر رکھا ہے کیا ایسی کتابیں بازاروں میں ملتی نہیں ہیں جن سے سرقہ کر سکو۔ اُن لعنتوں کو کیوں آپ لوگوں نے ہضم کیا جو درحالت سکوت ہماری طرف سے آپ کے نذر ہوئیں اور کیوں ایک سورۃ کی بھی تفسیر عربی بلیغ فصیح میں تالیف کر کے شائع نہ کر سکے تا دنیا دیکھتی کہ کس قدر آپ عربی دان ہیں۔ اگر آپ کی نیّت بخیر ہوتی تو میرے مقابل تفسیر لکھنے کے لئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے تا دروغ گو بے حیا کا مُنہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔ خیر تمام دنیا اندھی نہیں ہے آخر سوچنے والے بھی موجود ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ یہ بھی اشتہار دیا کہ تم ہمارے مقابلہ پر کوئی عربی رسالہ لکھو پھر عربی زبان جاننے والے اُس کے منصف

ٹھہرائے جائیں گے پھر اگر تمہارا رسالہ فصیح بلیغ ثابت ہوا تو میرا تمام دعویٰ باطل ہو جائے گا اور مَیں اب بھی اقرار کرتا ہوں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد اگر تمہاری تفسیر لفظاً و معناً اعلیٰ ثابت ہوئی تو اُس وقت اگر تم میری تفسیر کی غلطیاں نکالو تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام دُوں گا۔ غرض بیہودہ نکتہ چینی سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بذریعہ تفسیر عربی اپنی عربی دانی ثابت کرو۔ کیونکہ جس فن میں کوئی شخص دخل نہیں رکھتا اُس فن میں اُس کی نکتہ چینی قبول کے لائق نہیں ہوتی۔ معمار معمار کی نکتہ چینی کر سکتا ہے اور حدّاد حدّاد کی مگر ایک خاکروب کو حق نہیں پہنچتا کہ ایک دانا معمار کی نکتہ چینی کرے۔ آپ کی ذاتی لیاقت تو یہ ہے کہ ایک سطر بھی عربی نہیں لکھ سکتے۔ چنانچہ سیف چشتیائی میں بھی آپ نے چوری کے مال کو اپنا مال قرار دیا تو پھر اس لیاقت کے ساتھ کیوں آپ کے نزدیک شرم نہیں آتی۔ اے بھلے آدمی پہلے اپنی عربی دانی ثابت کر پھر میری کتاب کی غلطیاں نکال اور فی غلطی ہم سے پانچ روپیہ لے اور بالمقابل عربی رسالہ لکھ کر میرے اس کلامی معجزہ کا باطل ہونا دِکھلا۔ افسوس کہ دس برس کا عرصہ گذر گیا کسی نے شریفانہ طریق سے میرا مقابلہ نہیں کیا۔ غایت کار اگر کیا تو یہ کیا کہ تمہارے فلاں لفظ میں فلاں غلطی ہے اور فلاں فقرہ فلاں کتاب کا مسروقہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر صاف ظاہر ہے کہ جب تک خود انسان کا صاحب علم ہونا ثابت نہ ہو کیونکر اُس کی نکتہ چینی صحیح مان لی جائے کیا ممکن نہیں کہ وہ خود غلطی کرتا ہو اور جو شخص بالمقابل لکھنے پر قادر نہیں وہ کیوں کہتا ہے کہ کتاب میں بعض فقرے بطور سرقہ ہیں اگر سرقہ سے یہ امر ممکن ہے تو کیوں وہ مقابل پر نہیں آتا اور لومبڑی کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔ اے نادان اوّل کسی تفسیر کو عربی فصیح میں لکھنے سے اپنی عربی دانی ثابت کر پھر تیری نکتہ چینی بھی قابلِ توجّہ ہو جاوے گی ورنہ بغیر ثبوت عربی دانی کے میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سرقہ کا الزام دینا اور کبھی صرفی نحوی غلطی کا۔ یہ صرف گُوہ کھانا ہے۔ اے جاہل بے حیا اوّل عربی بلیغ فصیح میں کسی سُورۃ کی تفسیر شائع کر پھر تجھے ہر ایک کے نزدیک حق حاصل ہوگا کہ میری کتاب کی غلطیاں نکالے یا مسروقہ قرار دے۔ جو شخص ہزار ہا جُز عربی بلیغ فصیح کی لکھ چکا ہے نہ صرف بیہودہ طور پر بلکہ معارف حقیقی کے بیان میں، تو کیا صرف انکار سے اس کا جواب ہو سکتا ہے یا جب تک کام کے مقابل پر کام نہ دکھلایا جاوے۔ صرف زبان کی بک بک حجت ہو سکتی ہے اور اس بات سے کونسی لیاقت ثابت

﴿۶۳﴾

﴿۶۴﴾ ہو سکتی ہے کہ صرف مُنہ سے یہ کہہ دیں کہ یہ کتاب غلط ہے یا فلاں کتاب سے بعض فقرے اس کے چُرائے گئے ہیں۔ بھلا اس سے اپنا کمال کیا ثابت ہوا اور اگر کمال ثابت نہیں تو کیونکر قبول کیا جائے کہ نکتہ چینی صحیح ہوگی۔ بلکہ جو شخص ایسے لائق اور کامل انسانوں پر اعتراض کرتا ہے کہ جو لوگ اپنے کمال کا کچھ نمونہ دکھا دیتے ہیں اُس سے زیادہ کوئی دیوانہ اور پاگل نہیں ہوتا۔ اگر انسان ایسا سُلطان القلم ہو جائے کہ امور علمیہ اور حکمیہ کو انواع اقسام کی رنگین عبارتوں اور بلیغ فصیح استعارات میں ادا کر سکے اور اُس کو موہبت الٰہیّہ سے نظم اور نثر میں ایک ملکہ ہو جائے اور تکلّف اور عجز باقی نہ رہے تو پھر ایسے کمال تام کی حالت میں اگر اُس کی عبارتوں میں مناسب مقاموں اور محلوں میں بعض آیات قرآنی آجاویں یا متقدمین کے بعض امثال یا فقرات آجاویں تو جائے اعتراض نہ ہوگا کیونکہ اس کی طلاقت لسانی کا کمال ایک ثابت شدہ امر ہے جو دریا کی طرح بہتا اور ہوا کی طرح چلتا ہے۔ وہ لعنتی کیڑا ہے نہ آدمی جو خود بے ہنر ہو کر ایسے شخص کی بلاغت اور فصاحت پر اعتراض کرے جس نے بہت سی عربی کتابیں تالیف کر کے بلیغ فصیح عبارت کا معجزہ ثابت کر دکھایا اور ظاہر کر دیا کہ اس کو بلیغ عبارت کی آمد کا معجزہ بحرِ ذخار کی طرح دیا گیا ہے۔ اس قسم کے خبیث طبع ہمیشہ ہوتے رہے ہیں جو خدا کی کلام پر بھی اعتراض کرتے ہوئے نہیں ڈرے اور باوجود تہی مغز ہونے کے نکتہ چینی سے باز نہ آئے۔ مثلاً جن خبیث لوگوں نے اعتراض کیا کہ قرآن شریف کی سُورۃ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ[1] کے بعض فقرات دیوان امرء القیس کے ایک قصیدہ کا اقتباس ہے یعنی وہ فقرات اس سے لئے گئے ہیں ان کو یہ خیال آنا چاہئیے تھا کہ قرآن شریف کے وہ تمام قصے پہلی کتابوں کے جو نہایت رنگین عبارت میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ الٰہیات کے معارف حقائق جو اس میں معجزانہ عبارت میں بیان کئے گئے ہیں وہ عرب کے کس شاعر کی کلام کا اقتباس ہے۔ پس ایسے شخص اندھے ہیں نہ سُوجاکھے جو اس کمال کو نہیں دیکھتے جو ایک دریا کی طرح بہتا ہے اور ایک دو فقرہ میں توارد پا کر بدظنی پَیدا کرتے ہیں یہ لوگ اسی مادّہ کے آدمی ہیں جیسا کہ وہ شخص تھا جس کے مُنہ سے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ[2] نکلا تھا اور اتفاقاً وہی آیت نازل ہوگئی تب وہ مُرتد ہو گیا کہ میرا ہی فقرہ قرآن میں داخل کیا گیا۔ اب پیر مہر علی شاہ صاحب کی کرتُوت کو دیکھنا چاہئیے کہ خود

[1] القمر: ۲ [2] المؤمنون: ۱۵

﴿۶۵﴾

تو بمقابلہ ساڑھے باراں جُز کی کتاب کے ایک جُز بھی نہ لکھ سکے اور اتنی ضخیم کتاب میں سے دو چار فقرے پیش کر دئے کہ یہ فلاں کتاب میں موجود ہیں۔ اب سوچو کہ یہ کس قدر کمینگی ہے۔ کیا کوئی اہلِ ادب اس کو پسند کرے گا۔ **ادیب** جانتے ہیں کہ ہزارہا فقرات میں سے اگر دو چار **فقرات** بطور اقتباس ہوں تو اُن سے **بلاغت** کی طاقت میں کچھ **فرق** نہیں آتا بلکہ اس طرح کے تصرّفات بھی ایک **طاقت** ہے۔ دیکھو **سبعہ مُعلقہ** کے دو شاعروں کا ایک مصرعہ پر توارد ہے اور وہ یہ ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے **یقولون لا تھلک اسًی و تجمّلٖ**

اَور دُوسرا شاعر کہتا ہے **یقولون لَا تھلک اسًی و تجلّدٖ**

اب بتلاؤ کہ ان دونوں میں سے چور کون قرار دیا جائے۔ نادان انسان کو اگر یہ بھی اجازت دی جاوے کہ وہ چُرا کر ہی کچھ لکھے تب بھی وہ لکھنے پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ **اصلی طاقت** اُس کے اندر نہیں مگر وہ شخص جو مسلسل اور بے روک آمد پر قادر ہے اس کا تو بہرحال یہ **معجزہ** ہے کہ اُمور علمیہ اور حکمیّہ اور معارف حقائق کو **بلاتوقف** رنگین اور بلیغ فصیح عبارتوں میں بیان کر دے گو محل پر چسپاں ہو کر دس ہزار فقرات بھی کسی غیر کی عبارتوں کا اُس کی تحریر میں آ جائے کیا ہر یک نادان غبی بلید ایسا کر سکتا ہے اور اگر کر سکتا ہے تو کیا وجہ کہ باوجود اتنی مدّت مدید گزرنے کے پیر مہر علی شاہ صاحب کتاب **اعجاز المسیح** کی مثل بنانے پر **قادر** نہ ہو سکے اور نہایت کارکام یہ کیا کہ دو سو صفحہ کی کتاب میں سے کہ جو چار ہزار سطر اور ساڑھے باراں جُز ہے ایسے دو چار فقرے پیش کر دئے کہ وہ☆ بعض امثلہ مشہورہ سے یا مقامات وغیرہ کے بعض فقرات سے توارد رکھتے ہیں یا مشابہ ہیں بھلا بتلاؤ کہ اِس میں اُنہوں نے اپنا کمال کیا دِکھلایا۔ ایک منصف انسان سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص نے اِتنی مدت تک موقعہ پا کر اپنے گوشۂ **خلوت** میں دو چار ورق تک بھی اعجاز المسیح کا نمونہ پیش نہیں کیا تو وہ **لاہور کے مقابلہ** پر اگر اتفاق ہوتا کیا لِکھ سکتا تھا۔ وہ **پیر فرتوت**

☆ یہ چند فقرے بھی بطور نکتہ چینی آپ پیش نہیں کر سکا بلکہ بدقسمت محمد حسن کے نوٹوں کو چُرا کر لکھ دیا جو مباہلہ کر کے ایسی نکتہ چینی کی حالت میں مر گیا مفصل ذکر اس کا عنقریب آئے گا۔ منہ

﴿۶۶﴾

جو اس قدر سہارے کے ساتھ بھی اُٹھ نہ سکا وہ بے سہارے کیونکر اٹھ سکتا یقیناً سمجھو کہ پیر مہر علی شاہ صاحب محض جھوٹ کے سہارے سے اپنی کوڑ مغزی پر پردہ ڈال رہے ہیں اور وہ نہ صرف دروغگو ہیں بلکہ سخت دروغگو ہیں اُن کا یہ آخری جُھوٹ بھی ہمیں کبھی نہ بُھولے گا جس پر انہوں نے دوبارہ اس کتاب میں بھی اصرار کیا کہ مَیں لاہور میں وعدہ کے موافق آیا مگر تم قادیان سے باہر نہ نکلے لیکن جن لوگوں نے اُن کا اشتہار دیکھا ہوگا وہ اگر چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ انہوں نے کمال روبہ بازی سے مقابلہ سے گریز اختیار کی تھی کیا یہ دیانت کا طریق تھا کہ پیر مہر علی صاحب نے اپنے اشتہار میں لکھا کہ مَیں بالمقابل تفسیر عربی فصیح میں لکھنے کے لئے لاہور میں پہنچ گیا ہوں مگر میری طرف سے یہ شرط ہے کہ اوّل اختلافی عقائد میں زبانی گفتگو ہو اور مولوی محمد حسین منصف ہوں۔ پھر اگر منصف مذکور یہ بات کہہ دے کہ عقائد پیر مہر علی شاہ کے درست اور صحیح ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کا خوب ثبوت دے دیا ہے تو فریق مخالف یعنی مجھ پر لازم ہوگا کہ بلاتوقف پیر مہر علی شاہ سے بیعت کروں پھر بعد اس کے تفسیر نویسی کا بھی مقابلہ ہو جائے گا۔ اب دیکھو یہ کس قدر مکّاری ہے جبکہ مولوی محمد حسین اور پیر مہر علی شاہ صاحب **نزول مسیح** اور **صعود مسیح** کے عقیدہ میں اتفاق رکھتے ہیں تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ مولوی محمد حسین کے مُنہ سے یہ نکلتا کہ مہر علی کے عقائد صحیح نہیں ہیں یا اُس کے دلائل باطل ہیں جبکہ دونوں کے عقائد ایک ہیں تو پھر وہ پیر مہر علی کی **تکذیب** کیونکر کر سکتا تھا۔ ہاں **بلاغت فصاحت** کے امور میں جس کو اہل اسلام و غیر اہل اسلام جانچ سکتے ہیں کسی دشمن سے بھی دلیری نہیں ہو سکتی کہ ایسے فریق کو اعلیٰ درجہ کا **سارٹیفکیٹ** عطا کرے جس کی عبارت گندی اور بودی اور اغلاط نحوی صرفی سے بھری ہوئی ہو۔ سو کتاب **اعجاز المسیح** کی اشاعت سے پیر مہر علی صاحب کو دوبارہ موقعہ دیا گیا تھا کہ وہ اگر ممکن ہو تو اب بھی اپنی علمی لیاقت سے میری اس شان کو **کالعدم** کر دیں جس سے صدہا آدمی سلسلہ بیعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ مگر وہ بالکل اُس گنگے کی طرح رہ گئے جس پر اشارہ سے بات

﴿۶۷﴾

کرنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اگر کیا تو یہ کیا کہ دو چار فقرے دو سو صفحہ کی کتاب میں سے پیش کر دیئے کہ یہ مقامات حریری وغیرہ کے چند فقرات کا سرقہ ہے اور صرف ایک یا دو سہو کاتب کو صرفی نحوی غلطی قرار دے دیا اور اپنی جہالت سے بعض بلیغ اور صحیح ترکیبوں کو یُونہی غیر فصیح اور غلط سمجھ لیا ہے۔ یہ ہیں گدّی نشین اِس مُلک کے جنہوں نے خواہ مخواہ **مولویّت** کا دم بھر کر ہمیشہ کے لئے ایک سیاہ داغ اپنے چہرے پر لگا لیا☆ مگر چونکہ پیر مہر علی صاحب نے مجھے مفتری

☆ حاشیہ:۔ مَیں نے ابھی اسی قدر مضمون لکھا تھا کہ مجھے آج ۲۶/ جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھیں سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھیں کا خط ملا جس میں اُنہوں نے تحریر کیا ہے کہ مَیں پیر مہر علی شاہ کی کتاب دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں اتفاقاً ایک آدمی مجھ کو ملا جس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور وہ مولوی محمد حسن کے گھر کا پتہ پوچھتا تھا اور استفسار پر اُس نے بیان کیا کہ محمد حسن کی کتابیں پیر صاحب نے منگوائی تھیں اور اب واپس دینے آیا ہوں مَیں نے وہ کتابیں جب دیکھیں تو ایک اُن میں اعجاز المسیح تھی جس پر محمد حسن متوفی نے اپنے ہاتھ سے نوٹ لکھے ہوئے تھے۔ اور ایک کتاب شمس بازغہ تھی اور اُس پر بھی محمد حسن مذکور کے نوٹ لکھے ہوئے تھے اور اتفاقاً اُس وقت کتاب سیف چشتیائی میرے پاس موجود تھی جب مَیں نے ان نوٹوں کا اس کتاب سے مقابلہ کیا تو جو کچھ محمد حسن نے لکھا تھا بلفظہا بغیر کسی تصرف کے پیر مہر علی نے بطور سرقہ اپنی کتاب میں اس کو نقل کر لیا تھا بلکہ بہ تبدیل الفاظ یُوں کہنا چاہیئے کہ پیر مہر علی شاہ کی کتاب وہی مسروقہ نوٹ ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پس مجھ کو اِس **خیانت** اور **سرقہ** سے سخت حیرت ہوئی کہ کس طرح اُس نے اُن تمام نوٹوں کو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ یہ ایسی کارروائی تھی کہ اگر مہر علی کو کچھ شرم ہوتی تو اِس قسم کے سرقہ کا راز **کھلنے** سے مَر جاتا نہ کہ شوخی اور **ترک حیا** سے اب تک دوسرے شخص کی تالیف کو جس میں اُس کی جان گئی اپنی طرف منسوب کرتا اور اس بدقسمت مُردہ کی تحریر کی طرف ایک ذرہ بھی اشارہ نہ کرتا اور پھر بعد اس کے میاں شہاب الدین

﴿۶۸﴾

ٹھہرایا ہے اور چور قرار دیا ہے اور بار بار بطور مباہلہ میرے پر لعنت بھیجی ہے اِس لئے مَیں اپنی **بریت پبلک** پر ظاہر کرنے کے لئے **تیسری دفعہ** پیر مہر علی شاہ صاحب کو موقعہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اس رسالہ کے آخر میں اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو چند **عربی اشعار** لکھیں گے اور پیر مہر علی صاحب سے اور نیز ایک اور شخص سے جو شیعہ ہے اور علی حائری کے نام سے موسوم ہے اِن اشعار کی مثل کا **مطالبہ** کریں گے۔ اور

بقیہ حاشیہ

لکھتا ہے کہ مَیں ہر ایک شخص کو جو مہر علی کی اِس خیانت کو دیکھنا چاہے اُس کی یہ **قابلِ شرم چوری** دکھا سکتا ہوں بلکہ اُس نے خود پیر مہر علی شاہ کا دستخطی ایک کارڈ بھیج دیا ہے جس میں وہ اس چوری کا اقرار کرتا ہے لیکن بعد اس کے یہ بیہودہ جواب دیتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی میں مجھے اجازت دے دی تھی کہ اپنے نام پر اس کتاب کو چھاپ دیں لیکن یہ عذر بدتر از گناہ ہے کیونکہ اگر اس کی طرف سے یہ اجازت تھی کہ اُس کے مَرنے کے بعد مہر علی اپنے تئیں اس کتاب کا مؤلّف ظاہر کرے تو کیوں مہر علی نے اس کتاب میں اس اجازت کا ذکر نہیں کیا اور کیوں دعویٰ کر دیا کہ مَیں نے ہی اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تو بے ایمانی کا طریق ہے کہ ایک شخص وفات یافتہ کی کُل کتاب کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور اُس کا نام تک نہ لیا۔ جس حالت میں محمد حسن نے خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر کے اپنے تئیں **اعجاز المسیح** کے ٹائیٹل پیج کی مندرجہ پیشگوئی **انّه تندّم و تذمّر** کے موافق ایسا نامراد بنایا کہ جان ہی دے دی اور پھر اعجاز المسیح صفحہ ۱۹۹ کی مباہلانہ دُعا کا مصداق بن کر اپنے تئیں ہلاکت میں ڈال لیا تو ایسے کشتہ مقابلہ کے احسان کا ذکر کرنا بہت ضروری تھا اور دیانت کا یہ تقاضا تھا کہ پیر مہر علی شاہ صاف لفظوں میں لِکھ دیتا کہ یہ کتاب میری تالیف نہیں ہے بلکہ محمد حسن کی تالیف ہے اور مَیں صرف چور ہوں نہ یہ کہ دروغگوئی کی راہ سے خطبہ کتاب میں اس تالیف کو اپنی طرف منسوب کرتا بلکہ چاہیئے تھا کہ اُس بدقسمت وفات یافتہ کی بیوہ کے

﴿۶۹﴾

درخواست یہ ہے کہ ان اشعار کی برعایت تعداد و پابندی مضمون نظیر پیش کرکے پیر صاحب اپنی کرامت دکھلاویں۔اور **علی حائری** صاحب امام حسین کی کرامت۔ اگر ایسا کردکھائیں اور جس قدر تعداد میں ہم نے یہ شعر لکھے ہیں اور جن مضامین کے متعلق یہ اشعار ہیں۔ اگر ان دونوں شرطوں کو بلاغت فصاحت کے پیرایہ میں یہ دونوں بزرگ یا کوئی اُن میں سے پُورا کردکھائیں گے تو ہم قبول کرلیں گے کہ اِس بارے میں ہمارا **معجزہ** کا دعویٰ باطل ہے۔

بقیہ حاشیہ

گذارہ کے لئے اُس کتاب میں سے حصّہ رکھ دیتا جس حالت میں محض لاف زنی کے طور پر اُس نے یہ مشہور کیا ہے کہ مَیں نے یہ کتاب مفت تقسیم کی ہے تو کس قدر ضروری تھا کہ وہ کتاب کے ابتدا میں لکھ دیتا کہ مَیں اپنا حق تو اِس کتاب کے متعلق چھوڑتا ہوں لیکن چونکہ دراصل یہ کتاب محمد حسن کی تالیف ہے جس کو مَیں نے بطور سرقہ اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اِس لئے مَیں اُس کی بیوہ کے گذارہ کے لئے ۴ر فی جلد خریداروں سے مانگتا ہوں۔ تا وہ چکّی پیسنے کی مصیبت سے بچے۔ اور اگر وہ ایسا طریق اختیار کرتا اور فی جلد ۴ر وصول کرکے مصیبت زدہ بیوہ کو دیتا تو اِس رُوسیاہی سے کسی قدر بچ جاتا مگر ضرور تھا کہ وہ اِس قابل شرم چوری کا ارتکاب کرتا تا خدا تعالیٰ کا وہ کلام پُورا ہو جاتا کہ جو آج سے کئی برس پہلے میرے پر نازل ہوا اور وہ یہ ہے **انّی مھین من اراد اھانتک** یعنی مَیں اُس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا۔ اس شخص نے کتاب سیف چشتیائی میں میرے پر الزام سرقہ کا لگایا تھا اور سرقہ یہ کہ کتاب اعجاز المسیح کے تقریباً بیس ہزار فقرہ میں سے دو چار فقرے ایسے ہیں جو عرب کی بعض مشہور مثالیں یا مقامات حریری وغیرہ کے چند جملے ہیں جو الہامی توارد سے لکھے گئے۔

اور اپنی کرتُوت اس کی اب یہ ثابت ہوئی جو محمد حسن مُردہ کا سارا مسودہ اپنے نام منسوب کرلیا اور اُس بدبخت کا ذکر تک نہ کیا۔ اب دیکھو یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے یا نہیں کہ دو چار

﴿۷۰﴾ مگر شرط یہ ہے کہ اُس تاریخ سے کہ یہ رسالہ شائع ہو ٹھیک عرصہ بیس یوم تک اِسی مقدار اور اسی بلاغت فصاحت کے لحاظ سے اور انہیں مضامین کے مقابل پر اشعار بنا کر اور طبع کرا کر ملک میں شائع کر دیں ورنہ **اخبار** کے ذریعہ سے اُن کا عجز شائع کر دیا جائے گا۔ اور ہم دوبارہ اقرار کرتے ہیں کہ اگر ان اشعار میں تاریخ معیّنہ کے اندر وہ ہمارا مقابلہ کر سکیں گے۔ اور اہلِ علم کی شہادت سے اُن کے اشعار ہمارے اشعار کے ہم مرتبہ ہوں گے اور تعداد میں بھی برابر

بقیہ حاشیہ

فقروں کا سرقہ میری طرف منسوب کرنے کے ساتھ ہی خود ایک پوری کتاب کا سارق ثابت ہو گیا۔ اگر اُس کا اعتراض صحیح تھا تو کیوں خدا تعالیٰ نے اُس کو رُسوا کیا اور جب لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مہر علی نے ایک مُردہ کا مضمون چرا کر کفن دُزدوں کی طرح قابل شرم چوری کی ہے اور بعض اُس کے دوستوں نے اُس کی طرف خط لکھے کہ ایسا کرنا مناسب نہ تھا تو یہ جواب دیا کہ مَیں نے محمد حسن مُردہ سے اجازت لے لی تھی صاف ظاہر ہے کہ اگر محمد حسن مُردہ اجازت دیتا تو اپنی زندگی میں ہی دیتا مسودہ اس کے پاس بھیجتا نہ یہ کہ اُس کے مَرنے کے بعد اُس کی بیوہ کے پاس سے منگوایا جاتا اور پھر بہرحال یہ ذکر تو کرنا چاہیئے تھا کہ مَیں بذاتِ خود عربیت اور علم ادب سے بے نصیب ہوں اور یہ مسودات محمد حسن مُردہ کے مجھے ملے ہیں مگر کہاں ذکر کیا۔ بلکہ بڑے فخر سے دعویٰ کیا کہ یہ کتاب مَیں نے آپ بنائی ہے۔ دیکھو اہل حق پر حملہ کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ مجھے چند فقرہ کا سارق قرار دینے سے ایک تمام وکمال کتاب کا خود چور ثابت ہو گیا اور نہ **صرف چور بلکہ کذّاب بھی** کہ ایک گندہ جھوٹ اپنی کتاب میں شائع کیا اور کتاب میں لکھ مارا کہ یہ میری تالیف ہے حالانکہ یہ اُس کی تالیف نہیں۔ کیوں پیر جی اب اجازت ہے کہ اس وقت ہم بھی کہہ دیں کہ **لَعْنَةُ اللّٰہ علی الکاذبین**۔ رہا محمد حسن پس چونکہ وہ مَر چکا ہے۔ اس لئے اُس کی نسبت لمبی بحث کی ضرورت نہیں وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ اُس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر **وہی نجاست پیر صاحب کے مُنہ** میں رکھ دی۔ مَیں نے کتاب اعجاز المسیح کے سر پر بطور پیشگوئی بیان کر دیا تھا کہ جو شخص اِس

﴿۱۷﴾

ہوںگے تو پھر بلاشبہ ہمارا یہ دعویٰ باطل ہو جائے گا کہ اعجازی طاقت جو انشاء پردازی اور نظم اور نثر میں ہے یہ بھی خدا کا ایک نشان ہے جو ہمارے مسیح موعود ہونے پر ایک گواہ ہے بلکہ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر حلفی وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس عرصہ میں اسی تعداد کے لحاظ سے انہیں مضامین کی پابندی سے ان کے اشعار مقرر کردہ منصفوں کی شہادت سے جو اہل علم ہوں گے ہمارے اشعار سے فصاحت بلاغت کے رُو سے بہتر ثابت ہوں تو دونوں مخاطبین کو ایک

بقیہ حاشیہ

کتاب کے جواب کا ارادہ کرے گا وہی نامراد رہے گا۔ سو اس سے زیادہ کیا نامرادی ہے کہ وہ اپنی لغو کتاب کو چھاپ ہی نہ سکا اور مَر گیا اور پھر اس کے مُردار کو چُرا کر پیر مہر علی نے اپنی کتاب میں کھایا اور وہ بھی نامراد رہا کیونکہ مہر علی کی غرض یہ تھی کہ اس کتاب کے لکھنے سے اپنی مشیخت ظاہر کرے کہ مَیں بھی عربی خوان ہوں اور ادیب ہوں مگر بجائے ناموری کے اس کا چور ہونا ثابت ہوا۔ کون اس سے تعجب نہیں کرے گا کہ چور بھی ایسا دلیر چور نکلا کہ مُردہ کی ساری کتاب کو نگل گیا اور ڈکار نہ لیا اور محمد حسن بدقسمت کا ایک دفعہ بھی ذکر نہ کیا۔ اَور ایک **دوسرا نشان** یہ ہے کہ اسی کتاب اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۹۹ میں مَیں نے یہ دُعا کی تھی

ربّ ان کنت تعلم ان اعدائی ھم الصادقون المخلصون فاھلکنی کما تُھلک الکذّابون. وان کنت تعلم انی منک و من حضرتک فقم لنصرتی۔

ترجمہ۔ یعنی اے میرے خدا اگر تُو جانتا ہے کہ میرے دشمن سچے ہیں اور مخلص ہیں پس تُو مجھے ہلاک کر جیسا کہ تُو جھوٹوں کو ہلاک کرتا ہے اور اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں تیری طرف سے ہوں تو دشمن کے مقابل پر میری مدد کرنے کے لئے تُو کھڑا ہو جا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اِس کتاب اعجاز المسیح کے شائع ہونے کے بعد محمد حسن بھیں مقابلہ کے لئے میدان میں نکلا۔ اس لئے بموجب اِس مباہلہ کی دُعا کے مارا گیا۔

﴿۷۲﴾

ایکسو روپیہ انعام دیا جائے گا ان کا اختیار ہے کہ یہ انعام کسی بینک میں پہلے جمع کرا دیں۔ اب بالخصوص میاں مہر علی صاحب کو اس مقابلہ سے بالکل نہیں ڈرنا چاہیئے کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ سرقہ کے ذریعہ سے نظم اور نثر طیار ہو سکتی ہے تو گویا اب ان کو اس کام کی کل ہاتھ آ گئی ہے سو اب یقین ہے کہ اس کل کی وجہ سے ان کی تمام بُزدِلی دُور ہو جائے گی بلکہ وہ اِس لائق بھی ہو جائیں گے کہ بالمقابل حوصلہ کر کے کسی سُورۃ کی تفسیر بھی لکھ سکیں کیونکہ اب تو بات

بقیہ حاشیہ

اب ہم اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ درحقیقت پیر مہر علی صاحب نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں جس کو درحقیقت طنبور چشتیائی کہنا چاہیئے اپنی طرف سے اور اپنے دماغ سے کام لے کر کچھ نہیں لکھا بلکہ اس میں تمام و کمال چوری کا سرمایہ جمع کر دیا اور چوری بھی مُردہ کے مال کی جو ہر طرح قابلِ رحم تھا مفصلہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں۔

نقل خط میاں شہاب الدین ساکن بھیں

پہلے ہم صفائی بیان کے لئے لکھنا چاہتے ہیں کہ میاں شہاب الدین جن کا نام عنوان میں درج ہے۔ یہ محمد حسن متوفی کے دوست ہیں اور علاوہ اس کے یہ اس بدقسمت وفات یافتہ کے ہمسایہ بھی ہیں اور اس کے اسرار سے واقف۔ اور انہیں کی کوشش سے پیر مہر علی شاہ کے سرقہ کا مقدمہ برآمد ہوا۔ اور بڑی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ اس کی کتاب سیف چشتیائی مال مسروقہ ہے اور اس میں مہر علی کی عقل اور علم کا کچھ بھی دخل نہیں اور بجز اس کے کہ وہ اِس کارروائی سے نہ صرف جُرم سرقہ کا مرتکب ہوا بلکہ اُس نے اِس شیخی کو حاصل کرنے کے لئے بہت قابلِ شرم جُھوٹ بولا اور اپنی کتاب سیف چشتیائی میں **اُس مُردہ بدقسمت** کا نام تک نہیں لیا اور بڑے زور اور دعوےٰ سے کہا کہ اِس کتاب کا مَیں مؤلف ہوں چنانچہ نقل خطوط یہ ہے۔

پہلے خط کی نقل

مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت اقدس جناب مرزا جی صاحب دام برکاتکم و فیوضکم

﴿۴۳﴾ بہت سہل ہوگئی دوسرے لوگوں کی عبارتیں چُرا لیں اور تفسیر کو لکھ مارا لیکن اوّل ہم اُن اشعار کے مقابل پر ان بزرگوں کی علمی طاقت کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس نمونہ میں پیر مہر علی صاحب نے اپنی کرامت دکھلا دی تو پھر یقین ہے کہ وہ تفسیر نویسی میں بھی گذشتہ بُزدلی کو دُور کر کے سیدھی نیت سے میرے مقابل پر آجائیں گے لیکن کل کے دِن جبکہ ہمیں موضع بھیں سے پیر مہر علی کی اس کرتوت پر اطلاع ہوئی۔ جس کی تفصیل حاشیہ میں درج ہے تب سے ہم ایسا

حاشیہ: السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ. امّابعد. آپ کا خط رجسٹری شدہ آیا۔ دل غمناک کو تازہ کیا۔ روئداد معلوم ہوئی۔ حال یہ ہے کہ محمد حسن کا مسودہ علیحدہ تو خاکسار کو نہیں دکھایا گیا کیونکہ اُس کے مَرنے کے بعد اس کی کتابیں اور سب کاغذات جمع کر کے مقفّل کئے گئے ہیں. شمس بازغہ اور اعجاز المسیح پر جو مذکور نے نوٹ کئے تھے وہ دیکھے ہیں۔ اور وُہی نوٹ گولڑی ظالم نے کتابیں منگوا کر درج کر دیئے ہیں اپنی لیاقت سے کچھ نہیں لکھا۔ اب محمد حسن کا والد وغیرہ میرے تو جانی دشمن بن گئے ہیں۔ کتابیں تو بجائے خود ایک ورقہ تک نہیں دکھاتے۔ پہلے بھی دیکھنے کا ذریعہ یہ ہوا تھا کہ جب گولڑی نے کتابیں یعنی شمس بازغہ اور اعجاز المسیح محمد حسن کے والد سے منگوائیں اور فارغ ہو کر واپس روانہ کیں تو چونکہ وہ حامل کتب اجنبی تھا اِس لئے بھول کر میرے پاس مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن کا گھر کدھر ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا کام۔ کہنے لگا کہ مہر علیشاہ نے مجھ کو کتابیں دے کر روانہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے والد کو یہ کتابیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح دے آ۔ پھر مَیں نے کتابیں لے کر دیکھیں تو ہر صفحہ ہر سطر پر نوٹ ہوئے ہوئے دیکھے۔ میرے پاس سیف چشتیائی بھی موجود تھی عبارت کو ملایا تو بعینہٖ وہ عبارت تھی۔ آپ کا حکم منظور لاکن محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے رُوبرو بے شک دیکھ لو۔ مگر مہلت کے واسطے نہیں دیتا۔ خاکسار معذور ہے کیا کرے☆۔ دوسری مجھ سے

☆ پھر بعد اس کے محمد حسن کے بیٹے نے جو اصل وارث ہے مبلغ ۱۵؎ روپے لے کر وہ دونوں کتابیں جن پر محمد حسن متوفی کے نوٹ درج ہیں میرے معتبر کو دے دیں اور اب وہ میرے پاس موجود ہیں جن سے پیر مہر علی کی چوری ایسی کھلتی ہے جیسا کہ کوئی چور عین نقب لگاتے وقت پکڑا جائے۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انّی مھین من اراد اھانتک. ۱۲ من المؤلف

﴿۷۴﴾ سمجھتے ہیں کہ گویا پیر صاحب فوت ہو گئے اور اب اُن کو مخاطب کرنا بھی اُن کو وہ عزت دینا ہے جس کے وہ ہرگز لائق نہیں ہیں لیکن ہم نے مناسب دیکھا کہ ایک شروع کئے ہوئے مضمون کو انجام دے دیں اور حاشیہ کے پڑھنے سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ جس قدر پیر مہر علی نے اعجاز المسیح پر نکتہ چینی کی ہے یا جو شمس بازغہ پر نکتہ چینی ہے یہ اُس کی طرف سے نکتہ چینی نہیں ہے بلکہ اصل نکتہ چینی کرنے والا محمد حسن بھیں ہے۔ اَور جب وہ دونوں کتابوں پر نکتہ چینی کر چکا

بقیہ حاشیہ

ایک غلطی ہوگئی کہ ایک خط گولڑی کو بھی لکھا کہ تم نے خاک لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دئے۔ اِس واسطے گولڑی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ کیونکہ یہ شخص ہمارا مخالف ہے اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گولڑی کا مُرید ہے اور اُس کے کہنے پر چلتا ہے۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ مَیں نے گولڑی کو کیوں خط لکھا جس کے سبب سے سب میرے دشمن بن گئے۔ براہ عنایت خاکسار کو معاف فرماویں۔ کیونکہ خالی میرا آنا مُفت کا خرچ ہے اور کتابیں وہ نہیں دیتے۔ فقط۔

خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکوال

دوسرے خط کی نقل

مکرمی و معظمی و مولائی جناب مولوی عبدالکریم صاحب السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امابعد خاکسار خیریت سے ہے آپ کی خیریت مطلوب۔ مَیں آنے سے کچھ انکار نہ کرتا لاکن کتابیں نہیں دیتے جن پر نوٹ ہیں۔ یعنی شمس بازغہ اور اعجاز المسیح سیف چشتیائی میں جتنی سخت زبانی ہے اکثر محمد حسن کی ہے۔ اِسی وجہ سے اُس کی مَوت کا......نمونہ ہوُا............اب میرے خط لکھنے سے گولڑی خود اقراری ہے چنانچہ یہ کارڈ گولڑی کے ہاتھ کا لکھا ہوُا ہے جو اس نے مولوی

﴿۷۵﴾

توؔ اُس نے میری کتاب کے حاشیہ پر مباہلہ کی دُعا لکھی یعنی یہ کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جُھوٹا ہے اُس کے لئے خدا تعالیٰ کی لعنت☆ اور اُس کا قہر مانگا اور اب تک وہ دعاءِ مباہلہ کتاب کے حاشیہ پر خاص اُس کی قلم سے درج ہے چنانچہ فی الفور دُعا قبول ہوگئی اور بعد اس کے وہ ایک سخت بیماری اور سرسام میں مبتلا ہو کر چند روز میں ہی قبر میں جا پڑا اور کتاب کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ وہی مضمون اُس کا پِیر مہر علی نے اپنے نام سے چھپوایا اور جس پر حسب درخواست اُس کی جو مباہلہ کے رنگ میں تھی خدا کا قہر گرا یعنی اپنی عزیز

بقیہ حاشیہ

کرم الدین صاحب کو لکھا ہے۔ غرض گولڑی نے محمد حسن کے والد کو بہت تاکید کی ہے ان کو کتابیں مت دکھاؤ یعنی اِس راقم خاکسار کو۔ گولڑی کارڈ میں لکھتا ہے کہ محمد حسن کی اجازت سے لکھا گیا مگر یہ اعتراف راستبازی کے تقاضا سے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ بھید ہم پر کُھل گیا اس لئے ناچار شرمندہ ہو کر اقراری ہؤا۔ دُوسرے خط میں گولڑی کا کارڈ ہے جو اُس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کیا ہے ملاحظہ ہو۔ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں

مولوی کرم الدین کے خط کی نقل

مکرمنا حضرت اقدس مرزا صاحب جی مدظلّہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مَیں ایک عرصہ سے آپ کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں مجھے آپ کے کلام سے تعشق ہے۔ مَیں نے کئی دفعہ عالم رؤیا میں بھی آپ کی نسبت اچھے واقعات دیکھے ہیں اکثر آپ کے مخالفین سے بھی جھگڑا کرتا ہوں۔ اگرچہ مجھے ابھی تک جناب سے سلسلہ پیری مُریدی نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں میرے خیال میں بہت احتیاط درکار ہے جب تک بالمشافہ اطمینان نہ کیا جاوے بیعت کرنا مناسب نہیں ہوتا لیکن تاہم مجھے جناب سے غائبانہ محبت ہے مَیں نے چار پانچ یوم کا عرصہ ہوا ہے کہ جناب کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے مبارکباد فرمائی

☆ اسلام میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا ایک بددُعا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص کاذب ہے وہ خدا کی رحمت سے نومید ہو اور اُس کے قہر کے نیچے آجائے۔ اِسی لئے قرآن شریف میں ایسے مَردوں یا ایسی عورتوں کے لئے جن پر مجرم ہونے کا شبہ ہو اور اُن پر اَور کوئی گواہ نہ ہو جس کی گواہی سے سزا دی جائے۔ ایسی قسم رکھی ہے جو مؤکّد بہ لعنت ہو تا اِس کا نتیجہ وہ ہو جو گواہ کے بیان کا نتیجہ ہوتا ہے یعنی سزا اور قہر الٰہی۔ منہ

﴿۷۶﴾ زندگی سے خلاف خواہش اپنی فوت ہوگیا اُسی کے مضمون کی چوری کی۔ افسوس کہ اس قدر عظیم الشان معجزہ کے ظاہر ہونے کے بعد بھی پیر مہر علی اپنی شوخی سے باز نہ آیا اور وہ شخص جو اپنے مباہلہ کے اثر سے مرگیا اُسی کے پلید مال کی چوری کی۔

اب ہم بعض دوسرے اعتراضات اور شبہات پیر مہر علی شاہ کے جو درحقیقت محمد حسن متوفی کے ہیں مع جواب ذیل میں درج کرتے ہیں اور ناظرین سے امیدوار ہیں کہ وہ انصافاً گواہی دیں کہ کیا

بقیہ حاشیہ

ہے اور کچھ شیرینی بھی عنایت کی ہے اور اُس وقت میرے دل میں دو باتیں تھیں جن کو آپ نے بیان کر دیا ہے اور اُسی خواب کے عالم میں مَیں یہ کہتا تھا کہ آپ کے کشف کا تو مَیں قائل ہوگیا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بعض باتوں کی سمجھ بھی نہیں آتی ہے اِس واسطے میرا خیال ابھی تک جناب کی نسبت یک رُخہ نہیں ہے گو آپ کے صلاح وتورع کا مَیں قائل ہوں۔ مَیں نے اگلے روز آپؑ کی کتاب سرمہ چشم آریہ کی ابتدا میں چند اشعار فارسی اور چند اُردو پڑھے ہیں اور وہ پڑھ کر مجھے رونا آتا تھا اور کہتا تھا کہ کذّابوں کی کلام میں کبھی بھی ایسا درد نہیں ہوتا۔

کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑی کی سیف چشتیائی کی نسبت ذکر تھا۔ یہاں شہاب الدین کو خاکسار نے بھی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے اُن نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آ گئی ہیں۔ مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہٖ درج کتاب پائے گئے یہ ایک نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لئے اور اس کا نام تک نہ لیا۔ اور طرفہ یہ کہ بعض وہ عیوب جو آپ کی کلام کی نسبت وہ پکڑتے ہیں۔ پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیریں موجود ہیں۔ وہ دونوں کتابیں چونکہ مولوی محمد حسن صاحب

﴿۷۷﴾

یہ اعتراضات دیانت اور تقویٰ اور حق پرستی کی راہ سے کئے گئے ہیں یا بددیانتی اور ترک تقویٰ اور دھوکہ دہی اور ظلم اور تعصّب کے طریق سے لکھے گئے ہیں اور ہم اُن کے تمام اعتراضات اس جگہ بجنسہٖ اُن کی عبارت میں ہی نقل کر دیتے ہیں تا خلاصہ کرنے کی حالت میں شبہات پیدا نہ ہوں اور وہ یہ ہیں :۔

نقل مطابق اصل از کتاب سیف چشتیائی صفحہ ۶ و ۷ و ۸

’’نبوت اصلیّہ کے مدّعی ہونے کا ثبوت اور اُس کی تردید‘‘

بقیہ حاشیہ

کے باپ کی تحویل میں ہیں اس واسطے جناب کی خدمت میں وہ کتابیں بھیجنا مشکل ہے۔ کیونکہ اُن کا خیال آپ کے خلاف میں ہے اور وہ کبھی بھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ ہو سکے گا کہ اُن نوٹوں کو بجنسہٖ نقل کر کے آپ کے پاس روانہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناب کی جماعت سے یہاں آ کر خود دیکھ جائے۔ لیکن جلدی آنے پر دیکھا جا سکے گا۔ پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خود اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چُرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لیکن ان سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلاف مصلحت☆ ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مَیں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو۔ آپ دُعا فرماویں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جاوے اور مجھے سمجھ آ جاوے کہ واقعی آپ ملہم اور مامور من اللہ ہیں۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب و مولانا مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں دست بستہ السلام علیکم عرض ہے۔ زیادہ لکھنے میں ضیق وقت مانع ہے۔ میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد سلام علیکم مضمون واحد ہے۔ والسلام

خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال

مورخہ ۲۱؍ جولائی ۱۹۰۲ء

☆ مولوی کرم الدین صاحب کو سہواً اِس طرف خیال نہیں آیا کہ شہادت کا پوشیدہ کرنا سخت گناہ ہے جس کی نسبت اٰثم قلبہٗ کا قرآن شریف میں وعید موجود ہے۔ لہٰذا تقویٰ یہی ہے کہ کسی لوم لائم کی پروانہ کریں اور شہادت جو اپنے پاس ہو ادا کر دیں۔ سو ہم اِس بات سے معذور ہیں جو جرم اخفاء کے ممد و معاون بنیں۔ اور مولوی کرم الدین صاحب کا یہ اخفاء خدا کے حکم سے نہیں ہے صرف دِلی کمزوری ہے۔ خدا ان کو قوت دے۔ ۱۲ من المؤلف

﴿۷۸﴾

’’دیکھو اشتہار مذکور‘‘ (۵؍نومبر ۱۹۰۱ء جس کا عنوان ہے ایک غلطی کا ازالہ) صفحہ (۱) سطر (۱۳) چنانچہ وہ مکالماتِ الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے هو الّذی ارسل رسُولهٗ بالهُدیٰ و دین الحقّ لیظهرهٗ علی الدّین کلّه دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔ اِس میں صاف طور پر اِس عاجز کو رسول کر کے پُکارا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ

دُوسرا خط مولوی کرم الدین صاحب بنام حکیم فضل دین صاحب معتبر ایں عاجز

مکرم معظم بندہ جناب حکیم صاحب مدّظلّه العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ ۳۱؍جولائی کو لڑکا☆ گھر پہنچ گیا۔ اُسی وقت سے کار معلومہ کی نسبت اس سے کوشش شروع کی گئی پہلے تو کتابیں دینے سے اُس نے سخت انکار کیا اور کہا کہ کتابیں جعفر زٹلی کی ہیں اور وہ مولوی محمد حسن مرحوم کا خط شناخت کرتا ہے اور اُس نے بتاکید مجھے کہا ہے کہ فوراً کتابیں لاہور زٹلی کے پاس پہنچا دوں لیکن بہت سی حکمت عملیوں اور طمع دینے کے بعد اُس کو تسلیم کرایا گیا مبلغ چھ روپیہ معاوضہ پر آخر راضی ہوا۔ اور کتاب اعجاز مسیح کے نوٹوں کی نقل دُوسرے نسخہ پر کر کے اصل کتاب جس پر مولوی مرحوم کی اپنی قلم کے نوٹ ہیں ہمدست حامل عریضہ ابلاغ خدمت ہے کتاب وصول کر کے اس کی رسید حامل عریضہ کو مرحمت فرماویں اور نیز اگر موجود ہوں تو چھ روپے بھی حامل کو دے دیجئے گا تا کہ لڑکے کو دے دئے جاویں اور تا کہ دُوسری کتاب شمس بازغہ کے حاصل کرنے میں دِقت نہ ہو۔ کتاب شمس بازغہ کا جس وقت بے جلد نسخہ آپ روانہ فرمائیں گے فوراً اصل نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا آپ بالکل تسلّی فرماویں۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہ ہوگی۔ اس لڑکے نے کہا ہے کہ اور بھی مولوی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کئی ایک نوٹ ہیں جو تلاش پر مل سکتے ہیں۔ جس وقت ہاتھ لگے تو اُن کا معاوضہ علیحدہ اُس سے مقرر کر کے نوٹ قلمی فیضی مرحوم بشرط ضرورت لے کر ارسال خدمت ہوں گے آپ شمس بازغہ کا نسخہ

☆ لڑکے سے مراد محمد حسن متوفی کا لڑکا ہے جو اس کا وارث ہے اُسی نے بقول مولوی کرم دین صاحب چھ روپے نقد لے کر دونوں کتابیں یعنی اعجاز المسیح اور شمس بازغہ جن پر محمد حسن مذکور کے دستخطی نوٹ تھے ہم کو دے دیں اور مہر علی کی پردہ دری کا یہی موجب ہوا۔ من المؤلّف

﴿۷۹﴾

”**اقول**۔ یہ آیت سورۂ فتح کے رکوع اخیر میں موجود ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ کے دین پاک کے غالب کر دینے کا ذکر ہے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں یا بیداری میں آیت مذکورہ سُنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت استعمال وخیال کے سبب سے ایسا ہوا کرتا ہے۔ فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی۔ تو کیا وہ شخص بشہادت اس آیت کے رسول کہلوانے کا مجاز

بقیہ حاشیہ

بہت جلدی منگا کر روانہ فرماویں کیونکہ لڑکا صرف ایک ماہ کی رخصت پر گھر میں آیا ہے۔ اس عرصہ کے انقضاء پر اس نے کتاب لاہور لے جانی ہے اور پھر کتاب کا ملنا متعذر ہو جائے گا۔ چکوال سے تلاش کریں شاید نسخہ مل جاوے تو حامل عریضہ کے ہاتھ روانہ فرماویں اور اپنا آدمی بھی ساتھ بھیج دیں تا کہ کتاب لے جاوے۔ امید ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت قبول فرما کر میرے لئے دُعاءِ خیر فرمائیں گے لیکن میرا التماس ہے کہ میرا نام بالفعل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے تا کہ پھر بھی مجھ سے ایسی مدد مل سکے۔ مولوی شہاب الدین کی جانب سے السلام علیکم۔ والسلام

خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال ۳؍ اگست ۱۹۰۲ء

پیر مہر علی شاہ کے کارڈ کی نقل جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ کتاب سیف چشتیائی درحقیقت محمد حسن کا مضمون ہے

کارڈ۔ محبی ومخلصی مولوی کرم الدین صاحب سلامت باشند وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ امابعد یک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسے آدم معتبر فرستادہ خواہد شد۔ آپ کو واضح ہو کہ اس کتاب (سیف چشتیائی) میں تردید متعلق تفسیر فاتحہ (یعنی اعجاز المسیح) جو فیضی صاحب مرحوم ومغفور کی ہے باجازت☆ اُن کے مندرج ہے۔ چنانچہ فیما بین تحریراً و نیز مشافۃً جہلم میں قرار پا چکا تھا بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر مَیں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضرور یہ لاہور میں اُن کے پاس بھیج دئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرا دیویں۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مرسلہ لاہور میں مجھے ملے۔ آخر الامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا۔ لہٰذا آپ سے ان کی کتابیں مستعملہ منگوا کر تفسیر کی تردید

☆ اگر اجازت سے یہ کام تھا چوری سے نہیں تھا تو کیوں کتاب میں محمد حسن کا ذکر نہیں کیا گیا کہ اس کی اجازت سے مَیں نے اس کے مضمون لکھے ہیں اور کیوں جُھوٹ بولا گیا کہ یہ مَیں نے تالیف کی ہے اور کیوں اپنی کتاب میں اس کی کوئی تحریر طبع نہیں کی جس میں ایسی اجازت تھی اور کیوں اُس وقت تک خاموش رہا جب تک کہ خدا نے پردہ دری کر دی اور چوری پکڑی گئی۔ منہ المؤلف

﴿۸۰﴾ ہو سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ [1] کے سننے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اوراصحاب کبار بھی، ہرایک سننے والا کیوں نہ ہوجبکہ (رسولہ) کے سننے سے رسول بن گیا تو (محمد رسول اللہ) کے سننے سے محمد رسول اللہ اور (والذین معہ) کے سننے سے اصحاب کبار اور (الکفّار) کے سننے سے کفار کیوں نہیں بن سکتا۔ ایسا ہی

بقیہ حاشیہ

﴿۸۰﴾ مندرجہ حسب اجازت سابقہ بتغیر ما کی گئی۔ آئندہ شاید آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اٹھانی ہوگی۔ والسلام

نقل اُن نوٹوں کی جو محمد حسن نے
اعجاز المسیح اور شمس بازغہ پر لکھّے تھے

یہ تمام نقل بعینہٖ ہمارے پاس آ گئی ہے جس کو محمد حسن متوفی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور چونکہ یہ تمام نوٹ وہی ہیں جو کتاب سیف چشتیائی میں لکھے گئے ہیں اس لئے اُن کا اس جگہ نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں مگر اس بات کے گواہ کہ یہی وہ نوٹ ہیں جو محمد حسن نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ پر لکھے تھے پانچ آدمی ہیں (۱) پہلے میاں شہاب الدین بھیں جیسا کہ ان کے دونوں خطوط ہم نقل کر چکے ہیں۔ (۲) دوسرے مولوی کرم الدین صاحب دوست پیر مہر علی صاحب جن کا ہم سے کچھ بھی تعلق نہیں جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حاشیہ پر سے یہ نوٹ نقل کئے ہیں جن کا خط ہم ابھی نقل کر چکے ہیں (۳) مہر علی شاہ کا اپنے ہاتھ کا کارڈ بنام مولوی کرم الدین صاحب جو ابھی نقل ہو چکا ہے (۴) محمد حسن متوفی کا باپ جس نے وہ دونوں کتابیں میاں شہاب الدین اور مولوی کرم الدین صاحب کے حوالہ کیں جن پر محمد حسن متوفی کے نوٹ لکھے ہوئے تھے اور نیز اپنے روبرو یہ نوٹ نقل کرائے۔ (۵) محمد حسن متوفی کا لڑکا جس نے اپنے گھر سے اس کام کے لئے کتابیں نکالیں کہ اپنے خسر کو دیوے تا وہ فروخت کرا دیوے اور جواب مفصل حاشیہ میں آ گیا ہے ان نوٹوں میں اس نے اپنی جہالت اور تعصّب اور شتاب کاری کی وجہ سے ﴿۸۱﴾ بہت سی قابلِ شرم غلطیاں کی ہیں۔ لیکن اب مُردہ کو ملامت کرنا بے فائدہ ہے۔ اس قدر اس کے نوٹوں میں فحش غلطیاں ہیں کہ اگر اس کو جلدی سے موت نہ پکڑ لیتی تو وہ ضرور نظر کر کے

[1] الفتح :۳۰

﴿۸۱﴾

(اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ)[۱] کے سننے سے کوئی دعویٰ کرسکتا ہے کہ مَیں نبی ورسول ہوں اور نئی نماز و زکوٰۃ کا حکم میرے پر نازل ہوا ہے ہرگز نہیں۔ اگر یہ نہیں کرسکتا تو پھر آیت اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى[۲] کے الہام ہونے سے بروزی رسالت کو (رسولہ) کے لفظ سے کس طرح مراد لے سکتا ہے۔ بینوا وانصفوا۔ الغرض برتقدیر تسلیم الہام بآیۃ مذکورہ کادیانی کو استحقاق (رسول) کہلوانے کا ہرگز نہیں پہنچتا۔ بفرض محال اگر آیت مذکورہ کے سننے سے (رسول) کہلوانے کے مستحق بنیں تو اُسی معنے سے رسول ہوں گے جو معنے آیت مذکورہ میں مراد ہے یعنی رسول اصلی ورنہ دلیل دعویٰ پر منطبق نہ ہوگی۔ کیونکہ دعویٰ میں رسول ظلّی اور دلیل یعنی (ارسل رسُوله) میں رسول اصلی ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا☆

اور نیز (رسولہ) سے رسول ظلّی مراد لینے کی تقدیر پر تحریف معنوی کلام الٰہی میں لازم آوے گی۔ لہٰذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ کادیانی رسول اصلی ہونے کا مدعی ہے۔ چنانچہ اس کا للکار کر کہلوانا بھی اِس پر شاہد ہے۔ کیونکہ صرف فنا فی الرسول ہونا اس کا مقتضی نہیں۔

پھر اُسی اشتہار میں متصل عبارت منقولہ بالا کے لکھتے ہیں۔ ’’پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے۔ جَری الله فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلّوں میں۔ دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴۔‘‘

الجواب

اوّل یہ وسوسہ پیر جی کا کہ کیوں یہ تمہاری وحی از قبیل اضغاث احلام اور حدیث النفس نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ: اپنی غلطیوں کی حتی المقدور اصلاح کرتا۔ مگر یہ سوال کہ اس قدر جلد تر کیوں موت آ گئی اِس کا جواب یہی ہے کہ اس موت کی تین وجہ ہیں۔ اوّل تو یہی کہ اُس نے اِن نوٹوں میں اپنے مُنہ سے موت مانگی۔ اور اپنے ہاتھ سے کتاب پر لکھا کہ لعنت الله علی الکاذبین۔ چنانچہ جن نوٹوں میں اُس نے فریق کاذب

☆ خدا کی وحی پر یہ دلیل پیش کرنا قیاس مع الفاروق ہے۔ وہ اپنی کلام میں ہر ایک اختیار رکھتا ہے۔ اُس نے رسول کا لفظ اُن رسولوں کے لئے بھی استعمال کیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کمتر تھے اور آپ کے لئے بھی جو سب سے افضل بلکہ سب کے لئے بطور اَصل کے ہیں وہی رسول کا لفظ استعمال ہوا۔ اور آیات کے معنوں میں تحریف وہ ہے جو انسان کرے نہ کہ جو خود خدا ایک آیت کے دوسرے معنے کرے وہ بھی تحریف ہے۔ من المؤلف

[۱] المزمل: ۲۱ [۲] الفتح: ۲۹

﴿۸۲﴾ اس کا یہی جواب ہے کہ جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک از قبیل اضغاث احلام وحدیث النفس نہیں ہے۔ ایسا ہی یہ وحی بھی اُن شبہات سے پاک اور منزہ ہے۔ اور اگر کہو کہ اُس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیشگوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں مگر یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہزارہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں اور اس مرتبہ اور شان کے ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصوّر نہیں یعنی دنیا میں ہزارہا انسان

بقیہ حاشیہ

﴿۸۲﴾ پر ہم دونوں فریق میں سے **لعنت** کی ہے وہ اس وقت ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ جو پانچ گواہوں کی شہادت سے وہی نوٹ ہیں جو اس نے اپنی قلم سے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ پر لکھے تھے اور خود اصل نوٹ جن کی یہ نقل اس کے باپ نے ان گواہوں کے حوالہ کی اُس کے گھر میں موجود☆ ہے جو اُس کے مباہلہ کی ایک پختہ نشانی ہے جو **باوا نانک** کے چولہ کی طرح زمانہ دراز تک یادگار رہے گی اور یہ مباہلہ جس کے بعد وہ دو ہفتہ بھی زندہ نہ رہ سکا۔ اُن لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ہم اس مباہلہ کو مانیں گے جس کے آخری نتیجہ پر دو تین ہفتہ سے زیادہ طول نہ کھنچے۔ سو اب ہم **منتظر** ہیں کہ وہ اس نشان کو مانتے ہیں یا نہیں اور عجیب تر کہ محمد حسن مباہلہ کے بعد مرا۔ اسی طرح **غلام دستگیر** قصوری کا حال ہوا تھا کہ اس نے بھی محمد حسن کی طرح میری ردّ میں ایک کتاب بنائی اور اس کا نام فتح رحمانی رکھا اور اس کے صفحہ ۲۷ میں جوش میں آکر دعا کر دی جس کا یہ خلاصہ ہے کہ یا الٰہی جو شخص کاذب ہے اور جھوٹ بول رہا ہے اور سچ کو چھوڑ رہا ہے اس کو ہلاک کر۔ آمین۔ تب ایک مہینہ بھی اس کتاب کے لکھنے

☆ بعد اس کے وہ کتابیں محمد حسن کے بیٹے سے ہم کو مل گئیں جن پر اصل نوٹ ہیں یعنی محمد حسن کے خود دستخطی وہ نوٹ ہیں۔ منہ

﴿۸۳﴾

اُنؔ کے گواہ ہیں مگر گذشتہ نبیوں کے معجزات اور پیشگوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہو سکتا باستثناء ہمارے **نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں **زندہ** گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے **اور مَیں وہ ہوں** جس کے بعض معجزات اور پیشگوئیوں کے **کروڑہا** انسان گواہ ہیں۔ پھر اگر درمیان میں تعصب نہ ہو تو کون ایماندار ہے جو واقعات پر اطلاع پانے کے بعد اِس بات کی گواہی نہ دے کہ درحقیقت

﴿۸۳﴾ **بقیہ حاشیہ**

پرؔ نہ گذرنے پایا تھا کہ آپ ہلاک ہوگیا اس کی یہ کتاب یعنی فتح رحمانی چھپی ہوئی موجود ہے دیکھو صفحہ ۲۶ و ۲۷۔ اَور خدا سے ڈرو۔ یہ دونوں پنجاب کے آدمی ہیں جو اپنے مُنہ سے **مباہلہ** کرکے آپ ہی مر گئے اگر یہ نشان نہیں تو معلوم نہیں ہمارے مخالفوں کے نزدیک **نشان** کس چیز کا نام ہے۔☆ دوسری محمد حسن کی موت کا موجب وہ پیشگوئی ہے جو اعجاز المسیح کے ٹائٹل پیج پر لکھی گئی اور وہ یہ ہے۔**من قام للجواب و تنمّر. فسوف یری انہ تندّم و تدمّر** یعنی جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہوگا اور پلنگی دکھلائے گا وہ عنقریب دیکھے گا کہ اس کام سے نامراد رہا اور اپنے نفس کا ملامت گر ہوا اور اس سے بڑھ کر کیا نامرادی ہوسکتی ہے کہ محمد حسن حسرت کو ساتھ ہی لے گیا اور مر گیا۔ اور اس ارادہ کو جو کہ وہ عربی کتاب کا عربی میں جواب لکھے پُورا نہ کر سکا اور نہ کچھ شائع کر سکا۔ **تیسری** محمد حسن کی موت کا موجب وہ دُعائے مباہلہ ہے جو اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۹۹ میں کی گئی تھی۔ **چوتھے** محمد حسن کی موت کا موجب وہ وحی الٰہی ہے جو مُدّت ہوئی جو دنیا میں شائع ہو چکی یعنی یہ کہ **انّی مھین من اراد اھانتک** یعنی مَیں اُس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت چاہتا ہے۔ پس چونکہ اس نے اعجاز المسیح پر قلم اٹھا کر میری ذلت کا ارادہ کیا اس لئے خدا نے اُس کو ذلیل کر دیا اور اپنے مُنہ سے موت مانگ کر چندروز میں ہی مر گیا اور اپنی موت کو ہمارے لئے ایک نشان چھوڑ گیا۔**فالحمد للّٰہ علٰی ذالک. منہ**

☆ اسی طرح محی الدین لکھو کے والے کا حال ہوا جب اس نے یہ الہام چھپوایا کہ ’’مرزا صاحب فرعون‘‘ تب اس کی وفات سے پہلے میں نے اس کو بذریعہ ایک خط کے جو اگست ۱۸۹۴ء کو لکھا گیا تھا اطلاع دی کہ اب وہ فرعون کی طرح اِس موسیٰ کے سامنے اپنی سزا کو پہنچے گا۔ چنانچہ انہیں دِنوں اور اس کی زندگی میں وہ خط الحق سیالکوٹ میں چھپا اور پھر اُس کے مَرنے کے بعد اس نشان کے اظہار کے لئے وہی خط مع اس کی تاریخ وفات کے اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۰۱ء میں چھاپا گیا۔ دیکھو الحکم ۲۴؍جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ کالم ۲و۳۔ منہ

﴿۸۴﴾

اکثر گذشتہ نبیوں کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت **قوی** اور بہت زیادہ ہیں۔ اور اگر کوئی **اندھا انکار** کرے تو ہم موجود ہیں اور ہمارے گواہ موجود ہیں **وَلَیس الخبر کالمعاینة**۔ پھر جس حالت میں صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے **معجزات** اور پیشگوئیاں **سبقت** لے گئی ہیں تو اب خود سوچ لو کہ اس وحی الٰہی کو اضغاث احلام اور حدیث النفس کہنا درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرنا ہے اور اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے **ایک جلسہ کرو** اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت رویت جو حلفی شہادت ہوگی قلمبند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رویت کے گواہ پیش کرو۔ کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔ مگر یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں کمیت اور کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ خواہ تلاش کرتے کرتے مر بھی جاؤ۔ پھر اگر یہ وحی جس کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوئے خدا کا کلام نہیں ہے تو پھر تو تمہیں لازم ہے کہ **دہریہ** بن جاؤ اور خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں سے انکار کر دو کیونکہ نبوت کی عمارت کی شکست ریخت جس قدر ہو چکی ہے اب خدا تعالیٰ ان تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی **مرمت** کر رہا ہے اور اب وہ گزشتہ قصوں کو واقعات کے رنگ میں **دکھلا رہا ہے**۔ اور منقولات کو مشہودات کا پیرایہ پہنا رہا ہے تا جو لوگ شکوک کے گڑھے میں گر گئے ہیں دوبارہ ان کو یقین کا لباس پہناوے لہٰذا جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام انبیاء اور ان کے معجزات کو بھی **نئے سرے** قبول کرتا ہے اور جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا اس کا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہیں رہے گا کیونکہ اس کے پاس نرے قصے ہیں نہ مشاہدات۔ خدا نمائی کا **آئینہ میں ہوں** جو شخص میرے

﴿۸۵﴾

پاس آئے گا اور مجھے قبول کرے گا وہ نئے سرے اُس **خدا** کو دیکھ لے گا جس کی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصے باقی ہیں۔ میں اُس خدا پر ایمان لایا ہوں جس کو میرے منکر نہیں پہچانتے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس پر وہ ایمان لاتے ہیں اُن کے وہ خیالی **بُت** ہیں نہ خدا۔ اسی وجہ سے وہ بت ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ ان کو کچھ قوت نہیں دے سکتے۔ ان میں کوئی **پاک تبدیلی** پیدا نہیں کر سکتے۔ ان کے لئے کوئی تائیدی نشان نہیں دکھلا سکتے۔ اور یاد رہے کہ یہ اندھوں کے بیہودہ شکوک اور شبہات ہیں جو اس وحی الٰہی کی نسبت ان کے دلوں کو پکڑتے ہیں جو میرے پر نازل ہو رہی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ خدا کا کلام نہ ہو بلکہ انسان کے اپنے دل کے ہی اوہام ہوں۔ مگر ان کو یاد رہے کہ خدا اپنی قدرتوں میں کمزور نہیں وہ یقین دلانے کے لئے ایسے خارق عادت طریقے اختیار کر لیتا ہے کہ انسان جیسے آفتاب کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ آفتاب ہے ایسا ہی خدا کے کلام کو پہچان لیتا ہے۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ آدم سے لے کر آنحضرت تک خدا تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو سرچشمۂ یقین تک پہنچاوے مگر پھر بعد اس کے اُس فیضان پر قادر نہ رہا۔ یا قادر تو تھا مگر دانستہ اس امت غیر مرحومہ کے ساتھ بخل کیا اور اس دعا کو بھول گیا جو آپ ہی سکھلائی تھی۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1]

اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ تم نے کیونکر پہچانا اور یقین کیا کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہیں وہ خدا کا کلام ہے حدیث النفس یا شیطانی القاء نہیں تو میری روح اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے:۔

(۱) اوّل جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک شوکت اور لذت اور تاثیر ہے۔ وہ ایک فولادی میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اس کے ورود سے مجھے ایک نہایت لطیف لذت آتی ہے۔ کاش اگر میں قادر ہو سکتا تو میں اس کو بیان کرتا۔ مگر روحانی لذتیں ہوں خواہ جسمانی ان کی کیفیات کا پورا نقشہ کھینچ کر

[1] الفاتحة: ۶، ۷

﴿۸۶﴾ دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحت حُسن سے لذت اٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہیں کرسکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیوں کا علّت العلل ہے۔ جیسا کہ اس کا **دیدار** اعلیٰ درجہ کی لذت کا **سرچشمہ** ہے ایسا ہی اس کی گفتار بھی لذات کا سرچشمہ ہے۔ اگر ایک کلام انسان سنے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جاوے کہ شائد یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اس کے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک خارق عادت تجلّی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ذرّہ ذرّہ وجود پر تصرف کرنے والے **ملایک** ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اس کے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے **خوارق** ہوتے ہیں اس لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہوسکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جاوے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کی طرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق وثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے اس کا یقین اس کے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے وہ **میدان کا بہادر** اور استغناء کے تخت کا **مالک بن جاتا ہے**۔ یہی میرا حال ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ قبل اس کے جو میں معجزات دیکھوں اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں میں اس کی کلام سے ہی اس کی طرف ایسا کھینچا گیا کہ کچھ اٹکل نہیں آتی کہ مجھے کیا ہوگیا تیز تلواریں میرے

﴿۸۷﴾

اُسؔ پیوند کو چھڑا نہیں سکتیں۔کوئی آگ مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ وہ کشش جس نے میرے دل پر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالاتر۔ابتدا میں کلام تھا اُس کلام نے جو کچھ کیا سو کیا۔ وہ خدا جو نہاں در نہاں ہے اس نے میری روح پر ابتدا میں محض کلام کے ساتھ **تجلّی** کی اور اپنے مکالمات کا دروازہ میرے پر کھولا۔پس وہی ایک بات تھی جو بالخصوص میرے لئے کافی **کشش** ہوئی اور حضرت احدیّت کی طرف مجھے کھینچ کر لے گئی۔اور یہ کہ کلام کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھے کہاں تک پہنچا دیا اور کیا کیا **تبدیلیاں** کیں اور کیا میرے دل میں سے **لے لیا اور کیا دے دیا**۔ان باتوں کو میں کن لفظوں میں ادا کروں اور کس پیرایہ میں دلوں پر بٹھا دوں۔جن خارق عادت عنایات کے ساتھ وہ مجھ سے نزدیک ہوا **کوئی نہیں** جانتا مگر میں۔اور جس محبت کے مقام پر **میرا قدم** ہے کوئی نہیں جانتا مگر وہ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ابتدا اس ترقی اور تعلق کا خدا کا کلام ہے جس کی ناگہانی کشش نے مجھے ایسا اٹھا لیا جیسا کہ ایک **زبردست** بگولہ ایک تنکے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پھینک دیتا ہے۔پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر نازل ہوا حدیث النفس نہیں۔یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ کیوں ممکن نہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو اور زبان سے بولتے ہو اور کانوں سے سنتے ہو یہ غلط خیال ہو۔پس عزیزو! تم سوچو اور سمجھ لو کہ کیا وہ شخص جس کو معلوم ہے کہ آنکھ بند کرنے سے پھر کچھ دیکھ نہیں سکتا اور کانوں کے بند کرنے سے پھر کچھ سن نہیں سکتا اور زبان کے کاٹے جانے سے پھر کچھ بول نہیں سکتا وہ ایسے منکرانہ جرح کو کچھ حقیقت نہیں سمجھے گا یا شک میں پڑے گا کہ شائد میں آنکھ سے نہیں دیکھتا اور کان سے نہیں سنتا اور زبان سے نہیں بولتا۔سو اسی طرح میرا حال ہے۔خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا۔اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی جو پہلے نہ تھی۔ میں نے ایک بچہ کی طرح اس کی گود میں پرورش پائی اور اس نے

﴿۸۸﴾

مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنے کی جگہ سے بچا لیا۔ وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہاں تک کہ میں **منزل مقصود** تک پہنچ گیا۔ اس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں۔ میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح **میں** یقین رکھتا ہوں کہ میں زبان سے بولتا ہوں اور **کانوں** سے سنتا ہوں اور میں کیونکر اس سے انکار کروں اس نے تو **مجھے** خدا دکھلایا اور **چشمہ شیریں** کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا۔ اور ایک **ٹھنڈی** ہوا کی طرح ہر ایک حبس کے وقت میں مجھے راحت بخش ہوا۔ وہ ان زبانوں میں بھی مجھ پر **نازل** ہوا جن زبانوں کو میں نہیں جانتا تھا جیسا کہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی۔ اس نے بڑی بڑی پیشگوئیوں اور **عظیم الشان** نشانوں سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے حقائق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھول دیا جس سے میں اور میری **تمام قوم** بے خبر تھی۔ وہ کبھی کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے ان دقیق اور نامعلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہوا جن سے میں بے خبر تھا۔ تو کیا باوجود ان **روشن ثبوتوں** کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے کیا یہ باتیں پھینک دینے کے لائق ہیں کہ ایک کلام جس نے **معجزہ** کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش☆ ثابت کی اور **غیب** کے بیان کرنے میں وہ بخیل نہیں نکلا بلکہ ہزار ہا امور غیبیہ اس نے ظاہر کیے۔ اور ایک باطنی کمند سے **مجھے** اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دنیا کے سعید دلوں پر ڈالا اور میری طرف ان کو لایا اور ان کو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دیئے جن سے وہ سننے لگے اور صدق و ثبات بخشا جس سے وہ اس راہ میں قربان ہونے کے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کاروبار شیطانی یا وسوسہ نفسانی ہے۔ کیا شیطان خدا کے برابر ہو سکتا ہے تو پھر کیوں وہ تمہاری مدد نہیں کرتا۔ سنو وہ جس نے یہ کلام نازل کیا وہ کیا کہتا ہے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا **دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور**

☆ بعض میرے معجزات کے ظہور کا باعث خود میرے دشمن ہو گئے کہ انہوں نے مجھ کو مقابل پر رکھ کر خود دعا کر دی کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے جیسا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسماعیل علی گڑھی اور جیسا کہ جھوٹے پر لعنت کی دعا محمد حسین متوفی نے کی اور پھر بعد اس کے وہ سب کے سب مر گئے اور یقیناً سمجھو کہ اگر ان میں سے ہزار مولوی بھی مجھے مقابل رکھ کر ایسی دعا کرتا کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے تو ضرور وہ تمام گروہ علماء مر جاتا جیسا کہ یہ لوگ مر گئے کیا کسی مغرور مولوی کو اس معجزہ میں بھی شک ہے۔ منہ

﴿۸۹﴾

حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ سو ضرور ہے کہ یہ زمانہ گذر نہ جائے اور ہم اس دنیا سے کوچ نہ کریں جب تک خدا کے وہ تمام وعدے پورے نہ ہوں۔ جو شخص تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ خدا کا یقینی اور قطعی کلام بھی اس کے بندوں پر **نازل** ہوا کرتا ہے وہ خدا کے وجود سے ہی بے خبر ہے لہٰذا وہ اپنی طرح تمام دنیا کو وساوس کے نیچے پامال دیکھتا ہے اور اس کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز وساوس اور اضغاث احلام اور حدیث النفس کے اور کچھ نہیں اور غایت کار وہ ظنی طور پر نہ یقینی اور قطعی طور پر الہام الٰہی کا خیال دل میں لاتا ہے مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی۔ کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے۔ پھر جس حالت میں موسیٰ کی ماں کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر اس نے اپنے بچہ کو معرضِ ہلاکت میں ڈال دیا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی تو کیا یہ امت اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے اور پھر اسی طرح **مریم** کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر بھروسہ کر کے اس نے قوم کی کچھ پرواہ نہیں کی تو حیف ہے اس امت مخذول پر جو ان عورتوں سے بھی کم تر ہے۔ پس اس صورت میں یہ امت خیر الامم کا ہے کو ہوئی بلکہ شر الامم اور اجھل الامم ہوئی۔ اسی طرح **خضر** جو نبی نہیں تھا اور اسے علم **لدُنّی** دیا گیا تو کیا اگر اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہیں تھا تو کیوں اس نے ایک ناحق **بچہ** کو قتل کر دیا۔ اور اگر **صحابہ** رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہئے یقینی اور قطعی نہ تھا تو کیوں انہوں نے اس پر عمل کیا۔ پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری **وحی سے منکر** ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ **دہریہ** نہیں تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الٰہیہ ہوسکتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے۔ تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونے کے احقر الامم نہ ٹھہر جائے۔ سو خدا نے آخری زمانہ

﴿۹۰﴾

مَیں اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا ان واقعات سے تعجب نہیں کرنا چاہئے بلکہ درحقیقت انسان کی نجات اسی پر موقوف ہے کہ یا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ مخاطبہ نہ ہو کہ جس میں قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے اور یا وہ شخص نجات پا سکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم صحبت اور اس کے دامن سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر دنیا میں گناہ پیدا ہوئے ہیں ان کی یہی وجہ ہے کہ جس قدر انسان کو دنیا کی لذّات اور دنیا کی عزّت اور دنیا کے مال ومتاع پر یقین ہے یہ یقین آخرت پر نہیں ہے اور جیسا کہ وہ ایک ایسے صندوق پر توکل کر سکتا ہے جو قیمتی جواہرات اور خالص سونے سے بھرا ہوا ہے اور اس کے قبضے میں ہے ایسا وہ خدا پر توکل نہیں کر سکتا۔ اور جیسا کہ دنیا کی گورنمنٹ اور دنیا کے حکام سے لوگ ڈرتے ہیں اور مداہنہ سے زندگی بسر کرتے ہیں ایسا خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ یہی سبب ہے کہ دنیا کے پیش افتادہ اسباب اور وسائل ان کی نظر میں ایسے یقینی ہیں کہ دینی عقائد ان کے آگے کچھ بھی چیز نہیں۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ نجات بجز حق الیقین کے ممکن نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا**[1] یعنی کہ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر۔ تو بغیر یقین کامل کے کیونکر نجات ہو۔ اور اگر ایک مذہب کی پابندی سے نجات نہیں تو اس مذہب سے حاصل کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تو یقین کے چشمے جاری تھے اور وہ خدائی نشانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور انہیں نشانوں کے ذریعہ سے خدا کے کلام پر انہیں یقین ہو گیا تھا اس لئے ان کی زندگی نہایت پاک ہو گئی تھی۔ لیکن بعد میں جب وہ زمانہ جاتا رہا اور اس زمانہ پر صدہا سال گذر گئے تو پھر ذریعہ یقین کا کون سا تھا۔ سچ ہے کہ قرآن شریف ان کے پاس تھا اور قرآن شریف اس ذوالفقار تلوار کی مانند ہے جس کے دو طرف دھاریں ہیں ایک طرف کی دھار مومنوں کی اندرونی غلاظت کو کاٹتی ہے اور دوسری طرف کی دھار دشمنوں کا کام تمام کرتی ہے مگر پھر بھی وہ تلوار اس کام کے لئے ایک

[1] بنی اسرائیل:۷۳

﴿۹۱﴾

بہادر کے دست و بازو کی محتاج ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ**[1] پس قرآن سے جو تزکیہ حاصل ہوتا ہے اس کو اکیلا بیان نہیں کیا بلکہ وہ نبی کی صفت میں داخل کر کے **بیان** کیا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام یوں ہی آسمان پر سے کبھی نازل نہیں ہوا بلکہ اس تلوار کو چلانے والا بہادر ہمیشہ ساتھ آیا ہے جو اس تلوار کا اصل **جوہر شناس** ہے لہٰذا قرآن شریف پر سچا اور تازہ یقین دلانے کے لئے اور اس کے جوہر دکھلانے کے لئے اور اس کے ذریعہ سے اتمام حجت کرنے کے لئے ایک بہادر کے دست و بازو کی ہمیشہ حاجت ہوتی رہی ہے اور آخری زمانہ میں یہ حاجت سب سے زیادہ پیش آئی کیونکہ دجالی زمانہ ہے اور **زمین و آسمان کی باہمی لڑائی** ہے۔ غرض جب خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا تو ہر ایک طالب حق کے لئے ضروری ہوا کہ اسی جہاں میں آنکھوں کا نور تلاش کرے اور اس زندہ مذہب کا طالب ہو جس میں **زندہ خدا کے انوار نمایاں** ہوں۔ وہ مذہب مردار ہے جس میں ہمیشہ کے لئے یقینی وحی کا سلسلہ جاری نہیں کیونکہ وہ انسانوں پر یقین کی راہ بند کرتا ہے اور ان کو قصوں کہانیوں پر چھوڑ دیتا ہے اور ان کو خدا سے نومید کرتا اور تاریکی میں ڈالتا ہے اور کیونکر کوئی مذہب خدا نما ہو سکتا اور کیونکر گناہوں سے چھڑا سکتا ہے جب تک کوئی یقین کا ذریعہ اپنے پاس نہیں رکھتا اور جب تک سورج نہ چڑھے کیونکر دن چڑھ سکتا ہے۔ پس دنیا میں سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ زندہ نشانوں کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے باقی لوگ اسی زندگی میں دوزخ میں گرے ہوئے ہیں بھلا بتاؤ کہ ظن بھی کوئی چیز ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ شائد یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دنیا کی بے جا عیاشیوں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق عادت کشش سے کھنچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان

[1] اٰل عمران : ۱۶۵

﴿۹۲﴾ پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ **تقویٰ** کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریا کاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پرواہ ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانے والو کہ ظلماتِ شک سے نور یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔ یقین کا ذریعہ تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [1] کا مصداق ہے۔ سو چونکہ عہد نبوت پر تیرہ سو برس گذر گئے اور تم نے وہ زمانہ نہیں پایا جب کہ صدہا نشانوں اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ قرآن اترتا تھا اور وہ زمانہ پایا جس میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے دین پر ہزارہا اعتراض عیسائی اور دہریہ اور آریہ وغیرہ کر رہے ہیں اور تمہارے پاس بجز لکھے ہوئے چند ورقوں کے جن کی اعجازی طاقت سے تمہیں خبر نہیں اور کوئی ثبوت نہیں اور جو معجزات پیش کرتے ہو وہ محض قصّوں کے رنگ میں ہیں تو اب بتلاؤ کہ تم کس راہ سے اپنے تئیں یقین کے بلند **مینار** تک پہنچا سکتے ہو اور کس طریق سے دشمن کو بتلا سکتے ہو کہ تمہارے پاس خدا پر یقین لانے کے لئے اور گناہ سے بچنے کے لئے ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے پاس نہیں تا وہ انصاف کر کے تمہارے مذہب کا طالب ہو جائے اس حرکت سے ایک عقلمند کو کیا فائدہ کہ ایک گوبر کو چھوڑ دے اور دوسرے گوبر کو کھا لے۔ سچائی کو ہر یک سعید دل لینے کو طیار ہے بشرطیکہ سچائی اپنے نور کو ثابت کر کے دکھلا دے جس **اسلام** کو آج یہ **مخالف مولوی** اور ان کا گروہ غیر مذہب کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ صرف پوست ہے نہ مغز اور محض افسانہ ہے نہ حقیقت۔ پھر کوئی کیونکر اس کو قبول کرے اور جس بیماری سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک شخص مذہب کو تبدیل کرنا چاہتا ہے اگر وہی بیماری اس دوسرے مذہب میں بھی ہے تو اس تبدیلی سے بھی کیا فائدہ۔ یوں تو برہمو بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایک خدا کے قائل ہیں مگر خدا کا قائل وہی ہے جس کی یقین کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہی گناہ سے بچ سکتا ہے۔

[1] البقرة : ۲۵۸

﴿۹۳﴾

کہ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے باقی سب قصے جھوٹ ہیں اور سب کفارے باطل ہیں سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے تا لوگ ایمان لاویں اور ہلاک نہ ہوں۔ قرآن شریف خدا کا کلام تو ہے بلکہ سب سے بڑا کلام مگر وہ تم سے بہت دور ہے تمہاری آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں اب وہ تمہارے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ توریت یہودیوں کے ہاتھ میں۔ اسی وجہ سے اگر تم انصاف کرو تو گواہی دے سکتے ہو کہ بباعث اس کے کہ اس پاک کلام کے یقینی انوار تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تم اس سے باطنی تقدس کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور اگر واقعات خارجیہ کی شہادت کچھ چیز ہے تو تم انصافاً آپ ہی شہادت دے سکتے ہو کہ اس موجودہ زمانہ میں تمہاری کیا حالتیں ہیں سچ کہو کہ کیا تم گناہوں سے اور تمام ان حرکات سے جو تقویٰ کے برخلاف ہیں ایسے ڈرتے ہو جیسا کہ ایک زہر ہلاہل استعمال سے انسان ڈرتا ہے۔ سچ کہو کہ کیا تم اس تقویٰ پر قائم ہو جس تقویٰ کے لئے قرآن شریف میں ہدایت کی گئی تھی۔ سچ کہو کہ وہ آثار جو سچے یقین کے بعد ظاہر ہوتے ہیں وہ تم میں ظاہر ہیں۔ تم اس وقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہئے اور وہ صدق وثبات جو اس کی راہ میں دکھلانا چاہئے وہ تم میں موجود ہے۔ تم خدائے عزّوجلّ کی قسم کھا کر کہو کہ اس مردار دنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہئے کیا تم اُسی صفائی سے ترک کر چکے ہو۔ اور جس اخلاص اور توحید اور تفرید سے خدائے واحد لاشریک کی طرف دوڑنا چاہئے کیا تم اُسی اخلاص سے اُس کی راہ میں دوڑ رہے ہو۔ ریاکاری سے بات مت کرو اور لاف زنی سے لوگوں کو خوش کرنا مت چاہو کہ وہ خدا درحقیقت موجود ہے جو تمہارے ہر ایک قول اور فعل کو دیکھ رہا ہے۔ تم بات کرتے وقت اس قادر کا خیال کر لو جس کا غضب کھا لینی والی آگ ہے وہ جھوٹی شیخیوں کو ایک دم جہنم کا ہیزم کر سکتا ہے۔ سو تم سچ سچ کہو کہ تمہارے قدم دنیا کی خواہشوں یا دنیا کی آبروؤں یا دنیا کے مال ومتاع میں پھنسے ہوئے ہیں یا نہیں۔ پس اگر تمہیں خدا پر یقین حاصل ہوتا تو تم اس زہر کو ہرگز نہ کھاتے اور قریب تھا کہ دنیا اس زہر سے مر جاتی اگر خدا یہ آسمانی سلسلہ اپنے ہاتھ سے

﴿۹۴﴾

قائم نہ کرتا اور اگر تم چالاکی سے کہو کہ ہم ایسے ہی ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا اور ہم میں گناہ کی کوئی تاریکی نہیں اور پورے یقین کے انجن سے ہم کھنچے جا رہے ہیں تو تم نے جھوٹ بولا ہے اور آسمان اور زمین کے بنانے والے پر تہمت لگائی ہے اس لئے قبل اس کے جو تم مرو خدا کی لعنت تمہاری پردہ دری کرے گی۔ یقین اپنے نوروں کے سمیت آتا ہے۔ کوئی آسمان تک نہیں پہنچا سکتا ہے مگر وہی جو آسمان سے آتا ہے۔ اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تمہارے لئے آیا۔ اے غافلو یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہیں سکتا اور اندرونی کدورتیں اور دل کی مہلک بیماریاں بغیر یقین کے دور نہیں ہو سکتیں۔ جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقت اسلام۔ حقیقی اسلام سے شکل بدل جاتی ہے اور دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور سفلی زندگی مر جاتی ہے اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کو تم نہیں جانتے یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا، خدا کے ذریعہ سے ہی پہچانا جاتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح مکالمات کی حالت میں معرفت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا لطف اور رحم سے اس دعا کا جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعہ پر بیس بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریباً تمام رات یا قریباً تمام دن اسی طرح ہر یک دعا کا جواب پانا اور جواب بھی فصیح تقریر میں۔ اور بعض دفعہ مختلف زبانوں میں اور بعض دفعہ ایسی زبانوں میں جن کا علم بھی نہیں اور پھر اس کے ساتھ ایسے نشانوں کی بارش اور معجزات اور تائیدوں کا سلسلہ۔ کیا یہ ایسا عمل ہے کہ اس قدر مسلسل مکالمات اور مخاطبات اور آیات بینات کے بعد پھر خدا کے کلام میں شک رہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ ایسا امر ہے کہ اس کے ذریعہ سے بندہ اسی عالم میں اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالم اس کے لئے بلا تفاوت یکساں ہو جاتے ہیں اور جس طرح **نورہ** کے استعمال سے یکدفعہ بال گر جاتے ہیں ایسا ہی **اس نور** کے نزول جلال سے

﴿۹۵﴾ وحشیانہ زندگی کے بال جو جرائم اور معاصی سے مراد ہے کالعدم ہو جاتے ہیں اور انسان مُردوں سے بیزار ہو کر اس دلآرام زندہ کا عاشق ہو جاتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی اور جیسا کہ تم دنیا کی چیزوں سے بے صبر ہو ویسا ہی وہ خدا کی دوری پر صبر نہیں کر سکتا غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو **اپنا کلام** اس پر نازل کرتا ہے اور اپنے مکالمات کا اس کو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانوں سے اُس کو تسلی دیتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اس پر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کلام ہے تب وہ کلام قائمقام دیدار کا ہو جاتا ہے اس روز انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ **انا الموجود** کی **آواز سنتا ہے**۔ خدا تعالیٰ کی کلام سے پہلے اگر انسان کا خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان ہوتا ہے تو بس اسی قدر کہ وہ مصنوعات پر نظر کر کے یہ خیال کر لیتا ہے کہ اس **ترکیب محکم** ابلغ کا کوئی **صانع** ہونا چاہئے لیکن یہ کہ درحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے یہ **مرتبہ** ہرگز بجز **مکالمات الٰہیہ** کے حاصل نہیں ہو سکتا اور گندی زندگی جو تحت الثریٰ کی طرف ہر لحہ کھینچ رہی ہے وہ ہرگز دور نہیں ہوتی۔ اسی جگہ سے عیسائیوں کے خیالات کا بھی باطل ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ **ابن مریم** کی خودکشی نے ان کو **نجات** دے دی ہے اور حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تنگ و تاریک دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں جو محجوبیت اور شکوک اور شبہات اور گناہ کا **دوزخ** ہے۔ پھر **نجات** کہاں ہے۔ نجات کا سرچشمہ یقین سے شروع ہو جاتا ہے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین دیا جائے کہ اس کا خدا درحقیقت موجود ہے جو مجرم اور سرکش کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور رجوع کرنے والے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی یقین تمام گناہوں کا **علاج** ہے بجز اس کے دنیا میں نہ کوئی **کفارہ** ہے نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچاوے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہر یک جگہ تمہیں یقین ہی ناکردنی باتوں سے روک دیتا ہے تم آگ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے کہ وہ مجھے

﴿۹۶﴾

جلا دے گی۔ تم شیر کے آگے اپنے تئیں کھڑا نہیں کرتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے کھا لے گا۔ تم کوئی زہر نہیں کھاتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے **ہلاک** کر دے گی۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ بے شمار تجارب سے تم پر ثابت ہو چکا ہے کہ جس جگہ تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ فعل یا یہ حرکت بلاشبہ مجھے ہلاکت تک پہنچائے گی تم فی الفور اس سے رک جاتے ہو اور پھر وہ گناہ تم سے سرزد نہیں ہوتا۔ پھر خدا تعالیٰ کے مقابل پر تم کیوں اس ثابت شدہ فلسفہ سے کام نہیں لیتے کیا تجربہ نے اب تک گواہی نہیں دی کہ بجز یقین کے انسان گناہ سے رک نہیں سکتا۔ ایک بکری یقین کی حالت میں اس مرغزار میں چر نہیں سکتی جس میں شیر سامنے کھڑا ہے پس جب کہ یقین لایعقل حیوانات پر بھی اثر ڈالتا ہے اور تم تو انسان ہو۔ اگر کسی دل میں خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے تو وہ یقین ضرور اسے گناہ سے بچا لے گا اور اگر وہ نہیں بچ سکا تو اسے یقین نہیں کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کم تر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ سو وہ گناہ جو خدا سے دور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اس کا اصل سبب عدم یقین ہے۔ **کاش** میں کس دف کے ساتھ اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور مشیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے۔ خدا کو دکھلانا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گندہ ہے اور مردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پر جو آسمان کی طرف اڑاتے ہیں وہ یقین ہی ہے۔ کوشش کرو کہ اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے۔ اور وہ مرکب یقین ہے جو تمہیں خدا تک پہنچائے گا۔ کس قدر اس کی تیز رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سورج سے آتی ہے اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اس کی سرعت رفتار کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی **اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو** اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔ اور اگر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے **خدا کو**

﴿۹۷﴾

دیکھ لیا ہے اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے اس کا جواب کوئی مجھ سے سنے یا نہ سنے مگر میں یہی کہوں گا کہ اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اترتا ہے تو نئے سرے مردوں کو قبروں میں سے نکالتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ باوجود آنکھوں کے بینا ہونے کے تم آسمانی آفتاب کے محتاج ہو اسی طرح خدا شناسی کی بینائی محض اپنی اٹکلوں سے حاصل نہیں ہو سکتی وہ بھی ایک آفتاب کی محتاج ہے۔ اور وہ آفتاب بھی آسمان پر سے اپنی روشنی زمین پر نازل کرتا ہے یعنی خدا کا کلام۔ کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلالہ ہے وہ اترتا ہے اور خدا کا نور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس پر وہ اپنے پورے کرشمہ اور پوری تجلی اور پوری خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اترتا ہے اس کو وہ آسمان پر لے جاتا ہے۔ غرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خدا تعالیٰ کے کلام کے اور کوئی سبیل نہیں۔

نظم

کے شوی عاشق رخ یارے ۔ تا نہ بردل رخش کند کارے
ہم چنین زان لبے دو گفتارے ۔ آن کند کارہا کہ دیدارے

لاجرم عشق دلبرِ خوش خو ۔ خیزد از گفتگو چو دیدن رُو
گفتگو را کشش بود بسیار ۔ بے سخن کم اثر کند دیدار

ہر کہ ذوق کلام یافتہ است ۔ راز این رہ تمام یافتہ است
زیر لب گفتگوئے جانانے ۔ زندگی بخشدت بیک آنے

دوزخی کز عذاب پُر چون خُم ۔ اصل آن ہست لا یکلمھم
دل نہ گردد صفا نہ خیزد بیم ۔ تا چو موسیٰ نمیشوی تو کلیم

ہست داروئے دل کلام خدا ۔ کے شوی مست جز بجام خدا
تا نہ او گفت خود انا الموجود ۔ عقدہ ہستیش کسے نہ کشود

تا نشد مشعلے ز غیب پدید ۔ از شب تار جہل کس نرہید
تا نہ خود را نمود خود دادار ۔ کس ندانست کوئے آن دلدار

تا نہ خود از سخن یقین بخشید ۔ کس ز زندانِ ریب وشک نرہید
ہر چہ باشد ز زہد وصدق وسداد ۔ بے یقین سست باشدش بنیاد

گر یقین نیست بر خدائے یگان ۔ از محالات قوتِ ایمان
بے یقین دین وکیش بیہودہ است ۔ بے یقین ہیچ دل نیاسودہ ست

بے یقین و تجلیاتِ یقین ۔ کس نہ رستہ ز دام دیو لعین
بے یقین از گنہ نہ رست کسے ۔ دانم احوال شیخ وشاب بسے

﴿۹۸﴾

آن خدائے کہ ذات اوست نہان دُور تر از دو چشم عالمیان بر وجودش یقین چسان آید گر نظر نیست گفتگو باید

زین سبب ہست حاجت گفتار گر میسر نمے شود دیدار بے کلام و شہادت آیات کے یقین میشود کہ ہست آن ذات

بے یقین کے ہمین شود دل پاک مُردہ چون سر برآرد از تہِ خاک گر یقین نیست نیز ایمان نیست زہد و صدق و ثبات و عرفان نیست

جز یقین مشکلست صدق و ثبات سخت دشوار ترک منہیات زین سبب خلق شد چو مردارے سر تہی گشت از سرِ یارے

روز شب کاروبار فسق و فجور حاصل عمر کفر و کبر و غرور دین و مذہب برائے آن باشد کز یقین سوئے حق کشان باشد

این چہ دینے کہ می کشد ہر آن سوئے شیطان و سیرت شیطان از ریا عیب خویش مے پوشند ہر دم از حرص و آز می جوشند

چون یقین نیست بر خدائے وحید لا جرم نفس شد خبیث و پلید نفس دون تا نہ بیند آن انوار کے شود سرد خواہش مُردار

ہست واللہ کلامِ ربّانی از خدا آلہ خدا دانی اژدہائے دمان کہ نفسش نام بے کلامِ خدا نہ گردد رام

این فسون است بہر این مارے کز لبِ یار یک دو گفتارے وہ چہ دارد اثر کلام خدا دیو بگریزد از پیامِ خدا

دُزد را کار ہست با شب تار چون سحر شد گریزد آن غدار ہمچو قول خدا کدام سحر کہ رود تیرگی ازو یکسر

ہر کہ این در برو خدا بکشاد بے توقف خدائش آمد یاد آنچنان دور شد ز خبث و فساد کہ نماندہ اثر ز استعداد

وان کہ در عمر خود ندید آن نور کور ماند و ز نورِ حق مہجور کس نیابد ازان یگان اسرار جز سعیدے کہ یابد آن گفتار

ہر کہ این مہر بر سرِ او تافت ذوق مہر خدا ہمان کس یافت ہیچ دانی کلامِ رحمان چیست وان کہ آن خور بیافت آن مہ کیست

آن کلامش کہ نورہا دارد شک و ریب از قلوب بردارد نور در ذات خویش و نور دہد رگِ ہر شک و ہر گمان ببرد

دل کہ باشد گرفتۂ اوہام یابد از وے سکینت و آرام ہمچو میخے کہ ہست فولادی در دل آید فزائدت شادی

زور ہد عادت فساد و شقاق چارۂ زہرِ نفس چون تریاق کارہا میکند بانسانی ہمچو باد صبا بہ بستانی

مے کشاید دو چشم انسان را مے نماید جمال رحمان را درِ وحی خدا چو گردد باز بستہ گردد بر آدمی درِ آز

یک کشش کار میکند بدرون در دل آید فرو رُخ بیچون زان کشش دل ہمی شود بیدار متنفّر ز غیر و طالبِ یار

روز ہر حرص و آز تابندہ سوئے یارِ ازل شتابندہ میوہ از روضۂ فنا خوردہ واز خود و آرزوئے خود مُردہ

سیلِ عشقش زِ جائے خود بُردہ رخت در جائے دیگر آوردہ پاک و طیب بچشم بیچونی پیش کوران خبیث و ملعونی

از یقین پُر چو شیشۂ عطّار لا اُبالی زِ لعنتِ اغیار دست غیبی کشیدہ دامنِ دل برکشیدہ دو دست یار زِ گل

پاک دل پاک جان و پاک ضمیر دور تر از مکائد و تزویر

﴿۹۹﴾

آنچنان عشق تیز مرکب راند | کہ ازان مشت خاک ہیچ نماند | کشتۂ دلبر و دلآرامے | رُستہ یکسر ز ننگ واز نامے
پُر زِعشق و تہی زِ ہر آزے | قصہ کوتاہ کرد آوازے | آن ندائے یقین کہ گوش شنید | کرد کار و زغیر حق ببرید
رفتہ بیرون ز حلقۂ اغیار | دل بریدہ ز غیر آن دلدار | پاک گشتہ زلوث ہستی خویش | رستہ از بند خود پرستی خویش
آنچنان یار در کمند انداخت | کہ نداند بدیگرے پرداخت | قدم خود زدہ براہ عدم | گم بیادش ز فرق تا بقدم
ذکرِ دلبر غذائے او گشتہ | ہمہ دلبر برائے او گشتہ | سوختہ ہر غرض بجز دلدار | دوختہ چشم دل ز غیر نگار
دل و جان بر رُخے فدا کردہ | وصل او اصل مدعا کردہ | مردہ و خویشتن فنا کردہ | عشق جوشید و کارہا کردہ
از خودی ہائے خود فتاد جُدا | سیل پُر زور بود بُرد از جا | تن چو فرسود دلستان آمد | دل چو از دست رفت جان آمد
عشق دلبر بروئے او بارید | ابر رحمت بکوئے او بارید | از یقینے کہ شد ز گفتارے | در دلِ او برست گلزارے
ہر ظہورے یکے سبب دارد | داند آن کو بدل طلب دارد | پس چنین شورش محبت یار | کہ بشوئد ہم از خودی آثار
این میسر نمے شود ز نہار | جز سخن ہائے دلبر و دلدار | عشق کور و نمائد از دیدار | نیز گہ گہ بہ خیزد از گفتار
بالخصوص آن سخن کہ از دلدار | خاصیت دارد اندرین اسرار | کشتہ او نہ یک نہ دو نہ ہزار | این قتیلان او برون ز شمار
ہر زمانے قتیل تازہ بخواست | غازۂ روئے او دمِ شہداست | این سعادت چو بود قسمت ما | رفتہ رفتہ رسید نوبت ما
کربلائے است سیرِ ہر آنم | صد حسین است در گریبانم | **آدم** نیز **احمدِ** مختار | در برم جامۂ ہمہ ابرار
کار ہائے کہ کرد بامن یار | برتر آن دفتر است از اظہار | آنچہ داداست ہر نبی را **جام** | داد آن جام را مرا **بتمام**
دل من بردو اُلفتِ خود دار | خود مرا شد بوحی خود اُستاد | وحی او را عجب اثر دیدم | روئے آن مہر زان قمر دیدم
دیدم از خلق رنج و مکروہات | و آنچہ چیز است پیش این لذات | دیدم از ہجر خلق جلوۂ یار | کار دیگر برامد از یک کار
آنچہ من بشنوم ز وحی خدا | بخدا پاک دانمش زخطا | ہمچو قرآن منزّہ اش دانم | از خطاہا ہمین است ایمانم
من خدا را بدو شناختہ ام | دل بدین آتشش گداختہ ام | بخدا ہست این کلام مجید | از دہان خدائے پاک و وحید
آنچہ بر من عیان شد از دادار | آفتابے است بادو صد انوار | این خدائیست ربّ اربابم | بکہ رو آرم ار ازو **تابم**
انبیاء گرچہ بودہ اندبسے | من بعرفان نہ **کمترم** زکسے | وارث مصطفیٰ شدم بہ یقین | شدہ رنگین برنگ یار حسین
آن یقینے کہ بود **عیسیٰ را** | بر کلامے کہ شد برو القاء | وان یقین **کلیم** بر تورات | وان یقین ہائے سید السادات

﴿۱۰۰﴾

گم نیم زان ہمہ بروئے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست لعین
لیک آئینہ ام زربِّ غنی از پئے صورتِ مہِ مدنی

ہر چہ آن یار بر دلِ من ریخت نہ شیاطین بدونہ نفس آمیخت
خالص آمد کلام آن دادار زین سبب شد دلم پُر از انوار

ہست آن وحی تیرہ سوختنی کہ نبود است بر یقین مبنی
لیکن این وحی بالیقین زخداست ہمہ کارم ازان یقین شدہ راست

آمدم آن زمان کہ بادخزان کرد یکسر ریاض دین ویران
در مشائخ نماند جز تزویر عالمان ہم نشستہ ہم چو ضریر

عاشق زر شدند و دولت و جاہ دل تہی از محبت آن شاہ
اندرین روزہائے چون شب تار قوم را دید حق بحالتِ زار

پس مرا از جہانیان بگزید دردلم روح پاک خویش دمید
در دل من زعشق شور افگند خود مرا شد گسست ہر پیوند

کرد دیوانہ و خردہا داد بست یک در ہزار در بکشاد
خلق و مردم نصیحتم بکنند تا ببرم ز یار خود پیوند

من نیم کور تا چو کورانی بگزنیم چہے ز بستانی
آن بر تازہ کان عطیہ یار چون ز دست افگنم پئے مُردار

گر جہانے بدشمنی خیزد تیغ گیرد کہ خون من ریزد
من نہ آنم کہ ترک او گویم جان من ہست یار مہ رویم

رخت ہرگز ز کوچہ اش نبرم بزدلان دیگر اند و من دگرم
فارغم کرد عشق صورت یار از غم حملہ ہائے این اغیار

شورش عشق ہست ہر آنے تا بکے خیر این گریبانے
ناصحان را خبر ز حالم نیست گذرے سوئے آن زلالم نیست

آمدم چون سحر بلجّہء نور تا شود تیرگی ز نورم دور
شور افگندہ ام کہ تا زین کار خلق گردد ز خواب خود بیدار

غافلان من ز یار آمدہ ام ہمچو بادِ بہار آمدہ ام
این زمانم زمانہء گلزار موسمِ لالہ زار و وقت بہار

آمدم تا نگار باز آید بے دلان را قرار باز آید
دست غیبم پر ورد ہر دم کرد وحیش بمن ظہور اتم

نور الہام ہمچو باد صبا نزدم آرد ز غیب خوشبوہا
زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسولے نہان بہ پیرہنم

پُر شد **از نور من** زمان و زمین سر ہنوزت بر آسمان از کین
با خدا جنگہا کنی ہیہات این چہ جور و جفا کنی ہیہات

از تورّع برون نہادی پا ہوش کن اے بریدہ زان یکتا
از پئے خلق ونگ و نام و رسوم تافتی رو ز حضرتِ قیوم

روبدو کن کہ رورخِ یار است ہمہ روہا فدائے دلدار است
وحی حق را چو بشنوی از ما این مگو ما نیافتیم چرا

تا نہ کارِ دلت بجان برسد چون پیامت ز دلستان برسد
تا نہ از خود روی جُدا گردی تا نہ قربان آشنا گردی

تا نیائی ز نفس خود بیرون تا نہ گردی بروئے او مجنون
تا نہ خاکت شود بسان غبار تا نہ گردد غبار تو خونبار

تا نہ خونت چکد برائے کسے تا نہ جانت شود فدائے کسے
چون دہندت بکوئے جانان راہ چون ندا آیدت ازان درگاہ

﴿۱۰۱﴾

تو حریص دراہم و دینار   روز و شب چون سگان بران مردار   باچنین حرص وآز وکبر وغرور   چون نمانی زکوئے جانان دُور

گر بجوئی سوار این رہ راست   اندر آنجا بجو کہ گرد بخاست   اندر آنجا بجو کہ **زور نماند**   خود نمائی و کبر و شور نماند

اندر آنجا بجو کہ مرگ آمد   چون خزان رفت بار و برگ آمد   فانیان را جہانیان نرسند   جانیان را ز بانیان نرسند

لاف ہائے زبان بود مردار   جز سگان کس نجویدش زنہار   درد لے چون برویَد آن گلزار   بُلبلش اہلِ دل شوند ہزار

این قبولیت از خدا آید   نہ بتزویر و افترا آئی   چادرے کاندرو خدا باشد   صد عزیزے برو فدا باشد

در بود زیر جامہ شیطانے   زود بینی تباہ و ویرانے   میخوری زہر گر تو بخل وحسد   میکنی با عباد ربّ احد

تا نہ میری بترز مردارے   دور از فضل حضرت بارے   تا نہ گردد سرت نگون ز نیاز   پردہ از نفس تو نہ گردد باز

تا نہ ریزد ترا ہمہ پر و بال   اندرین جا پریدن است محال   پردۂ نیست بر رخ دلدار   تو ز خود پردۂ خودی بردار

ہر کہ را دولتِ ازل شد یار   کار او شد تذلّل اندر کار   آن سعیدان لقائے او دیدند   کہ بلاہا برائے او دیدند

آبرو ریختہ پئے **آن شاہ**   دل زکف واز سر اوفتادہ کلاہ   گر نیابند سوئے یار گذر   از غمش جان کنند زیر و زبر

کردہ بنیاد خود ہمہ ویران   ہم ملایک زصدق شان حیران   چون دلے سوئے دل رہے دارد   یار چون یار خویش بگذارد

لاجرم این چنین وفادارے   جام عزت خورد ازان یارے   ہمچو دیوانہ یک جہان خیزد   تا بیک لحظہ خون او ریزد

لیکن آن یار خود فرود آید   تا عدو را دو دست بنماید   ہمچنین صادقان نشان دارند   قدسیان بہر شان بہ پیکارند

این نہان جنگ گر بشر دیدے   راہ مردان راہ بگزیدے   ہر عدوے کہ خیزد از سرِ کین   خود بکوبد سرش خدائے معین

چون شود بندہ یار آن جانان   برکابش دوند سلطانان   ہر کہ جان بہر یار باختہ است   یارِ ما قدر او شناختہ است

از سگان کمتر است دشمن او   بد گہر کوفتہ ز ہاون او   ہست از عادت خدائے علیم   میکند فرق در سعید و لئیم

ہیچ دانی لئیم را چہ نشان   آنکہ او دشمن **امام** زمان   آنکہ او آمد از خدائے یگان   پیش چشمش زخیل مفتریان

گر نبودے شقی و کرمِ زمین   تو بہ کردی زگفتگوئے چنین   آنچہ با من کند عنایتِ یار   کے بغیرے شنیدی اے مردار

گر شعارِ تو **اتّقا بودے**   مشعلِ غیب رہنما بودے   اتقا را بود ز صدق آثار   اے سیہ دل ترا بصدق چہ کار

نیستی از خدا تو راز شناس   ہمہ بر ظن و وہم ہست اساس   آنچہ گوئی ز راہ کبر و جحود   پیش ازین گفتہ اند قوم یہود

نفسِ تو فربہ روحِ تو خستہ   ہمہ ابواب آسمان بستہ   این چہ غفلت کہ خود بدین کیشے   واز خدا ہیچ گہ نیندیشے

﴿۱۰۲﴾

اے بسا راز ہا کہ عین صواب — پیش کوران مقام استعجاب — راہ طلب کن بگریہ و زاری — تا بجو شد ترحم باری

یک شب از صدق نعرہ ہا بردار — پیش آن عالمِ حقیقت کار — از ادب نے براہ استکبار — زو مدد خواہ اندر این اسرار

تر کن زاشک خویش بستر خویش — باز لب را کشائے با دل ریش — کائی خدائے علیم راز نہان — کے بعلمت رسد دل انسان

چوں ملائک ندیدہ اند آن نور — کان در آدم تو داشتی مستور — ما چہ چیزیم و علم ما است چہ چیز — بے تو در صد خطر قیاس و تمیز

ما خطا کار و کار ما است خطا — شد تبہ کار ما ز عجلت ہا — گر ز تُست این کہ سوئے تو خواند — وز تو بہتر کدام کس داند

گنہِ ما بہ بخش و چشم کشا — تا نہ میریم از خلاف و اِبا — ورنہ این ابتلا ز ما بردار — کہ رحیمی و قادر و غفّار

اہل اخلاص چون کنند دُعا — از سر صدق و ابتہال و بکا — شور افتد ازان در اہل سما — زان رسد حکم نصرت و ایوا

پس کجائی چرا نے آئی — اندر این بارگاہِ یکتائی — تو دعا کن بصدق و سوز و گداز — شود بر دلت درِ حق باز

از خودی حالِ خود خراب مکن — شب پری کار آفتاب مکن — چون رسد عجز کس بحد مقام — نصرۃ یار را رسد ہنگام

پس چرا نُصرتش نمے خواہی — دور رفتی بکام گمراہی — نہ زمان بینی و نہ حالت قوم — دل چو کوران زبان کشادہ بلوم

ایکہ چشمت ز کبر پوشیدہ — چہ کنم تا کشایدت دیدہ — گر ترا در دلست صدق و طلب — خودروی ہا مکن ز ترک ادب

راز راہِ خدا بجو ز خدا — تو نۂ چون خدا بجائے خود آ — ہوش دارا ے بشر کہ عقل بشر — دراد اندر نظر ہزار خطر

سرکشیدن طریق شیطانی است — بر خلاف سرشت انسانی است — تا نہ فضلش درِ تو بکشائد — صد فضولی بکن چہ کار آید

آن خدائے کہ وعدۂ حَکَمے — داد از راہ رحم و لطف ہمے — او بدانست از ازل کہ انام — راہ خود گم کنند از اوہام

ورنہ کارِ حَکَم چہ خواہد بود — رہ نمائی بمرد راہ چہ سود — راہ گم کردہ را حَکَم باید — تابد و راہ راست بنماید

این مگو ما خودیم عالم دین — توبہ کن از مکالمات چنین — کور را کور کے نماید راہ — ہر کہ آگاہ از خدا آگاہ

دین نیاید بغیر دیندارے — سگ نداند بغیر مردارے — سخنِ یارو سینۂ افسردہ — جامۂ زندہ است بر مردہ

گر بَری ریگ را رفیع و بلند — جنبشِ بادِ خواہدش افگند — خانہ آنست کان ز معمارے — ورنہ افتد ز سیل دیوارے

این زمانِ ہزار طوفان است — خانہ از پائے بست ویران است — این عجب قوم ہست نا ہنجار — با چنین خانہ فارغ از معمار

آنچہ بادین نمود قوم پلید — با اماما ن نہ کردہ است یزید — باز گوئی کہ من نمے بینم — حاجت دیگرے پئے دینم

ایکہ راضی شدی بنقص و زیان — این نہ دین است بلکہ دشمن آن — دین بیاموزدت خدائے قدیر — ورنہ رسمے است خام وزشت وحقیر

مسلمت☆ مسلمی نہ کردا ے دون — واز بخاری بخارِ سرافزون — این ہمہ استخوان بد امانت — نیست یک ذرہ مغز در جانت

☆ صحیح مسلم نے تجھے مسلمان نہ کیا۔

﴿۱۰۳﴾

کوریؔ و باز در دلت ہوسے کہ بخواند ترا **بصیر** کسے
زین خیال تو مُردنت بہتر زین غذا ز ہر خوردنت بہتر
اے نشستہ بصدر سجادہ این چہ سودات در سر افتادہ
ناید اندر قیاس و فہم کسے کہ شود کارپیل از مگسے
از خدا چون رسید پیغامت چون نترسی زخبث انجامت
بس ہمین است طاعتت اے غول کہ دلت حکم حق نہ کرد قبول
حجت لغو درمیان آری خبث نفس است اصل بیزاری
ہر چہ ثابت شد است از قرآن تو ازو سر بہ پیچی اے نادان
صد نشان شد عیان چو مہرِ منیر نزد تُست این دروغ یا تزویر
دیدہ آخر برائے آن باشد کہ بدو مرد راہ دان باشد
وہ چہ این چشم ہست و این دیدہ کہ برو آفتاب پوشیدہ
گر بدل باشدت خیال خدا این چنین ناید از تو استغنا
از دل و جان طریق او جوئی واز سرِ صدق سوئے او پوئی
ہر کرا دل بود **بدلدارے** خبرش پُرسد از خبردارے
گر نباشد **لقائے محبوبے** جوید از نزدِ یار مکتوبے
بے دلآرام نایدش آرام گہ بروئش نظر گہی بکلام
آنکہ داری بدل محبت او نایدت صبر جز بصحبت او
فرقت او گر اتفاق افتد درتن و جان تو فراق افتد
دست از ہجر او کباب شود چشمت از رفتنش پُرآب شود
باز چون آن جمال و آن روئے شد نصیب دو چشم در کوئے
دست در دامنش زنی بجنون کہ ز نادیدنت دِلم شد خون
این محبت بذرۂ امکان واز دل افگندۂ خدائے جہان
این وفاہا بذرۂ ناچیز فارغ افتادۂ ز یار عزیز
او فرستاد بندۂ از جود تارہاند ترا ز ریب وجحود
آن قدر بارہا نشان بنمود کہ ز صد معرفت درے بکشود
باز سر میزنی بانکارے سہل پنداشتی چنین کارے
لا ابالی فتادۂ زان یار فارغی زان جمال وزان گفتار
مردگان را ہمین کشی بکنار و از دلآرام زندۂ بیزار
کش شنیدی کہ قانع از یار است عشق و صبر این دو کار دشوار است
این بود حال وطور عاشق زار این بود قدر دلبر اے مُردار
عاشقان را بود ز صدق آثار اے سیہ دل ترا بہ عشق چہ کار
نزدتر چون رسید زان کوئے پیک آن دلستان خوش روئے
عزتش این کہ کافرش خوانی واز سرِ زجر از درش رانی
صد ہزاران نشان ہمے بینی باز منکر شوی ز بے دینی
خویشتن را تو عالم انگاری زین فضولی کنی بغدّاری
تا ز تو ہستی ات بدر نرود این رگ شرک از تو برنرود
پائے سعیت بلند تر نرود تا ترا دود دل بسر نرود
یار پیدا شود دران ہنگام کہ تو گردی نہان زخود بتمام
تا نہ سوزی زسوز وغم نرہی تا نہ میری زموت ہم نرہی
چیست آن ہرزہ جان وتن کہ نسوخت آتش اندر دلی بزن کہ نسوخت
کلبۂ جسم خود بکن برباد چون نمی گردد از خدا آباد
پائے خود را جدا کن از تنِ خویش چون نگیرد رہ صداقت پیش

﴿۱۰۴﴾

آفرین خدا بران جانے کہ زخود شد برائے جانانے
منزل یار خویش کرد بدل و از ہواہا رمید صد منزل

از خودی دور شد و خدا را یافت گمشد و دست رہنما را یافت
ایکہ دیوانۂ پئے اموال وہ کہ در کار دین چنین اہمال

وقت عیش ست و موسم شادی تو چہ در سوگ و ماتم افتادی
از خدایت رسید رہبر دین مرد دین باش و چون زنان منشین

خیز و از بہر یار کارے کن یک نظر سوئے این بہارے کن
ورنہ مرگ است اژدہائے دمان زود میگیردت مشو نادان

آن صبا نگہتی زِ یار آورد در دمے موسمِ بہار آورد
تو خزان بہر خود پسندیدے من نہ دانم چہ در خزان دیدے

از پئے زندہ کردن آمد یار تو ہم از دست خود شدی مُردار
قصہ ہا پیش میکنی زِ ضلال کاین کرامات ہائے اہل کمال

گر درین قصہ ہا اثر بودے دلت از رجس دُور تر بودے
قصہ ہا گر بیان کنی تو ہزار کے رمد از تو خبث دل زنہار

زین قصص ہیچ راہ نکشاید صد ہزاران بگو چہ کار آید
بنشین مُدّتے باہل یقین تا دہندت دو دیدۂ حق بین

اندرون تو ہست دیو خصال بر زبان قصہ ہائے از ابدال
روز چون روشن است از دادار چشم بکشا و شب پری بگذار

در خور و مہ شکے نہ گیرد راہ تو ز دادار خویش دیدہ بخواہ
نیستی طالبِ حقیقت راز پس ہمین مشکلست اے ناساز

این مگو من محافظ دینم خود شفا بخش دین مسکینم
در دلت صد ہزار بیماری چہ ازین دل توقّع داری

تند بادِ بخواہ از دادار تا خس و خار تو برد یکبار
جز خدا راہ چارہ سازی نیست باز کن دیدہ جائے بازی نیست

خبری نیستت ز جانانہ مے زنی ہرزہ کام کورانہ
ہیچو کرمے بجز کلام خدا مُردہ ہستی بغیر جام خدا

آن یقینے کہ بخشدت دادار چون خیال خودت نہد بکنار
آن یکے از دہان دلدارے نکتہ ہائے شنید و اسرارے

وان دگر از خیال خود بگمان پس کجا باشد این دو کس یکسان
ذوق این مے چو تو نمیدانی ہرزہ عو عو کنی بنادانی

آن خدادان کہ خود دہد آواز نہ کہ از وہم کس نمائد باز
واجب آمد ازین بہر دوران کہ تکلّم کند خدائے یگان

ورنہ دین ست محض افسانہ این چنین دین زصدق بیگانہ
آن زشیطان بود نہ از حق دین کہ نہ دارد دوام وحی یقین

دین ہمان دین بود کہ وحی خدا نشود زو بہ ہیچ وقت جُدا
وحی و دین خداست چون توام یک چو گم شد دگر شود گم ہم

بے یقین چون نجات یابد خلق بیگمان رُو ز حق بتابد خلق
بے خدا چو یقین بدل آید گفتگو یا لقا ہمے باید

ایکہ مغرور راہ **مظنونے** تو نہ عاقل کہ سخت مجنونے
نفس امّارہ بندۂ صد آز جز یقین کے بگردد از وے باز

چون بہ بنی بہ بیشۂ شیرے نہ کنی در گریختن دیرے
ہم چنین پیش تو چو گرگ آید دل تپد ہیبتِ سُترگ آید

﴿۱۰۵﴾

پس بدین دعویٰ یقین کہ ترا ہست بر کردگار و روز جزا
باز چون میکنی گناہِ بزرگ چہ خدا نیست نزد تو چون گرگ
برخدا نیستت یقین ز نہار زین چوگرگان خوشایدت مردار
آن یقینے کہ مانعے زخطاست گر بخواہی رہش بگوئم راست
آن کلامِ خدا بقطع و یقین پاک و برتر ز دخل دیو لعین
پس ہمان چارۂ خطا کاریست راہ دیگر طریق مکاریست
کس شنیدی کہ بالیقین ہلاک باز در بیشۂ رود بیباک
پس چہ ممکن کہ بایقین خدا باز گردد ولے بگرد خطا
شک وظن رایقین نہادی نام زین شدی با جرائمت بدنام
اند کے سوئے خود نظر انداز از سرِ غور دیدہ راکن باز
تا بدانی کہ کور و محجوبی سخت محروم ماندہ زین خوبی
ذرۂ نیست در تو از انوار شب دیجور را بماہ چہ کار
این خدائے عجیب دردل تست کہ از وصد نبات ظلمت رست
شب تارست ودشت وبیم دوان چون بخوابے زغفلت اے نادان
خیزد بر حال خود نگاہ بکن خطرِ رہ بہ بین و آہ بکن
خیز داز نفس خود بپرس نشان کہ چہ خواہد مراتبِ عرفان
چہ یقین نزد اوست ز آبحیات یا پسندید ورطۂ شبہات
گر دلت می تپد برائے یقین بخل چون کرد آن کریم و معین
ہر چہ در فطرت تو ریختہ است باز زان عزم چون گریختہ است
زین عیان شد کہ آن کریم ورحیم داد ہر مقتضائے این تقویم
باز انسان ز قصر ہمت اُو گشت غافل زنور فطرت اُو
گر یقین نیست خواہش انسان پس چہ باعث کہ جویدش ہر آن
آنچہ در فطرتِ بشر مکتوم چون بماند بشر ازو محروم
بحر فیض است چون روان ہر دم تا رسانند تا یقینِ اتم
پس اگر قانعی بمظنونے تو نہ عاقل کہ سخت مجنونے
دل تپد از برائے رفع حجاب جز دلے کان شد است ہمچو کلاب
افلا تبصرون گفت خدا خیزد در نفس جو تعطش ہا
ہمت دون مدار چون دو نان رو بجو یار را چو مجنونان
ہر کہ جو یائے اوست یافتہ است تافت آنِ رو کہ سر نتافتہ است
آفرین خدا بران مردے کہ برین در شدت چون گردے
از پئے وصل آن مہیمن پاک اوفتادہ سرِ نیاز بخاک
ہر زمان با خدائے یکتائے بر زمین و بر آسمان جائے
ذرہ ذرہ جُدا شدہ ز زمین دل پریدہ بسوئے عرش برین
بر رُخِ او تجلّیات خدا دردلش جلوہ گاہ ذات خدا
این ہمہ حالت از خدا آید چون یقین از کلامش افزاید
تو نفہمی ہنوز این سخنم دردلت چون فروشوم چہ کنم
اے دریغا کہ دل ز درد گداخت درد ما را مخاطبے نشناخت
اے خورِ روئے یار زود برآ کہ دل آزرد از شبِ یلدا
عمر ما ہم رسید تا بکنار بکنارم در آئی اے دلدار
ایکہ تو طالبِ خدا ہستی آن یقین جو کہ بخشدت مستی
آن یقین جو کہ سیل تو گردد ہمہ در یار میل تو گردد
آن یقین جو کہ آتش افروزد ہر چہ غیر خدا ہمہ سوزد

﴿۱۰۶﴾

آ از یقین ست زہد و عرفان ہم   گفتمت آشکار و پنہان ہم
جز یقین دینِ تو چو مردارے   سر پُر از کبر و دل ریا کارے
بے یقین نفس گرددت چو سگے   جنبدش نزد ہر فساد رگے
ہر کہ دور از نگار خواہد ماند   نفس دون راشکار خواہد ماند
گر ترا آرزوئے دیدار است   پاک دل شو نہ مشکل این کار است
این مراد از خرد چہ می جوئی   وحی حق شوید از سیہ روئی
این خرد جملہ خلق میدارند   ناز کم کن کہ چون تو بسیارند
چارۂ دل کلام دلدار است   ہر چہ غیرش کنند بیکار است
زہر فرقت چشی و ناکامی   باز منکر ز وحی و الہامی
جان تو برلب از نخوردن آب   باز از آب زندگی رو تاب
داروئے ہر شکے کہ در دل ہاست   آن بدار الشفاءِ وحی خداست
ہست بر عقل منت الہام   کہ از و پخت ہر تصور خام
آن گمان بردو این نمود فراز   آن نہان گفت و این کشود آن راز
آن فرو ریخت این بکف بسپرد   آن طمع داد و این بجا آورد
آنکہ بشکست ہر بت دل ما   ہست وحی خدائے بے ہمتا
آنکہ ما را رُخ نگار نمود   ہست الہام آن خدائے وُدود
آنکہ داد از یقینِ دل جامے   ہست گفتار آن دلآرامے
وصل دلدار و مستی از جامش   ہمہ حاصل شدہ ز الہامش
اے بریدہ امیدہا ز خدا   توبہ کن از فساد خود باز آ
عیش دنیائے دون دمے چند است   آخرش کار با خداوند است
ترک کن کین و کبر و ناز و دلال   تا نہ کارت کشد بسوئے ضلال
چوں ازین دام گہ بہ بندی بار   باز نائی درین بلاد و دیار
اے ز دین بے خبر بخور غم دین   کہ نجاتت معلّق است بدین
ہاں تغافل مکن ازین غم خویش   کہ ترا کار مشکلست بہ پیش
دل ازین درد و غم فگار بکن   دل چہ جان نیز ہم نثار بکن
ہست کارت ہمہ بآن یک ذات   چون صبوری کنی ازو ہیہات
بخت گرد چو زد بگردی باز   دولت آید ز آمدن بہ نیاز
اے رسن ہائے آز کردہ دراز   زین ہوس ہا چرا نیائی باز
دولتِ عمر دمبدم بزوال   تو پریشان بفکرِ دولت و مال
خویش و قوم و قبیلہ پُر ز دغا   تو بریدہ برائے شان ز خدا
این ہمہ را بکشتنت آہنگ   گر بصلحت کشند و گاہ بجنگ
ہست آخر بآن خدا کارت   نہ تو یارِ کسے نہ کس یارت
ہر کہ دارد یکے دلآرامے   جز بوصلش نیابد آرامے
تا نہ بیند صبوریش نائد   ہر دمش سیل عشق برباید
در دلِ عاشقان قرار کجا   توبہ کردن ز روئے یار کجا
حُسن جانان بگوش خاطر شان   گفت رازے کہ گفتنش نتوان
کامیابان وزین جہان ناکام   زیرکان دور تر پریدہ ز دام
از خودو نفس خود خلاص شدہ   مہبطِ فیض نور خاص شدہ
در خداوند خویش دل بستہ   باطن از غیر یار بگسستہ
پاک از دخل غیر منزل دل   یار کردہ بجان و دل منزل
ریزہ ریزہ شد آبگینہ شان   بوئے دلبر دمد ز سینۂ شان
نقش ہستی بشُست جلوہ یار   سر زد آخر ز جیب دل دلدار

﴿۱۰۷﴾

فانیان و پر از خدائے وحید ۔۔۔ پاک ورنگین برنگ ربّ مجید
آن خدا دیگر و دگر انسان ۔۔۔ لیکن اینان دروشدند نہان
نے زسر ہوش نے زپا خبرے ۔۔۔ درسرِ دلستان بخاک سرے
ہر کسے را بخود سرو کارے ۔۔۔ کار دلدادگان بدلدارے
عالمِ دیگر است عالم شان ۔۔۔ دور از غیر حق معالم شان
خفتہ اند و بچشم تو بیدار ۔۔۔ جز خدا کس نہ محرمِ اسرار
فارغان از مذمت و تحسین ۔۔۔ نے زِمدحے خبر نہ از نفرین
ہر کہ باذات و سرے دارد ۔۔۔ پشت برروئے دیگرے دارد
ہر کہ گیرد درش بصدق وحضور ۔۔۔ از در و بام او ببارد نور
نور تابان چومہ ز پیشانی ۔۔۔ پر ہمہ روز عشق ربّانی
عشق آن یار مدعا گشتہ ۔۔۔ دل ز غیر خدا جدا گشتہ
لطف او ترک طالبان نکند ۔۔۔ کس بکار رہش زیان نکند
ہر کہ آن در گرفت کارش شد ۔۔۔ صد امیدے بروزگارش شد
مثل آن دلستان کجا دیدی ۔۔۔ پس چرا ہجر او پسندیدی
بہ کہ تو زود تر رہش گیری ۔۔۔ این نہ باشد کہ پیش ازان میری
عمر اول ببین کجا رفت است ۔۔۔ رفت وبنگر زتو چہا رفت است
پارۂ عمرِ رفت در خُردی ۔۔۔ پارۂ را بسر کشی بُردی
تازہ رفت و بماند پس خوردہ ۔۔۔ دشمنان شاد و یار آزردہ
بشنو از وضع عالم گذران ۔۔۔ چون کند از زبان حال بیان
کین جہان با کسے وفا نکند ۔۔۔ نکند صبر تا جدا نہ کند
گر بود گوش بشنوی صد آہ ۔۔۔ از دل مردۂ درون تباہ
کہ چرا رو بتافتم ز خدا ۔۔۔ دل نہادم در آنچہ گشت جدا
ہمچنین ساعتے ترا در پیش ۔۔۔ گور آواز ہا دہد چون خویش
یاد کن وقتِ کوچ و ترک جہان ۔۔۔ جان بلب خانہ پُر زشور وفغان
زن بنالد بدیدۂ خونبار ۔۔۔ پسرے گرید از پسِ دیوار
دخترے سر برہنہ اشک راون ۔۔۔ ہمہ خویشان شدہ تنِ بیجان
ناگہان بانگ آمد از سر درد ۔۔۔ کہ فلان زین سرائے رحلت کرد
چند فرزند را گذاشت یتیم ۔۔۔ بیوہ بیچارہ ماندہ باصد بیم
این مآل است عیش دنیا را ۔۔۔ گر ندانی بپرس دانا را
برسرِ گور پائے تُست اے خام ۔۔۔ ہوش کن تا نہ بد شود انجام
این جہان است مثل مُردارے ۔۔۔ ہر طرف چون سگے طلبگارے
رُست آنکس کہ رُست زین مُردار ۔۔۔ خاک شد تا مگر شود خوش یار
لطف او ترک طالبان نہ کنند☆ ۔۔۔ کس بکار رہش زیان نہ کنند☆
ہر کہ از خود شد ایزدش خواند ۔۔۔ نکتہء ہست گر کسے داند

ماحصل اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ انسان اس دار الظلمات میں آکر کبھی نجات نہیں پا سکتا بجز اس کے کہ خود خدا تعالیٰ کے مکالمات سے مشرف ہو کر یا کسی اہل مکالمہ یقینیہ اور اہل آیات بینہ کی صحبت میں رہ کر اس ضروری اور قطعی علم تک پہنچ جائے کہ اس کا ایک خدا ہے جو قادر اور کریم اور رحیم ہے اور یہ دین یعنی اسلام جس پر یہ قائم ہے در حقیقت یہ سچا ہے۔

☆ کاتب نے سہواً **کنند** لکھا ہے جبکہ درست **کند** ہے۔ اس کی تائید اوپر کے بارھویں شعر سے بھی ہوتی ہے (ناشر)

﴿۱۰۸﴾ اور روز جزا اور بہشت اور دوزخ سب سچ ہے کیونکہ اگرچہ قصہ اور نقل کے طور پر تمام اہل اسلام اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا موجود ہے اور اس کا رسول برحق مگر یہ ایمان کوئی یقینی بنیاد نہیں رکھتا اس لئے ایسے ضعیف ایمان کے ذریعہ سے یقینی رنگ کے آثار ظاہر ہونا اور گناہ سے سچی نفرت کرنا غیر ممکن ہے اور بوجہ اس کے کہ اسلام پر تیرہ سو برس گذر گئے تمام معجزات گزشتہ برنگ نقول اور قصص ہو گئے ہیں اور قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع ہو اور وہ اس تلوار کی طرح ہے جو در حقیقت بے نظیر ہے لیکن اپنا جوہر دکھلانے میں ایک خاص دست و بازو کی محتاج ہے۔ اس پر دلیل شاہد یہ آیت ہے کہ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ[1] پس وہ ناپاکوں کے دلوں پر معجزہ کے طور پر اثر نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا اثر دکھلانے والا بھی قوم میں ایک موجود ہو اور وہ وہی ہوگا جس کو یقینی طور پر نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ نصیب ہوگا۔ غرض تمام برکات اور یقین کے حصول کا ذریعہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے اور انسان کی یہ زندگی جو شکوک اور شبہات سے بھری ہوئی ہے بجز مکالمات الٰہیہ کے سر چشمہ صافیہ کے یقین تک ہرگز نہیں پہنچ سکتی مگر خدا تعالیٰ کا وہ مکالمہ یقین تک پہنچاتا ہے جو یقینی اور قطعی ہو جس پر ایک ملہم قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ اسی رنگ کا مکالمہ ہے جس رنگ کا مکالمہ آدم سے ہوا اور پھر شیث سے ہوا اور پھر نوح سے ہوا اور پھر ابراہیم سے اور پھر اسحاق سے اور پھر اسماعیل سے اور پھر یعقوب سے ہوا اور پھر یوسف سے اور پھر چار سو برس کے بعد موسیٰ سے اور پھر یسوع بن نون سے ہوا اور پھر داؤد سے ہوا اور سلیمان سے اور الیسع نبی سے اور دانیال سے اور اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں عیسیٰ بن مریم سے ہوا اور سب سے اتم اور اکمل طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کمتر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربّانی۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں زمین پر چھوڑتا ہے تو اس کی روشنی ایسی صاف دنیا پر پڑتی ہے کہ کسی دیکھنے والے کو اس کے نکلنے میں شک

[1] الواقعة: ۸۰

﴿۱۰۹﴾ باقی نہیں رہتا اور نہ وہ کہہ سکتا ہے کہ کل کا سورج تو یقینی تھا مگر آج کا شکی۔ پس کیا تم اس الہام میں شک کر سکتے ہو کہ خدائی چہرہ کا نور اپنے اندر رکھتا ہے کیا خدا کی کلام کا طلوع سورج کے طلوع سے کچھ کمتر ہے کوئی چیز اپنی صفات ذاتیہ سے الگ نہیں ہو سکتی۔ پھر خدا کا کلام جو زندہ کلام ہے کیونکر الگ ہو سکے۔ پس کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آفتاب وحی الٰہی اگرچہ پہلے زمانوں میں یقینی رنگ میں طلوع کرتا رہا ہے مگر اب وہ صفائی اس کو نصیب نہیں۔ گویا یقینی معرفت تک پہنچنے کا کوئی سامان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا اور گویا خدا کی سلطنت اور حکومت اور فیض رسانی کچھ تھوڑی مدت تک رہ کر ختم ہو چکی ہے لیکن خدا کا کلام اس کے برخلاف گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ دعا سکھلاتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] اس دعا میں اُس انعام کی امید دلائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اُن تمام انعامات میں سے بزرگ تر انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گفتار الٰہی قائمقام دیدار الٰہی ہے کیونکہ اسی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس اگر کسی کو اِس اُمت میں سے وحی یقینی نصیب ہی نہیں اور وہ اس بات پر جرأت ہی نہیں کر سکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیاء علیہم السلام کے یقینی سمجھے اور اس کی ایسی وحی ہو کہ انبیاء کی طرح اس کے ترک متابعت اور ترک عمل پر یقینی طور پر دنیا کا ضرر متصور ہو سکے، تو ایسی دعا سکھلانا محض دھوکا ہوگا کیونکہ اگر خدا کو یہ منظور ہی نہیں کہ بموجب دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ انبیاء علیہم السلام کے انعامات میں اس امت کو بھی شریک کرے تو اس نے کیوں یہ دعا سکھلائی اور ایک ناشدنی امر کیلئے دعا کرنے کی ترغیب کیوں دی۔ پس اگر یہ دعا سکھلانا یقین اور معرفت کا انعام دینے کی نیت سے نہیں بلکہ محض لفظوں سے خوش کرنا ہے پس اسی سے فیصلہ ہو گیا کہ یہ امت اپنے نصیبوں میں سب اُمتوں سے گری ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ اس امت کو یقینی چشمہ کا پانی پلا کر نجات دے بلکہ وہ ان کو شکوک اور شبہات کے ورطہ میں چھوڑ کر ہلاک کرنا چاہتا ہے لیکن یاد

[1] الفاتحة:۶،۷

﴿۱۱۰﴾

رہے کہ ضرور ان انعامات میں جو نبیوں کو دیئے گئے اس امت کے لئے حصہ رکھا گیا ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے کامل افراد کی فطرتوں میں یہ حصہ نہ ہوتا تو ان کے دلوں میں یہ خواہش نہ پائی جاتی کہ وہ خدا شناسی کے درجہ میں حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائیں اور ان انعامات سے سب سے بڑھ کر یقینی مخاطبات اور مکالمات کا انعام ہے جس سے انسان اپنی خدا شناسی میں پوری ترقی کرتا ہے گویا ایک طور سے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی ہستی پر رویت کے رنگ میں ایمان لاتا ہے تب الٰہی ہیبت پورے طور پر اس کے دل پر کام کرتی ہے اور جیسا کہ ہر ایک جگہ رویت اور یقین کا خاصہ ہے وہ خاصہ اس کے اندر اپنا کام کرنے لگتا ہے اور شکوک اور شبہات کی تاریکی اس طرح دور ہو جاتی ہے جیسا کہ آفتاب سے ظلمت۔ تب روئے زمین پر اس جیسا کوئی اتقیٰ نہیں ہوتا اور اس جیسا کوئی گناہ سے بیزار نہیں ہوتا اور اس جیسا اس خالق یگانہ سے کوئی محبت کرنے والا نہیں ہوتا اور اس جیسا اس یار کا کوئی وفادار نہیں ہوتا۔ اور اس جیسا کوئی ڈرنے والا نہیں ہوتا اور اس جیسا کوئی توکل کرنے والا نہیں ہوتا۔ اور اس جیسا پیوند میں کوئی صادق نہیں ہوتا۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے یقینی اور قطعی وحی کا قیامت کے دن تک اس امت کو وعدہ کیا گیا ہے ایسا ہی عقل بھی نوع انسان کے لئے اس کو ضروری سمجھتی ہے کیونکہ گناہ اور فسق و فجور کا علاج اور چارہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ خدا کا جمال اور جلال یقینی طور پر انسان پر مکشوف ہو۔ وجہ یہ کہ تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ یا تو سچی محبت گناہ اور مخالفت سے روکتی ہے یا سچی ہیبت نافرمانیوں سے باز رکھتی ہے اور سچی محبت میں بھی ایک خوف ہوتا ہے اور وہ یہی کہ یار مہربان سے تعلق نہ ٹوٹ جائے اور جس پر سچی محبت اور سچی ہیبت کی کیفیت یقینی طور پر وارد ہو اور یا وہ شخص کہ جو کامل طور پر اس شخص کا شناسندہ اور محبت کنندہ اور اس کا زیر اثر ہو وہ بلاشبہ گناہ سے روک لیا جاتا ہے اور دوسرے لوگ دنیا میں جس قدر ہیں ان میں سے کوئی بھی گناہ کے زہر سے خالی نہیں۔ ہاں مکّاری سے بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم بے گناہ ہیں اور ہمارے دلوں میں کوئی ناپاکی نہیں مگر وہ جھوٹے ہیں اور خدا اور مخلوق کو دھوکا

﴿۱۱۱﴾ دینا چاہتے ہیں گناہ سے پاک ہونا بجز اس کے ممکن ہی نہیں کہ ہیبت اللہ کی موت یقین کی تیز شعاعوں کی وجہ سے انسان کے دل پر وارد ہو جائے اور سچی محبت اور سچی ہیبت دل میں بس جائے اور دل خدا کے جمال اور جلال سے رنگین ہو جائے اور یہ دونوں کیفیتیں کبھی اور ہرگز دل میں آ ہی نہیں سکتیں جب تک کہ خدا کی ہستی اور اس کی ان دونوں قسم کے صفات پر یقین پیدا نہ ہو۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ نجات کی جڑ اور نجات کا ذریعہ صرف یقین ہے۔ وہ یقین ہی ہے کہ باوجود بلاؤں کے سامنے کے اطاعت کے لئے گردن جھکا دیتا اور آگ میں داخل ہونے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے وہ یقینی نظارہ ہی ہے جو عاشق بنا دیتا ہے اور مرنے کے لئے تیار کر دیتا ہے۔ وہ یقینی نظارہ ہی ہے کہ جس سے انسان خدا کے لئے آرام کا پہلو چھوڑتا اور مخلوق کی تعریف اور تحسین سے لاپرواہ ہو جاتا اور ایک کے لیے تمام دنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے۔ انسان یقینی ہیبت کی وجہ سے مباح چیزوں کو بھی ڈرتا ڈرتا ہی استعمال کرتا ہے اور زبان کو ناگفتنی باتوں سے روکتا ہے گویا اس کے منہ میں سنگریزے ہیں اور یہ یقین یا تو دیدار سے میسر آتا ہے اور یا اس گفتار سے جو خدا کا یقینی کلام ہے جو اپنی طاقت اور شوکت اور دلکش خاصیت اور خوارق سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے بجز اس صورت کے نہ خدا کی ہستی پر یقین آ سکتا ہے اور نہ اس کی صفات پر۔ اب جس حالت میں یہ مانا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ یقینی کلام کسی بندہ پر نازل فرماوے اور اس کا وعدہ **انعمت علیھم** اس امکان کو ضروری ٹھہراتا ہے اور نجات بھی اس کلام الٰہی پر موقوف ہے جو یقینی ہو اور انسانی فطرت بھی اس کی پیاسی پائی جاتی ہے تو کیوں اور کیا وجہ کہ خدا اس فیض سے امت کو محروم رکھے۔ کیا انسان کی فطرت میں یہ جوش نہیں ڈالا گیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا کرے اور کوئی ایسا ذریعہ اس کو حاصل ہو جس سے وہ سمجھ لے کہ وہ اپنی تمام پاک صفات کے ساتھ درحقیقت موجود ہے مگر کیا وہ ذریعہ صرف آسمان اور زمین کی صنعتیں ہو سکتی ہیں ہرگز نہیں کیونکہ غایت درجہ ان سے صرف ضرورت خالق محسوس ہوتی ہے نہ کہ یہ کہ خالق درحقیقت موجود بھی ہے اور ضرورت خالق پر دلیل

﴿۱۱۲﴾

قائم ہونا اس خالق کی واقعی ہستی پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی اسی لئے انبیاء اور آسمانی نشانوں کی حاجت پڑی کیونکہ دلائل عقلیہ صرف اس حد تک خدا تعالیٰ کی نسبت علم بخشتے ہیں کہ ان مصنوعات پر نظر کر کے جن میں ایک ابلغ اور محکم ترکیب پائی جاتی ہے یہ ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ان کا ایک صانع ہونا چاہئے لیکن یہ دلائل یہ ثابت نہیں کرتے کہ وہ صانع فی الواقع ہے بھی۔ اور ہے اور ہونا چاہئے میں ایک فرق ہے جو اس کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ پہلی کتابیں اور پہلے معجزات خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک قطعی دلیل ہے کیونکہ اس وقت نہ وہ معجزات بدیہی طور پر مشاہدات میں سے ہیں اور نہ اس وقت وہ کلام نازل ہو رہا ہے۔ ہاں قرآن شریف معجزہ ہے مگر وہ اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک ایسا شخص ہو کہ اس معجزہ کے جوہر ظاہر کرے اور وہ وہی ہوگا جو بذریعہ الہامی کلام کے پاک کیا جائے گا۔ اب جب کہ انسانی فطرت اور انسانی کانشنس اور انسانی روح شکوک وشبہات کی موت سے مرنا پسند نہیں کرتی اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک کھلے کھلے یقین کی پیاسی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ جس قادر اور حکیم نے انسان کو یقین حاصل کرنے کی پیاس لگا دی ہے اس نے پہلے سے اس بات کا انتظام بھی کر لیا ہے کہ انسان یقین کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا انتظام ہے جو یقین تک پہنچاتا ہے سو مجھے چھوڑ وتا میں صاف صاف کہہ دوں کہ وہ انتظام ابتداد نیا سے آج تک ایک ہی چلا آیا ہے یعنی خدا کا قول جس کی تائید اور تصدیق اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے اور یہ دھوکا مت کھاؤ کہ خدا کا کلام ایک مرتبہ یا چند مرتبہ جو گزشتہ زمانہ میں نازل ہو چکا ہے وہ یقین عطا کرنے کے لئے کافی ہے بار بار کی کیا ضرورت ہے اسی شبہ میں آریہ سماج والے گرفتار ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وید خدا کا کلام ہے اور وہ ایک دفعہ اس موجودہ دَورِ دنیا کے لئے نازل ہو چکا ہے پھر بار بار کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن وہ اور ایسا ہی ان کے سب ہم خیال دھوکا کھاتے ہیں اور اس دھوکا میں عیسائی بھی شریک ہیں جو کہتے ہیں کہ توریت نے تعلیم کے حق کو پورا کر دیا تھا پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی۔ ان تمام توہمات کا جواب یہی ہے

﴿۱۱۳﴾

کہ خدا کی غرض کتابوں کے نازل کرنے سے افادہ یقین ہے کہ تا اس کی ذات اور صفات اور اس کی پسندیدہ اور ناپسند راہوں پر لوگوں کو یقین آجاوے اور پھر یقین کی برکت سے وہ اپنے خدا پر پورا ایمان لاویں اور بدی سے پورے طور پر پرہیز کریں اور نیکی کو پورے طور پر حاصل کریں سو جب نبوت کا زمانہ گذر جاتا ہے اور خدا کا کلام قصوں کے رنگ میں پڑھا جاتا ہے تب یہ غرض مفقود ہو جاتی ہے اور دلوں میں اس کلام پر یقین نہیں رہتا جیسا کہ تم یہودیوں کا حال دیکھتے ہو کہ توریت ان کے ہاتھ میں ہے اور کھوٹ ان کے دلوں میں۔ اور کیا تم عیسائیوں میں بتا سکتے ہو کہ ایسے لوگ ان میں کتنے ہیں کہ ایک طرف مار کھا کر دوسری طرف بھی پھیر دیتے ہیں اور چادر لینے والے کو کرتہ دینے کے لئے طیار ہیں اور آنکھوں کو بدنظری سے روکتے ہیں اور لوگوں پر عیب نہیں لگاتے اور ان کے دل ٹیڑھے اور مکّار اور منصوبہ باز نہیں مگر شاذ و نادر جس نے نہ انجیل سے بلکہ اپنی فطرت کی ہدایت سے بدی سے پرہیز کی ہو۔ غرض جس طرح ہر یک صبح تازہ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جب مرور زمانہ سے نور ایمان جو یقین ہے کم ہو جاتا ہے تو وہ خدا کی کلام کو پڑھتے تو ہیں مگر وہ پڑھنا ان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا۔ تب خدا کا کلام جو ان سے دور ہو جاتا ہے اور انہیں چھوتا نہیں کوئی نیک اثر ان پر ڈال نہیں سکتا گویا وہ کلام ان کو چھوڑ کر آسمان پر اٹھ جاتا ہے تب ایک جوہر قابل پیدا کیا جاتا ہے جس کو کلام اپنی طرف کھینچتا ہے اور خدا کی کلام کی طاقت اس کو یقین کے کامل مرتبہ تک پہنچاتی ہے تب وہ علم جو آسمان پر اٹھ گیا تھا پھر اس کے ذریعہ سے زمین پر واپس آجاتا ہے اسی طرح ہمیشہ یقین خدا کے تازہ مکالمہ سے تازہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور جس شریعت کو خدا تعالیٰ منسوخ کر دیتا ہے اس شریعت کی پیروی کرنے والوں کے دل ممسوخ ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی باقی نہیں رہتا جس پر تازہ کلام وارد ہو۔ تب وہ کتاب ایک متعفن پانی کی طرح ہو جاتی ہے جس کے ساتھ بہت کیچڑ اور گند مل گیا ہے اور ایسی شریعت سے انسانوں کو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے ہاتھ میں صرف قصے

﴿۱۱۴﴾ رہ جاتے ہیں اور آسمان کا تازہ پانی یعنی تازہ کلام الٰہی ان کے پاس نہیں آتا۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خدا نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ مردود مذہب کی یہ نشانی ہے کہ تازہ کلام کا نور اس میں پایا نہیں جاتا اور وہ لوگ ہمیشہ اسی کلام پر بھروسہ رکھتے ہیں جس کو تازہ الٰہی کلام تصدیق نہیں کرتا اور نہ تازہ نشان تصدیق کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے دل مردہ رہتے ہیں اور نور یقین جو گناہوں کو جلاتا ہے ان کے نزدیک نہیں آتا۔ اس تمام بیان کا خلاصہ درخلاصہ یہ ہے کہ تازہ کلام الٰہی خدا کی شریعت کا پشتیبان ہے اور اس کشتی کو جو گناہوں کے سبب سے غرق ہونے لگتی ہے جلد تر کنار امن تک پہنچانے والا ہے مگر شائد کوئی بھول نہ جائے اس لئے بار بار کہا جاتا ہے کہ کلام الٰہی سے مراد وہی کلام ہے کہ جو زمانہ کے لئے تازہ طور پر اترتا ہے اور اپنی طبعی خاصیت سے مُلہم اور اس کے ہم نشینوں پر ثابت کرتا ہے کہ میں یقینی طور پر خدا کا کلام ہوں۔ اور ایسا مُلہم طبعًا اس میں اور خدا کے دوسرے کلمات میں جو پہلے نبیوں پر نازل ہوئے من حیث الوحی کچھ فرق نہیں سمجھتا گو دوسری وجوہ سے کچھ فرق ہو۔ لیکن یاد رہے کہ عوام الناس کے ایسے شکی وہمی الہام ہماری اس بحث سے خارج ہیں جن کے ساتھ نہ تو خدائی نشان اور آسمانی متواتر تائیدیں ہوتی ہیں کہ تا اس قول کو فعل کی شہادت کے ساتھ قوت دیں اور نہ خود ملہم کو ان کی نسبت یقین کامل ہوتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ دُبدہا میں رہتا ہے کہ آیا یہ شیطانی ہیں یا رحمانی۔ اس جگہ یہ نقطہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو مُلہم پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے۔ وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں یا شیطان کی آمیزش سے۔ اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسہ کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔ اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیاں ہیں۔ (۱) اول یہ کہ الٰہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اور دلائل ابھی ظاہر

﴿۱۱۵﴾

نہ ہوں وہ طاقت بڑے جوش اور زور سے بتلاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور مُلہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جاوے یا ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا ظنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے۔ (۲) دوسرے خدا کے الہام میں ایک خارق عادت شوکت ہوتی ہے (۳) تیسری وہ پُر زور آواز اور قوت سے نازل ہوتا ہے (۴) چوتھی اس میں ایک لذت ہوتی ہے (۵) اکثر اس میں سلسلہ سوال و جواب پیدا ہو جاتا ہے۔ بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے اور پھر بندہ سوال کرتا خدا جواب دیتا ہے۔ خدا کا جواب پانے کے وقت بندہ پر ایک غنودگی طاری ہوتی ہے لیکن صرف غنودگی کی حالت میں کوئی کلام زبان پر جاری ہونا وحی الٰہی کی قطعی دلیل نہیں کیونکہ اس طرح پر شیطانی الہام بھی ہوسکتا ہے (۶) چھٹی وہ الہام کبھی ایسی زبانوں میں بھی ہو جاتا ہے جن کا ملہم کو کچھ بھی علم نہیں۔ (۷) خدائی الہام میں ایک خدائی کشش ہوتی ہے۔ اول وہ کشش ملہم کو عالم تفرید اور انقطاع کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور آخر اس کا اثر بڑھتا بڑھتا طبائع سلیمہ مبائعین پر جا پڑتا ہے تب ایک دنیا اس کی طرف کھینچی جاتی ہے اور بہت سی روحیں اس کے رنگ میں بقدر استعداد آ جاتی ہیں (۸) آٹھویں سچا الہام غلطیوں سے نجات دیتا اور بطور حَکَم کے کام کرتا ہے اور قرآن شریف کے کسی کلام بیان میں مخالف نہیں ہوتا۔ (۹) سچے الہام کی پیشگوئی فی حدذاتہ سچی ہوتی ہے۔ گو اس کے سمجھنے میں لوگوں کو دھوکا ہو۔ (۱۰) دسویں سچا الہام تقویٰ کو بڑھاتا اور اخلاقی قوتوں کو زیادہ کرتا اور دنیا سے دل برداشتہ کرتا اور معاصی سے متنفر کر دیتا ہے (۱۱) سچا الہام چونکہ خدا کا قول ہے اس لئے وہ اپنی تائید کے لئے خدا کے فعل کو ساتھ لاتا ہے اور اکثر بزرگ پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتا ہے جو سچی نکلتی ہیں اور قول اور فعل دونوں کی آمیزش سے یقین کے دریا جاری ہو جاتے ہیں اور انسان سفلی زندگی سے منقطع ہو کر ملکوتی صفات بن جاتا ہے۔ یقینی الہام میں سے جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے وہ حصہ جو خوارق اور پیشگوئیوں پر مشتمل ہے ہم کسی قدر اس میں سے بطور نمونہ ذیل میں لکھتے ہیں۔

﴿۱۱۶﴾

یعنی ہم نمونہ کے طور پر چند وہ نشان لکھتے ہیں جو اس وحی کے ساتھ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئے جو میرے پر نازل ہوئی اور وہ یہ ہیں:-

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اسی وحی نے یہ خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں اور ہزار ہا ان کے گواہ ہیں جن میں سے بعض اس جگہ لکھے گئے ۔	تاریخ ظہور پیشگوئی
پہلی پیشگوئی	۱۸۷۴ء	**پہلی پیشگوئی معہ تفصیل واقعہ**۔ میرے والد صاحب میرزا غلام مرتضٰی مرحوم اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے گورنمنٹ انگریزی میں وہ پنشن پاتے تھے اور اس کے علاوہ چار سو روپیہ انعام ملتا تھا اور چار گاؤں زمینداری کے تھے پنشن اور انعام ان کی ذات تک وابستہ تھے اور زمینداری کے دیہات کے متعلق شرکاء کے مقدمات شروع ہونے کو تھے اتنے میں وہ قریباً ۸۵ برس کی عمر میں بیمار ہو گئے اور پھر بیماری سے شفا بھی ہو گئی۔ کچھ خفیف سی زحیر باقی تھی۔ ہفتہ کا روز تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ مجھے کچھ غنودگی ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ **وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِق** جس کے معنی مجھے یہ سمجھائے گئے کہ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس حادثہ کی کہ غروب آفتاب کے بعد پڑیگا اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ پیشگوئی میرے والد کے متعلق ہے اور وہ آج ہی غروب آفتاب کے بعد وفات پائیں گے اور یہ قول خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور ماتم پرسی کے ہے۔ اس وحی الٰہی کے ساتھ ہی میرے دل میں بمقتضائے بشریت	آج تک ظاہر ہو رہی ہے

زندہ گواہ رویت

اس وحی الٰہی کی گواہ رویت ایک بڑی جماعت ہے۔ اگر میں تفصیل سے لکھوں تو ایک ہزار سے بھی زیادہ ہوگا مگر چونکہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کی وفات کے بعد ہی جس کو آج اٹھائیس برس گذر چکے ہیں اس الہام کو ایک نگینہ پر کھدوا کر ایک مہر بنوائی گئی تھی جو اب تک موجود ہے جس کا یہ نشان ہے ۔۔۔ اس لئے زیادہ ثبوت کی

﴿۱۱۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکی ہیں ہزارہا اُن کے گواہ ہیں جن میں سے بعض اس جگہ لکھے گئے	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱		یہ گذرا کہ ان کی وفات سے مجھے بڑا ابتلا پیش آئے گا کیونکہ جو وجوہ آمدنی ان کی ذات سے وابستہ ہیں وہ سب ضبط ہو جائیں گی اور زمینداری کا حصہ کثیرہ شرکاء لے جائیں گے اور پھر نا معلوم ہمارے لئے کیا کیا مقدر ہے میں اس خیال میں ہی تھا کہ پھر یکدفعہ غنودگی آئی اور یہ الہام ہوا **الیس اللّٰہ بکاف عبدہ** ۔یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ۔ پھر اس کے بعد میرے دل میں سکینت نازل کی گئی اور نماز ظہر کے بعد میں نیچے اترا اور جون کا مہینہ اور سخت گرمی کے دن تھے اور میں نے جا کر دیکھا کہ میرے والد صاحب تندرست کی طرح بیٹھے تھے اور نشست برخاست اور حرکت میں کسی سہارے کے محتاج نہ تھے اور حیرت تھی کہ آج واقعہ وفات کیونکر پیش آئے گا ۔لیکن جب غروب آفتاب کے قریب وہ پاخانہ میں جا کر واپس آئے تو آفتاب غروب ہو چکا تھا اور پلنگ پر بیٹھنے کے ساتھ ہی غرغرہ نزع شروع ہو گیا ۔ شروع غرغرہ میں مجھے انہوں نے کہا دیکھا یہ کیا حالت ہے اور پھر آپ ہی لیٹ گئے اور بعد اس کے کوئی کلام نہ کی اور پھر چند منٹ میں ہی اس ناپائیدار دنیا سے گذر گئے ۔آج تک جو دسؔ اگست ۱۹۰۲ء ہے مرزا صاحب مرحوم	
زندہ گواہ رویت کے	کچھ ضرورت نہیں کیونکہ یہ مہر ایک آریہ کی معرفت بنوائی گئی تھی جو اب تک زندہ موجود ہے جس کا نام ملاوامل ہے اور اسکا دوسرا ہم قوم بھائی شرمپت نام بھی اس بات کا گواہ ہے اور وہ آریہ میرے اس الہام کو بذریعہ میرے ایک خط کے امرتسر میں حکیم محمد شریف کلانوری مرحوم کے پاس لے گیا تھا اور وہاں ایک مُہر کن سے یہ مُہر بنوائی		

﴿۱۱۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکی ہیں ہزارہا اُن کے گواہ ہیں جن میں سے بعض اس جگہ لکھے گئے	تاریخ ظہور پیشگوئی
		کے انتقال کو اٹھائیس[۲۸] برس ہو چکے ہیں بعد اس کے میں نے مرزا صاحب کی تجہیز تکفین سے فراغت کر کے وہ وحی الٰہی جو تکفل الٰہی کے بارہ میں ہوئی تھی یعنی **الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ** اس کو ایک نگینہ پر کھدوا کر وہ مُہر اپنے پاس رکھی اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ خارق عادت طور پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور نہ صرف میں بلکہ ہر یک شخص جو میرے اس زمانہ کا واقف ہے جب کہ میں اپنے والد صاحب کے زیر سایہ زندگی بسر کرتا تھا وہ گواہی دے سکتا ہے کہ مرزا صاحب مرحوم کے وقت میں کوئی مجھے جانتا بھی نہیں تھا اُن کی☆ وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے اس طور سے میری دستگیری کی اور ایسا میرا متکفل ہوا کہ کسی شخص کے وہم اور خیال میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ہونا ممکن ہے ہر یک پہلو سے وہ میرا ناصر اور معاون ہوا مجھے صرف اپنے دستر خوان اور روٹی کی فکر تھی مگر اب تک اس نے کئی لاکھ آدمی کو میرے دستر خوان پر روٹی کھلائی۔ ڈاکخانہ والوں کو خود پوچھ لو کہ کس قدر اس نے روپیہ بھیجا۔ میری دانست میں دس لاکھ سے کم نہیں اب ایماناً کہو کہ یہ **معجزہ** ہے یا نہیں۔	

زندہ گواہ رویت کے	گئی تھی حکیم صاحب مرحوم کے دوستوں اور اولاد کو بھی یہ واقعہ معلوم ہے اب جو شخص ذرا حیا کو کام میں لا کر یہ سوچے اور تحقیق کرے کہ آج سے ۲۸ برس پہلے یعنی حضرت والد صاحب کے زمانہ میں مَیں کیا چیز تھا پھر خدا کی اس وحی **الیس اللّٰہ بکاف عبدہ** کے بعد خدا نے میری کیسی پرورش کی تو میں یقین نہیں رکھتا کہ اس معجزہ سے بجز اس شخص کے کہ سخت درجہ کا بے حیا ہو انکار کر سکے۔

☆ باہر کے لوگوں میں سے بجز دو چار آدمیوں کے کون کہہ سکتا ہے کہ مَیں جانتا تھا۔

﴾۱۱۹﴿

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں ہزار ہا اُن کے گواہ ہیں جن میں سے بعض اس جگہ لکھے گئے	تاریخ ظہور پیشگوئی
۲	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	**لا تیئس من روح اللّٰہ الا ان روح اللّٰہ قریب. الا ان نصر اللّٰہ قریب. یاتیک من کل فج عمیق. یأتون من کل فج عمیق. ینصرک اللّٰہ من عندہ . ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء . لا مبدل لکلمات اللّٰہ.** دیکھو صفحہ ۲۴۱ براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء سفیر ہند پریس امرتسر۔ ترجمہ۔ خدا کے فضل سے نو امید مت ہو یعنی یہ خیال مت کر کہ کوئی میری طرف التفات نہیں کرتا اور نہ کوئی میری نصرت کرتا ہے یہ بات سن رکھ کہ خدا کا فضل قریب ہے خبردار ہو کہ خدا کی مدد قریب ہے۔ وہ مدد ہر ایک ایسی راہ سے تجھے پہنچے گی کہ کبھی بند نہیں ہوگا اور لوگ ہر یک راہ سے آتے رہیں گے جو بند نہیں ہوگا بلکہ لوگوں کے چلنے سے عمیق ہوتا رہے گا یعنی لوگ ہر ایک راہ سے بکثرت تیرے پاس آئیں گے یہاں تک کہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔ یہ استعارہ اس منشاء کے ادا کرنے کے لئے ہے کہ سلسلہ رجوع خلائق کا کبھی بند نہیں ہوگا اور یہ اُس زمانہ کی پیشگوئی ہے جبکہ مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا مگر شاذ و نادر جو صرف چند ابتدائی زمانہ کے تعارف والے تھے اور نہ گورنمنٹ کو میری طرف کچھ	اس پیشگوئی سے بیس سال بعد ہر ایک پہلو سے نصرت الٰہی اور نیز رجوع خلائق ظہور میں آیا۔
	زندہ گواہ رویت کے	اس پیشگوئی کا بیان کرنا اور پھر پورا ہونا براہین احمدیہ کی شہادت سے ثابت ہے کیونکہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ پیشگوئی مندرج ہے اور براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو قریباً بائیس برس سے ملک میں شائع ہو گئی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب میں گوشہءِ تنہائی میں پڑا ہوا تھا نہ مہمان تھے اور نہ کوئی مہمان خانہ تھا۔ اس واقعہ کو تمام یہ قصبہ جانتا ہے۔	

﴿۱۲۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں ہزار ہا اُن کے گواہ ہیں جن میں سے بعض اس جگہ لکھے گئے	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر۲		خیال تھا کہ اس کا اتنا بڑا سلسلہ قائم ہوگا اور نہ اس ملک کے لوگوں میں سے کوئی پیشگوئی کر سکتا تھا کہ یہ غیر معمولی ترقی ایک دن ضرور ہوگی مگر یہ خدا کا فعل ہے جو باوجود ہزار ہا روکوں کے جو قوم کی طرف سے اور مولویوں کی طرف سے ہوئیں خدا نے میری اس دعا کو قبول کر کے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ میں ہے یعنی یہ کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا۔ اپنے بندوں کو میری طرف رجوع دیا۔ جب میں نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اکیلا مت چھوڑ تو جواب دیا کہ میں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ اور جب میں نے کہا کہ میں نادار ہوں مجھے مالی مدد دے تو اس نے کہا کہ ہر یک راہ سے مدد آئے گی اور وہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یکوں کی کثرت سے قادیان کی سڑک کئی دفعہ ٹوٹ گئی اُس میں گڑھے پڑ گئے اور کئی دفعہ سرکار انگریزی کو وہ سڑک مٹی ڈال کر درست کرانی پڑی اور پہلے اس سے قادیان کی سڑک کا یہ حال تھا کہ ایک یکہ بھی اُس پر چلنا شاذ و نادر کے حکم میں تھا اب ہر یک سال راہ یکوں کے باعث سے عمیق ہو جاتا ہے اور نیز خدا نے اسی سال میں قریب ستر ہزار کے اس جماعت کو پہنچا دیا۔ کون مخالف ہے جو اس بات کو ثابت کر سکتا ہے کہ جب ابتدا میں یہ وحی الٰہی نازل ہوئی	
زندہ گواہ رویت کے	کون ایسا بے ایمان ہے جو اس سے انکار کرے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ صد ہا انسان جو اب آتے جاتے اور موجود رہتے ہیں یہ اس وقت بھی موجود تھے ڈاکخانوں کی کتابوں کو دیکھو کہ کیا یہ مالی آمدن پہلے بھی کبھی تھی اور کیا پہلے بھی اس کثرت سے لوگ آتے تھے۔		

﴿۱۲۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ مضمون پیشگوئی نمبر ۲		تو اس وقت سات آدمی بھی میرے ساتھ تھے مگر اس کے بعد ان دنوں میں ہزار ہا انسانوں نے بیعت کی خاص کر طاعون کے دنوں میں جس قدر جوق در جوق بیعت میں داخل ہوئے اس کا تصور خدا کی قدرت کا ایک نظارہ ہے۔ گویا طاعون دوسروں کو کھانے کے لئے اور ہمارے بڑھانے کے لئے آئی۔ ابھی معلوم نہیں کہ طاعون کی برکت سے کیا کچھ ترقی ہوگی۔ اسی برس میں تمام بیعت کرنے والوں نے اپنے ذمّہ لے لیا کہ کچھ نہ کچھ ماہانہ اس سلسلہ کی مدد میں نذر کیا کریں سو اس ایک ہی برس میں ہزار ہا روپیہ کی آمدن ہوئی اور ہزار ہا لوگ بیعت میں داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہیں اور وہ الہام کہ یأتیک من کل فج عمیق و یأتون من کل فج عمیق ۔عین طاعون کے دنوں میں پورا ہوا۔ اگر کوئی شخص براہین احمدیہ کو ہاتھ میں پکڑے اور میری پہلی حالت غربت اور تنہائی کو جو براہین احمدیہ کے زمانہ میں تھی قادیان میں آکر تمام ہندو مسلمانوں سے دریافت کرے یا گورنمنٹ انگریزی کے کاغذات میں دیکھے کہ کب سے گورنمنٹ نے میرے سلسلہ کو ایک جماعت عظیم قرار دیا ہے تو بلا شبہ وہ یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لے گا کہ اس قدر خدا کی طرف سے حسبِ منشاء پیشگوئی کے نصرت ہونا اور ستّر ہزار سے بھی زیادہ لوگوں کا بیعت میں داخل ہونا باوجود تمام مولویوں کے شور	
زندہ گواہ رویت کے	اور وہ معزز احباب جو بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ کیونکر اس پرانے زمانہ کی پیشگوئی بڑے زور و شور سے ان دنوں میں پوری ہو رہی ہے ان احباب کے بطور گواہان رویت ذیل میں چند نام لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی		

﴿۱۲۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		وفریاد کرنے کے بے شک ایک معجزہ ہے ورنہ خدا قادر تھا کہ اس سلسلہ کو ترقی سے روک دیتا اور مولویوں کے منصوبوں کو پورا کر دیتا یا مجھے ہلاک کر دیتا اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **یأتیک من کل فج عمیق و یأتون من کل فج عمیق**۔ اس طرح پر بھی ہر ایک پر ثابت ہو سکتا ہے کہ بیس برس کے بعد ان دنوں میں پنجاب اور ہندوستان کے شہروں میں سے کوئی شہر خالی نہیں رہا جس کے باشندوں میں سے کوئی نہ کوئی قادیان میں نہیں آیا اور نہ کوئی ایسی طرف ہے جس سے مالی مدد نہ آئی۔ اب سوچ لو کہ کیا اس قدر دور دراز عرصہ کے بعد غیب کی باتیں پورا ہونا کیا بجز خدا کی وحی کے کسی اور کے کلام میں یہ طاقت ہے اور اگر انسان ایسا کر سکتا ہے تو نظیر کے طور پر پیش کرو کہ کس نے میری طرح گمنامی کی حیثیت میں ہو کر ظہور پیشگوئی کے دنوں سے بیس برس پہلے بذریعہ تحریر تمام دنیا میں شائع کیا کہ ایک دن وہ آنے والا ہے کہ میری یہ حالت گمنامی جاتی رہے گی اور ہزار ہا تحائف میرے پاس آئیں گے اور ہزار ہا لوگ دور دراز ملکوں کا سفر کر کے میرے ملنے کے لئے آئیں گے میں جانتا ہوں کہ ایسی نظیر پیش کرنے پر ہرگز انسان قادر نہیں۔	
زندہ گواہ رویت کے		مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ مولوی محمد علی ایم اے۔ نواب محمد علی خان صاحب مالیر کوٹلہ۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر۔ میر ناصر نواب صاحب دہلوی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی۔ مرزا خدا بخش صاحب جھنگ۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس۔ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹ چھاؤنی۔ شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر بمبئی ہوس لاہور۔ خلیفہ نورالدین صاحب جموں وغیرہ گواہان جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔	

﴿۱۲۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
الہام سوم ۳	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲۔ ترجمہ: خلق اللہ تیری طرف رجوع کرے گی سو تجھے چاہیئے کہ تُو اُن سے منہ نہ پھیرے اور نہ ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک جائے۔ اس الہام میں یہ بشارت دی گئی تھی کہ لوگ فوج درفوج تیرے پاس آئیں گے اور اس قدر آئیں گے کہ انسان بمقتضائے بشریّت ان کی متواتر ملاقاتوں سے ملول ہوسکتا ہے اور اُن کے ہجوم سے تھک سکتا ہے کیونکہ بہت کثرت ہوگی۔ سوتُو ایسا مت کرنا اور کثرت مخلوقات سے گھبرانا مت۔ اب جس حد تک کوئی انسان چاہے ثابت کر لے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں جس کو بیس بائیس برس گذر گئے لوگوں کا میری طرف رجوع نہ تھا بلکہ میں ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن کا دنیا میں کچھ ذکر کیا جاتا۔ پس خدا کا یہ فرمانا کہ تم نے کثرت خلق اللہ کو دیکھ کر تھکنا مت۔ یہ خبر پورے بیس برس بعد اس پیشگوئی کے ظہور میں آئی یعنی حال میں جب کہ ہزارہا لوگ قادیان میں آنے لگے اور آرہے ہیں۔	یہ پیشگوئی اس وقت سے بطور اتم اکمل ظہور میں آئی جب پنجاب میں طاعون پڑی۔
الہام چہارم ۴	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	اصحاب الصُّفة وما ادراک ما اصحاب الصُّفة. ترٰی اعینهم تفیض من الدمع. یصلّون علیک. ربّنا اننا سمعنا	یہ پیشگوئی قریباً دس برس

زندہ گواہ رویت کے	ان تمام پیشگوئیوں کا گواہ ناطق براهین احمديّه ہے اور اس قصہ کو تمام لوگ اس گاؤں اور گردونواح کے جانتے ہیں کہ جس زمانہ کی یہ پیشگوئیاں ہیں اس زمانہ میں میری شہرت کا نام ونشان نہ تھا اور پنجاب کے لوگ بآسانی

﴿۱۲۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ مضمون پیشگوئی نمبر ۴		منادیا ینادی للایمان. و داعیًاالی اللّٰہ و سراجا منیرا. املوا. دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲۔ ترجمہ:۔ صُفّہ کے دوست اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صُفّہ کے دوست تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ ان سے آنسو جاری ہیں۔ تیرے پر درود بھیجیں گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز کو سنا جو کہتا تھا کہ اپنے ایمان کو درست کرو اور قوی کرو اور وہ خدا کی طرف بلاتا تھا اور شرک سے دور کرتا تھا اور وہ ایک چراغ تھا زمین پر روشنی پھیلانے والا (لکھ لو) یہ پیشگوئی جس زمانہ میں براہین احمدیہ میں شائع کی گئی اُس وقت نہ کوئی صُفّہ تھا نہ اصحاب الصّفہ۔ پھر بعد اس کے جو مخلصین قادیان میں ہجرت کر کے آئے ان کے لئے صفے اور مہمان خانے طیار کئے گئے۔ دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ اس زمانہ میں یہ باتیں بتلائی گئیں جب کہ کسی کو اس طرف خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ قادیان میں ایسے مخلص جمع ہوں گے اور ان کے لئے صفے تیار کئے جاویں گے۔	بعد اظہار اس کے ظہور میں آ گئی
پیشگوئی نمبر ۵	۱۸۸۰ء و ۸۲	سبحان اللّٰہ تبارک و تعالٰی زاد مجدک ینقطع اٰبائک و یبدأ منک دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۰۔ ترجمہ۔ پاک ہے خدا ہر ایک تہمت سے جو بہت برکت والا اور بہت بلند ہے وہ تیری بزرگی کو زیادہ کرے گا۔ تیرے باپ دادے کا	اس کا ظہور ۱۸۸۸ء سے شروع ہوگیا

زندہ گواہ رویت کے

سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اس زمانہ میں نہ خود کبھی قادیان آئے اور نہ لوگوں کو قادیان آتے دیکھا اور نہ سنا اور نیز بڑا ثبوت اس کا کاغذات گورنمنٹ ہیں اور پیشگوئی نمبر پنجم کا ثبوت خود ظاہر ہے کہ بعد اس پیشگوئی کے خدا نے چار لڑکے مجھے دئے اور وہ عزت اور شہرت مجھے دی کہ میرے خاندان میں کسی کو نہیں دی گئی۔

﴿۱۲۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ مضمون پیشگوئی نمبر ۵		ذکر منقطع ہو جائے گا۔ اور خدا اس خاندان کی بزرگی کی بنیاد تجھ سے ڈالے گا۔ اب بتلاؤ کیا یہ سچ نہیں کہ میری شہرت میرے خاندان کی شہرت سے بہت زیادہ بڑھ گئی اور ہزارہا مخلوقات کو خدا نے ربقہ اطاعت میں داخل کر دیا اور آج کے دن سے پہلے کون جانتا تھا کہ اس سلسلہ کی اس قدر ترقی ہو جائے گی خاص کر براہین احمدیہ کے زمانہ میں جبکہ نہ کوئی سلسلہ تھا نہ دعوت تھی نہ جماعت تھی نہ شہرت تھی۔ پس افسوس ان پر جو نہیں سمجھتے اور خدا کی عجائب قدرتوں پر غور نہیں کرتے۔	
پیشگوئی نمبر ۶	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	**اردت ان استخلف فخلقت ادم . انّی جاعل فی الارض خلیفة** ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۲۔ یہ پیشگوئی باعتبار مفہوم لفظ آدم کے ہے کیونکہ فرشتوں نے آدم کی خلافت کو منظور نہ کیا۔ مگر آخر وہی جس کو رد کیا گیا تھا خلیفہ ٹھہرایا گیا اور نامنظور کرنے والوں کی کچھ پیش نہ گئی بلکہ سخت منکر ان میں سے شیطان کہلایا۔ پس لفظ آدم میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس جگہ بھی ایسا ہی ہوگا اور خدا اس خلافت کو اپنے ہاتھوں سے زمین پر جمائے گا۔ اور اس پیشگوئی کا ایک حصہ ازالہ اوہام میں ایک الہام ہے اور وہ یہ ہے۔ **قالوا أ تجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدّمآء قال انّی اعلم مالا تعلمون** ۔ ان تمام الہامات کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ زمین پر پیدا کروں۔	آج سے آٹھ سال پہلے

زندہ گواہ رویت کے	پیشگوئی نمبر ۵ کا ثبوت گذر چکا اور پیشگوئی نمبر ۶ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آدم کے رنگ پر میرے پر بھی اعتراض ہوں گے اور میری معائب شماری ہو گی اور آخر خدا میری عزت ظاہر کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور عیب شمار لوگوں کو خائب و خاسر ہونا پڑا اور خدا نے میری تائید کی اور اگرچہ تائید الٰہی بجائے خود

﴿۱۲۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دُنیا پر ظاہر ہوچکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲		سو میں نے آدم کو یعنی اس عاجز کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ میں اسی آدم کو زمین پر اپنی خلافت کے لئے مامور کرنے والا ہوں اور لوگ کہیں گے کہ کیوں ایسا خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے کہ مفسد ہے اور خونریز ہے یعنی خونریزی کی تہمت لگائیں گے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق آخرکار نادان لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ لیکھرام کے معاملہ کے بارے میں اور ڈاکٹر کلارک کے بارے میں اور آتھم کے بارے میں۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا کہے گا کہ تم غلطی کرتے ہو اس شخص کی نسبت جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ یہ پیشگوئی صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ لوگ انکار کریں گے اور جھوٹے الزام لگائیں گے اور منظور نہیں کریں گے سو ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا نے میرا نام آدم رکھا تا آخر کو اول سے نسبت ہو اور نیز یہ بھی مشابہت درمیان تھی کہ آدم توام کے طور پر پیدا کیا گیا پہلے نر اور پیچھے مادہ ہوا۔ تا ترقی کرنے والے انسانی سلسلہ کی طرف اشارہ کرے اور میں بھی آدم کی طرح توام پیدا کیا گیا مگر پہلے لڑکی پیدا ہوئی اور بعد اس کے مَیں۔ تا یہ وضع پیدائش انسانی سلسلہ کے ختم ہونے پر اشارہ کرے۔ سو میں اس طور سے آخر ہوں جیسا کہ آدم اول تھا اور عیسیٰ بن مریم کو آدم سے صرف ایک مناسبت تھی کہ بغیر باپ کے پیدا ہوا اور وہ مناسبت بھی ناقص	

زندہ گواہ رویت کے

ایک نشان ہوتا ہے لیکن جب قبل از وقت پیشگوئی کے رنگ میں اس کو بیان کیا جاوے تو وہ نشان نور علیٰ نور ہو جاتا ہے کیونکہ پیشگوئی کا پورا ہونا اس بات پر مہر کر دیتا ہے کہ وہ تائید جو ظہور میں آئی ہے وہ درحقیقت منجانب اللہ ہے۔

﴿۱۲۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۹		کیونکہ ماں موجود تھی مگر میں روحانی طور پر بغیر باپ اور ماں دونوں کے ہوں کیونکہ نہ کوئی مرشد رکھتا ہوں جو بجائے باپ کے ہو اور نہ خاندان نبوت جو بجائے ماں کے ہو اور میں آدم کی طرح توام ہوں اور حضرت عیسیٰ توام نہیں تھا اور آدم کی طرح خونریزی کی میرے پر تہمت لگائی گئی اور حضرت عیسیٰ پر یہ تہمت نہیں لگائی گئی۔ اور آدم کی طرح میں جمالی اور جلالی دونوں رنگ رکھتا ہوں مگر حضرت عیسیٰ محض جمالی رنگ تھا۔ اس لئے میں آدم کے لئے مظہر اتم ہوں مگر حضرت عیسیٰ مظہر اتم نہیں تھا چونکہ نوع انسان جس نقطہ سے شروع ہوئی اسی نقطہ پر اس کو بلحاظ وضع دوری ختم ہونا چاہیے اس لئے آخر سلسلہ نوع انسان میں آدم کا مظہر اتم پیدا کیا گیا تا اس طرح پر دائرہ خلقت انسان پورا ہو جائے اور چونکہ آدم نر اور مادہ پیدا کیا گیا تھا اسلئے خدا نے مجھے نر اور مادہ یعنی بطور توام پیدا کیا تا آخر کو اول سے مشابہت ہو اور نیز مجھے اس نے نہ خاندان نبوت سے پیدا کیا جو بطور ماں کے ہے اور نہ مرشد جو روحانی تعلیم دیتا مجھے عطا کیا تا بطور روحانی باپ کے ٹھہرتا اور یہ ضرور نہ تھا کہ میں عیسیٰ کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضرور نہ تھا کہ عصا کا سانپ بناتے بلکہ قرآن شریف کے معجزہ کو قائمقام عصا ٹھہرایا گیا کیونکہ خدا نہیں چاہتا کہ گذشتہ نشانوں کو دوبارہ ظاہر کرے مگر برنگ دیگر	

زندہ گواہ رویت کے	نہ کہ اتفاقی طور پر۔ غرض ایک مرسل اور مامور کے لئے خلافت اور نبوت کا منصب ثابت کرنا کسی ایسی تائید الٰہی کو چاہتا ہے جس کے ساتھ پیشگوئی ہو اور اس پیشگوئی کی ضرورت سمجھتا ہے جس کے ساتھ تائید ہو اور اثبات مدعا کے لئے بجز اس کے اور کوئی ضرورت نہیں

﴿۱۲۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
ساتویں پیشگوئی		وان یروا اٰیة یعرضوا و یقولوا سحر مستمر. واستیقنتھا انفسھم وقالوا لات حین مناص۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸۔ ترجمہ۔ جب دیکھیں گے کوئی نشان تو مُنہ پھیر لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ایک مکر ہے اور یہ تو ابتدا سے چلا آتا ہے کوئی انوکھی بات نہیں کوئی خارق عادت امر نہیں اور ان کے دل یقین کر گئے اور کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں ۔ یہ آیت یعنی وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَةً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ [1] یہ سورۃ قمر کی آیت ہے شق القمر کے معجزہ کے بیان میں اس وقت کافروں نے شق القمر کے نشان کو ملاحظہ کر کے جو ایک قسم کا خسوف تھا یہی کہا تھا کہ اس میں کیا	۱۳۱۱ ہجری

زندہ گواہ رویت کے	براہین احمدیہ کا الہام صفحہ ۴۹۸۔ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی بارہ برس پہلے خسوف سے کی گئی تھی اور باوجود اسکے کہ یہ پیشگوئی کتاب دارقطنی میں قریباً ہزار برس پہلے اور کتاب اکمال الدین میں جو شیعہ کی نہایت معتبر کتاب ہے اسی قدر مدت پہلے کی گئی تھی مگر تب بھی لوگوں نے قبول نہ کیا اور کہا کہ خسوف قمر مہینہ کی پہلی رات میں یعنی ہلال کو ہونا چاہئے تھا اور کسوف شمس ٹھیک مہینہ کے وسط میں ہونا چاہئے تھا یعنی پندرھویں تاریخ مگر جس طرح پر یہ ہوا یہ تو ایک مستمر امر ہے یعنی قدیم سے اسی طرح چلا آتا ہے حالانکہ حدیث میں خارق عادت کا کوئی لفظ نہیں صرف اپنی نادانی سے فقرہ اول شب اور فقرہ درمیانی روز سے یہ غلط معنی نکالتے ہیں اور حدیث کا مطلب ظاہر ہے اور وہ یہ کہ خسوف قمر اس کی مقررہ راتوں میں سے جو قانون قدرت میں مقرر ہیں اول رات میں ہوگا اور کسوف شمس اس کے مقررہ دنوں میں سے درمیان کے دن میں یعنی اٹھائیس تاریخ ہوگا اور اسی طرح وقوع میں آیا یہ ایک سچے مہدی موعود کیلئے ایک علامت مقرر کی گئی تھی کہ اس کے دعویٰ کے دنوں میں جب اس کی تکذیب ہوگی اور وہ نشان کا محتاج ہوگا تب ماہ رمضان میں ان تاریخوں میں خسوف

[1] القمر: ۳

﴿۱۲۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکی ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۷		انوکھی بات ہے قدیم سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کوئی خارق عادت امر نہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے اس الہام میں وہی آیت پیش کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو بھی خسوف کا نشان دکھلایا جاوے گا اور منکر لوگ وہی کہیں گے جو ابوجہل وغیرہ نے کہا تھا یعنی ’’اس طرح پر قدیم سے خسوف کسوف ہوتا آیا ہے‘‘ خارق عادت ہونا چاہئے تھا تا ہم مانتے۔ پس دیکھو یہ پیشگوئی کیسی عظیم الشان ہے جو خسوف کسوف سے بارہ برس پہلے لکھی گئی۔	

بقیہ زندہ گواہ رویت متعلق نمبر ۷

کسوف ہو جائیگا۔ اب ظاہر ہے کہ ہمیشہ رمضان میں خسوف کسوف نہیں ہوتا اگر ہوتا ہوگا تو صدہا برس کے بعد۔ اور پھر یہ کہ خسوف بھی انہیں تاریخوں میں ہو یہ خصوصیت بھی صدہا سال کو ہی چاہتی ہے۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک مہدی معہود ظاہر نہ ہو یہ خصوصیتیں کسی زمانہ میں کسی کاذب مدعی کے وقت میں جمع نہیں ہوں گی صرف مہدی کے وقت میں جمع ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تو اب ظاہر ہے کہ مہدی معہود کی علامت کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ اس کے ابتدائی زمانہ میں رمضان میں ان تاریخوں میں خسوف کسوف ہوگا قانون قدرت کو توڑنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ رہا یہ امر کہ دار قطنی کی حدیث ضعیف ہے۔ اگر ہم فرض کر لیں تو پھر کتاب اکمال الدین میں بھی تو یہی حدیث ہے ماسوا اس کے اصل بات تو یہ ہے کہ محدثین کی نہ تو تصدیق یقینی ہے اور نہ تکذیب۔ اس لئے خدا نے اس حدیث کی تصدیق خود کر دی اب کس محدث کی مجال ہے کہ اس کی تکذیب کرے۔ پیشگوئی تو انجیل اور توارات کی بھی ماننی پڑے گی اگر وہ صفائی سے پوری ہو جاوے گو وہ کتابیں محرف مبدل ہیں بلکہ اگر سکھوں کے گرنتھ میں بھی کوئی پیشگوئی ہو جو بے حد رطب و یابس کا ذخیرہ ہوا ور وہ پیشگوئی پوری ہو جائے تب بھی ماننی پڑے گی۔ کیا انسان کی تنقید خدا کی تنقید سے بہتر ہے۔

﴿۱۳۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۸	۱۸۸۰،۸۲ء	یا عبدالقادر انی معک اسمع و اریٰ غرست لک بیدی رحمتی و قدرتی. والقیت علیک محبة منّی. ولتصنع علٰی عینی. کزرع اخرج شطأہ فاستغلظ فاستویٰ علٰی سوقہٖ ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۴۔ ترجمہ۔ اے قادر کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔ میں نے اپنی محبت تیرے پر ڈال دی تا کہ تو میری آنکھوں کے روبرو پرورش کیا جائے۔ تو ایک بیج کی طرح ہے یعنی اکیلا ہے جس کی ابھی کوئی شاخ نہیں نکلی۔ صرف ایک سبزہ نکلا مگر بعد اس کے ایسا ہوگا کہ وہ سبزہ موٹا ہو جاوے گا اور اس کی شاخیں تنا پر قائم ہوں گی اور وہ ایک بڑا درخت بن جائے گا اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کس قدر صفائی سے پوری ہوئی اور باوجود سخت مخالفوں کی سخت مزاحمتوں کے یہ سلسلہ ایک عظیم بزرگی کے ساتھ قائم ہو گیا اور جیسا کہ پیشگوئی کا منشاء تھا اس تخم کی بہت سی شاخیں نکل آئیں اور پنجاب اور ہندوستان میں پھیل گئیں اور پھیلتی جاتی ہیں۔ براہین احمدیہ میں بارہا یہ ذکر آچکا ہے کہ تو اس وقت اکیلا ہے اور تیرے ساتھ کوئی نہیں جیسا کہ ایک جگہ میری دعا کا خود خداتعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ یعنی اے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو بہترین ورثاء ہے پس اس جگہ خدا گواہی دیتا ہے کہ اس الہام کے وقت میں اکیلا تھا سو خدا نے وعدہ دیا کہ تو اکیلا نہیں رہے گا اور ایک جہان تیری شاخوں میں داخل ہو جائے گا۔	یہ پیشگوئی بیس برس بعد طاعون کے زمانہ میں پوری ہوئی
زندہ گواہ رویت کے	براہین احمدیہ ان تمام پیشگوئیوں کی گواہ ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ اس زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں کہ جبکہ اس اقبال اور عزت اور کامیابی کے کچھ بھی آثار نہ تھے کہ جو اب ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء میں ظہور میں آئے۔		

﴿۱۳۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۹	۱۸۸۰ و ۱۸۸۲ء	اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ فَبَرَّأَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶۔ ترجمہ۔ کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔ پس وہ اس کو ان تمام الزاموں سے بری کرے گا جو اس پر لگائے جائیں گے اور وہ خدا کے نزدیک وجاہت رکھتا ہے۔ یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر کے وقت میں میرے پر خون کا الزام لگایا گیا خدا نے اس سے مجھے بری کر دیا اور پھر مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر کے وقت میں مجھ پر الزام لگایا گیا اس سے بھی خدا نے مجھے بری کر دیا۔ اور پھر مجھ پر جاہل ہونے کا الزام لگایا سو مخالف مولویوں کی خود جہالت ثابت ہوئی اور پھر مہر علی نے مجھ پر سارق ہونے کا الزام لگایا سو اس کا خود سارق ہونا ثابت ہوا۔ ایسا ہی یہ دن کبھی نہیں گذریں گے جب تک خدا کج دل انسانوں کو نہ دکھلا دے کہ یہ میرا بندہ میری طرف سے تھا۔ تب بہتوں کی آنکھیں کھلیں گی مگر کیا فائدہ۔ اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را۔ مرشوی کردہ رانبود زیب دخترے	یہ پیشگوئی اس زمانہ سے پوری ہونی شروع ہوئی جبکہ میرے پر قتل وغیرہ کے جھوٹے مقدمے کئے گئے
پیشگوئی نمبر ۱۰	۱۸۸۰ و ۱۸۸۲ء	اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ یعنی ہم تجھے بہت سے ارادتمند عطا کریں گے اور ایک کثیر جماعت تجھے دی جاوے گی۔ دیکھو اس پیشگوئی کو بیس برس گذر گئے۔ اور اب وہ کثیر جماعت ہوئی اور نہ صرف ستر ہزار بلکہ اب تو یہ جماعت لاکھ کے قریب ہوگئی اور اُن دنوں میں ایک بھی نہ تھا۔	طاعون کے دنوں میں کامل ظہور ہوا

زندہ گواہ رویت کے	جن مقدمات میں خدا نے مجھے بری کیا جو بڑے افترا اور اتفاق سے پیدا کئے گئے تھے ان کے لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں سرکاری کاغذات موجود ہیں اور جن صدہا نشانوں کے ساتھ تہمت اور کذب اور افترا اور جہل سے خدا نے مجھے بری کیا ان نشانوں میں سے بطور نمونہ اسی فہرست میں موجود ہیں اور منصف کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔

﴿۱۳۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکی ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۱	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	یا احمد فاضت الرحمت عَلٰی شفتیک. دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۷۔ ترجمہ۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی جاویگی۔ بلاغت اور فصاحت اور حقائق اور معارف تجھے عطا کئے جاویں گے سو ظاہر ہے کہ میری کلام نے وہ معجزہ دکھلایا کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ اس الہام کے بعد بیس[۲۰] سے زیادہ کتابیں اور رسائل میں نے عربی بلیغ فصیح میں شائع کئے مگر کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ خدا نے ان سے زبان اور دل دونو چھین لئے اور مجھے دے دئے۔	جس وقت سے عربی کتابیں تالیف ہوئیں
پیشگوئی نمبر ۱۲	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	وقالوا انّی لک ھٰذا ان ھٰذا الّا سحر یؤثر. لن نؤمن لک حتّٰی نری اللّٰہ جھرۃ لایصدق السفیہ الاسیفۃ الھلاک عدوٌّ لی وعدوٌّ لک. قل اتٰی امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ۔ دیکھو صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹ براہین احمدیہ۔ ترجمہ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مقام تجھے کہاں سے ملا یہ تو ایک فریب ہے۔ ہم تیرے پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو نہ دیکھ لیں یہ لوگ تو بجز موت کے نشان کے کبھی مانیں گے نہیں۔ ان کو کہہ دے کہ مری یعنی طاعون بھی چلی آتی ہے سو تم مجھ سے جلدی مت کرو۔ یہ پیشگوئی بیس برس پہلے طاعون کے کی گئی تھی۔	طاعون کے دنوں میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی
پیشگوئی نمبر ۱۳	″	امراض الناس وبرکاتہ. لوگوں کی مرضیں اور خدا کی برکتیں۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک	طاعون کے دنوں میں

زندہ گواہ رؤیت کے	جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ یہ تمام پیشگوئیاں براہین احمدیہ میں درج ہیں اور وہ گواہ بھی درج ہیں جن کے روبرو بعض پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور طاعون پھیلنے کی خبر جو براہین احمدیہ میں تھی وہ اب ملک میں پھیل رہی ہے اس وقت بھی جو ۲۰؍ اگست ۱۹۰۲ء ہے بعض حصوں پنجاب میں

﴿۱۳۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۳		سخت وبا کا زمانہ آئے گا اور آخر کار یہ ہوگا کہ جو لوگ خدا اور اس کے مامور کی طرف سچے دل سے اور پورے اخلاص سے توجہ کریں گے وہ بچائے جائیں گے اور بہرحال نسبتاً عافیت سے حصہ لینے والے سب سے زیادہ وہی ہوں گے سو یہ طاعون کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور جو لوگ انجام تک جیتے رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ وباء طاعون کے دنوں میں خدا کی خاص برکات اس سلسلہ کے مخلصوں کے شامل حال رہیں گی اور وہ نسبتاً جلتی ہوئی آگ سے بہت دور رہیں گے۔	
پیشگوئی نمبر ۱۴	۱۸۸۰ء و ۸۲ء	**بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمد یان برمنارِ بلند تر محکم افتاد۔** دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۲۔ یعنی اب ظہور کر اور نکل کہ تیرا وقت نزدیک آ گیا اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ محمدی گڑھے میں سے نکال لئے جاویں گے اور ایک بلند اور مضبوط مینار پر ان کا قدم پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی براہین احمدیہ میں ایک انگریزی الہام ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ دن آ رہے ہیں کہ جب خدا تمہاری مدد کرے گا خدائے ذوالجلال آفرینندہ زمین و آسمان۔ یہ ان دنوں کی پیشگوئی ہے جب کہ اس سلسلہ کا نام ونشان نہ تھا کیا یہ انسان کی قدرت میں سے ہے۔	بیس برس بعد طاعون کے دنوں میں
زندہ گواہ رویت کے		طاعون زور پر ہے اور معلوم نہیں کہ موسم سرما میں کیا صورت پیش آئے گی اب سوچ لو کہ کیا یہ امور غیبیہ انسان کے ہاتھ میں ہیں کیا آج سے بیس۲۰ برس پہلے کسی کو خبر بھی تھی کہ اس ملک میں اس زور سے طاعون آئے گی ایسا ہی ان پیشگوئیوں میں ترقی کے زمانہ کی اس وقت خبر دی گئی ہے جب کہ یہ عاجز گوشہء گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ اب سوچ لو کہ کیا انسان بھی یہ قدرت رکھتا ہے۔	

﴿۱۳۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۵	۱۸۸۰و۸۲ء	ایک دفعہ مجھے قطعی طور پر الہام ہوا کہ آج لعہ آئیں گے آنہ کم نہ زیادہ۔ چنانچہ قادیان کے آریوں کو ملزم کرنے کے لئے اس روپیہ کے آنے کی اطلاع دی گئی تب تفتیش کے لئے ایک آریہ گیا اور ہنستا ہوا آیا کہ صرف پانچ روپیہ آئے ہیں پھر الہام ہوا کہ اکیس روپیہ آئے ہیں۔ ایک اور آریہ پھر ڈاکخانہ میں گیا اور وہ خبر لایا کہ دراصل عنہ روپیہ آئے ہیں ڈاکخانہ والے نے غلطی سے پانچ روپیہ کہے تھے اور اسی موقع پر ایک شخص وزیر سنگھ نامی نے علاج کرانے کی غرض سے ایک روپیہ دے دیا۔ اس طرح پر پورے اکیس روپیہ ہو گئے۔ یہ بیس روپیہ منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ نے مجھے بھیجے تھے اور جب ایسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور آریہ اس کے گواہ ہو گئے تب میں نے ایک روپیہ کی شیرینی آریوں کے کھلا دی تا ہمیشہ اس پیشگوئی کو یاد رکھیں۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۴۔	اسی دن۔ جس دن پیشگوئی کی گئی
پیشگوئی نمبر ۱۶	۱۸۸۰و۸۲ء	براہین احمدیہ چھپ رہی تھی اور روپیہ نہیں تھا چھاپنے والے کا تقاضا تھا۔ تب دعا کی گئی اور یہ الہام ہوا۔ **’’دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں‘‘** ساتھ اس کے یہ بھی الہام ہوا۔ **’’دن وِل یُو گوٗ امرت سر‘‘** یعنی اس دن تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ یہ الہام آریوں کو سنایا گیا خوب کان کھولے گئے چنانچہ دس دن تک ایک پیسہ نہ آیا جب گیارہواں دن ہوا تو ایک سو بیس مابعہ روپیہ محمد افضل خان صاحب ایک شخص نے راولپنڈی سے بھیجے اسی دن عمہ ایک اور شخص نے بھیج دیئے اسی دن سرکاری سمن آیا اور ایک گواہی کے لئے امرتسر جانا پڑا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۹۔	بیان پیشگوئی سے گیارہویں دن

زندہ گواہ رویت کے	پیشگوئی نمبر ۱۵ میں جس قدر خدا کی قدرت اور غیب کی خبر پائی جاتی ہے اس کو غور سے پڑھو اور پیشگوئی نمبر ۱۶ خود ظاہر ہے۔ کیا ایسی صاف غیب گوئی کہ دس دن تک کوئی روپیہ نہیں آئے گا اور دس کے بعد گیارہویں …………

﴿۱۳۵﴾

<table>
<tr><th>نمبر شمار</th><th>تاریخ بیان پیشگوئی</th><th>جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں</th><th>تاریخ ظہور پیشگوئی</th></tr>
<tr><td>پیشگوئی نمبر ۱۷</td><td>۱۸۸۰و۸۲ء</td><td>ایک شخص نور احمد نام مولوی غلام علی صاحب امرتسری کے شاگردوں میں سے قادیان میں آیا اور اس سے منکر تھا کہ اس امت کے بعض افراد خدا تعالیٰ سے سچی اور یقینی وحی پا سکتے ہیں۔ اس کو یہ کہہ کر ٹھہرایا گیا کہ ہم دعا کرتے ہیں شائد اللہ تعالیٰ کوئی ایسا الہام کرے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو۔ سو دعا منظور ہو کر یہ الہام حکایتاً عن الغیر انگریزی میں ہوا آئی ایم کورلر یعنی میں مقدمہ کرنے والا ہوں اور جھگڑنے والا ہوں اور ساتھ ہی یہ الہام ہوا ھٰذا شاھد نزاغ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ۴۷۲۔ یعنی یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے اور تفہیم کی گئی ہے کہ کسی کا مقدمہ ہے اور وہ مجھے گواہ بنانا چاہتا ہے یہ تمام مراتب میاں نور احمد کو قبل از ظہور پیشگوئی سنائے گئے اس دن حافظ نور احمد امرتسر جانے کو تیار تھا بارش ہوئی اور وہ روک لیا گیا۔ شام کو اس کے روبرو رجب علی نام اڈیٹر مطبع سفیر ہند کا امرتسر سے خط آیا اور ساتھ ہی ایک سمن شہادت میرے نام آیا جس سے معلوم ہوا کہ پادری رجب علی نے مجھے اپنا گواہ لکھوایا ہے۔ اور دعویٰ صحیح تھا اور میری شہادت موجب تباہی مدعا علیہ تھی یہی معنے</td><td>یہ پیشگوئی فجر کو بیان کی گئی اور عصر سے پہلے پوری ہوگئی</td></tr>
<tr><td>زندہ گواہ رویت کے</td><td colspan="3">دن روپیہ ضرور آئیگا اور اس دن کسی مجبوری سے امرتسر بھی جانا پڑے گا کیا ایسی پیشگوئیوں پر انسان بھی قادر ہوسکتا ہے اور اس سے زبردست اور کیا ثبوت ہوگا کہ آریہ جو دین کے پکے دشمن ہیں اس پیشگوئی کے گواہ ہیں۔ منجملہ ان کے لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل ساکنان قادیان جواب تک زندہ موجود ہیں اس نشان سے خوب واقف ہیں ان کے لئے بڑی مصیبت ہے کہ اسلام کی گواہی دیں لیکن اگر یہ مقام براہین احمدیہ کا ان کو دکھلایا جاوے اور ان کی اولاد کی ان کو قسم دی جاوے کیونکہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں تو ممکن نہیں کہ جھوٹ بولیں کیا دعا قبول ہو کر پھر خدا کا پیشگوئی کرنا اور اپنی تائید دکھلانا اور امرتسر جانے کا نشان ساتھ رکھنا یہ معجزہ نہیں۔ اور پیشگوئی نمبر ۱۷ کا حافظ نور احمد اور حافظ حامد علی وغیرہ گواہ ہیں۔</td></tr>
</table>

﴿۱۳۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دُنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۷		اس الہام کے تھے کہ ھٰذا شاھد نزاغ۔ سو اس طرح پر حافظ نور احمد امرتسری نے جو ہمارے مخالف تھا پیشگوئی کا سن بھی لیا اور پھر اس کو پورے ہوتے دیکھ بھی لیا۔ مذکورہ بالا آریہ جو میرے پاس ہر روز آتے تھے وہ بھی اس بات کے گواہ ہیں میرے ملازم اور متعلقین بھی گواہ ہیں اب دیکھو کہ علم غیب تو خاصہ خدا ہے اگر یہ الہامات خدا کی طرف سے نہیں تو کیا نعوذ باللہ شیطان ایسے صاف اور صریح غیب پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ[1] یعنی صاف اور صریح غیب محض برگزیدہ رسولوں کو دیا جاتا ہے اگر کوئی ان بیانات کو جھوٹا سمجھتا ہے تو اُسے سمجھنا چاہئے کہ ۲۰ برس کے یہ الہامات شائع ہیں اور کتاب میں گواہوں کے نام درج ہیں مگر کسی نے تکذیب شائع نہ کی اور انسان جھوٹ پر صبر نہیں کر سکتا اور اب بھی اکثر گواہ زندہ ہیں اور اگر اب بھی تسلی نہیں تو ایسے مکذب کو اختیار ہے کہ لعنة اللّٰہ علی الکاذبین سے ہی فیصلہ کر لے۔	
پیشگوئی نمبر ۱۸	۱۸۸۰ و ۱۸۸۲ء	ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے چنانچہ میں نے شرمپت اور ملاوامل مذکور بالا آریوں کو یہ پیشگوئی بتلائی مگر اُن آریوں نے اس بات پر ضد کی کہ انہیں میں سے	
زندہ گواہ رویت کے	براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۷۴ و ۴۷۵ میں یہ ہر دو پیشگوئیاں الفاظ مذکورہ بالا کی موجود ہیں وہ ہر دو آریہ مخالف دین اور ہندو ہیں اب تک زندہ موجود ہیں دشمن دین ہیں قسم کے ساتھ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ پس دیکھو خوارق اور معجزات اس کو کہتے ہیں جس کے دشمن گواہ ہوں۔ ایسا ہی		

[1] الجن: ۲۷و۲۸

﴿۱۳۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جو ظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۸		کوئی ڈاکخانہ میں جائے تا معلوم کرے کہ اسی دن کسی ایسے شخص کی طرف سے کوئی روپیہ آیا ہے یا نہیں چنانچہ ملاوامل آریہ اس کام کے لئے گیا اور ایک خط لایا جس میں لکھا تھا کہ مبلغ دس۱۰ روپیہ ارباب سرور خان نے بھیجے ہیں مگر آریوں نے اس بات سے انکار کیا کہ سرور خان کو محمد لشکر خان کا کوئی قرابتی سمجھا جائے۔ ناچار منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مصنف عصائے موسیٰ جو ہوتی مردان میں تھے ان کو خط لکھنا پڑا کہ اس جگہ یہ بحث در پیش ہے اور دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور خان کی محمد لشکر خان سے کچھ قرابت ہے یا نہیں۔ ہوتی مردان سے منشی الٰہی بخش صاحب نے لکھا کہ سرور خان ارباب لشکر خان کا بیٹا ہے اور آریہ لاجواب ہو گئے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۴ و صفحہ ۴۷۵۔	
پیشگوئی نمبر ۱۹	۱۸۸۲ء و ۸۰	جس[1] زمانہ میں براہین چھپ رہی تھی روپیہ کی آمدن میں قدم قدم پر تنگی تھی۔ کوئی جماعت نہ تھی جن سے چندہ لیا جائے اس لئے مدت تک مسودہ کتاب کا معطل پڑا رہا۔ اور الہامات تسلی دیتے	اسی زمانہ میں ابعد طاعون کے

بقیہ گواہان رویت نمبر ۱۸

منشی الٰہی بخش صاحب مصنف عصائے موسیٰ دشمنوں میں سے ہیں مگر ان کو بھی قسم سے سچ بولنا پڑے گا۔

علاوہ اس کے یہ پیشگوئی بیس۲۰ برس کی ہے اگر اس میں کوئی امر خلاف واقعہ ہوتا تو آریہ باوجود اس قدر مذہبی عداوت کے اس پر صبر نہیں کر سکتے تھے ضرور اس کا ردّ قسم کے ساتھ شائع کرتے کہ یہ امور خلاف واقعہ ہیں۔

[1] اور پیشگوئی نمبر ۱۹ کے گواہ اول تو براہین احمدیہ ہے جس میں یہ پیشگوئی لکھی گئی پھر اس زمانہ

﴿۱۳۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جوظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۹		تھے کہ یہ تمام کام ہو جائیں گے اور ایک جماعت بھی ہو جائے گی چنانچہ منجملہ ان کے بعض انگریزی الہامات ہیں اور میں انگریزی نہیں جانتا۔ اس کوچہ سے بالکل ناواقف ہوں ایک فقرہ تک مجھے معلوم نہیں مگر خارق عادت طور پر مندرجہ ذیل الہامات ہوئے۔ آئی لو یو۔ آئی ایم وِدْ یو۔ آئی شیل ہیلپ یُو۔ آئی کین ویٹ آئی وِل ڈو۔ وی کین ویٹ وی وِل ڈو۔ صفحہ ۴۸۰ و ۴۸۱ گاڈ اِز کمِنگ بائی ہِز آرمی۔ صفحہ ۴۸۴۔ ہی اِز وِدْ یوٹُو ِکل اینیمی صفحہ ۴۸۴۔ دی ڈیز شل کم دین گاڈ شیل ہیلپ یُو گلوری بی ٹو دس لارڈ۔ گارڈ میکر اوف ارتھ اینڈ ہون۔ صفحہ ۵۲۲۔ دوہ آل مَین شُڈ بی اینگری بٹ گاڈ اِز وِد یو ہی شیل ہیلپ یو۔ وارڈس آف گاڈ کین ناٹ ایکس چینج صفحہ ۵۵۴۔ آئی لو یو۔ آئی شیل گِو یو ءِ لارج پارٹی آف اسلام صفحہ ۵۵۶۔ دیکھو صفحات مذکورہ براہین احمدیہ۔ ترجمہ۔ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں کرسکتا ہوں جو چاہوں گا۔ ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ خدا ایک لشکر لے کر چلا آتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے تا تمہارے دشمن کو ہلاک کرے۔ یعنی اس کو مغلوب و مخذول کرے	

بقیہ گواہان رویت نمبر ۱۹	اور براہین کے زمانہ کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک عاقل سوچ سکتا ہے کہ براہین کے وقت میں کیا حالت تھی اور بعد میں کیا حالت ہوئی اور جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں یہ پیشگوئیاں جن میں یہ ذکر ہے کہ میں اس سلسلہ کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ ان کا ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء میں پورا ہو جانا اظہر من الشّمس ہے اول یہ بات ظاہر ہے کہ جس زمانہ میں براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کہ یہ ایک بڑی جماعت بنائی جائیگی۔ اس

﴿۱۳۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جوظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۹		وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا خدائے ذوالجلال آفرینندہ زمین وآسمان۔ اگر تمام آدمی تم سے ناراض ہوجائیں گے مگر خداتمہارے ساتھ رہے گا۔ وہ انجام کارتمہاری مدد کرے گا۔ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ میں ایک بھاری جماعت اسلام کی تمہیں دوں گا اور میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ اب دیکھو جس زمانہ میں یہ انگریزی الہام ہوئے تھے کیسی گمنامی اورکس مپرسی کا زمانہ تھا اور آج وہ تمام وعدے پورے ہوگئے اور اس زمانہ میں جماعت کا وعدہ ہوا جب کہ میرے ساتھ ایک بھی نہ تھا اور اب یہ جماعت ستر ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہے اور انگریزی الہام میں یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمام آدمی تم سے ناراض ہوجائیں گے مگر خدا تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ انجام کارتمہارا مددگار ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا ایک خاص فضل تمہارے شامل حال ہے جو محبین اور محبوبین کے شامل حال ہوا کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا میں تین قسم کے کام کیا کرتا ہے (۱) خدائی کی حیثیت سے (۲) دوسری دوست کی حیثیت سے (۳) تیسرے دشمن کی حیثیت سے۔ جو کام عام مخلوقات سے ہوتے ہیں وہ محض خدائی حیثیت سے ہوتے ہیں۔ اور جو کام محبین اور محبوبین سے ہوتے ہیں وہ نہ صرف خدائی حیثیت سے	

بقیہ گواہان رویت نمبر ۱۹	وقت جماعت کا نام ونشان نہ تھا جیسا کہ خود براہین احمدیہ میں بار بار اس کا ذکر ہے۔ اور یہ دعا بھی ہے رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ۔ یعنی اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑیو اور تو بہتر وارث ہے۔ ماسوا اس کے کون پنجاب یا ہندوستان سے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ براہین احمدیہ کے

﴿۱۴۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جو ظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۹		بلکہ دوستی کی حیثیت کا رنگ ان پر غالب ہوتا ہے اور صریح دنیا کو محسوس ہوتا ہے کہ خدا اس شخص کی دوستانہ طور پر حمایت کر رہا ہے۔ اور جو کام دشمنوں کی حیثیت سے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ایک موذی عذاب ہوتا ہے اور ایسے نشان ظاہر ہوتے ہیں جن سے صریح دکھائی دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس قوم یا اس شخص سے دشمنی کر رہا ہے اور خدا جو اپنے دوست کے ساتھ کبھی یہ معاملہ کرتا ہے جو تمام دنیا کو اس کا دشمن بنا دیتا ہے اور کچھ مدت کے لئے ان کی زبانوں یا ان کے ہاتھوں کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ یہ اس لئے خدائے غیور نہیں کرتا کہ اس اپنے دوست کو ہلاک کرنا چاہتا ہے یا بے عزت اور ذلیل کرنا چاہتا ہے بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ تا دنیا کو اپنے نشان دکھاوے اور تا شوخ دیدہ مخالفوں کو معلوم ہو کہ انہوں نے دشمنی میں ناخنوں تک زور لگا کر نقصان کیا پہنچایا۔	۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء میں کامل طور پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی
پیشگوئی نمبر ۲۰	۱۸۸۲ء	**ثلة من الاولین وثلة من الاٰخرین** صفحہ ۵۵۶۔ ترجمہ۔ دو گروہ یعنی دو جماعتیں تمہیں عطا کی جاویں گی ایک وہ جماعت ہے جو نزول آفات	

بقیہ روئیت گواہ نمبر ۱۹

زمانہ میں مریدانہ طور پر مجھ سے کوئی تعلق رکھتا تھا بلکہ میرے روشناس بھی صرف چند آدمی ہی نکلیں گے اور خود گورنمنٹ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ قادیان میں میرے لئے کسی کی آمد و رفت نہ تھی۔ اور پیشگوئی نمبر بیس۲۰ کا ثبوت بھی براہین احمدیہ پر غور کرنے سے کھلتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ جس میں یہ پیشگوئی ہے بتلا رہی ہے کہ براہین کا زمانہ تنہائی کا زمانہ تھا اور اب ہمارے سلسلہ میں ہزارہا آدمی شامل ہیں۔

﴿۱۴۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جو ظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۰		سے پہلے قبول کر لے گی اور دوسری وہ جماعت ہے جو نشانوں کو دیکھ کر بکثرت جوق جوق سلسلہ بیعت میں داخل ہوگی۔ اب بتلاؤ کہ کیا حسب اس پیشگوئی کے وقوع میں آ گیا یا نہیں ایسی آنکھیں تو بند نہیں کرنی چاہئیں جیسا کہ اندھوں کی آنکھیں ہوتی ہیں ذرہ دریافت کرو خواہ سرکاری کاغذات دیکھ لو کہ کیا براہین احمدیہ کے وقت سات آدمی بھی تھے اور کیا اب ستر ہزار آدمی میرے ساتھ داخل بیعت ہیں یا نہیں یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ تائید اور رحمت سے ملی ہوئی پیشگوئی ہے۔	
پیشگوئی نمبر ۲۱	۱۸۶۵ء	قریباً پندرہ برس پہلے براہین احمدیہ کی تالیف سے مجھے بذریعہ زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اطلاع دی گئی کہ میں ایک کتاب تالیف کروں گا اور اس کتاب کو مسلمانوں میں عام قبولیت کا مرتبہ حاصل ہوگا اور مخالف اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ چنانچہ پندرہ برس کے بعد براہین احمدیہ تالیف کی گئی اور اس میں یہ تمام تذکرہ موجود ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۸ و ۲۴۹	پندرہ سال بعد ۱۸۸۰ء میں
پیشگوئی نمبر ۲۲	۱۸۶۸ء	شرمپت آریہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اس کا بھائی بشمبر داس نامی اور ایک دوسرا شخص خوشحال نامی ایک مقدمہ میں دونوں قید ہو گئے تھے جب	چھ ماہ بعد
زندہ گواہ رویت کے		پیشگوئی نمبر۲۰ کا ثبوت ہم لکھ چکے ہیں۔ اور پیشگوئی نمبر۲۱ کا ثبوت وہ گواہ ہیں جن کے پاس یہ خواب بیان کی گئی تھی اور اب تک ان میں سے بعض زندہ ہیں اور نیز خود براہین احمدیہ بھی گواہ ہے کیونکہ جس قبولیت کی یہ رؤیا بشارت دیتی تھی جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۸ اور ۲۴۹ میں چھپ گئی۔ چھپنے کے وقت اس قبولیت کا کوئی نشان ظاہر نہ تھا بلکہ مالی مشکلات پیش آئی تھی لیکن ایک مدت کے بعد براہین احمدیہ کے لوگوں میں قبولیت اور شہرت پھیل گئی اور پیشگوئی نمبر۲۲ اس تمام گاؤں میں ایک مشہور واقعہ ہے اور کئی مسلمان اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتے ہیں مگر	

﴿۱۴۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جو ظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۲		اپیل گذار شرمپت نے جیسا کہ اضطرار کے وقت ہندوؤں کا حال ہوا کرتا ہے مجھ سے دعا کی درخواست کی اور انجام دریافت کیا۔ تب دعا کرنے کے بعد رات کے وقت خدا تعالیٰ نے رؤیا میں کل حقیقت مقدمہ کی مجھ پر کھول دی اور ظاہر کیا کہ دعا اس طور پر قبول ہوگی کہ بشمبر داس کی نصف قید تخفیف کر دی جائے گی اور یوں ہوگا کہ اس مقدمہ کی مثل عدالت چیف کورٹ سے پھر ماتحت عدالت میں واپس آئے گی اور اس عدالت سے بشمبر داس کی قید صرف آدھی رہ جائے گی اور آدھی معاف کر دی جائے گی اور اس کا دوسرا رفیق خوشحال نامی پوری قید بھگت کر خلاصی پائے گا اور ایک دن بھی کم نہیں ہوگا اور وہ بھی بَری نہیں ہوگا۔ اسی وقت اس رؤیا سے بہت سے آدمیوں کو اطلاع دی گئی اور شرمپت کو بھی بلا کر اطلاع دی گئی اور آخر اسی طرح وقوع میں آیا جس طرح پیشگوئی کی گئی تھی۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۱۔	
پیشگوئی نمبر ۲۳	۱۸۷۸ء	مقدمہ مذکورہ بالا جس میں بشمبر داس قید ہوا تھا بصورت اپیل چیف کورٹ میں دائر کیا گیا تو بشمبر داس کے بھائی مسمّی دھنپت نے گاؤں میں آکر مشہور کر دیا کہ ہماری اپیل منظور ہوگئی اور بشمبر داس بَری ہوگیا۔ یہ خبر عشاء کے وقت مشہور	دو ماہ بعد پوری ہوئی

بقیہ گواہان رویت نمبر ۲۲	پیشگوئی نمبر ۲۲، پیشگوئی نمبر ۲۳ کی نسبت بشمبر داس کے حقیقی بھائی شرمپت کی گواہی کافی ہے جس نے مجھ سے دعا کرائی تھی اور جس کا نتیجہ نصف قید کی تخفیف ہوئی تھی شرمپت کو قبل از وقت خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر مقدمہ کا انجام میں نے بتلا دیا تھا کہ مثل واپس آ گئی اور بشمبر داس کی نصف قید تخفیف کی جائے گی بری نہیں ہوگا۔ اس قدر تخفیف دعا کا نتیجہ ہے۔ مگر خوشحال اس کا رفیق بالکل بری نہیں ہوگا ایک دن بھی اس کا کم نہیں ہوگا۔

﴿۱۴۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جوظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۳		ہوئی اور اس وقت میں مسجد میں تھا اور چونکہ یہ صورت میری پیشگوئی کے مخالف تھی اس لئے سخت گھبراہٹ کا موجب ہوئی میں اس بیقراری میں تھا کہ عین سجدہ کے وقت میں مجھے الہام ہوا **لا تخف انک انت الاعلٰی** یعنی کچھ خوف نہ کر تو ہی غالب ہے۔ آخر وہ خبر غلط ثابت ہوئی اور بشمبر داس کی قید تو تخفیف ہوئی مگر وہ بری نہ ہوا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۰۔	
پیشگوئی نمبر ۲۴	۱۸۶۸ء	ہمارا ایک مقدمہ تحصیل بٹالہ میں موروثی اسامیوں پر بابت درود درختوں کے تھا مجھے معلوم کرایا گیا کہ اس مقدمہ میں ڈگری ہوگی مگر حکم سنانے کے وقت فریق ثانی تو عدالت میں موجود تھا اور ہماری طرف سے اتفاقاً کوئی حاضر نہ تھا۔ شام کو فریق ثانی اور اس کے گواہوں نے جو قریب پندرہ آدمی کے تھے بازار میں آکر بیان کیا کہ مقدمہ خارج ہو گیا۔ شرمپت اور دیگر آریہ لوگوں کو جو میں نے یہ پیشگوئی سنائی تھی وہ بہت خوش ہوئے کہ آج ہمارا ہاتھ پڑ گیا اور مجھے سخت اضطراب ہوا اس لئے کہ بیان کرنے والے پندرہ آدمی ہیں۔ عصر کا وقت تھا اور میں مسجد میں اکیلا تھا اور کوئی نہ تھا اتنے میں ایک آواز گونج کر آئی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ باہر سے آواز ہے آواز کے یہ لفظ تھے کہ ڈگری ہو گئی مسلمان ہے یعنی تُو کیوں باور نہیں کرتا	
زندہ گواہ رویت کے	پیشگوئی نمبر ۲۴ کے متعلق مثل دفتر سرکاری میں موجود ہے اور شرمپت وغیرہ آریہ گواہ ہیں۔ حاکم مجوز نے جس کا نام حافظ ہدایت علی تھا صرف مدعا علیہ کے بیان پر کہ ہمیں حسب فیصلہ صاحب کمشنر درخت کاٹ لینے کا حق حاصل ہے، مقدمہ کو خارج کر دیا اور مدعا علیہ کو حکم سنا کر معہ اس کے گواہوں کے رخصت کر دیا۔ اس پر انہوں نے گاؤں میں آکر مشہور کر دیا کہ مقدمہ خارج ہو گیا ہے لیکن جب وہ عدالت کے کمرہ سے نکل گئے تو اس وقت مثل خوان نے جو اتفاقاً باہر گیا ہوا تھا حاکم کو کہا کہ آپ نے اس مقدمہ میں دھوکا کھایا ہے اور جو فریق ثانی نے نقل روبکار صاحب کمشنر پیش		

﴿۱۴۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس کی خارق عادت پیشگوئیاں جوظہور میں آ چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۴		کیا خدا سے کوئی زیادہ معتبر ہے آخر یہی سچ نکلا کہ ڈگری ہوگئی تھی اور اُس فریق کو دھوکا لگا تھا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۲	
پیشگوئی نمبر ۲۵	۱۸۸۰ء و ۸۲	میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا الفتنة ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم (یعنی انہیں ایام میں ایک فتنہ ہوگا پس تو اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کر)☆ یہ پیشگوئی لیکھرام کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ میں تجھے قدرت نمائی سے اٹھاؤں گا چنانچہ آتھم کی نسبت شور و ہنگامہ کے بعد لیکھرام والی پیشگوئی ایسے شوکت اور ہیبت کے ساتھ پوری ہوئی کہ تمام دشمنوں کے مُنہ کالے ہوگئے اور مجھ کو انہوں نے گرانا چاہا تھا خدا نے اپنے ہاتھ سے مجھے اٹھایا اور ایک چمکتا ہوا نشان دکھلا دیا اور لیکھرام کے متعلق جو پیشگوئی ظہور میں آئی وہ درحقیقت خدا کی ایک چمکار تھی گویا خدا اپنے رسول کے لئے خود اتر کر لڑا۔ اور اس پیشگوئی کے بعد بدقسمت آریوں کی دشمنی بڑھ گئی یہاں تک کہ انہوں نے اس نادان برہمن کے مرنے کے بعد ہمارے گھر کی تلاشی بھی کرائی۔ اسی کی طرف پیشگوئی میں بھی اشارہ ہے کہ فرمایا	پندرہ برس کے بعد

بقیہ روئیت گواہ نمبر ۳۲	کی ہے وہ حکم تو فنانشل صاحب کے حکم سے منسوخ ہو چکا ہے اور اس نے روبکار دکھلا دی۔ تب ہدایت علی کی عقل نے چکر کھایا اور اسی وقت اپنی روبکار پھاڑ دی اور ڈگری کی۔ یہ خدا کی قدرت کے نظارے ہیں۔ پیشگوئی نمبر ۲۵ کا پورا ثبوت لیکھرام والی پیشگوئی میں ابھی آئے گا۔

☆ دیکھو صفحہ ۵۵۷ براہین احمدیہ

﴿۱۴۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۵	۱۸۸۰، ۸۲ء	**الفتنة ھٰھُنا فاصبر کما صبر اولو العزم** ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷۔ اور خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں دو امر کی خبر دی ہے (۱) اول یہ کہ دنیا سخت مقابلہ کرے گی اور کسی طرح قبول نہیں کرے گی اور وہ اپنی طرف سے زمین پر گرا دے گی اور جھوٹا ہونے کا الزام دے گی جیسا کہ آتھم کے شرطی میعاد کے بعد نادان مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر شور برپا کیا اور اپنے خیال میں گرا دیا اور خدا نے لیکھرام کو قتل کر کے گرنے کے بعد پھر اٹھایا (۲) دوسری یہ کہ خدا اس پیشگوئی میں وعدہ کرتا ہے کہ میں زور آور حملوں سے اس مرسل کی سچائی ظاہر کروں گا۔ سو وہی زور آور حملے ہیں کہ کھلے کھلے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن خود بخود مر رہے ہیں۔ قوم کے دشمنوں نے اس نور کو بجھانے کے لئے ناخنوں تک زور لگائے مگر یہ جماعت جو اول صرف دو تین آدمی تھے اب ستر ہزار تک پہنچ گئی اور خدا کے قہر کے ہاتھ نے سرغنہ مخالفوں کے پانچ حصوں میں سے تین حصے دنیا پر سے اٹھا لئے۔ اسمٰعیل مولوی علیگڑھ جس نے کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے (یعنی وہ اور میں) جو شخص جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ چنانچہ خود وہ پہلے مر گیا اور غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں مجھے جھوٹا قرار دے کر خدا تعالیٰ سے جھوٹے کی موت چاہی سو وہ اس مباہلہ کو شائع کر کے پھر زندہ نہ رہ سکا اور چند ہی روز میں فوت ہو گیا۔ دیکھو کتاب فتح رحمانی صفحہ ۲۶ و ۲۷	

زندہ گواہ رویت نمبر ۲۵	اس پیشگوئی کا ثبوت ظاہر ہے کیونکہ خدا نے لیکھرام کو مار کر ثابت کر دیا کہ اس کا یہ بندہ اس کی طرف سے ہے۔

﴿۱۴۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۵		اور محی الدین لکھو کے والے نے بھی اسی مضمون کا الہام شائع کیا یعنی یہ الہام شائع کیا کہ مرزا صاحب فرعون مگر جیسا کہ الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۵ دوسرے کالم میں شائع ہو چکا ہے میری پیشگوئی کے مطابق وہ فوت ہو گیا۔ ایسا ہی رشید احمد گنگوہی اپنے اشتہار کے بعد اندھا ہو گیا۔ شاہدین مخالف لدھانوی دیوانہ ہو گیا اور محمد حسن بھیں میرے مقابلہ اعجاز المسیح پر یہ کلمہ لکھتے ہی کہ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین اپنے منہ کی لعنت سے ہی پکڑا گیا اور مر گیا۔ ایسا ہی لدھانہ کے تین مولوی بھی یعنی عبداللہ۔ عبدالعزیز۔ محمد وہ تینوں میرے مقابل پر گندے اشتہار لکھنے کے بعد مر گئے۔ یہ خدا کے زور آور حملے ہیں جن سے سچائی ظاہر ہے اور انہی پر ختم نہیں ابھی اور حملے بھی ہیں آسمان نہیں تھکے گا جب تک زمین اپنی شوخیاں نہیں چھوڑتی۔	
پیشگوئی نمبر ۲۶	۱۸۸۰ء و ۸۲ء	**اشکر نعمتی رئیت خدیجتی** ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸۔ ترجمہ۔ میرا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس نکاح کی طرف تھی جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا جس سے بفضلہ تعالیٰ چار لڑکے پیدا ہوئے اور خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل	ایک برس بعد

زندہ گواہ رویت نمبر ۲۶	پیشگوئی نمبر ۲۵ پر تو ایک دنیا گواہ ہے کہ پہلے کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا۔ اور پیشگوئی نمبر ۲۶ یعنی شادی کے معاملے میں جو آج سے اٹھارہ[۱۸] برس ہوئے دہلی میں ہوئی تھی آریہ شرمپت اور ملاوامل اور اکثر دوست گواہ ہیں کہ ان کو اس پیشگوئی کی پہلے خبر دی گئی تھی۔ اس شادی کے متعلق تین الہام تھے۔ ایک یہی کہ جو براہین احمدیہ میں صفحہ ۵۵۸ میں درج ہو گیا۔ دوسرا الہام تھا

﴿۱۴۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۶		کی ماں ہے جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا کہ وہ بیوی سادات کی قوم میں سے ہوگی اسی کے مطابق دوسرا الہام ہے اور وہ یہ ہے الحمد للّٰہ الذی جعل لکم الصّھر والنسب یعنی وہ خدا جس نے باعتبار رشتہ دامادی اور باعتبار نسب تمہیں عزت بخشی۔	
پیشگوئی نمبر ۲۷	۸۲-۱۸۸۰ء	مبارک و مبارک و کل امرٍ مبارک یجعل فیه. ومن دخله کَانَ اٰمِنًا ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹۔ ترجمہ۔ یہ مسجد برکت دی گئی ہے اور برکت دینے والی ہے اور ہر ایک کام جو برکت دیا گیا ہے وہ اس میں کیا جائے گا۔ اور جو اس میں داخل ہو وہ امن میں آ جائے گا۔ اس الہام میں تین قسم کے نشان ہیں (۱) اوّل یہ کہ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مادۂ تاریخ بنائے مسجد ہے (۲) دوم یہ کہ یہ پیشگوئی بتلا رہی ہے کہ ایک بڑے سلسلہ کے کاروبار اسی مسجد میں ہوں گے چنانچہ اب تک اسی مسجد میں بیٹھ کر ہزارہا آدمی بیعت توبہ کر چکے ہیں اسی میں بیٹھ کر صدہا معارف بیان کیے جاتے ہیں اور اسی میں بیٹھ کر کتب جدیدہ کی تالیف کی بنیاد پڑتی ہے اور اسی میں ایک گروہ کثیر مسلمانوں کا پنج وقت نماز پڑھتا ہے اور وعظ سنتے ہیں اور دلی سوز سے دعائیں کی جاتی ہیں اور بنائے مسجد کے وقت	طاعون کے زمانہ کے قریب

بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۲۶	الحمد للّٰہ الذی جعل لکم الصّھر والنسب ۔ تیسرا الہام تھا بکرو ثیب یعنی تمہارے لئے مقدر ایک بکر ہے اور ایک بیوہ۔ یہ الہام بخوبی یاد ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کو میں نے بمقام بٹالہ انہی کے مکان پر سنایا تھا اتفاقاً انہوں نے دریافت کیا تھا کہ کوئی تازہ الہام ہے تب میں نے سنا دیا تھا۔ اور پیشگوئی نمبر ۲۷ کے مطابق پچاس ہزار سے بھی زیادہ اب تک اس مسجد میں نماز پڑھ چکے ہیں اور ان کو خدا نے طاعون اور ہر یک وبا سے بچایا ہے۔

﴿۱۴۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۷		میں ان باتوں میں سے کسی بات کی علامت موجود نہ تھی (۳) سوم یہ کہ یہ الہام دلالت کر رہا ہے کہ آئندہ زمانہ میں کوئی آفت آنے والی ہے۔ اور جو شخص اخلاص کے ساتھ اس میں داخل ہوگا وہ اس آفت سے بچ جاوے گا اور براہین احمدیہ کے دوسرے مقامات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ آفت طاعون ہے سو یہ پیشگوئی بھی اس سے نکلتی ہے کہ جو شخص پوری ارادت اور اخلاص سے جس کو خدا پسند کر لیوے اس مسجد میں داخل ہو گا وہ طاعون سے بھی بچایا جائے گا یعنی طاعونی موت سے۔	
پیشگوئی نمبر ۲۸	۱۸۸۰و۸۲ء	یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۰۔ ترجمہ۔ مخالف لوگ ارادہ کریں گے کہ خدا کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ یعنی بہت سے مکر کام میں لاویں گے۔ مگر خدا اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا اگرچہ کافر لوگ کراہت ہی کریں۔ یہ اُس زمانہ کی پیشگوئی ہے کہ جب کہ اس سلسلہ کے مقابل پر مخالفوں کو کچھ جوش اور اشتعال نہ تھا اور پھر اس پیشگوئی سے دس۱۰ برس بعد وہ جوش دکھلایا کہ انتہا تک پہنچ گیا یعنی تکفیر نامہ لکھا گیا قتل کے فتوے لکھے گئے اور صدہا کتابیں اور رسالے چھاپ دئے گئے	بیس برس ہوئے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی
زندہ گواہ رویت نمبر ۲۸		پیشگوئی نمبر ۲۷ کا ثبوت بیان ہو چکا اور پیشگوئی نمبر ۲۸ کا ثبوت خود ظاہر ہے کہ مخالف مولویوں نے اس سلسلہ کی بیخ کنی کے لئے ناخنوں تک زور لگایا مگر یہ سلسلہ آخر ترقی کر گیا۔	

﴿۱۴۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۸		اور قریباً تمام مولوی مخالف ہو گئے اور کوئی ذلیل سے ذلیل منصوبہ نہ چھوڑا جو میرے تباہ کرنے کے لئے نہ کیا گیا مگر نتیجہ برعکس ہوا اور یہ سلسلہ فوق العادت ترقی کر گیا۔	
پیشگوئی نمبر ۲۹	۱۸۸۰ و ۸۲ء	وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَ لَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ وَخَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَبَنَاتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد اَللّٰہُ الصَّمَد لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد. وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ. اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوالْعَزْمِ. دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱۔ ترجمہ۔ یعنی پادری صفت عیسائی جو اپنے زعم میں عیسائیت کے ناصر ہیں اور یہودی صفت مسلمان جو اپنے زعم میں یہودیوں کی طرح عامل بالحدیث ہیں ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تو ان کے مذہب میں داخل نہ ہو۔ کہہ وہ خدا ایک ہے۔ اور بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ کوئی اس کا بیٹا اور یہ لوگ باہم مل کر کچھ مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کرے گا اور خدا بہتر مکر کرنے والا ہے۔ اور اس وقت تیرے لئے ایک فتنہ برپا ہوگا سو صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا ہے۔ یہ پیشگوئی اس فتنہ کے متعلق ہے کہ جو عیسائیوں اور مسلمانوں نے اول آتھم کے وقت کیا۔ اور پھر کلارک کے دعویٰ اقدام قتل کے وقت کیا اور	

زندہ گواہ رویت نمبر ۲۹	براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں مجھے مخاطب کر کے یہ پیشگوئی موجود ہے کہ پادری اور یہودی صفت مسلمان مل کر کوئی مکر کریں گے اور تم پر ایک فتنہ برپا کریں گے مگر خدا اصلیت ظاہر کر دے گا سو اول آتھم کے مقدمہ میں ایسا ہی ہوا کہ ان لوگوں نے مل کر پیشگوئی کو جھوٹی قرار دینا چاہا مگر خدا نے اس کی سچائی ظاہر کر دی۔ آتھم نے پیشگوئی کی شرط کے موافق دجال کہنے سے عین مجمع میں رجوع کیا اور بہت سا ہراساں اور خائف ہوا۔

﴿۱۵۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۹		کلارک کے مقدمہ میں سب نے اتفاق کر لیا اور ممکن ہے کہ کوئی اور فتنہ بھی ان لوگوں کے ہاتھ سے مقدر ہو کیونکہ ان کا جوش ابھی کم نہیں ہے۔	
پیشگوئی نمبر ۳۰	۱۸۸۰ و ۸۴ء	**ان لم یعصمک الناس فیعصمک اللّٰہ من عندہٖ. یعصمک اللّٰہ من عندہ و ان لم یعصمک الناس** ۔دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۰۔ ترجمہ۔ اگرچہ لوگ تجھے نہ بچاویں یعنی تباہ کرنے میں کوشش کریں مگر خدا اپنے پاس سے اسباب پیدا کر کے تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچالے گا اگرچہ لوگ بچانا نہ چاہیں۔ اب دیکھو کہ یہ کس قوت اور شان کی پیشگوئی ہے اور بچانے کے لئے مکرر وعدہ کیا گیا ہے اور اس میں صاف وعدہ کیا گیا ہے کہ لوگ تیرے تباہ اور ہلاک کرنے کے لئے کوشش کریں گے اور طرح طرح کے منصوبے تراشیں گے مگر خدا تیرے ساتھ ہوگا اور وہ ان منصوبوں کو توڑ دے گا اور تجھے بچائے گا۔ اب سوچو کہ کونسا منصوبہ ہے جو نہیں کیا گیا بلکہ میرے تباہ کرنے اور ہلاک کرنے کے لئے طرح طرح کے مکر کئے گئے چنانچہ خون کے مقدمے بنائے گئے بے آبرو کرنے کے لئے بہت جوڑ توڑ عمل میں لائے گئے اور ٹکس لگانے کے لئے منصوبے کئے گئے کفر کے فتوے لکھے گئے، قتل کے فتوے لکھے گئے لیکن خدا نے سب کو نامراد رکھا۔ وہ اپنے کسی فریب میں کامیاب نہ ہوئے۔ پس اس قدر زور کا طوفان جو بعد میں آیا	۱۸۹۲ء کے بعد

بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۲۹

جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور پھر باوجود وعدہ چار ہزار روپیہ کے انعام کے جو قسم کھانے پر ہماری طرف سے تھا قسم نہیں کھائی اور پھر پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق میری زندگی میں ہی مر گیا اور پیشگوئی کا خلاصہ یہی تھا کہ فریقین میں سے جو جھوٹا ہے پہلے مرے گا سو مدت ہوئی کہ وہ اس جہان سے گزر گیا اور اس بات پر مہر لگا گیا کہ وہ مباحثہ میں جھوٹا تھا (۲) دوسرا مکر پادریوں اور مسلمانوں کا یہ تھا کہ ڈاکٹر کلارک نے ایک جھوٹا مقدمہ میرے اقدام

﴿۱۵۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۰		مدت دراز پہلے خدا نے اس کی خبر دے دی تھی خدا سے ڈرو اور سچ بولو کہ کیا یہ علم غیب اور تائید الٰہی ہے یا نہیں اور اگر کہو کہ عصمت کا وعدہ چاہتا تھا کہ وہ لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دیں مگر انہوں نے جھوٹے مقدمات کر کے عدالت میں جانے کی تکلیف دی بہت سی گالیاں دیں مقدمات کے خرچ سے نقصان کرایا اس کا جواب یہ ہے کہ عصمت سے مراد یہ ہے کہ بڑی آفتوں سے جو دشمنوں کا اصل مقصود تھا بچایا جاوے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عصمت کا وعدہ کیا گیا تھا حالانکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت زخم پہنچے تھے اور یہ حادثہ وعدۂ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا تھا اِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ[1] یعنی یاد کر وہ زمانہ کہ جب بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے میں نے تجھ سے روک دیا حالانکہ تواتر قومی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا لیکن خدا نے آخر جان بچا دی۔ پس یہی معنے اِذْ كَفَفْتُ کے ہیں جیسا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے ہیں	
بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۲۹	قتل کی نسبت دائر کیا اور تمام مخالف مسلمان اس کے حامی ہو گئے اور بعض مولویوں نے عدالت میں اس کی طرف سے میرے برخلاف گواہی دی مگر آخر وہ مقدمہ جھوٹا ثابت ہوا اور خارج ہو گیا سو تم اس پیشگوئی کی شان دیکھو کہ ان مقدمات سے کئی سال پہلے خبر دی گئی کہ اس طرح پر پادری اور مسلمان باہم مل کر تیرے پر مقدمات کریں گے اور خدا ان کے مکر کو پاش پاش کر دے گا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور پیشگوئی نمبر ۳۰ جو اوپر بیان ہو چکی ہے اس کا ثبوت بھی اسی سے ملتا ہے کہ دشمنوں نے خون کے مقدمات بھی کئے مگر خدا نے مجھے ان سے بھی بچایا۔		

[1] المائدۃ: ۱۱۱

﴿۱۵۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۳۱	۱۸۸۰و۸۲ء	وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْ کَفَّرَ اَوْقِدْلِیْ یَا ھَامَان لَعَلِّی اَطَّلِعُ عَلٰی اِلٰہِ مُوْسٰی وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ. تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ. مَاکَانَ لَہٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفًا. وَمَا اَصَابَکَ فَمِنَ اللّٰہِ. اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُوْلُوالْعَزْمِ اَلَآ اِنَّھَا فِتْنَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ. لِیُحِبَّ حُبًّاجَمًّا. حُبًّا مِنَ اللّٰہ العزیز الاکرم عَطَاءً غَیْر مجذوذ. شاتان تذبحان و کُلّ من علیھا فان. ترجمہ۔اور یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک ایسا شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لئے فتویٰ دے میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسیٰ رکھا تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسیٰ کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کروں گا یہی طریق محمد حسین نے اختیار کیا اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسیٰ کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی اور پھر مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرا کر تبّت یدا ابی لھب وتبّ فرمادیا یعنی	جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے فتویٰ تکفیر میری نسبت شائع کیا اور نذیر حسین دہلوی نے فتویٰ دیا۔

زندہ گواہ رویت کے نمبر ۱۳۱	پیشگوئی نمبر ۱۳۱ کا ثبوت خود مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے ہاتھ سے دیا کہ میرے لئے کفرنامہ لکھا اور کافر ٹھہرایا۔ پھر بعد اس کے بحکم حاکم تکذیب اور تکفیر سے روکا گیا۔جیسا کہ پیشگوئی میں بیان ہے۔

﴿۱۵۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۱		ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے یعنی بے کار ہو گئے اور وہ بھی ہلاک ہو گیا یعنی ضلالت کے گڑھے میں گرا اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے۔ اور جو کچھ تجھے دکھ پہنچے گا وہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ تیرے لئے ایک فتنہ ہوگا۔ پس صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا وہ خدا کی طرف سے اس لئے فتنہ ہے تا وہ بہت ہی تجھ سے پیار کرے اس خدا کا پیار جو عزیز اور بزرگ ہے اور یہ وہ نعمت ہے جو کبھی نہیں چھینی جائے گی۔ اس جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی ہر ایک جاندار آخر مرنے کو ہے۔ دیکھو اب اس پیشگوئی پر انصاف سے غور کرو کہ اس زمانہ سے پہلے کی یہ پیشگوئی ہے کہ جب مولوی محمد حسین نے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور یہ پیشگوئی بھی پڑھی تھی کیا بغیر خدا کے کسی کا کام ہے کہ اس پوشیدہ غیب کی خبر دیدے جس کی کسی کو بھی اطلاع نہیں تھی۔ براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۰۔	
پیشگوئی نمبر ۳۲	۶؍ فروری ۱۸۹۸ء	خدا نے عالم رؤیا میں اپنی وحی خاص سے میرے پر ظاہر کیا کہ پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگائے جا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں انہوں نے جواب	

زندہ گواہ رویت نمبر ۳۲	پیشگوئی نمبر ۳۱ کا ثبوت گذر چکا ہے اور پیشگوئی نمبر ۳۲ کو ہم نے اپنے اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء اور ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں شائع کیا تھا جو بہت صفائی سے پوری ہوگئی۔ جب یہ پیشگوئی ۶ فروری ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تب پنجاب میں صرف دو ضلع آلودہ تھے۔

﴿۱۵۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں میری تائید میں بیان فرمائیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۲		دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے اور الہام ہوا کہ الامراض تشاع والنفوس تضاع انّ اللہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بأنفسھم انّہٗ أوی القَرْیۃ یعنی یہ طاعون جو ملک میں شروع ہوگئی ہے یہ کبھی دور نہیں ہوگی اور یہ مرض پھیل جائے گی اور بہت موتیں ہوں گی اور کم نہیں ہوں گی جب تک لوگ اپنے اعمال کی اصلاح نہ کریں مگر اس قادر خدا نے قادیان کو متفرق اور منتشر ہونے سے بچالیا ہے یعنی قادیان پر ایسی تباہی نہیں آئے گی کہ اس قصبہ کو بکلی برباد کر دے اور فنا کر دے اور منتشر کر دے اور قادیان بکلی طاعون سے محفوظ بھی رہ سکتی ہے مگر بشرط توبہ یعنی اس شرط سے کہ تمام لوگ اپنی بدزبانیوں اور بداعمالیوں اور خباثتوں سے توبہ کرلیں۔ دیکھو اشتہار طاعون شائع کردہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء و ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء۔ یہ رؤیا اور الہام تھا کہ مجھے دکھایا گیا اور بتایا گیا اور پھر اشتہار ۶ر فروری ۱۸۹۸ء سے اور ۴ برس کے بعد عام طور پر پنجاب میں طاعون پھیل گئی چنانچہ یکم اکتوبر ۱۹۰۱ء سے ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء تک عرصہ پونے دس ماہ میں اس قدر پھیل گئی کہ کل ۲۳ اضلاع پنجاب کے اس سے آلودہ ہوگئے۔ دیکھو سرکاری نقشجات متعلقہ طاعون پنجاب۔ پس یہ پیشگوئی ایسے وقت میں کی گئی تھی یعنی فروری ۱۸۹۸ء میں جبکہ تمام پنجاب میں صرف دو ضلعے طاعون سے آلودہ تھے۔ دیکھو اخبار عام ۲ر اگست ۱۹۰۲ء جس میں یہ سرکاری شہادت درج ہے۔	
بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۳۲		مگر بعد اس کے پنجاب کے ۲۳ ضلعے اس مرض سے آلودہ ہوگئے اور پونے دس ماہ میں تین لاکھ سولہ ہزار کیس ہوئے اور دو لاکھ اٹھارہ ہزار سات سو ننانوے فوتیاں ہوئیں۔ دیکھو سرکاری نقشجات۔	

﴿۱۵۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں میری تائید میں بیان فرمائیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۳۳	آج سے نو برس پہلے	اسی طرح اس زمانہ میں جب کہ بمبئی میں بھی طاعون کا نام و نشان نہ تھا طاعون کے آنے کے لئے دعا کی گئی اور وہ دعا منظور ہوگئی چنانچہ ۱۳۱۱ ہجری میں جس کو نو برس ہوگئے یہ دعائیہ شعر حمامة البشریٰ میں موجود ہے۔ فَلَمَّا طَغَی الفِسقُ الْمُبِیدُ بِسَیْلِہٖ تَمَنَّیْتُ لَوْکَانَ الْوَبَاءُ الْمُتَبِّرٗ دیکھو صفحہ اول قصیدہ حمامۃ البشریٰ یعنی جب فسق کا طوفان برپا ہوا تو میں نے خدا سے چاہا کہ طاعون آوے۔	چند سال کے بعد اول بمبئی میں طاعون پھوٹ پڑی
پیشگوئی نمبر ۳۴	۱۸۹۷ء	ایسا ہی طاعون کے بارے میں رسالہ سراج منیر صفحہ ۵۹ میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے لیکھرام کے متعلق کی پیشگوئی کو قبول نہیں کیا تھا ان پر بھی طاعون کی بلا نازل ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُھُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَذِلَّۃٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا[1] یعنی جنہوں نے گوسالہ کو عزت دی اور اس کی پرستش کی ان پر غضب آئے گا اور ذلت کی مار ان پر پڑے گی سو دنیا میں غضب نازل ہونے سے مراد طاعون ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۶۰ میں طاعون کی نسبت یہ الہام بھی لکھا تھا یا مسیح الخلق عدوانا یعنی طاعون کے غلبہ کے وقت لوگ کہیں گے کہ اے مسیح ہماری شفاعت کر۔ اور اس کتاب کے شائع کرنے پر آج سے جو ۱۸ جولائی ۱۹۰۲ء ہے پانچ برس گذر گئے	اس پیشگوئی سے چند سال بعد پنجاب میں طاعون پھیل گئی
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۳ و ۳۴	ان دونوں پیشگوئیوں نمبر ۳۳ و ۳۴ کے ثبوت میں سرکاری نقشجات کافی ہیں جن کا ہم صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ میں ذکر کرآئے ہیں۔		

[1] الاعراف : ۱۵۳

﴿۱۵۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۴		اور اس زمانہ میں طاعون کے پھیلنے کی کچھ بھی امید نہ تھی پس دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان غیب کی خبریں ہیں جو برابر بائیس برس سے مسلسل طور پر شائع ہو رہی ہیں اور متواتر خبر دی گئی کہ ملک میں طاعون آنے والی ہے۔	
پیشگوئی نمبر ۳۵	محرم ۱۳۱۲ ہجری	عرصہ نو برس کا جاتا ہے کہ کتاب سر الخلافۃ کے صفحہ ۶۲ میں مخالفوں پر تباہی پڑنے اور نیز طاعون نازل ہونے کے لئے دعا کی گئی تھی سو اب تک ہزارہا مخالف طاعون اور دوسری آفات سے ہلاک اور تباہ ہو چکے ہیں اور وہ دعا یہ ہے۔ وخذ ربّ مَن عادی الصّلاح و مُفسدًا و نزّل علیہ الرِجز حقًّا و دَمّرِ وَفَرّجْ کُرُوبِیْ یا کَرِیمی وَ نَجّنِیْ و مزّق خصیمی یَا الٰھی و عَفّرِ ترجمہ: یعنی اے میرے خدا ہر ایک پر جو مفسد ہے طاعون نازل کر یا کسی دوسری موت سے ہلاک کر یا کوئی اور مواخذہ کر اور مجھے غموں سے نجات بخش اور میرے دشمن کو پارہ پارہ کر اور خاک میں ملا دے اور خاک سے آلودہ کر اور خاک میں غلطاں پیچاں کر۔ سو ملک میں طاعون نازل ہو کر ہزارہا بخیل جو ہمارے سلسلہ کے دشمن تھے طاعون سے فوت ہو گئے۔ ابھی آئندہ کی خبر نہیں ماسوا اس کے جو منتخب مولوی تھے بعض ان میں اندھے ہو گئے اور بعض کانے ہو گئے اور بعض دیوانے اور بہت سے ان میں سے مر گئے چنانچہ برطبق اس دعا کے مولوی شاہ دین[1] دیوانہ ہو گیا۔ رشید احمد[2] اندھا ہو گیا۔	طاعون کے دنوں میں
زندہ گواہ رویت کے		پیشگوئی نمبر ۳۵ کے ثبوت کے لئے بھی سرکاری نقشجات کافی ہیں اور یہ پیشگوئی کتاب سر الخلافہ میں موجود ہے۔	

﴿۱۵۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۵		محمد بخش[۳] طاعون سے مرا۔ تینوں مولوی لدھیانہ کے ہلاک کئے گئے۔ محمد حسن[۷] بھیں ہلاک کیا گیا۔ غلام[۸] دستگیر قصوری ہلاک کیا گیا۔ محی الدین[۹] لکھو کے والا ہلاک کیا گیا۔ اور اصغر علی کی ایک آنکھ جاتی رہی اور مولوی محمد حسین عَـفَـرِ کی دعا کے نیچے آ گیا کیونکہ عَـفَـرَ لغت عرب میں خاک آلودہ کرنے کو کہتے ہیں۔ سو وہ تکفیر کی جمعداری سے بحکم حاکم روکا گیا اور زمینداری کی گردوغبار میں آلودہ کیا گیا کیونکہ خاک میں غلطاں پیچاں ہونا لوازم زمینداری میں سے ہے۔ وجہ یہ کہ ہر وقت خاک سے ہی کام پڑتا ہے۔ اس قدر تو وقوع میں آ گیا ابھی معلوم نہیں کہ اس کا حصہ اور کس قدر باقی ہے۔	
پیشگوئی نمبر ۳۶	۱۳۱۱ھ	کتاب نور الحق کے صفحہ ۳۵ سے ۳۸ تک بذریعہ الہام الٰہی طاعون کی خبر دی گئی ہے جو چھ برس بعد ظہور میں آئی۔ صفحہ ۳۵ میں یہ عبارت ہے۔ اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ اَنَّ هٰذَا الْخُسُوْف وَالکسوف فِیْ رَمَضَان اٰیَتَانِ مخوفتانِ لِقَوْم اتّبعُوا الشّیْطان...... وَلَئِنْ اَبَوا فَاِنَّ الْعَذَابَ قَدْ حَان. ترجمہ۔ خدا نے اپنے الہام کے ساتھ میرے دل میں پھونکا ہے کہ خسوف کسوف ایک عذاب کا مقدمہ ہے یعنی طاعون کا جو قریب ہے۔	طاعون کے دنوں میں
زندہ گواہ رویت کے		پیشگوئی نمبر ۳۵ کا ثبوت گذر چکا ہے وہی ثبوت پیشگوئی نمبر ۳۶ کا ہے۔	

﴿۱۵۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۳۷	۱۸۸۳ء	پنڈت دیانند آریوں کے سرگروہ کی وفات کی خبر تین ماہ اس کے مرنے سے پہلے دی گئی اور لالہ شرمپت وغیرہ آریوں ساکنان قادیان کو وہ پیشگوئی سنائی گئی۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۵۔ یہ لوگ اگر حلف دی جاوے تو سچ سچ کہہ دیں گے۔ پنڈت دیانند کے مرنے پر ہمیں بہت افسوس ہوا اس لئے کہ وہ **ہمارے چند سوالات کے جواب دینے سے** پہلے ہی گزر گیا۔ **ایک**[۱] یہ سوال تھا کہ اواگون یعنی شامت اعمال سے جون بدلنا یہاں تک کہ کیڑے مکوڑے کتے بلے بن جانا۔ یہ تو بقول آریہ صاحبان کروڑہا برسوں سے ان کے گلے پڑا ہوا ہے لیکن باوجودیکہ وہ معدودے چند تھے غیر محدود نہ تھے اب تک نجات نہیں ہوئی۔ یا تو پرمیشر نجات دینا نہیں چاہتا یا کوئی قاعدہ نجات کا وید میں مقرر نہیں اور ظاہر ہے کہ بغیر یقین کے انسان گناہ سے رک نہیں سکتا سو وید نے کوئی ذریعہ پرمیشر پر یقین لانے کا پیش نہیں کیا اس لئے آریوں کے پاس خداشناسی کا کوئی یقینی طریق نہیں پس شائد اسی وجہ سے کیڑوں مکوڑوں کی اب تک خلاصی نہیں ہوتی ایک تو یہی سوال تھا۔ **دوسرا**[۲] یہ کہ آریہ کی عورت ایک ہی وقت میں ایک خاوند اور ایک اور شخص بطور یارانہ رکھ سکتی ہے۔ کیا یہ دیوّثی نہیں۔ **تیسرا**[۳] یہ کہ اگر پرمیشر روحوں کا پیدا کرنے والا نہیں اور روحیں کسی وقت گناہ سے نجات پاسکتی ہیں تو جیسا کہ وید کا اصول ہے دنیا کا سلسلہ ہمیشہ	۳۰/اکتوبر ۱۸۸۳ء بیان پیشگوئی سے قریباً تین ماہ بعد
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۷		اس پیشگوئی کا گواہ لالہ شرمپت آریہ اور چند مسلمان ہیں لیکن شرمپت کی گواہی مضبوط ہے صرف قسم کی حاجت ہے۔	

﴿۱۵۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں میری تائید میں بیان فرمائیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۷		کے لئے چل نہیں سکتا اور پرمیشر خالی ہاتھ رہ جاتا ہے کیونکہ جو شخص گناہ سے نجات پا گیا وہ تو پرمیشر کے ہاتھ سے گیا اس لئے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں رہا۔ لہٰذا وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا اور اس سے وید کا یہ اصول جھوٹا ہوتا ہے کہ روحیں بار بار دنیا میں آتی ہیں۔ ان باتوں میں سے کسی بات کا جواب دیانند نے نہ دیا اور اجمیر میں جا کر نامرادی کی حالت میں مر گیا۔	
پیشگوئی نمبر ۳۸	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	ایک دفعہ یہ وحی الٰہی میری زبان پر جاری ہوئی کہ عبداللہ خان ڈیرہ اسماعیل خان۔ وہ صبح کا وقت تھا اور اتفاقاً چند ہندو اس وقت موجود تھے۔ ان میں سے ایک ہندو کا نام بشنداس تھا میں نے سب کو اطلاع دی کہ خدا نے مجھے یہ سمجھایا ہے کہ آج اس نام کے ایک شخص کی طرف سے کچھ روپیہ آئے گا۔ بشنداس بول اٹھا کہ میں اس بات کا امتحان کروں گا اور میں ڈاکخانہ میں جاؤں گا۔ چونکہ قادیان میں ڈاک ان دنوں میں دوپہر کے بعد دو بجے آتی تھی وہ اسی وقت ڈاکخانہ میں گیا اور جواب لایا کہ ڈاک منشی کی زبانی معلوم ہوا کہ درحقیقت ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک شخص عبداللہ خان نے جو اکسٹرا اسسٹنٹ ہے روپیہ بھیجا ہے۔ اور پھر اس نے بہت متعجب اور حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کیونکر معلوم ہو گیا	
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۸	اس پیشگوئی نمبر ۳۸ کا وہی بشنداس گواہ ہے جو ساکن قادیان ہے اور اب تک زندہ موجود ہے۔		

﴿۱۶۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		میں نے جواب دیا کہ وہ خدا جس کو تم لوگ نہیں پہچانتے اس نے یہ خبر دی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶۔	
پیشگوئی نمبر ۳۹	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	ایک دفعہ قادیان کا ایک آریہ جو سرگرم آریہ ہے ملاوامل نام مرض دق میں مبتلا ہو گیا اور تپ پیچھا نہیں چھوڑتا تھا اور آثار نومیدی ظاہر ہوتے جاتے تھے چنانچہ وہ ایک دن میرے پاس آکر علاج کا طلبگار ہوا اور پھر اپنی زندگی سے نومید ہو کر بیقراری سے رویا اور میں نے اس کے حق میں دعا کی خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا قلنا یا نار کونی بردًا وسلامًا ۔ یعنی ہم نے کہا کہ اے تپ کی آگ سرد اور سلامتی ہو جا چنانچہ بعد اس کے اسی ہفتہ میں وہ ہندو اچھا ہو گیا اور اب تک زندہ موجود ہے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۷۔	ایک ہفتہ کے اندر
پیشگوئی نمبر ۴۰	۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء	جب کتاب براہین احمدیہ کے بعض حصے طیار ہو گئے تو مجھے خیال آیا کہ ان کو چھاپ دیا جاوے مگر میرے پاس کچھ سرمایہ نہیں تھا تب میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ لوگ مدد کی طرف متوجہ ہوں اُسی وقت تھوڑی سی غنودگی ہو کر جواب ملا (بالفعل نہیں) تب باوجود بہت سی کوشش کے کسی نے ایک پیسہ بھی نہیں بھیجا اور ایک مدت گزر گئی۔ دیکھو براہین صفحہ ۲۲۵۔	تین برس تک کتاب کے چھپنے میں توقف رہا۔
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۹ و ۴۰		پیشگوئی نمبر ۳۹ کا گواہ خود ملاوامل آریہ ہے اس کو خوب یاد ہوگا کہ کیسی نومیدی کے وقت میں یہ الہام اس کو بتلایا گیا اور پھر ایک ہفتہ تک اچھا ہو گیا۔ اور پیشگوئی نمبر ۴۰ کے تو بہت گواہ ہیں اور بعض اسی جگہ موجود ہیں۔	

﴿۱۶۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۳۱	۱۸۸۰ء و ۸۱ء	جب مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ بالفعل تمہاری کچھ مدد نہیں کی جاوے گی تو ایک مدت تک کوئی بھی میری طرف متوجہ نہ ہوا اور لوگ لاپروائی سے پیش آئے اور کتاب کا چھپنا معرض التوا میں رہا۔ تب ایک دن قریب مغرب کے پھر دعا کے لئے دل میں جوش پیدا ہوا تو خدائے عزّ و جلّ کی طرف سے یہ وحی میری زبان پر جاری ہوئی۔ هُزِّ اِلَیْکَ بجذع النخلة تسَاقط عَلَیْک رطبًا جنیًا. دیکھو براہین صفحہ ۲۲۶۔ یعنی کھجور کے تنہ کو ہلا تیرے پر تازہ بتازہ کھجوریں گریں گی۔ تب میں نے چند مشہور لوگوں کی طرف خط لکھے تو اس قدر روپیہ آ گیا کہ میں پہلا اور دوسرا حصہ براہین احمدیہ کا اس روپیہ کے ذریعہ سے چھاپ سکا۔ مگر ابھی میری حالت معمولی تھی اور صرف ایک پرانے خاندان کی کسی قدر شہرت بعض دلوں کو متوجہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے اذن اور حکم سے محرک ہوگئی تھی۔ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ایک ذاتی وجاہت کے لحاظ سے مجھے دنیا میں قبولیت بخشے تب اس کے بعد یہ تمام الہام ہوئے جو کہ براہین احمدیہ میں درج ہیں یعنی القیت علیک محبّةً مِنّی ولتصنع علٰی عینی سینصرک رجال نوحی الیهم من السّماءِ یأتون من کل فج عمیق. یأتیک من کلّ فج عمیق . ولا تصعّر لخلق اللّٰه ولا تسئم من الناس۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲۔ ترجمہ یعنی میں نے اپنی طرف سے تیری	تین برس بعد
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۱	ڈاکخانوں کے رجسٹر اس بات کے گواہ ہیں کہ اس کے بعد کس قدر روپیہ آیا اور سرکاری تحریریں گواہ ہیں کہ کس قدر مہمان آئے۔		

﴿۱۶۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
یہی پیشگوئی نمبر ۲۱		محبت مستعد دلوں میں ڈال دی تا کہ میری آنکھوں کے سامنے تو پرورش پاوے عنقریب تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کی طرف میں وحی بھیجوں گا وہ ہر ایک دور کی راہ سے تیرے پاس آئیں گے اور انواع اقسام کے تحائف از قسم نقد و جنس ہر ایک راہ سے تیرے پاس لائیں گے۔ سو اس کے بعد یہ پیشگوئی ایک تخم کی طرح بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان دنوں میں جو ۱۳۲۰ ہجری ہے بمقابل اس زمانہ کے کہ جب دو تین آدمی مجھ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ بھی بعد میں اب ایک لاکھ سے کچھ ☆ زیادہ اس جماعت کا عدد پہنچ گیا ہے اور ہر ایک طرف سے جب کوئی انسان آتا ہے یا کسی نئے شخص کی طرف سے کوئی تحفہ آتا ہے تو وہ ایک نشان ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ اس جگہ آکر بیعت کرنے والے پچاس ہزار سے کم نہیں ہوں گے اور جو روپیہ اور تحائف متفرق وقتوں میں آئے وہ دس۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہوں گے اس لئے یہ بات بالکل صحیح اور سچ ہے کہ علاوہ ان نشانوں کے جو اس نقشہ میں لکھے گئے ہیں کم سے کم دس۱۰ لاکھ اور ایسے نشان ہیں جو الہام **یاتون من کل فج عمیق** اور **یاتیک من کل فج عمیق** سے ثابت ہوتے ہیں اور ایک سلسلہ ان نشانوں کا وہ ہے جو الہام **اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ** کے ذریعہ سے ظہور میں آئے ہیں۔ اس جگہ ایک اور نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ وحی	

☆ **حاشیہ۔** میں خیال کرتا تھا کہ احاطہ بمبئی میں مجھ سے بیعت کرنے والے چھ سات سے زیادہ نہیں۔ اب سرکاری چٹھی سے معلوم ہوا کہ احاطہ مذکورہ میں بیعت کرنے والے ۱۱۰۸۷۔ آدمی ہیں سرکاری تحریر ہے میمو نمبر ۱۹۱۴۳ مورخہ ۲؍ستمبر ۱۹۰۲ء از پونا بجواب چٹھی مورخہ ۱۳؍اگست ۱۹۰۲ء مرقومہ (مفتی محمد صادق صاحب) اسسٹنٹ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام۔ التماس ہے کہ فرقہ احمدیہ کی تعداد پچھلی مردم شماری میں ۱۱۰۸۷ تھی۔ دستخط ہیڈ کمپائلر۔ بجائے پروونشل سپرنٹنڈنٹ مردم شماری۔

﴿۱۶۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		یعنی ھزی الیک بجذع النخلة تساقط علیک رطبًا جنیّا . یہ حضرت مریم کو اس وقت وحی ہوئی تھی کہ جب ان کا لڑکا عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوا تھا اور وہ کمزور ہوئی تھیں اور خدا تعالیٰ نے اسی کتاب براہین احمدیہ میں میرا نام بھی مریم رکھا اور مریم صدیقہ کی طرح مجھے بھی حکم دیا کہ و کن من الصالحین الصدّیقین ۔ دیکھو ص ۲۴۲ براہین احمدیہ ۔ پس یہ میری وحی یعنی ھزّ الیک اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صدیقیت کا جو حمل تھا اس سے بچہ پیدا ہوا جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا اور جب تک وہ کمزور رہا صفات مریمیہ اس کی پرورش کرتی رہیں اور جب وہ اپنی طاقت میں آیا تو اس کو پکارا گیا یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ دیکھو صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ ۔ یہ وہی وعدہ تھا جو سورہ تحریم میں کیا گیا اور ضرور تھا کہ اس وعدہ کے موافق اس امت میں سے کسی کا نام مریم ہوتا اور پھر اس طرح پر ترقی کر کے اس سے عیسیٰ پیدا ہوتا اور وہ ابن مریم کہلاتا سو وہ میں ہوں ۔ وحی ھزّی الیک مریم کو بھی ہوئی اور مجھے بھی مگر باہم فرق یہ ہے کہ اس وقت مریم ضعف بدنی میں مبتلا تھی اور میں ضعف مالی میں مبتلا تھا۔	
پیشگوئی نمبر ۴۲		منجملہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں کے وہ نشان ہے جو اس خدائے قادر نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی نسبت ظاہر فرمایا اور اس کے لئے یہ تقریب پیش آئی کہ مئی اور جون ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر مارٹن کلارک کی تحریک سے اسلام اور عیسائیت میں ایک مباحثہ قرار پایا اس مباحثہ میں	

زندہ گواہ رویت نمبر ۴۲

پیشگوئی نمبر ۴۲ یعنی عبداللہ آتھم کے متعلق جو میں نے پیشگوئی کی تھی اس کا ثبوت اس رسالہ مباحثہ میں موجود ہے جس کا نام جنگ مقدس ہے اور اسی سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی کیوں کی گئی یعنی آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا اور پھر پیشگوئی کو سن کر قریباً

﴿۱۶۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۲		عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم انتخاب کیا گیا اور مسلمانوں کی طرف سے **میں** پیش ہوا اور عبداللہ آتھم نے مباحثہ سے کچھ دن پہلے اپنی کتاب اندرونہ بائیبل میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دجال کا لفظ لکھا تھا جیسا کہ کتاب جنگ مقدس کے آخری صفحہ میں اس کا ذکر ہے وہ شرارت اور شوخی اس کی مجھے تمام ایام بحث میں یاد رہی اور میں دل وجان سے چاہتا تھا کہ اس کی سرزنش کی نسبت کوئی پیشگوئی خدا تعالیٰ سے پاؤں۔ چنانچہ میں نے آتھم سے ایک دستخطی تحریر بھی اسی غرض سے لے لی تھی تا وہ پیشگوئی کے وقت عام عیسائیوں کی طرح میری آزاردہی کے لئے کسی عدالت کی طرف نہ دوڑے۔ سو میں پندرہ ۱۵ دن تک بحث میں مشغول رہا اور پوشیدہ طور پر آتھم کی سرزنش کے لئے دعا مانگتا رہا۔ جب بحث کے دن ختم ہو گئے تو میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پائی کہ اگر آتھم اس شوخی اور گستاخی سے توبہ اور رجوع نہیں کرے گا جو اس نے دجال کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنی کتاب میں لکھا تو وہ ہاویہ میں پندرہ مہینہ کے اندر گرایا جائے گا۔ سو یہ امر الٰہی پا کر بحث کے خاتمہ کے دن ایک جماعت کثیر کے روبرو جس میں عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر مارٹن کلارک اور تیس کے قریب اور عیسائی تھے اور میری جماعت کے لوگ بھی تیس یا چالیس کے قریب تھے جن میں سے اخویم مولوی حکیم نوردین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم اور اخویم	
بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۴۲		ستر ۷۰ آدمیوں کے روبرو رجوع کیا۔ جن میں اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب مالک بمبئی ہوس لاہور	

﴿۱۶۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۴		شیخ رحمت اللہ صاحب اور اخویم منشی تاج الدین صاحب اکونٹنٹ دفتر ریلوے لاہور اور اخویم عبدالعزیز خان صاحب کلارک دفتر اگزیمینر ریلوے لاہور اور اخویم خلیفہ نوردین صاحب وغیرہ احباب موجود تھے۔ میں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کو کہا کہ آج یہ مباحثہ منقولی اور معقولی رنگ میں تو ختم ہو گیا مگر ایک اور رنگ کا مقابلہ باقی رہا جو خدا کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کے نام سے پکارا ہے اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور سچا رسول جانتا ہوں اور دین اسلام کو منجانب اللہ یقین رکھتا ہوں۔ پس یہ وہ مقابلہ ہے کہ آسمانی فیصلہ اس کا تصفیہ کرے گا اور وہ آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے قول میں جھوٹا ہے اور ناحق رسول صادق کو کاذب اور دجال کہتا ہے اور حق کا دشمن ہے وہ آج کے دن سے پندرہ مہینہ تک اس شخص کی زندگی میں ہی جو حق پر ہے ہاویہ میں گرے گا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے یعنی راستباز اور صادق نبی کو دجال کہنے سے باز نہ آوے اور بیباکی اور بدزبانی نہ چھوڑے۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ صرف کسی مذہب کا انکار کرنا دنیا میں مستوجب سزا نہیں ٹھہرتا بلکہ بے باکی اور شوخی اور بدزبانی مستوجب سزا ٹھہراتی ہے۔ غرض جب آتھم کو ایسی مجلس میں جس میں ستر سے زیادہ آدمی ہوں گے یہ پیشگوئی سنائی گئی تو اس کا رنگ فق اور چہرہ زرد ہو گیا اور ہاتھ کانپنے لگے تب اس نے	

بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۴۴	اور اخویم خلیفہ نورالدین صاحب تاجر جموں اور اخویم منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ اور اخویم خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور اور خلیفہ رجب الدین صاحب لاہور

﴿۱۶۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		بلا توقف اپنی زبان مُنہ سے نکالی اور دونوں ہاتھ کانوں پر دھر لئے اور ہاتھوں کو معہ سر کے ہلانا شروع کیا جیسا کہ ایک ملزم خائف ایک الزام سے سخت انکار کر کے توبہ اور انکسار کے رنگ میں اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور بار بار لرزتے ہوئے زبان سے کہتا تھا کہ توبہ توبہ میں نے بےادبی اور گستاخی نہیں کی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز دجال نہیں کہا اور کانپ رہا تھا اس نظارہ کو نہ صرف مسلمانوں نے دیکھا بلکہ ایک جماعت کثیر عیسائیوں کی بھی اس وقت موجود تھی جو اس عجز و نیاز کو بھی دیکھ رہی تھی۔ اس انکار سے اس کا یہ مطلب معلوم ہوتا تھا کہ میری اس عبارت کے جو میں نے اندرونہ بائیبل میں لکھی ہے اور معنی ہیں بہرحال اس نے اس مجلس میں قریباً ستر آدمی کے روبرو دجّال کہنے کے کلمہ سے رجوع کر لیا اور یہی وہ کلمہ تھا جو اصل موجب اس پیشگوئی کا تھا اس لئے وہ پندرہ مہینہ کے اندر مرنے سے بچ رہا کیونکہ جس گستاخی کے کلمہ پر پیشگوئی کا مدار تھا وہ کلمہ اس نے چھوڑ دیا اور ممکن نہ تھا کہ خدا اپنی شرط کو یاد نہ کرے اور اگرچہ رجوع کی شرط سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسی قدر کافی تھا مگر آتھم نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنے قول دجال کہنے سے باز آیا بلکہ اسی دن سے جو اس نے پیشگوئی کو سنا اسلام پر حملہ کرنا اس نے بکلی چھوڑ دیا اور پیشگوئی کا خوف اس کے دل پر روز بروز بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ مارے ڈر کے سراسیمہ ہو گیا اور اس کا آرام اور قرار جاتا رہا اور یہاں تک اس نے اپنی حالت میں تبدیلی	

بقیہ گواہان رویت نمبر ۴۳	میاں محمد چٹو صاحب لاہور اور منشی تاج الدین صاحب لاہور اور مولوی الہ دیا صاحب از لودیانہ اور منشی محمد اروڑا صاحب از کپورتھلہ۔ اور میاں محمد خان صاحب از کپورتھلہ

﴿۱۶۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۲		کی کہ اپنے پہلے طریق کو جو ہمیشہ مسلمانوں سے مذہبی بحث کرتا تھا اور اسلام کے ردّ میں کتابیں لکھتا تھا بالکل چھوڑ دیا اور ہر یک کلمہ توہین اور استخفاف سے اپنا منہ بند کر لیا بلکہ اس کے منہ پر مہر لگ گئی اور خاموش اور غمگین رہنے لگا اور اس کا غم اس درجہ تک پہنچ گیا کہ آخر وہ زندگی سے نومید ہو کر بے قراری کے ساتھ اپنے عزیزوں کی آخری ملاقات کے لئے شہر بشہر دیوانہ پن کی حالت میں پھرتا رہا اور اسی مسافرانہ حالت میں انجام کار فیروز پور میں **فوت ہو گیا**۔ اور یہ سوال کہ باوجود اس کے کہ اس نے اپنی بے باکی کے لفظ سے عام مجلس میں رجوع کر لیا اور بار بار عجز و نیاز سے دجال کہنے کے کلمہ سے بیزاری ظاہر کی تو پھر کیوں وہ پکڑا گیا اور کیوں جلد انہیں دنوں میں فوت ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ مباہلہ کا نشانہ ہو چکا تھا لہٰذا ان پیشگوئیوں کے موافق جو کتاب انجام آتھم کے پہلے صفحہ میں موجود ہیں جو آتھم کی زندگی میں ہی پندرہ مہینے گذرنے کے بعد کی گئی تھیں اس کا مرنا ضروری تھا کیونکہ ان پیشگوئیوں میں صاف لفظوں میں لکھا گیا تھا کہ آتھم انکار قسم اور اخفاء شہادت اور اعادہ بے باکی کے بعد جلد تر فوت ہو جائے گا۔ پس جب کہ اس نے ارتکاب ان جرائم کا کیا تو ہمارے آخری اشتہار سے سات مہینے بعد فوت ہو گیا اور نیز اس لئے اس کا مرنا بہرحال ضروری تھا کہ پیشگوئی کے مضمون میں یہ بات داخل تھی کہ جو جھوٹا ہے وہ صادق سے پہلے مرے گا لہٰذا رجوع کا فائدہ اس نے صرف اس قدر اٹھایا کہ پندرہ میں نہ مرا لیکن بعد میں جب کہ وہ پندرہ مہینہ	
بقیہ گواہ رویت نمبر ۳۲	اور شیخ نور احمد صاحب اڈیٹر اخبار ریاض ہند امرتسر و مالک مطبع ریاض ہند امرتسر اور میاں نبی بخش صاحب تاجر پشمینہ امرت سر اور میاں قطب الدین مس گر امرت سر		

﴿۱۶۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۲		کے گزرنے کے پیچھے اپنے رجوع پر بھی قائم نہ رہ سکا اور اس کے دل میں وہ خوف نہ رہا جو پندرہ مہینہ کی میعاد کے اندر تھا اور جھوٹ بولا اور کہا کہ میں پیشگوئی سے ہرگز نہیں ڈرا اور جب چار ہزار روپیہ نقد دینے کے وعدہ سے قسم کے لئے بلایا گیا تو قسم بھی نہ کھائی۔ لہٰذا خدا نے انکار اور اخفاء شہادت اور بے باکی کے بعد ہمارے آخری اشتہار سے سات ماہ کے اندر یعنی پندرہ۱۵ مہینہ کے اندر ہی مار دیا اور ۲۷ / جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس صورت میں جو پندرہ مہینہ پیشگوئی کے لئے مقرر ہوئے تھے آخر آتھم اس دائرہ کے اندر ہی مرا اور پندرہ مہینہ کی میعاد بہرصورت قائم رہی۔ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے جمالی رنگ میں تھی یعنی رفق اور نرمی کے لباس میں۔ چونکہ آتھم نے اپنی روش میں نرمی اختیار کی اور اس سخت گندہ زبانی کو اختیار نہ کیا جس کو لیکھرام نے اختیار کیا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی اس سے نرمی کا ہی برتاؤ کیا اور اس کو مہلت دینے اور آخر مارنے سے جمالی رنگ کا نشان دکھلایا لیکن لیکھرام نہایت دریدہ دہن اور بدزبان تھا اس لئے خدا نے جلالی رنگ کا نشان اس میں دکھلا دیا اور جب نادانوں اور اندھوں نے اس جمالی نشان کا قدر نہ کیا کہ جو بذریعہ آتھم ظاہر ہوا تو خدا نے اس کے بعد لیکھرام کی موت کا نشان جو ہیبت ناک اور جلالی تھا ظاہر کر دیا۔	
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۲	مفتی محمد صادق صاحب۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ قاضی ضیاء الدین صاحب۔ مولوی عبداللہ سنوری صاحب۔ شیخ چراغ علی صاحب وغیرہ اس پیشگوئی کے گواہ ہیں۔		

﴿۱۶۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہوئیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۴۳	۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء و ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء	جب عیسائیوں نے آتھم کے نشان کو جو صاف اور روشن تھا اپنے ظلم اور افترا سے پوشیدہ کرنا چاہا اور نادان مسلمان بھی ان کے ساتھ مل گئے اور خدا کے بزرگ نشان کو قبول نہ کیا بلکہ بڑا فتنہ برپا کیا اور اس بات کو کسی نے نہ سوچا کہ پیشگوئی کا اصل مدعا تو یہ تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں ہی مرے گا اور وہ وقوع میں آ گیا اور نہ یہ سوچا کہ آتھم نے تو ایک بھری مجلس میں دجال کہنے سے رجوع کر لیا جو اس پیشگوئی کا اصل موجب تھا تو پھر وہ شرط سے کیوں فائدہ نہ اٹھاتا۔ غرض جب خدا کی پیشگوئی کو لوگوں نے مشتبہ کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ نے گواہی کے طور پر ایک دوسری پیشگوئی کو ظاہر فرمایا یعنی لیکھرام کی نسبت پیشگوئی جو بہت قوت اور شوکت سے جلالی رنگ میں ظاہر ہوئی۔ پس واضح ہو کہ منجملہ ہیبت ناک اور عظیم الشان نشانوں کے پنڈت لیکھرام کی موت کا نشان ہے جس کی بنیاد پیشگوئی میری کتابیں برکات الدعاء اور کرامات الصادقین اور آئینہ کمالات اسلام ہیں جن میں قبل از وقوع خبر دی گئی کہ لیکھرام قتل کے ذریعہ سے **چھ سال کے اندر اس دنیا سے** کوچ کرے گا اور وہ عید سے دوسرا دن ہوگا تا یہ صورت اس بات پر دلالت کرے کہ جس دن مسلمانوں کے گھر میں عید ہوگی اس سے دوسرے دن ہندوؤں کے گھر میں ماتم ہوگا اور یہ پیشگوئی نہ صرف میری کتابوں میں درج ہو گئی بلکہ لیکھرام نے خود اپنی کتاب میں نقل کر کے	ہمارے آخری اشتہار سے چھ ماہ بعد پیشگوئی پوری ہوئی۔ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء کو یہ پیشگوئی چار سال کے بعد پوری ہوئی۔

زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	پیشگوئی نمبر ۴۳ کے گواہ لاکھوں ہیں کیونکہ بذریعہ اشتہارات و کتب جن کا حوالہ متن میں آیا ہے۔ اس کو کثرت سے شائع کیا گیا تھا اور لیکھرام نے خود بھی اس کو اپنی کتاب میں

﴿۱۷۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۳۳		اپنی قوم میں اس پیشگوئی کی قبل از وقوع شہرت دے دی اور جس قدر اس پیشگوئی کے وقوع کی شہرت ہوئی اس کے بیان کی اس سے کم شہرت نہ تھی البتہ وقوع کے وقت آریوں میں سخت ماتم ہوا اور ماتم کے ذریعہ سے انہوں نے اور بھی شہرت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برٹش انڈیا کے تمام ہندو مسلمان اور عیسائی بلکہ ہماری گورنمنٹ خود اس نشان کی گواہ بن گئی۔ اللہ اللہ یہ کیسا ہیبت ناک اور وہشت ناک نشان ظاہر ہوا جس نے آنکھوں والوں کو خدا کا چہرہ دکھا دیا۔ واضح ہو کہ لیکھرام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن اور بدزبان تھا وہ آریوں کا ایک بڑا ایڈوکیٹ اور لیکچرار تھا اور جا بجا تقریریں کرتا پھرتا تھا اور کئی ایک کتابیں بھی اسلام کے برخلاف لکھی تھیں لیکن نرا گوسالہ تھا فہم اور علم اس کے نزدیک نہیں آیا تھا اور اس کے پاس بجز بدزبانی اور فحش گوئی اور نہایت قابل شرم گالیوں کے اور کچھ نہ تھا اور یہاں قادیان میں بھی مباحثہ کے لئے آیا اور پھر نشان کا طلب گار ہوا۔ اور جب اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں یہ لکھا گیا کہ لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر آریوں کے قضاء قدر کے متعلق کچھ تحریر ہوگا۔ اگر کسی صاحب پر ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ اطلاع دیں تا اس کی نسبت کوئی پیشگوئی شائع نہ کی جائے تو اس پر پنڈت لیکھرام کا کارڈ پہنچا کہ میں اجازت دیتا ہوں کہ میری موت کی نسبت پیشگوئی کی جائے مگر معیاد مقرر ہونی چاہیئے۔ پھر رسالہ کرامات الصادقین مطبوعہ صفر ۱۳۱۱ ہجری میں یہ پیشگوئی درج	

بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۳۳	شائع کیا تھا اور کئی اخباروں میں یہ پیشگوئی بھی شائع ہوئی تھی اور اس کے پورا ہونے پر کئی سو آدمیوں نے جو ہماری جماعت میں سے نہ تھے اور جن میں سے بہت سے ہندو

﴿۱۷۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		کی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں وعدنی ربّی و استجاب دعائی فی رجل مفسد عدواللّٰہ ورسوله المسمّٰی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انه من الهالکین ۔انه کان یسب نبی اللّٰه ویتکلم فی شانه بکلمات خبیثة. فدعوت علیه فبشرنی ربّی بموته فی ست سنین ان فی ذٰلک لاٰیة للطالبین. یعنی خداتعالیٰ نے ایک اللہ اور رسول کے دشمن کے بارے میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتا ہے اور ناپاک کلمے زبان پر لاتا ہے جس کا نام لیکھرام ہے مجھے وعدہ دیا اور میری دعا سنی اور جب میں نے اس پر بددعا کی تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ان کے لئے ایک نشان ہے جو سچے مذہب کو ڈھونڈتے ہیں پھر اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی کہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار پر لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ ہمارے نام لکھا تھا کہ جو موت کی پیشگوئی میری نسبت چاہو شائع کرو سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلّ شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد له خوار. له نصب و عذاب یعنی یہ ایک گوسالہ سامری ہے جو مردہ ہو کر پھر آواز نکالتا ہے یعنی روحانیت سے بے بہرہ اور بے جان ہے اور اس گوسالہ سامری کی طرح اس کا انجام عذاب ہے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ جیسا گوسالہ سامری شنبہ کے	

بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	بھی تھے۔ یہ شہادت دی کہ واقعی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ ان میں سے چند ایک کے نام کتاب تریاق القلوب میں (قریباً تین سو کے) ہم نے لکھے ہیں

﴿۱۷۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی کی خارق عادت پیشگوئیاں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		دن ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ویسا ہی یہ بھی ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا اور پھر آگ میں جلایا جائے گا۔ غرض یہ اس کے قتل کی طرف اشارہ تھا یعنی یہ کہ وہ گوسالہ سامری کی طرح نہایت سختی سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکھرام نہایت سختی سے کاٹا گیا اور اس کے کاٹے جانے کا دن شنبہ تھا اور شنبہ سے پہلے مسلمانوں کی عید تھی اور گوسالہ سامری کے کاٹے جانے کی بھی یہی تاریخ تھی یعنی شنبہ کا دن تھا اور یہودیوں کی عید بھی تھی اور گوسالہ سامری ٹکڑے کرنے کے بعد جلایا گیا تھا۔ ایسا ہی سارا معاملہ لیکھرام کے ساتھ ہوا کیونکہ اول قاتل نے اس کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پھر ڈاکٹر نے اس کے زخم کو چھری کے ساتھ زیادہ کھولا۔ پھر لاش پر ڈاکٹری امتحان کی چھری چلی پھر وہ آگ میں جلایا گیا اور بالآخر گوسالہ سامری کی طرح دریا میں ڈالا گیا۔ اور جیسا کہ گوسالہ سامری کے بعد قوم اسرائیل میں سخت طاعون پڑی تھی کہ انہوں نے اس بت کو خدا کے مقابل عظمت دی ایسا ہی جب قوم نے لیکھرام کو بہت عظمت دی تو پھر بعد اس کے طاعون پڑی کیونکہ انہوں نے خدائے ذوالجلال کی پیشگوئی کو تحقیر کی نظر سے دیکھا اور اس شخص کو جس کا نام خدا نے گوسالہ سامری رکھا تھا بہت بزرگی کے ساتھ یاد کیا اور اشتہار میں اس الہام کے بعد یہ لکھا گیا تھا کہ آج ۲۰ رفروری ۱۸۹۳ء کو جب لیکھرام کے عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج سے چھ برس	

بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	اس جگہ بطور نمونہ چند ایک کے نام درج کرتے ہیں ورنہ اصل میں ہندوؤں مسلمانوں یا عیسائیوں کا اور دیگر مذاہب کا کوئی گھر ہو گا جس میں اس

﴿۱۷۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے خارق عادت پیشگوئیاں مجھے بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۴		کے عرصہ تک اس شخص پر ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں ایک ایسا عذاب نازل ہوگا جو معمولی تکالیف سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہوگا اور تاکیداً اس اشتہار میں لکھا گیا تھا کہ اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے طیار ہوں اور میں اس عذاب پر راضی ہوں گا کہ میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھے پھانسی دیا جاوے اور اس پیشگوئی کے ساتھ آتھم کی پیشگوئی کی طرح کوئی شرط نہ تھی بلکہ قطعی اور اٹل طور پر در صورت تخلف سخت سے سخت سزا اپنے لئے قبول کر کے پیشگوئی شائع کی گئی تھی اور اسی اشتہار مورخہ ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء کے سرے پر ایک نظم بھی لکھی گئی تھی جو لیکھرام کی صورت موت پر بلند آواز سے دلالت کرتی ہے اور اسی نظم میں اس مقام پر جہاں بطور پیشگوئی تیغ برّاں کا فقرہ لکھا گیا ہے ایک ہاتھ بنایا گیا تھا جو لیکھرام کی طرف اشارہ کرتا تھا اور ظاہر کرتا تھا کہ یہ شخص قتل کی موت سے مرے گا۔ اب ہم اس نظم کو جو ہماری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں معہ نشان ہاتھ نو برس سے شائع ہو چکی ہے اس جگہ دوبارہ لفظ بلفظ نقل کر دیتے ہیں اور وہ اس طرح پر ہے۔ عجب نوریست در جانِ محمدؐ عجب لعلیست درکانِ محمدؐ زظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف کہ گردد از محبّان محمدؐ عجب دارم دلِ آن ناکسان را کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ	
بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۳۴	پیشگوئی کی خبر نہ پہنچی ہو۔ اور وہ نام یہ ہیں۔ خان بہادر سید فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار ضلع شاہ پور۔ حکیم علاؤ الدین صاحب ساکن شیخوپور تحصیل بھیرہ۔		

﴿۱۷۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ۔ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ	
		خدا زان سینہ بیزار ست صد بار ۔ کہ ہست از کینہ داران محمدؐ	
		خدا خود سوزد آن کرم دنی را ۔ کہ باشد از عدوانِ محمدؐ	
		اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ۔ بیادر ذیلِ مستانِ محمدؐ	
		اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ۔ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ	
		اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ۔ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ	
		سرے دارم فدائے خاکِ احمد ۔ دِلم ہر وقت قربانِ محمدؐ	
		بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم ۔ نثارِ روئے تابانِ محمدؐ	
		درین رہ گر کشندم و در بسوزند ۔ نتابم رُوز ایوانِ محمدؐ	
		بکارِ دین نترسم از جہانے ۔ کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ	
		بسے سہل از است از دُنیا بریدن ۔ بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ	
		فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من ۔ کہ دیدم حسن پنہانِ محمدؐ	
		دِگر استاد رانامے ندانم ۔ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ	
		بدیگر دلبرے کارے ندارم ۔ کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ	
		مرا آن گوشۂ چشمے بباید ۔ نخواہم جُز گلستانِ محمدؐ	
		دلِ زارم بہ پہلو یم مجوئید ۔ کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ	
		من آن خوش مرغ از مرغانِ قدسم ۔ کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ	
		تو جانِ ما منور کر دی از عشق ۔ فدایت جانم اے جانِ محمدؐ	
		دریغا گر دہم صد جان دریں راہ ۔ نباشد نیز شایانِ محمدؐ	
		چہ ہیبت ہا بدادند این جوان را ۔ کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ	
		رہِ مولےٰ کہ گم کر دند مردم ۔ بجو در آل و اعوانِ محمدؐ	

﴿۱۷۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی

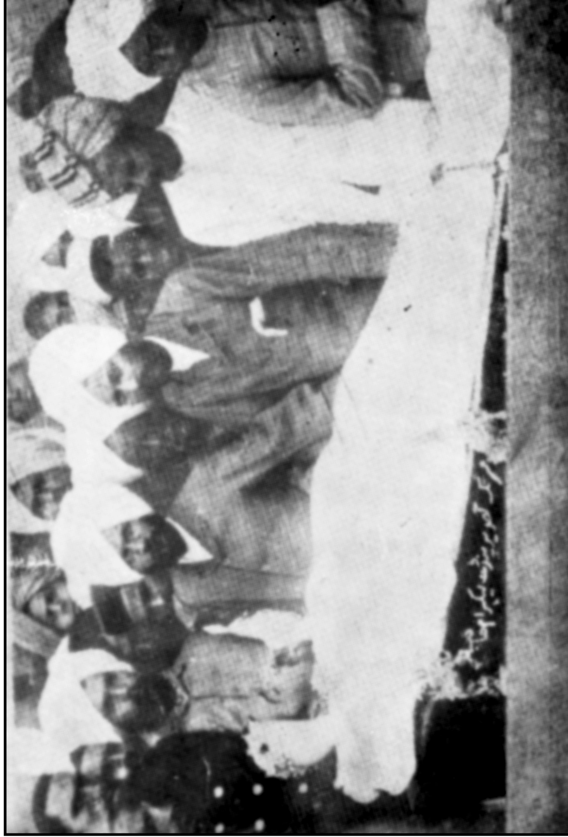


الا اے دشمنِ نادان و بے راہ ❘ بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ

الا اے منکر از شانِ محمدؐ ❘ ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ❘ بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

یہ جس کی لاش اس تصویر میں دیکھ رہے ہو یہ ایک ہندو متعصب آریہ دشمن اسلام تھا جس نے میری نسبت



لیکھرام پشاوری کی لاش کی وہ تصویر جس کو آریوں نے اپنے ہاتھ سے شائع کیا ہے

اپنی کتاب میں پیشگوئی کی تھی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ سے مر جائے گا اور میں نے بھی اس کی نسبت موت کی پیشگوئی کی تھی کہ چھ برس تک چھری سے مارا جائے گا۔ اب دیکھ لو کہ مسلمانوں کا خدا ہندوؤں کے مصنوعی پرمیشر پر غالب آ گیا۔ مَیں زندہ موجود ہوں اور یہ مر گیا اور اس کی شیطانی پیشگوئی جھوٹی نکلی اس شخص کی لاش اسلام کی سچائی کا کھلا کھلا ثبوت دے رہی ہے۔ پس خدا سے ڈرو۔ اے آریو۔ اور کمزور پرمیشر کو چھوڑ دو۔

﴿۱۷۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مجھے خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۴		یاد رہے کہ یہ وہی اشعار اور وہی آخر پر نشان ہاتھ کا ہے جو لیکھرام کی موت کی طرف پیشگوئی کرتا ہے جس کو ہم نے لیکھرام کی موت اور اس کے مجروح ہونے سے پانچ برس پہلے آئینہ کمالات اسلام میں لکھا ہے اور اس نقل میں کوئی تصرف نہیں بجز اس کے کہ آئینہ کمالات اسلام میں لیکھرام کا لفظ موٹے قلم سے لکھ کر تصویر کی طرح لٹا دیا گیا ہے اور اس جگہ وہ لاش کی تصویر ہی لکھ دی ہے جس کو خود آریوں نے نظارہ کے لئے شائع کیا ہے۔ اب ان تمام اشعار سے ظاہر ہے کہ لیکھرام کی موت کے لئے ایک تیغ بُرّان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر اس پیشگوئی کو نہایت وضاحت کے ساتھ ٹائیٹل پیج **برکات الدعا** میں اخبار انیس ہند میرٹھ کے بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بیان کیا گیا ہے چنانچہ ہم اس جگہ بجنسہٖ وہ عبارت جو لیکھرام کی موت سے کئی برس پہلے شائع ہو چکی ہے ٹائیٹل پیج برکات الدعا سے نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ نمونہ دعائے مستجاب **انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض** اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵؍ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں مَیں نے شائع کی تھی کچھ نقطہ چینی ہے مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے۔ سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب	
بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۳۴	شیخ فضل الٰہی آنریری مجسٹریٹ بھیرہ۔ جیون سنگھ نمبردار بھاٹا نوالہ۔ ملاوامل۔ شرمپت آریہ قادیان۔ ملاوامل لاہوری۔ جوالا سنگھ نمبردار کوٹلومان تحصیل رعیہ		

﴿۱۷۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے میں اس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلا شبہ ایک مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں پس اس صورت میں بلا شبہ میں اس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں۔ اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کے ساتھ اپنی رایوں ﴿۱۷۸﴾	

زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی۔ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی پلیڈر پشاوری۔ مولوی

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۳۴		سے رجوع کرتے ہیں ماسوا اس کے یہ عاجز بھی تو قانون قدرت کے تحت میں ہے اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمال☆ بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انہی اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں معیاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس۱۰ برس لکھ دے۔ لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس۳۰ برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے پھر باوجود اس کے مقابلے میں خود معلوم ہو جائے گا کہ کون سی بات انسان کی طرف سے ہے اور کون سی بات خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ اور معترض کا یہ کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے ایک معمولی فقرہ ہے جو اکثر لوگ مُنہ سے بول دیا کرتے ہیں۔ میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کے لئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شائد اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی مل نہ سکے۔ ہاں اس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا مگر یہ تو راستبازوں کے لئے اور بھی خوشی کا مقام ہے کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے	
زندہ گواہ رویت		محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی پلیڈر قادیان۔ مولوی غلام قادر صاحب سب رجسٹرار پشاور۔ میر ناصر نواب صاحب دہلوی۔ مفتی محمد صادق صاحب	

﴿۱۷۹﴾

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت ہے۔ درست لفظ ''احتمالی'' ہے۔ (ناشر)

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہے زمانہ بے شک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادھے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے۔ یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پا کر پھر اس کو قبول نہیں کرتا لیکن میں ہرگز قبول نہیں کروں گا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض ان میں سے بی اے اور ایم اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایک نو مسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیے چڑھاویں مجھے اس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک	
زندہ گواہ رویت	خلیفہ نور الدین صاحب تاجر کتب جموں۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلہ۔ شیخ رحمت اللہ صاحب بمبئی ہوس لاہور۔ منشی تاج دین صاحب لاہور۔		

﴾۱۸۰﴿

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۳		نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا اور اگر اس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی اور اگر میں اس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا وہ ہستی قدیم اور پاک وقدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دنیا میں عزت ظاہر کرے۔ **والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی**۔ پھر اسی کتاب برکات الدعاء کے حاشیہ پر وہ کشف درج ہے جو ۲؍اپریل ۹۳ء کو میں نے دیکھا کہ ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے گویا وہ انسان نہیں ملایک شداد غلاظ سے ہے وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا جو یاد نہیں رہا اور کہا کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے کی سزا دہی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دیکھو ٹائیٹل پیج برکات الدعاء مطبوعہ اپریل ۱۸۹۳ء اس کے بعد ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھرام بذریعہ قتل فوت ہو گیا اور اس وقت کہ جب یقینی اور قطعی طور پر مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میری دعا کے قبول ہونے پر آسمان پر یہ قرار پا چکا ہے کہ لیکھرام ایک دردناک عذاب سے قتل کیا جائے گا میں نے اسی کتاب برکات الدعا میں سید احمد خان کو جو اپنے باطل عقیدہ کے	
زندہ گواہ رویت		میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرت سر۔ ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب امرت سر۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن رڑکی۔ سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ	

«۱۸۱»

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۴		رو سے دعاؤں کے قبول ہونے سے منکر تھا اس طرف توجہ دلائی اور اس کے سامنے اپنی دعا سے لیکھرام کے مارے جانے کی نظیر پیش کی حالانکہ لیکھرام ابھی زندہ پھرتا تھا اور میں نے سید احمد خان کو مخاطب کر کے کتاب برکات الدعا میں لکھا کہ لیکھرام کی موت کے لئے میں نے دعا کی ہے اور وہ دعا قبول ہوگئی سو آپ کے لئے نمونہ کے طور پر یہ دعائے مستجاب کافی ہے مگر اس تحریر پر ہنسی کی گئی کیونکہ لیکھرام ابھی زندہ اور ہر طرح سے تندرست اور توہین اسلام میں سخت سرگرم تھا اور میں نے اس مراد سے کہ لوگ پیشگوئی کو یاد کرلیں اشعار میں سید احمد خان کو مخاطب کیا اور وہ اشعار یہ ہیں جو برکات الدعا میں درج ہیں۔ روئے دلبر از طلبگاران نمیدارد حجاب ۔۔۔ میدرخشد در خور و مے تابد اندر ماہتاب لیکن این روئے حسین از غافلان ماند نہان ۔۔۔ عاشقے باید کہ بردارند از بہرش نقاب دامن پاکش زنخوت ہانمے آید بدست ۔۔۔ ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب بس خطرناک است راہ کوچۂ یار قدیم ۔۔۔ جان سلامت بایدت از خود روی ہا سر بتاب تا کلامش عقل و فہم ناسزایان کم رسد ۔۔۔ ہر کہ از خود گم شود او یابد آن راہ صواب مشکل قرآن نہ از ابنائے دُنیا حل شود ۔۔۔ ذوق آن میداند آن مستی کہ نوشد آن شراب اے کہ آگاہی ندادندت ز انوار درون ۔۔۔ در حقِ ما ہر چہ گوئی نیستی جائے عتاب از سرِ وعظ و نصیحت این سخن ہا گفتہ ایم ۔۔۔ تا مگر زین مرہمے بہ گردد آن زخمِ خراب از دعا کن چارۂ آزار انکارِ دعا ۔۔۔ چُوں علاج مَے زمَے وقتِ خمار والتہاب ایکہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست ۔۔۔ سوئے من بشتاب بنمایم ترا چُوں آفتاب ہاں مکن انکار زین اسرار قُدرتہائے حق ۔۔۔ قصہ کوتاہ کن بہ بین **از ما دعائے مستجاب**	یعنی دعا سے موت لیکھرام
زندہ گواہ رویت	شیخ محمد خان صاحب وزیرآباد۔ ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔ منشی نواب خان صاحب تحصلیدار گوجرات۔ میاں معراج الدین صاحب لاہور		

﴿۱۸۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۳		پھر اس پیشگوئی کی وضاحت صرف اس حد تک نہیں کہ تیغ برّان کے ذریعہ سے ایک ہیبت ناک موت کی خبر دی گئی ہو بلکہ کتاب کرامات الصادقین کے ایک عربی شعر میں جو واقعہ قتل پنڈت لیکھرام سے چار سال پہلے تمام قوموں میں شائع ہو چکا تھا اس کی موت کا دن اور تاریخ بھی بتلائی گئی تھی چنانچہ اس شعر پر ہندو اخبار نے لیکھرام کے قتل کے وقت بڑا شور مچایا تھا اور وہ شعر یہ ہے:۔ **وبشّرنی ربّی و قال مبشرا** **ستعرف یوم العید والعید اقرب** یعنی میرے خدا نے ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کی خبر دی ہے اور خوشخبری دے کر کہا کہ تو عید کے دن کو پہچانے گا جبکہ نشان ظاہر ہو گا۔ اور عید کا دن نشان کے دن سے بہت قریب اور ساتھ ملا ہوا ہو گا۔ غرض یہ عظیم الشان پیشگوئی اس قدر قوت اور عام شہرت کے ساتھ پھیلنے کے بعد ۶/ مارچ ۱۸۹۷ء کو اس طرح پوری ہوئی کہ ایک شخص نے جس کا آج تک پتہ نہیں لگا کہ کون تھا شام کے وقت لاہور کے شہر میں شنبہ کے دن جو عید سے دوسرا دن تھا لیکھرام کے پیٹ میں ایک کاری چھری مار کر دن دہاڑے ایسا غائب ہوا کہ آج تک پھر اس کا پتہ نہ لگا۔ حالانکہ لیکھرام کے ساتھ کتنی مدت سے رہتا تھا اور اس قتل کی خبر کے ساتھ سب ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی پر ایک رعب اور ہیبت طاری ہوئی اور آریوں نے بڑا شور مچایا اور سرکردہ مسلمانوں اور اسلامی انجمنوں کی خانہ تلاشیاں	
زندہ گواہ رویت	چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ۔ منشی عبدالعزیز صاحب محافظ دفتر دہلی۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس۔ زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجنیئر بمبئی۔		

﴿۱۸۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۴		کرائیں اور ہر جگہ اس مقتول کی ہمدردی کے لئے بڑے بڑے جلسے کئے اور تجویزیں قرار پائیں کہ سال بسال اس ماتم کا ایک دن مقرر کیا جائے تا یہ واقعہ ہمارے دلوں سے بھولنے نہ پائے اور نظموں اور نثروں میں مرثیے اور بین لکھے اور ملک میں شائع کئے اور خدا نے یہ سب کچھ اس لئے ہونے دیا تا پیشگوئی کی عظمت دلوں میں پھیل جائے کیونکہ جس قدر مقتول کو عظمت دی جاوے درحقیقت وہ پیشگوئی کی عظمت ہے وجہ یہ کہ اگر مقتول ایک ذلیل اور حقیر آدمی ہو تو پیشگوئی کو بہت توجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا اور اس طرح پر جلد تر وہ بھول جاتی ہے پس خدا نے چاہا کہ لیکھرام کو اس کی قوم بہت کچھ عظمت دیوے تا اس عظمت سے پیشگوئی کی عظمت ثابت ہو۔ اور نیز آریوں کے دل میں ڈال دیا کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے اس کی یادگاریں قائم کیں۔ غرض یہ پیشگوئی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے اور	
زندہ گواہ رویت	شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرت سر۔ میاں عبدالخالق صاحب امرتسر۔ میاں قطب الدین صاحب مس گر امرتسر۔ ڈاکٹر عباداللہ صاحب امرتسر۔		

☆ خدا کی قدرت کہ میرے نشانوں میں سے بہت سا حصہ آریوں نے ہی لیا ہے۔ لالہ شرمپت آریہ قادیان کو جو قادیان میں زندہ موجود ہے میں نے خبر دی کہ میری دعا سے اس کے بھائی بسمبر داس کی نصف قید تخفیف ہوگی اور میں نے اسے کہا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ چیف کورٹ سے مثل اپیل ضلع میں آئے گی اور نصف قید معاف کی جائے گی مگر اس کے رفیق کی قید کا ایک دن بھی معاف نہیں ہوگا اور نیز اس کو پنڈت دیانند سُرستی کی وفات کی قبل از وقت خبر دی اور لالہ ملاوامل ساکن قادیان مدقوق ہو گیا تھا اس کی نسبت میں نے دعا کر کے شفا کی خبر دی۔ چنانچہ وہ اس مہلک مرض سے شفا پا گیا۔ اے آریو! ان دونوں اپنے بھائیوں آریوں کو قسم دے کر پوچھو کہ کیا یہ سچ ہے یا نہیں۔ اے سخت دل قوم تم نے یہ تین نشان دیکھ لئے اور خدا کی حجت تم پر پوری ہوگئی اب اسلام کی تکذیب کرنا اور توہین کرنا اور اسلام میں داخل نہ ہونا سخت بے ایمانی اور لعنتی زندگی ہے۔ منہ

《۱۸۴》

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		حضرت رسول کریم کے اس معجزے کے ساتھ مشابہ ہے جس میں کسریٰ ہلاک ہوا تھا اور جس قدر کوئی طالب حق اس میں غور کرے گا اسی قدر حق الیقین کے مرتبہ سے نزدیک ہوتا جائے گا۔ اس پیشگوئی کے متعلق آئینہ کمالات اسلام والا اشتہار پڑھو پھر برکات الدعاء کی عبارت غور سے پڑھو پھر وہ اشتہار دیکھو جس میں ایک ہاتھ بنا ہوا ہے جو لیکھرام کی طرف اشارہ کرتا ہے پھر وہ کشف غور سے پڑھو جو برکات الدعا کے اخیر صفحہ کے حاشیہ پر ہے پھر سَتُعرف والا عربی شعر پڑھو۔ پھر وہ عربی پیشگوئی پڑھو جو کرامات الصادقین کے اخیر ٹائیٹل پیج کے صفحہ پر ہے پھر انصاف سے سوچو کہ اس قدر امور غیبیہ کا بیان کرنا کیا کسی مفتری انسان کا کام ہے اور کسی کی قدرت اور اختیار میں ہے کہ محض اپنے منصوبہ سے ایسی خارق عادت اور فوق الطاقت باتیں بیان کر سکے جو آخر اسی طرح پوری بھی ہو جائیں ہم اس جگہ آئینہ کمالات اسلام کا اشتہار جو لیکھرام کی موت کے بارے میں قبل از وقت شائع کیا گیا تھا ذیل میں لکھ دیتے ہیں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ کس قوت اور شوکت سے یہ اشتہار لکھا گیا تھا اور وہ یہ ہے۔ **لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی** واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ ؍فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل	
زندہ گواہ رویت	شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ۔ شیخ عبدالرحیم صاحب۔ پیر منظور احمد صاحب ۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ میاں نجم الدین صاحب بھیروی۔		

﴿۱۸۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		کیا گیا تھا اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو میری طرف سے اجازت ہے سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ **عجل جسد لهٗ خوار . لهٗ نصب و عذاب** یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہے گا اور اس کے بعد آج جو ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ۶ برس کے عرصہ میں آج کی	
زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔ منشی نواب خان صاحب تحصیلدار گوجرات۔ چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن رڑکی۔		

﴿۱۸۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۴		تاریخ سے کوئی ایسا عذاب[1] نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر سولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بدن کانپتا ہے اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو باایں ہمہ شوخی و خیرگی یہ شخص سخت جاہل ہے عربی سے ذرا مس نہیں بلکہ دقیق اردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں۔ اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لئے دعا کی جس کا یہ جواب ملا اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کے لئے بھی نشان ہے کاش وہ حقیقت کو سمجھتے اور ان کے دل نرم ہوتے۔ اب میں اسی خدائے عزّ و جلّ کے نام پر ختم کرتا ہوں جس کے نام سے شروع کیا تھا۔ والحمد للّٰہ والصّلٰوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد المصطفٰی افضل الرسل وخیر الورٰی سیدنا وسید کلّ مافی الارض والسّما. خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء	
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۴	لیکھرام والی پیشگوئی قبل از وقت بہت سی کتابوں اور اشتہاروں میں درج ہو چکی تھی جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے اور اس کے گواہ ساری برٹش انڈیا ہے۔		

[1] اب آریوں کو چاہئے کہ سب مل کر دُعا کریں کہ یہ عذاب اُن کے اس وکیل سے ٹل جائے۔

﴿۱۸۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۴۳	۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء	میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ رومی سلطنت کے ارکانِ دولت بکثرت ایسے ہیں جن کا چال وچلن سلطنت کو مضرّ ہے اور جیسا اسی اشتہار میں درج ہے۔ اس امر کی اشاعت کا یہ باعث ہوا تھا کہ ایک شخص مسمی حسین بک کامی وائس قونصل مقیم کرانچی جو سفیر روم کہلاتا تھا قادیان میں میرے پاس آیا اور وہ خیال رکھتا تھا کہ وہ اور اس کے باپ سلطنت ٹرکی کے بڑے خیر خواہ اور امین اور دیانت دار ہیں مگر جب وہ میرے پاس آیا تو میری فراست نے گواہی دی کہ یہ شخص امین اور پاک باطن نہیں اور ساتھ ہی میرے خدا نے مجھے القا کیا کہ رومی سلطنت انہی لوگوں کی شامتِ اعمال کے سبب خطرہ میں ہے سو میں اس سے بیزار ہوا لیکن اس نے خلوت میں کچھ باتیں کرنے کے لئے درخواست کی چونکہ وہ مہمان تھا اس لئے اخلاقی حقوق کی وجہ سے اس کی درخواست کو رد نہ کیا گیا پس خلوت میں اس نے دعا کے لئے درخواست کی تب اس کو وہی جواب دیا گیا جو اشتہار ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء میں درج کیا گیا تھا اور اس تقریر میں دو پیشگوئیاں تھیں (۱) ایک یہ کہ تم لوگوں کا چال چلن اچھا نہیں اور دیانت اور امانت کے نیک صفات سے تم محروم ہو۔ (۲) دوم یہ کہ اگر تیری یہی حالت رہی تو تجھے اچھا پھل نہیں ملے گا اور تیرا انجام بد ہو گا۔ پھر اسی اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ بہتر تھا کہ یہ میرے پاس نہ آتا میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بدقسمتی ہے	اکتوبر ۱۸۹۹ء
زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	اس پیشگوئی کے گواہ شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر بمبئی ہوس لاہور۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی۔ شیخ عبدالرحیم		

﴿۱۸۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۴۳		یہی وجہ تھی کہ میری نصیحت اس کو بُری لگی اور اس نے جا کر میری بدگوئی کی۔ پھر اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء میں یہ لکھا گیا تھا کہ کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں۔ یہ تو میرے الہامات تھے جو لاکھوں انسانوں میں بذریعہ اشتہارات شائع کئے گئے تھے مگر افسوس کہ ہزارہا مسلمان اور اسلامی اڈیٹر مجھ پر جوش کے ساتھ ٹوٹ پڑے اور حسین کامی کی نسبت لکھا کہ وہ نائب خلیفۃ اللہ سلطان روم ہے اور پاک باطنی سے سراپا نور ہے اور میری نسبت لکھا کہ یہ واجب القتل ہے۔ سو واضح ہو کہ اس واقع کے دو سال بعد یہ پیشگوئیاں ظہور میں آئیں۔ اور حسین کامی کی خیانت اور غبن کا ہندوستان میں شور مچ گیا۔ چنانچہ ہم اخبار نیّر آصفی مدراس مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۸۹۹ء میں سے تھوڑا سا نقل کرتے ہیں۔ ’’حسین کامی نے بڑی بے شرمی کے ساتھ (چندہ مظلومان کریٹ جو ہند میں جمع ہوا تھا اس کے تمام) روپیہ کو بغیر ڈکار لینے کے ہضم کر لیا اور کارکن کمیٹی نے بڑی فراست اور عرق ریزی سے اُگلوایا۔ یہ روپیہ ایک ہزار چھ سو کے قریب تھا جو کہ حسین کامی کی اراضیات مملوکہ کو نیلام کرا کر وصول کیا گیا اور اس غبن کے سبب حسین کامی کو موقوف کیا گیا۔‘‘	
زندہ گواہ رویت نمبر ۴۳	ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی نورالدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ شیخ یعقوب علی صاحب وغیرہ احباب ہیں۔		

﴿۱۸۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۳۵	تخمیناً ۱۸۹۲ء	حبّی فی اللہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کا ایک شیر خوار بچہ فوت ہو گیا تھا۔ جس پر مخالفین نے طعن کیا تب میں نے مولوی صاحب موصوف کے لئے دعا کی۔ تو خواب میں دکھایا گیا کہ مولوی صاحب کی گود میں ایک لڑکا کھیلتا ہے اور اس کے بدن پر خطرناک بڑے بڑے پھوڑے ہیں پس یہ پیشگوئی اشتہار انوارالاسلام کے صفحہ ۲۶ میں درج کی گئی اور اس کے ذریعہ سے یہ الہام شائع کیا گیا کہ مولوی صاحب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے بدن پر پھوڑے ہوں گے۔ چنانچہ اس کے پانچ سال بعد مولوی صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام عبدالحی رکھا گیا اور ساتھ ہی اس کے بدن پر خطرناک پھوڑے نکلے جن کے نشان اب تک موجود ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ یہ کتنا بڑا معجزہ ظاہر ہوا جو پیرانہ سالی اور نومیدی کے بعد ایک لڑکے کی خبر دی گئی اور بتلایا گیا کہ اس کے پیدا ہوتے ہی بڑے بڑے پھوڑے اس کے بدن پر نمودار ہوں گے یہ اس کا نشان ہوگا۔	۱۸۹۹ء
پیشگوئی نمبر ۳۶	۱۸۸۰ء	انی مھین من اراد اھانتک یعنی میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا۔ یہ ایک نہایت پُر شوکت وحی اور پیشگوئی ہے جس کا ظہور مختلف پیرایوں اور مختلف قوموں میں ہوتا رہا ہے اور جس کسی نے اس سلسلہ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی وہ خود ذلیل اور ناکام ہوا۔ مثلاً مولوی محمد حسین نے کپتان ڈگلس کے روبرو میرے برخلاف گواہی دی اور میری توہین چاہی تو اس کو کرسی کے مانگنے پر ڈپٹی کمشنر نے سخت جھڑکا	یہ پیشگوئی ہمیشہ پوری ہوتی رہتی ہے
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۵		ان پیشگوئیوں کے گواہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی حاجی حکیم فضل الدین صاحب۔ خلیفہ رجب الدین صاحب لاہور	

﴿۱۹۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۹		اور ذلیل کیا۔ جب مخالف مولوی لوگوں نے مجھے جاہل کہا تو خدا نے مجھے ایسی عربی فصیح بلیغ کتابیں لکھنے اور مقابلہ کے لئے سب کو چیلنج کرنے کی توفیق دی کہ آج تک کوئی مولوی جواب نہیں دے سکا۔ پیر مہر علی شاہ نے میری اہانت چاہی تو اول اعجاز المسیح کا جواب عربی میں نہ لکھنے پر وہ ذلیل ہوا اور پھر ایک مردہ کی تحریرات اپنے نام پر بطور سرقہ شائع کر کے ذلیل ہوا اور کیسا ذلیل ہوا کہ چوری بھی کی اور وہ بھی نجاست کی چوری۔ کیونکہ محمد حسن مُردہ کی کل تحریر غلط تھی اور مہر علی اس کا چور تھا اس چوری سے کیا کیا ذلتیں اٹھائیں (۱) اول مردہ کے مال کا چور (۲) دوسرا چونکہ مال سب کھوٹا تھا اس لئے دوسری ذلت یہ ثابت ہوئی کہ علمی رنگ میں بصیرت کی آنکھ ایک ذرہ اس کو حاصل نہیں تھی۔ (۳) تیسری یہ ذلت کہ سیف چشتیائی میں اقرار کر چکا کہ یہ میری تصنیف ہے بعد ازاں ثابت ہو گیا کہ جھوٹا کذاب ہے یہ اس کی تصنیف نہیں بلکہ محمد حسن متوفی کی تحریر ہے جو مر کر اپنی نادانی کا نمونہ چھوڑ گیا۔ مہر علی نے خواہ نخواہ اس کی پیشانی کا سیہ داغ اپنے ماتھے پر لگا لیا۔ لگا مولوی بننے اگلی حیثیت بھی جاتی رہی یہی پیشگوئی تھی کہ انی مھین من اراد اھانتک۔ محمد حسن مردہ نے جبھی کہ میری کتاب اعجاز المسیح کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا اس کو خدا نے فوراً ہلاک کیا۔ غلام دستگیر نے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں مجھ پر بد دعا کی اس کو خدا نے ہلاک کیا۔ مولوی محمد اسمٰعیل علیگڑھ نے مجھ پر	

بقیہ زندہ گواہ رویت کے	قاضی ضیاء الدین صاحب اور یہ پیشگوئی کتاب انوار الاسلام میں درج ہو کر ہزاروں لوگوں میں شائع ہو چکی ہے۔

﴿۱۹۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۶		بد دعا کی اس کو خدا نے مار دیا۔ محی الدین لکھو کے والا نے مجھ پر بد دعا کی اس کو خدا نے مار دیا۔ مہر علی نے مجھ کو چور بنانا چاہا وہ خود چور بن گیا۔ محمد حسن بھیں نے میری کتاب کا رد لکھ کر مجھے ذلیل کرنا چاہا خود ایسا ذلیل ہوا کہ خدا نے اس کی سزا صرف اس کی موت تک کافی نہ سمجھی بلکہ ہر ایک غلطی میری جو اس نے نکالی وہ ان کی خود غلطی ثابت ہوئی بد قسمت مہر علی کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبا۔	
پیشگوئی نمبر ۳۷	۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء	۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں ابتداءً اور ۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں ثانیاً یعنی بذریعہ اشتہار ایک پیشگوئی شائع کی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سید احمد خان صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کو کئی قسم کی بلائیں اور مصائب پیش آئیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا کہ اول تو اخیر عمر میں سید صاحب کو ایک جوان بیٹے کی موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا اور پھر قوم مسلمانان کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ جو ان کی امانت میں تھا ان کا ایک معتمد علیہ شریر ہندو خیانت سے غبن کر کے ان کو ایسا صدمہ اور ہم و غم پہنچا گیا جس سے ان کی تمام اندرونی طاقتیں اور قوتیں یک دفعہ صلب☆ ہو گئیں اور جلد انہوں نے راہ عدم دیکھا۔	۱۸۹۷ و ۱۸۹۸ء
پیشگوئی نمبر ۳۸	۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء	خداوند علیم و خبیر سے خبر پا کر میں نے اپنے اشتہار ۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں اس امر کو ظاہر کر دیا تھا کہ اب سید احمد خان صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کی موت کا وقت	۲۵؍ مارچ ۱۸۹۸ء
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۷		یہ پیشگوئیاں قبل از وقت بذریعہ اشتہاروں کے ہزارہا لوگوں میں شائع ہو چکی تھیں۔	

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت ہے۔ درست لفظ ’’سلب‘‘ ہے (ناشر)

﴿۱۹۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		قریب ہے ۔ افسوس ہے کہ ایک نظر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ سید صاحب غور سے پڑھیں کہ اب ملاقات کے عوض میں یہی اشتہار ہے چنانچہ اس اشتہار کے ایک سال بعد سید صاحب وفات پا گئے۔	
پیشگوئی نمبر ۴۹	یکم جنوری ۱۸۸۸ء	مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی چنانچہ قبل ولادت بذریعہ اشتہار کے وہ پیشگوئی شائع ہوئی پھر بعد اس کے وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھی رؤیا کے مطابق محمود احمد رکھا گیا اور یہ پہلا لڑکا ہے جو سب سے بڑا ہے۔	۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء
پیشگوئی نمبر ۵۰	۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء	پھر مجھے دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کی نسبت الہام ہوا کہ جو قبل از ولادت بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا الہام یہ تھا سیولد لک الولد. ویُدنٰی منک الفضل اور وہ الہام آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں بھی درج کیا گیا تھا اور اس کے بعد دوسرا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد ہے۔	۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء
پیشگوئی نمبر ۵۱	۵ ستمبر ۱۸۹۴ء	پھر تیسرے بیٹے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ انا نبشّرک بغلام اور یہ پیشگوئی رسالہ انوار الاسلام میں قبل از وقت شائع کی گئی۔ چنانچہ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تیسرا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام شریف احمد ہے۔	۲۴/مئی ۱۸۹۵ء
پیشگوئی نمبر ۵۲	جنوری ۱۸۹۷ء	پھر چوتھے لڑکے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام میں بشارت دی۔	۱۴/جون ۱۸۹۹ء
زندہ گواہ رویت نمبر ۴۹ و ۵۰ و ۵۱		یہ پیشگوئیاں بذریعہ مطبوعہ اشتہاروں کے ہزارہا لوگوں میں شائع ہو چکی ہیں اور پھر پوری ہوئیں اور ہزاروں زندہ گواہ موجود ہیں مثلاً مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ قاضی ضیاء الدین صاحب۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب وغیرہ۔	

﴿۱۹۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۵۲		جس کی اشاعت پر عبدالحق غزنوی نے کچھ اعتراض کئے تو دوبارہ کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ پر اس بات کو بڑے زور سے شائع کیا گیا کہ یہ پیشگوئی جب تک پوری ہو ضرور ہے کہ اس وقت تک عبدالحق غزنوی زندہ رہے چنانچہ چوتھا لڑکا بھی جون ۱۸۹۹ء کو پیشگوئی کے مطابق پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد ہے۔ والحمد للّٰہ علٰی ذالک یہ پیشگوئی کس قدر خدا کے ہاتھ سے خصوصیت رکھتی ہے کہ ایک کے تولد کو ایک سن رسیدہ آدمی کے زندہ ہونے کے ایام سے وابستہ کیا اور ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ ایک لڑکے کی پیدائش کو پھوڑوں کے ساتھ منسوب کیا اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔	
پیشگوئی نمبر ۵۳	۱۵/ مارچ ۱۸۹۷ء	جب میری پیشگوئی کے مطابق لیکھرام کے قتل ہو جانے پر آریوں میں میری نسبت بہت شور مچا اور میرے قتل یا گرفتار ہونے کیلئے سازشیں کیں چنانچہ بعض اخبار والوں نے ان باتوں کو اپنی اخباروں میں بھی درج کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے الہام ہوا۔ سلامت بر تو اے مرد سلامت۔ چنانچہ یہ الہام بذریعہ اشتہار کے شائع کیا گیا اور اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مجھے مخالفین کے مکر و فریب اور منصوبوں سے محفوظ رکھا۔	یہ پیشگوئی اب تک ہر روز ظہور میں آ رہی ہے
پیشگوئی نمبر ۵۴	۱۹۰۱ء	کتاب اعجاز المسیح کے بارے میں یہ الہام ہوا تھا کہ ’’من قام للجواب وتنمّر فسوف یریٰ انه تندم و تذمر‘‘ یعنی جو شخص غصہ سے بھر کر اس کتاب کا جواب	۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء
زندہ گواہ رویت کے	پیشگوئی نمبر ۵۲ ضمیمہ انجام آتھم میں شائع ہو کر لاکھوں آدمیوں میں مشہور ہو چکی تھی۔ باقی اس صفحہ کی پیشگوئیوں کے گواہ ہماری جماعت کے اور بہت آدمی ہیں۔ مثلاً صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ مولوی حکیم نور الدین صاحب وغیرہ وغیرہ۔		

﴿۱۹۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		لکھنے کے لئے طیار ہوگا وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔ چنانچہ محمد حسن فیضی ساکن موضع بھیں **تحصیل چکوال ضلع جہلم** مدرس مدرسہ نعمانیہ واقعہ شاہی مسجد لاہور نے عوام میں شائع کیا کہ میں اس کتاب کا جواب لکھتا ہوں اور ایسی لاف مارنے کے بعد جب اس نے جواب کے لئے نوٹ تیار کرنے شروع کئے اور ہماری کتاب کے اندر بعض صداقتوں پر جو ہم نے لکھی تھیں **لعنة اللّٰه علی الکاذبین** لکھا تو جلد ہلاک ہو گیا۔ دیکھو مجھ پر لعنت بھیج کر ایک ہفتہ کے اندر ہی آپ لعنتی موت کے نیچے آ گیا۔ کیا یہ نشان الٰہی نہیں۔	
پیشگوئی نمبر ۵۵	۲۰؍ فروری ۱۹۰۲ء	پیر مہر علیشاہ گولڑی نے جب اس کتاب اعجاز المسیح کا بہت عرصہ کے بعد جواب اردو میں لکھا تو اس بات کے ثابت ہو جانے سے کہ یہ اردو عبارت بھی لفظ بہ لفظ مولوی محمد حسن بھینی کی کتاب کا سرقہ ہے مہر علی شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور مذکورہ بالا الہام اس کے حق میں بھی پورا ہوا۔	اگست ۱۹۰۲ء
پیشگوئی نمبر ۵۶	مئی ۱۸۹۳ء	صدہا مخالف مولویوں کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تھا جن میں سے عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا اور مباہلہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت تو صرف چند آدمی ہمارے ساتھ تھے اور اب ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہیں اور دن بدن ترقی کر رہے ہیں اور اس کے مقابل جا کر دیکھنا چاہئے کہ عبدالحق کے ساتھ کتنے ساتھی ہیں اور اس کی کیا عزت ہے کیا یہ خدا کا نشان نہیں۔	یہ پیشگوئی ہر وقت ظہور میں آ رہی ہے
زندہ گواہ رویت نمبر ۵۵ و ۵۶	ان پیشگوئیوں کے گواہ ہزاروں ہزار آدمی ہیں ۔ مثلاً شیخ رحمت اللہ صاحب۔ منشی ظفر احمد صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ شیخ نور احمد صاحب ایڈیٹر ریاض ہند امرتسر۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ حکیم فضل الدین صاحب بھیروی۔ سید حامد شاہ صاحب وغیرہ۔		

﴿۱۹۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۵۷	۲۱/ دسمبر ۱۸۹۷ء☆	دسمبر ۱۸۹۶ء میں پنجاب کے صدر مقام لاہور میں ایک بڑا بھاری جلسۂ مذاہب ہوا جس میں تمام مذاہب کے وکلاء اور نامی آدمی دور و نزدیک سے اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ مذاہب مروجہ میں سے کون سا مذہب حق اور بنی آدم کے لئے سب سے زیادہ مفید اور اصل مقصد زندگی انسانی کا حاصل کرا دینے والا ہے۔ ہم نے بھی اس جلسہ میں سنانے کے لئے ایک مضمون لکھا اور اس مضمون کے متعلق ہمیں قبل از وقت یہ الہام ہوا کہ مضمون سب پر بالا رہا یعنی تمہارا یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور پھر یہ الہام تھا اللّٰہ اکبر خربت خیبر. ان اللّٰہ معک. ان اللّٰہ یقوم اَینما کنت - چنانچہ یہ الہام بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار مورخہ ۲۱/دسمبر کے قبل جلسہ ہذا ہی دور وز کے اندر ہی دور و نزدیک شائع کیا گیا اور سب لوگوں کو اس بات سے آگاہی دی گئی کہ ہمارا ہی مضمون غالب رہے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ اس جلسہ میں جس قدر مضامین پڑھے گئے تھے ان سب پر ہمارا مضموان غالب اور فائق رہا اور خود اس جلسہ میں غیر مذاہب کے وکلاء نے بھی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر گواہیاں دیں کہ مرزا صاحب کا مضمون سب پر غالب رہا اور انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ اور پنجاب ابزرور اور دیگر اخباروں نے بڑے زور سے گواہی دی کہ ہمارا مضمون سب مضامین پر غالب رہا۔	۲۷/ دسمبر ۱۸۹۷ء☆
زندہ گواہ رویت نمبر ۵۷	یہ پیشگوئی قبل از وقت بذریعہ اشتہار کے شائع کی گئی تھی اور موقع پر اس کو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے والے ہزاروں آدمی اس وقت ہر ملت و مذہب کے میدان جلسہ میں موجود تھے جنہوں نے اقرار کیا کہ یہ مضمون غالب رہا اور نیز انگریزی و اردو اخباروں نے اس امر کی تصدیق کی کہ یہی مضمون سب سے بالا رہا۔		

☆ اصل متن میں ۱۸۹۶ء ہے۔ تاریخ بیان پیشگوئی اور تاریخ ظہور پیشگوئی میں سہو کتابت سے ۱۸۹۶ء کی بجائے ۱۸۹۷ء لکھا گیا ہے۔ (ناشر)

﴿۱۹۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۵۸	۱۸۸۶ء	۱۸۸۳ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ تین کو چار کرنے والا مبارک۔ اور وہ الہام قبل از وقت بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا تھا اور اس کی نسبت تفہیم یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دوسری بیوی سے چار لڑکے مجھے دے گا اور چوتھے کا نام مبارک ہوگا اور اس الہام کے وقت منجملہ ان چاروں کے ایک لڑکا بھی اس نکاح سے موجود نہ تھا اور اب چاروں لڑکے بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔	چوتھا لڑکا ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا
پیشگوئی نمبر ۵۹	۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء	اشتہار مورخہ ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء میں بذریعہ الہام مشتہر کیا گیا تھا کہ احمد بیگ ہوشیار پوری اگر اپنی لڑکی کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرے گا تو تین سال کے اندر فوت ہو جائے گا اور اس سے پہلے اس کے کئی اور عزیز فوت ہوں گے چنانچہ اس لڑکی کے دوسری جگہ نکاح کے بعد ایسا ہی ہوا کہ احمد بیگ جلد میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس سے پہلے کئی ایک اور اس کے عزیز فوت ہوئے ہاں اس پیشگوئی کے تین حصوں سے ابھی ایک باقی ہے اور قابل انتظار ہے مگر چونکہ تینوں حصے پیشگوئی کے ایک ہی الہام میں تھے اس لئے دو کے پورا ہونے نے پیشگوئی کی سچائی ظاہر کر دی ہے۔	چھ ماہ نکاح کے بعد
پیشگوئی نمبر ۶۰	۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء	۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے جو بے آواز اور بے ضرر ایک روشن ستارہ	خواب سے چند روز بعد
زندہ گواہ رویت کے نمبر ۵۸ و ۵۹ و ۶۰		پیشگوئی نمبر ۵۸ و ۵۹ پوری ہونے سے پہلے بذریعہ اشتہار شائع کی گئی تھیں اشتہار موجود ہیں اور تینوں پیشگوئیوں کے گواہ بھی بہت ہیں جیسے حامد علی منشی ظفر احمد صاحب میاں محمد خان صاحب منشی رستم علی صاحب وغیرہ وغیرہ۔ پیشگوئی نمبر ۶۰ سے قبل از وقت قریباً پانسو آدمیوں کو اطلاع دی گئی تھی چنانچہ بعض کے نام یہ ہیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔	

﴿۱۹۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۰		کی مانند آہستہ حرکت کرتی ہوئی میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور جب قریب پہنچی تو میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا تھا۔ پھر الہام ہوا **ما ھذا الا تھدید الحکام** یعنی یہ ایک مقدمہ ہوگا اور صرف حکام کی باز پرس تک پہنچ کر پھر نابود ہو جائے گا اور بعد اس کے الہام ہوا **انّی مع الافواج اٰتیک بغتة. یاتیک نصرتی اِبْراء انّی انا الرحمٰن ذوالمجد والعُلٰی** ۔ یعنی میں اپنی فوجوں (یعنی ملائکہ) کے ساتھ ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤں گا اور اس مقدمہ میں میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں انجام کار تجھے بری کروں گا اور بے قصور ٹھہراؤں گا۔ میں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی سے مخصوص ہے۔ اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی الہام ہوا **بلجت اٰیاتی** یعنی میرے نشان ظاہر ہوں گے اور ان کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوں گے اور پھر الہام ہوا **لواء فتح** یعنی فتح کا جھنڈا۔ پھر الہام ہوا **انما امرنا اذا اردنا شیئا ان نقول له کن فیکون**. اس پیشگوئی سے قبل از وقت پانسو آدمیوں کو خبر دی گئی تھی کہ ایسا ابتلا آنے والا ہے مگر آخر بریت ہوگی اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوگا چنانچہ میرے رسالہ کتاب البریت میں یہ تمام الہامات درج ہیں جو قبل از وقت دوستوں کو سنائے گئے اور پھر انہیں کے لئے	
زندہ گواہ رویت نمبر ۲۰	مفتی محمد صادق صاحب۔ حکیم فضل الدین صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ حافظ عبدالعلی صاحب بی اے۔ میر ناصر نواب صاحب۔ منشی تاجدین صاحب۔ حکیم فضل الٰہی صاحب۔ خلیفہ رجب الدین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ برادر مرزا ایوب بیگ صاحب۔ منشی تاج الدین صاحب کلرک و دیگر جماعت لاہور۔ حکیم حسام الدین صاحب		

﴿۱۹۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۹۰		کتاب البریّت بھی تالیف ہوئی تا ہمیشہ کے لئے ان کو یاد رہے کہ جو کچھ قبل از مقدمہ ان دوستوں کو خبر دی گئی وہ سب باتیں کیسی صفائی سے ان کے روبرو ہی پوری ہو گئیں۔ یہ مقدمہ اس طرح سے ہوا کہ ایک شخص عبدالحمید نام نے عیسائیوں کے سکھلانے پر مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے روبرو اظہار دئے کہ مجھے مرزا غلام احمد نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر مجسٹریٹ امرتسر نے میری گرفتاری کے لئے یکم اگست کو وارنٹ جاری کیا جس کی خبر سن کر ہمارے مخالفین امرتسر و بٹالہ میں ریل کے پلیٹ فارموں اور سڑکوں پر آ کر کھڑے ہوتے تھے تا کہ میری ذلت دیکھیں لیکن خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ اول تو وہ وارنٹ خدا جانے کہاں گم ہو گیا۔ دوم مجسٹریٹ ضلع امرتسر کو بعد میں خبر لگی کہ اس نے غیر ضلع میں وارنٹ جاری کرنے میں بڑی غلطی کھائی ہے پس اس نے ۶؍ اگست کو جلدی سے صاحب ضلع گورداسپور کو تار دیا کہ وارنٹ فوراً روک دو جس پر سب حیران ہوئے کہ وارنٹ کیسا۔ لیکن مثل مقدمہ کے آنے پر صاحب ضلع گورداسپور نے ایک معمولی سمن کے ذریعہ سے مجھے بلایا اور عزت کے ساتھ اپنے پاس کرسی دی یہ صاحب ضلع جس کا نام کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس تھا بسبب زیرک اور دانشمند اور منصف مزاج ہونے کے فوراً سمجھ گیا کہ مقدمہ بے اصل اور جھوٹا ہے اس لئے میں نے ایک دوسرے مقام میں اس کو پیلاطوس سے نسبت دی ہے۔	
زندہ گواہ رویت نمبر ۹۰	سید حامد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر صاحب ضلع۔ شیخ مولا بخش صاحب سوداگر و دیگر جماعت سیالکوٹ۔ شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور۔ منشی ظفر احمد صاحب۔ میاں محمد خان صاحب۔ منشی محمد اروڑا صاحب و دیگر جماعت کپورتھلہ۔ خلیفہ نور الدین صاحب و دیگر جماعت جموں۔ چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر۔ سید امیر شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر وغیرہ یہ چند ایک نام بطور نمونہ کے لکھے گئے ہیں۔		

﴿۱۹۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۷۰		بلکہ مردانگی اور انصاف میں اس سے بڑھ کر۔ لیکن خدا کا اور فضل یہ ہوا کہ خود عبدالحمید نے عدالت میں اقرار کرلیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر یہ اظہار دلایا تھا ورنہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے کہ مجھے قتل کے لئے ترغیب دی گئی تھی پس صاحب ضلع نے اس آخری بیان کو صحیح سمجھا اور بڑے زور وشور کا چٹھا لکھ کر مجھے بری کر دیا اور تبسم کے ساتھ عدالت میں مجھے مبارکباد دی۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذالک.	
پیشگوئی نمبر ۷۱	۲۹/ جولائی ۱۸۹۷ء	اسی مذکورہ بالا سلسلہ الہام میں ایک الہام یہ تھا کہ مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق۔ چنانچہ اس الہام کا ایک حصہ تو اس طرح پر پورا ہوا کہ ہمارے مخالفین یعنی عبدالحمید اور اس کو سکھانے والے عیسائیوں میں پھوٹ پڑی کہ عبدالحمید نے صاف اقرار کرلیا کہ مجھے ان لوگوں نے یہ جھوٹی بات سکھائی تھی ورنہ اصل میں یہ کچھ بات نہ تھی صرف ان کے بہکانے پر میں نے ایسا کہا اور یہ الہام قبل از وقت تین سو۳۰۰ سے زیادہ اشخاص کو سنایا گیا تھا اور وہ زندہ ہیں۔	۲۰/ اگست ۱۸۹۷ء
نمبر ۷۲	۲۹/ جولائی ۱۸۹۷ء	اور دوسرا حصہ الہام کا اس طرح سے پورا ہوا کہ دوران مقدمہ میں جب موحدین کے ایڈووکیٹ مولوی محمد حسین میری مخالفت میں عیسائیوں کے گواہ بن کر پیش ہوئے تو برخلاف اپنی امیدوں کے میری عزت دیکھ کر اس طمع خام میں پڑے کہ ہم بھی کرسی مانگیں چنانچہ آتے ہی انہوں نے سوال کیا کہ مجھے	۲۰/ اگست ۱۸۹۷ء

زندہ گواہ رویت کے	ان پیشگوئیوں کے گواہ ہزاروں آدمی موافق ومخالف موجود ہیں چنانچہ بعض کے نام یہ ہیں۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ خلیفہ نورالدین صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب بی اے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ وغیرہ

﴿۲۰۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۲		کرسی ملنی چاہئے مگر افسوس کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے ان کو جھڑک دیا اور سخت جھڑکا کہ تم کو کرسی نہیں مل سکتی۔ سو یہ خدا کا ایک نشان تھا کہ جو کچھ انہوں نے میرے لئے چاہا وہ خود ان کو پیش آ گیا۔	
پیشگوئی نمبر ۲۳	۲۹/ مارچ ۱۸۹۷ء	اسی سلسلہ الہامات میں ایک یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ بلجت آیاتی یعنی میرے نشان ظاہر ہوں گے اور ان کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس واقعہ سے قریباً ڈیڑھ سال بعد عبد الحمید ملزم کو پھر گرفتار کیا گیا اور کتنی مدت زیر حراست رکھ کر اس سے پھر اظہار لئے گئے مگر اس نے یہی گواہی دی کہ میرا پہلا بیان ہی جھوٹا تھا جو عیسائیوں کے سکھلانے پر میں نے کہا تھا پس اس طرح خدا نے میری بریت کو مکمل کر دیا۔ اس الہام کے یہ معنی تھے کہ میری بریت کے لئے اور بھی خدا کی طرف سے نشان ظاہر ہوں گے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔	۱۲/ نومبر ۱۸۹۹ء
پیشگوئی نمبر ۲۴	۱۸۷۹ء	اسی مقدمہ کے ذریعہ سے جو خون کے الزام کا مقدمہ تھا وہ الہامی پیشگوئی پوری ہوئی جو براہین احمدیہ میں اس مقدمہ سے ۲۰ برس پہلے درج تھی اور وہ الہام یہ ہے فبرّأہُ اللّٰہ ممّا قالوا وکان عند اللّٰہ وجیھا. یعنی خدا اس شخص کو اس الزام سے جو اس پر لگایا جائے گا بری کر دے گا کیونکہ وہ خدا کے نزدیک وجیہہ ہے سو یہ خدا تعالیٰ کا ایک بھاری نشان ہے کہ باوجودیکہ قوموں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے اتفاق کر لیا تھا مسلمانوں	۱۸۹۷ء

زندہ گواہ رویت	ان پیشگوئیوں کے گواہ بہت سے احباب ہیں مثلاً منشی تاج الدین صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی سید محمد احسن صاحب۔ مولوی قطب الدین صاحب۔ حافظ عبدالعلی صاحب بی اے۔ میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ صاحبزادہ منظور احمد صاحب وغیرہ وغیرہ۔

﴿۲۰۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۲۴		کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب تھے ہندوؤں کی طرف سے لالہ رام بھجدت وکیل تھے اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب مع اپنی تمام جماعت آئے اور جنگ احزاب کی طرح ان قوموں نے بالاتفاق میرے پر چڑھائی کی تھی لیکن خداتعالیٰ نے سب کو ذلیل کیا اور مجھے بری کیا اور عبدالحمید کے مُنہ سے اس طرح سچ نکلوایا جس طرح یوسف کے مقابلہ میں زلیخا کے منہ سے سچ نکل گیا تھا اور یا جس طرح حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں اس مفتری عورت کے منہ سے سچ نکل گیا تھا تا وہ بات پوری ہو جس کی طرف اس الہامی پیشگوئی میں اشارہ تھا کہ برّأہ اللّٰہ ممّا قالوا۔	
پیشگوئی نمبر ۲۵	۱۸۸۶ء	ایک دفعہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ شیخ مہر علی[1] صاحب رئیس ہوشیارپور کے فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے اسی وقت میرے دل میں خداتعالیٰ کی طرف سے بیقین کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اور ان کی عزت پر سخت مصیبت آوے گی اور وہ مصیبت اور بلا صرف میری دعا سے دور کی جاوے گی۔ میں نے اس خواب سے شیخ صاحب موصوف کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اطلاع دیدی تھی چنانچہ اس کے چھ ماہ بعد شیخ مہر علی صاحب ایک ایسے الزام میں پھنس گئے کہ انہیں پھانسی کا حکم دیا گیا۔ ایسے نازک وقت میں اس کے بیٹے کی درخواست سے دعا کی گئی اور رہائی کی بشارت ان کے بیٹے کو لکھی گئی چنانچہ اس کے بعد وہ بالکل رہا ہو گئے۔	۱۸۸۶ء

زندہ گواہ رویت نمبر ۲۵

[1] اس نشان کے گواہ خود شیخ مہر علی صاحب اور ان کے بیٹے اور دیگر سینکڑوں لوگ ضلع ہوشیارپور وغیرہ کے ہیں دیکھو اشتہار ۲۵؍فروری ۱۸۹۳ء۔

﴿۲۰۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۲۶	قریباً ۱۸۸۰ء	ایک دفعہ کشفی طور پر مجھے ۲۱ یا ۲۳ روپیہ دکھائے گئے۔ اور پھر یہ الہام ہوا کہ ماجھے خان کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں پھر بعد اس کے کارڈ آیا جس میں لکھا تھا کہ ۲۰ ماجھے خان کے بیٹے کی طرف سے ہیں اور ۱ یا ۳ شمس الدین پٹواری کی طرف سے ہیں پھر اسی تشریح سے روپیہ آئے۔[۱]	قریباً ۱۸۸۰ء
پیشگوئی نمبر ۲۷	فروری ۱۸۹۷ء	جب میری لڑکی مبارکہ والدہ کے پیٹ میں تھی تو حساب کی غلطی سے فکر دامنگیر ہوا اور اس کا غم حد سے بڑھ گیا کہ شاید کوئی اور مرض ہو۔ تب میں نے جناب الٰہی میں دعا کی تو الہام ہوا کہ آید آن روزے کہ مستخلص شود۔ اور مجھے تفہیم ہوئی کہ لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ اس کے مطابق ۲۷؍ رمضان ۱۳۱۴ھ کو لڑکی پیدا[۲] ہوئی جس کا نام مبارکہ رکھا گیا۔	مارچ ۱۸۹۷ء
پیشگوئی نمبر ۲۸	۱۸۹۷ء	ایک اور زبردست نشان جو میری صداقت میں ظاہر ہوا یہ ہے کہ ایک مولوی نے کتاب نبراس تالیف صاحب زمرد کا حاشیہ لکھتے ہوئے میرے حق میں کسرہ اللّٰہ کی بددعا کی اس بددعا کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے حق میں یہ بددعا کی جائے وہ ایسا تباہ ہو جائے کہ اس کی ساری اولاد مر جائے اور وہ ابتر رہ جائے سوابھی مولوی مذکور حاشیہ ختم کرنے نہ پایا تھا کہ اس کی سب اولاد مر گئی اور وہ خود بھی ابتر ہو گیا اور مجھے خدا نے ایک اور بیٹا عطا فرمایا۔	۱۸۹۷ء

رویت کے زندہ گواہ نمبر ۲۶ و ۲۷

[۱] اس کرامت کے گواہ شیخ حامد علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی۔ کوڈا باشندہ ضلع امرتسر اور قادیان کے اکثر باشندے ہیں۔

[۲] اس کے گواہ مولوی نور الدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب اور دیگر بہت سے احباب ہیں۔

﴿۲۰۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۶۹	۱۸۹۶ء	ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری نے اس عاجز کے لئے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں میرے پر بددعا کی تھی آخر اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ بہت جلد مر گیا۔	اپنے رسالہ بنانے کے قریباً تین ماہ بعد
پیشگوئی نمبر ۷۰	قریباً ۱۸۹۳ء	ایسا ہی مولوی اسمٰعیل علیگڑھی نے اپنی کتاب میں مجھے ظالم اور مفتری قرار دے کر بطور مباہلہ کے اپنی کتاب میں میرے حق میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ دیکھو رسالہ مولوی اسمٰعیل۔	قریباً ۱۸۹۴ء
پیشگوئی نمبر ۷۱	قریباً ۱۸۹۰ء	ایسا ہی محی الدین لکھو کے والے نے اپنا ایک الہام میرے متعلق شائع کیا کہ مرزا صاحب فرعون اور فرعون کی طرح میری تباہی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے جلد تر اس کو پکڑا اور ہلاک کر دیا اور اس کی وفات سے پہلے بذریعہ خط اس کو اطلاع دی گئی تھی۔	قریباً ۱۸۹۳ء
پیشگوئی نمبر ۷۲	۱۹۰۱ء	ایسا ہی مولوی محمد حسن فیضی ساکن بھیں نے ہمارے متعلق ہماری کتاب اعجاز المسیح پر الفاظ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کے ساتھ مباہلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک دو ماہ کے اندر اندر اس کو ہیبت ناک بیماری کے ساتھ ہلاک کر دیا اور اس قسم کے اور بہت سے نشان ہیں مگر سب کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔	۱۹۰۲ء
پیشگوئی نمبر ۷۳	قریباً ۱۸۸۷ء	منجملہ ان نشانات کے جو خالق ارض و سماء نے میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ میں نے باوا نانک صاحب کو خواب میں دیکھا کہ	۱۸۹۵ء
زندہ گواہ رویت کے		ان نشانات کے پورا ہونے کے گواہ ان متوفی لوگوں کی اپنی کتابیں اور رسالے اور اشتہار ہیں جو کہ انہوں نے ہماری مخالفت میں شائع کئے اور ہمارے وہ الہامات ہیں جو قبل از وقت ایسے لوگوں کی ہلاکت کے متعلق ہزاروں لوگوں میں شائع ہو چکے تھے اور دیگر زندہ گواہ ان کے متعلق مولوی عبدالکریم و صاحبزادہ سراج الحق وغیرہ احباب اور لالہ شرمپت اور ملاوامل آریہ قادیان ہیں۔	

«۲۰۴»

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۷		انہوں نے اپنے تئیں مسلمان ظاہر کیا ہے اور میں نے دیکھا کہ ایک ہندو ان کے چشمہ سے پانی پی رہا ہے پس میں نے اس ہندو کو کہا کہ یہ چشمہ گدلا ہے ہمارے چشمے سے پانی پیو۔ تیس برس کا عرصہ ہوا ہے جب کہ میں نے یہ خواب یعنی باوا نانک صاحب کو مسلمان دیکھا اسی وقت اکثر ہندوؤں کو سنایا گیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس کی کوئی تصدیق پیدا ہو جائے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد وہ پیشگوئی بکمال صفائی پوری ہوگئی اور تین سو برس کے بعد وہ چولہ ہمیں دستیاب ہو گیا کہ جو ایک صریح دلیل باوا صاحب کے مسلمان ہونے پر ہے یہ چولہ جو ایک قسم کا پیراہن ہے بمقام ڈیرہ نانک باوا نانک صاحب کی اولاد کے پاس بڑی عزت اور حرمت سے بطور تبرک محفوظ ہے اور سکھوں کی تاریخی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس چولہ کو باوا نانک صاحب پہنا کرتے تھے اس پر بہت سی قرآنی آئتیں لکھی ہوئی ہیں جن میں سے ایک یہ سورۃ ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ [۱] اور ایک یہ آیت ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ [۲] وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ [۳] ایسے چولے باوا نانک صاحب کے زمانہ میں وہ فقیر بنایا کرتے تھے جن کا دعویٰ تھا کہ ہم اسلام میں محو ہیں پس باوا صاحب کا یہ چولہ آپ کو صرف مسلمان ہی نہیں بناتا بلکہ کامل مسلمان بناتا ہے بعض سکھوں کا	
زندہ گواہ رویت نمبر ۳۷	اس نشان کے متعلق الہامات کے قبل از وقت سننے والے بہت سارے لوگ ہیں۔ منجملہ ان کے صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی اور شیخ حامد علی صاحب اور شیخ عبداللہ صاحب سنوری۔ منشی تاج الدین صاحب		

[۱] الاخلاص:۲تا۵ [۲] آل عمران :۲۰ [۳] آل عمران :۸۶

﴿۲۰۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۳۷		یہ جواب کہ یہ چولہ باوا صاحب نے ایک قاضی سے زبردستی چھینا تھا یہ بہت بیہودہ جواب ہے سکھوں کو اب تک خبر نہیں کہ قاضیوں کا کام نہیں کہ چولے اپنے پاس رکھیں اسلام میں چولے رکھنا اس زمانہ میں فقیروں کی ایک رسم تھی پس یہ بات بہت صحیح ہے کہ باوا صاحب کے مرشد نے جو مسلمان تھا یہ چولہ ان کو دیا تھا ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے بلکہ جنم ساکھیوں میں بھی لکھا ہے کہ چونکہ باوا صاحب نیک بخت آدمی تھے اور بڑی مردانگی سے ہندوؤں سے قطع تعلق کر بیٹھے تھے مرد میدان بھی بڑے تھے اور ایک شخص حیات خان نامی افغان کی لڑکی سے نکاح بھی کیا تھا اور ملتان اور چند دوسرے اولیاء اسلام کے مقبروں پر چلہ کشی بھی کی تھی اس لئے خدا سے الہام پا کر یہ چولہ انہوں نے بنایا تھا یہ ان کی کرامت ہے گویا چولہ آسمان سے اترا۔ اور میری خواب میں جو باوا نانک صاحب نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اس سے یہی مراد تھی کہ ایک زمانہ میں ان کا مسلمان ہونا پبلک پر ظاہر ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی امر کے لئے کتاب ست بچن تصنیف کی گئی تھی اور یہ جو میں نے ہندوؤں کو کہا کہ یہ چشمہ گدلا ہے ہمارے چشمہ سے پانی پیو اس سے یہ مراد تھی کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اہل ہنود اور سکھوں پر اسلام کی حقانیت صاف طور سے کھل جائے گی۔ اور باوا صاحب کا چشمہ جس کو حال کے سکھوں نے اپنی کم فہمی سے گدلا بنا رکھا ہے وہ میرے ذریعہ صاف کیا جائے گا اور جس تعلق کو باوا صاحب نے ہندو قوم سے بڑی مردی اور مردانگی	
بقیہ زندہ گواہ رویت نمبر ۳۷	مولوی نورالدین صاحب وغیرہ بہت سے احباب ہیں اور اس کے پورا ہونے کا ثبوت خود چولہ ڈیرہ بابا نانک میں اب تک موجود ہے جو چاہے جا کر خود دیکھ سکتا ہے اور ان آیات کو پڑھ سکتا ہے جو ہم نے اپنی کتاب ست بچن میں لکھ دی ہیں۔		

﴿۲۰۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۷۳		کے ساتھ توڑ دیا تھا وہ توڑنا دوبارہ ثابت کر دیا جائے گا اور باوا صاحب کا اپنے چولہ پر یہ لکھنا کہ اسلام کے بغیر کسی جگہ نجات نہیں اگر سکھ مذہب کے لوگ اسی ایک فقرے پر توجہ کرتے تو وہ مدت سے وہی پاک رنگ اختیار کر لیتے جو باوا صاحب نے اختیار کیا تھا۔ باوا نانک درحقیقت ایک ایسا شخص سکھوں میں گذرا ہے جس کو سکھوں نے شناخت نہیں کیا۔ اکثر لوگ اسلام کی سچائی بذریعہ کتابوں کے دریافت کرتے ہیں مگر باوا نانک نے خدا کے الہام سے سچائی اسلام کی معلوم کر لی۔ تعجب جس قوم کا پیشوا ایسا صاف دل اور حامی اسلام ہو جس نے اسلام کی گواہی دے کر تکلیفیں بھی بہت اٹھائیں اسی کی قوم اور اسی کے پیرو اسلام سے اس قدر دور اور مہجور ہیں۔	
پیشگوئی نمبر ۷۴	قریباً ۱۸۷۸ء	ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا ایک دوست انگریزی خوان نجف علی نام (جو کہ کابل میں بھی گیا تھا اور شائد اب بھی وہاں ہے) میرے پاس آیا اور اس کے ہمراہ مجی مرزا خدا بخش صاحب بھی تھے۔ ہم تینوں سیر کے لئے باہر گئے تو راستہ میں کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ نجف علی نے میری مخالفت اور نفاق میں کچھ باتیں کی ہیں چنانچہ یہ کشف اس کو سنایا گیا تو اس نے اقرار کیا کہ یہ بات صحیح[۱] ہے۔	قریباً ۱۸۷۸ء
پیشگوئی نمبر ۷۵	۱۸۷۴ء	عرصہ قریباً اٹھائیس برس کا گذرا ہے کہ میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا	قریباً ۲۵ سال بعد اس کا ظہور شروع ہوا

زندہ گواہ روئیت نمبر ۷۴

۱ اس نشان کے گواہ مرزا خدا بخش صاحب ہیں۔

﴿۲۰۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۷۵		اور کہا کہ یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ یہ اس زمانہ کی خواب ہے جب کہ میں نہ کوئی شہرت اور نہ کوئی دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ درویشوں کی کوئی جماعت تھی مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آ آباد ہوئے ہیں۔ اور نان سے میں نے یہ تعبیر کی تھی کہ خدا ہمارا اور ہماری جماعت کا آپ متکفل ہوگا اور رزق کی پریشانی ہم کو پراگندہ نہیں کرے گی۔ چنانچہ سالہائے دراز سے ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے۔[۱]	
پیشگوئی نمبر ۷۶	۲۰/ اگست ۱۸۷۵ء	میرے والد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کی وفات کا وقت جب قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی وفات سے بدیں الفاظ خبر دی والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد ظہور میں آوے گا۔ سو یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ بعد غروب آفتاب میرے والد صاحب مرحوم نے وفات پائی۔[۲]	۲۰/ اگست ۱۸۷۵ء
پیشگوئی نمبر ۷۷	۱۸۸۰ء	ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوا کہ میرا آخری وقت سمجھ کر مجھ کو مسنون طریقہ سے تین دفعہ سورۂ یٰسٓ سنائی گئی اور میری زندگی سے سب مایوس ہو چکے تھے۔	۱۸۸۰ء

زندہ گواہ روایت نمبر ۷۵ و ۷۶

[۱] ۔اس خواب کے گواہ حافظ حامد علی صاحب و دیگر ساکنان قادیان ہیں۔

[۲] ۔اس پیشگوئی کے گواہ لالہ شرمپت و ملاوامل ہیں۔

﴿۲۰۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۷۷		اور بعض عزیز دیواروں کے پیچھے روتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے الہاماً مجھے یہ دعا سکھلائی **سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد** اور القا ہوا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ تو اس سے شفا پائے گا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور ابھی پیالہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ مجھے بکلّی صحت ہوگئی۔ پھر یہ الہام ہوا۔ **وان کنتم فی ریب ممّا نزلنا علٰی عبدنا فأتوا بشفاء من مثلہٖ** یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو ہم نے شفا دے کر دکھایا ہے تو تم اس کی نظیر پیش کرو۔	
پیشگوئی نمبر ۷۸	قریباً ۱۸۸۰ء	خدائے عزّوجل کے زبردست نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ عرصہ تخمیناً بیس سال کا گذر چکا ہے کہ جب مجھے ایک مقدس وحی کے ذریعہ سے خبر دی گئی تھی کہ خدا تعالیٰ ایک شریف خاندان میں میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سید ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد پیدا ہوگی۔ اور پھر یہ الہام ہوا کہ **ھر چہ بائد نو عروسی را ھمہ سامان کنم** یعنی اس شادی کے تمام ضروریات کا پورا کرنا میرے ذمہ ہوگا۔ چنانچہ اس نے اس وعدہ کے موافق شادی کے بعد اس کے ہر ایک بوجھ سے مجھے سبکدوش کر دیا اور ہمیشہ کرتا رہا اور سب سامان میسر آئے اور حُسن معاشرت کے لئے سب سامان میسر آتے گئے۔	۱۸۸۴ء
	اس نشان کے گواہ شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت اور ملاوامل کھتری اور دیگر بہت سے لوگ ہیں جن کو پہلے سے اس وحی کی خبر دی گئی تھی۔		

﴿۲۰۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۸۷		اور کسی طرح کی تکلیف پیش نہ آئی بلکہ ہر طرح کا آرام پہنچا اور دوسرا بڑا نشان یہ ہے کہ جب شادی کے متعلق مجھ پر مقدس وحی نازل ہوئی تھی تو اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دورانِ سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر ابھی بکلی دور نہ ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردمی کالعدم تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا جو اب تک موجود ہے کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہئے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آوے مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری قوت صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کئے۔	
پیشگوئی نمبر ۸۸	فروری ۱۸۹۷ء	ایک شخص اہل تشیع میں سے جو اپنے آپ کو شیخ نجفی کے نام سے مشہور کرتا تھا ایک دفعہ لاہور میں آکر ہمارے مقابلہ میں بہت شور مچانے لگا اور نشان کا طلبگار ہوا۔ چنانچہ ہم نے باشاعت اشتہار یکم رفروری ۱۸۹۷ء اس کو یہ وعدہ دیا کہ چالیس روز تک تجھے اللہ تعالیٰ کوئی نشان دکھلائے گا۔ سو خدا کا احسان ہے کہ ابھی چالیس دن پورے نہ ہوئے تھے کہ نشان ہلاکت لیکھرام پشاوری وقوع میں آ گیا تب تو شیخ ضال نجفی فوراً لاہور سے بھاگ گیا۔	مارچ ۱۸۹۷ء
زندہ گواہ رویت	ان پیشگوئیوں کے گواہ حکیم فضل دین صاحب۔ منشی تاج دین صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی نورالدین صاحب۔ شیخ حامد علی صاحب۔ میاں عبداللہ صاحب سنوری۔ منشی ظفر احمد صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ ہیں۔		

﴿۲۱۰﴾

نمبر شمار[1]	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۸۰	قریباً ۱۸۷۷ء	مارٹن کلارک والے مقدمہ سے قریباً پچیس سال پہلے میں ایک دفعہ خواب میں دیکھ چکا تھا کہ میں ایک عدالت میں کسی حاکم کے سامنے حاضر ہوں اور نماز کا وقت آ گیا ہے تو میں نے اس حاکم سے نماز کے لئے اجازت طلب کی تو اس نے کشادہ پیشانی سے مجھے اجازت دیدی۔ چنانچہ اس کے مطابق اس مقدمہ میں عین دوران مقدمہ میں جبکہ میں نے کپتان ڈگلس سے نماز کے لئے اجازت چاہی تو اس نے بڑی خوشی سے مجھے اجازت دی۔	۱۸۹۷ء
پیشگوئی نمبر ۸۱	۱۱/اپریل ۱۹۰۰ء	عید اضحیٰ کی صبح کو مجھے الہام ہوا کہ کچھ عربی میں بولو چنانچہ بہت احباب کو اس بات سے اطلاع دی گئی اور اس سے پہلے میں نے کبھی عربی زبان میں کوئی تقریر نہیں کی تھی لیکن اس دن میں عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بلیغ فصیح پُر معانی کلام عربی میں میری زبان میں جاری کی جو کتاب خطبہ الہامیہ میں درج ہے۔ وہ کئی جز کی تقریر ہے جو ایک ہی وقت میں کھڑے ہو کر زبانی فی البدیہہ کہی گئی۔ اور خدا نے اپنے الہام میں اس کا نام **نشان** رکھا کیونکہ وہ زبانی تقریر محض خدائی قوت سے ظہور میں آئی۔ میں ہرگز یقین نہیں مانتا کہ کوئی فصیح اور اہل علم اور ادیب عربی بھی زبانی طور پر ایسی تقریر کھڑا ہو کر کر سکے یہ تقریر وہ ہے جس کے اس وقت قریباً ڈیڑھ سو آدمی گواہ ہوں گے۔[1]	۱۱/اپریل ۱۹۰۰ء

زندہ گواہ رویت نمبر ۸۱

[1] اس الہام سے قبل از وقت بہت سے احباب کو اطلاع دی گئی چنانچہ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی نورالدین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب۔ مولوی شیر علی۔ حافظ عبدالعلی وغیرہ کثیر التعداد دوست اس کے گواہ ہیں جنہوں نے اس نشان کو بچشم خود دیکھا۔

﴿۲۱۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۸۲	فروری ۱۹۰۲ء	ایک رات کو مجھے اس طرح الہام ہوا کہ جیسے اخبار عن الغائب ہوتا ہے اور وہ یہ الفاظ تھے انّی أَفِرُّ مع اهلی الیک ۔ یہ الہام سب دوستوں کو سنایا گیا چنانچہ اسی دن خلیفہ نورالدین صاحب کا جموں سے خط آیا کہ اس شہر میں طاعون کا زور پڑ گیا ہے اور میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے سب بال بچے کو ساتھ لے کر قادیان چلا آؤں۔[1]	فروری ۱۹۰۲ء
پیشگوئی نمبر ۸۳	۲۰؍ مارچ ۱۸۸۶ء	ایک دفعہ قادیان کے آریوں نے بہت اصرار کیا کہ کوئی نشان دکھلاؤ اور ہمارے مخالف شرکاء مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین بھی نشان دیکھنے کے طلبگار تھے۔ تب ان سب پر حجت ملزمہ قائم کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر میں نے یہ پیشگوئی کی کہ مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین پر اکتیس ماہ کے اندر ایک سخت مصیبت پڑے گی یعنی ان کی اولاد میں سے کوئی ایسا آدمی مر جائے گا جس کا مرنا ان کے لئے تکلیف اور تفرقہ کا موجب ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب اکتیس ماہ کے پورا ہونے میں ابھی پندرہ دن باقی تھے تو مرزا نظام الدین کی لڑکی جو کہ امام الدین کی برادرزادی تھی ۲۵ سال کی عمر میں ایک چھوٹا سا بچہ چھوڑ کر مر گئی جس کا صدمہ ان سب پر بہت سخت ہوا اور یہ امر ان کے واسطے اور نیز آریوں کے واسطے ایک بڑا نشان ہوا۔[2]	اکتوبر ۱۸۹۰ء

زندہ گواہ رویت نمبر ۸۲ و ۸۳

[1] اس الہام کے گواہ بہت سے آدمی ہیں جو اس وقت قادیان میں موجود تھے۔ منجملہ ان کے مولوی نورالدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ حکیم فضل دین صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب وغیرہ ہیں۔

[2] اس کے گواہ مرزا امام الدین نظام الدین اور قادیان کے بہت سے آریہ ہیں۔

﴿۲۱۲﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۸۴	۱۸۸۴ء	قریباً ۱۸۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وحی سے مشرف فرمایا کہ **ولقد لبثت فیکم عمرًا من قبله افلا تعقلون**۔ اور اس میں عالم الغیب خدا نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ کوئی مخالف کبھی تیری سوانح پر کوئی داغ نہیں لگا سکے گا۔ چنانچہ اس وقت تک جو میری عمر قریباً پینسٹھ سال ہے کوئی شخص دور یا نزدیک رہنے والا ہماری گذشتہ سوانح پر کسی قسم کا کوئی داغ ثابت نہیں کر سکتا بلکہ گذشتہ زندگی کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود مخالفین سے بھی دلوائی ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے نہایت پُر زور الفاظ میں اپنے رسالہ **اشاعة السنة** میں کئی بار ہماری اور ہمارے خاندان کی تعریف کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس شخص کی نسبت اور اس کے خاندان کی نسبت مجھ سے زیادہ کوئی واقف نہیں اور پھر انصاف کی پابندی سے بقدر اپنی واقفیت کے تعریفیں کی ہیں۔ پس ایک ایسا مخالف جو تکفیر کی بنیاد کا بانی ہے، پیشگوئی **ولقد لبثت فیکم** کا مصدق ہے۔	پیشگوئی ہمیشہ پوری ہو رہی ہے
پیشگوئی نمبر ۸۵	۱۸۶۸ء	مرزا اعظم بیگ سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے ہمارے بعض بیدخل شرکاء کی طرف سے ہماری جائیداد کی ملکیت میں حصہ دار بننے کے لئے ہم پر نالش دائر کی اور ہمارے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم اپنی فتح یابی کا یقین رکھ کر جوابدہی میں مصروف ہوئے۔ میں نے جب اس بارہ میں دعا کی تو خدائے علیم کی طرف سے مجھے الہام ہوا کہ **اجیب کل دُعائک الّا فی شرکائک**	۱۸۶۸ء

زندہ گواہ نمبر ۸۵	اس کے گواہ قادیان کے کئی آدمی ہیں۔

﴿۲۱۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۸۵		پس میں نے سب عزیزوں کو جمع کر کے کھول کر سنا دیا کہ خدائے علیم نے مجھے خبر دی ہے کہ تم اس مقدمہ میں ہرگز فتح یاب نہ ہوگے۔ اس لئے اس سے دستبردار ہو جانا چاہیئے۔ لیکن انہوں نے ظاہری وجوہات اور اسباب پر نظر کر کے اور اپنی فتح یابی کو متیقن خیال کر کے میری بات کی قدر نہ کی اور مقدمہ کی پیروی شروع کر دی اور عدالت ماتحت میں میرے بھائی کو فتح بھی ہوگئی لیکن خدائے عالم الغیب کی وحی کے برخلاف کس طرح ہوسکتا تھا بالآخر چیف کورٹ میں میرے بھائی کو شکست ہوئی اور اس طرح اس الہام کی صداقت سب پر ظاہر ہوگئی۔	
پیشگوئی نمبر ۸۶	۱۸۹۸ء	خواجہ جمال الدین صاحب بی اے جو ہماری جماعت میں داخل ہیں جب امتحان منصفی میں فیل ہوئے اور ان کو بہت ناکامی اور نا امیدی لاحق ہوئی اور سخت غم ہوا تو ان کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا کہ سَیُغْفَرُ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اس غم کا تدارک کرے گا۔ چنانچہ اس کے مطابق وہ جلد ریاست کشمیر میں ایک ایسے عہدہ پر ترقی یاب ہوئے جو عہدہ منصفی سے ان کے لئے بہتر ہوا یعنی وہ تمام ریاست جموں و کشمیر کے انسپکٹر مدارس ہوگئے اور اب تک اسی عہدہ پر قائم ہیں۔[1]	۱۹۰۰ء
پیشگوئی نمبر ۸۷	۱۸۸۷ء	ایک دفعہ ہم ریل گاڑی پر سوار تھے اور لدھیانہ کی طرف جا رہے تھے کہ الہام ہوا کہ "نصف ترا نصف عمالیق را" اور اس کے ساتھ یہ تفہیم ہوئی	تقریباً ۱۸۸۷ء

زندہ گواہ رویت نمبر ۸۶

[1] اس نشان کے گواہ بہت سارے احباب ہیں مثلاً مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ حکیم فضل دین صاحب وغیرہ۔

﴿۲۱۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۸۷		کہ امام بی بی جو ہمارے جدّی شرکاء میں سے ایک عورت تھی مر جائے گی اور اس کی زمین نصف ہمیں اور نصف دیگر شرکاء کو مل جائے گی۔ یہ الہام ان دوستوں کو جو اس وقت ہمارے ساتھ تھے سنا دیا گیا تھا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ عورت مذکور مر گئی اور اس کی نصف زمین ہمیں اور نصف بعض دیگر شرکاء کو ملی۔ مرنے کو تو ہر ایک شخص مرتا ہے مگر اس میں تین بڑے نشان تھے (۱) قبل از وقت اس واقعہ کی خبر دینا اور پھر اس عورت کا معمولی عمر میں ہی مر جانا۔ (۲) ہمارا اس وقت تک زندہ رہنا (۳) زمین کا مطابق الہام کے تقسیم ہونا۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۸۸	۱۸۹۵ء	مجھے اپنے مرض ذیابیطس کی وجہ سے آنکھوں کا بہت اندیشہ تھا کیونکہ اس مرض کے غلبہ سے آنکھ کی بینائی کم ہو جایا کرتی ہے اور نزول الماء ہو جاتا ہے اس اندیشہ کی وجہ سے دعا کی گئی تو الہام ہوا کہ ''نزلت الرحمة علٰی ثلٰثٍ. العین وعلی الاُخریین.'' یعنی رحمت تین اعضاء پر نازل ہوگی۔ ایک تو آنکھ اور دو اور عضو۔ اس جگہ آنکھ کا ذکر تو کر دیا۔ لیکن دو باقی اعضاء کی تصریح نہیں فرمائی۔ مگر لوگ کہا کرتے ہیں کہ زندگی کا لطف تین عضو کے بقا میں ہے۔ آنکھ۔ کان۔ پران۔ اس الہام کے پورا ہونے کی کیفیت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ قریباً اٹھارہ سال سے یہ مرض مجھے لاحق ہے اور ڈاکٹر اور حکیم لوگ جانتے ہیں کہ اس مرض	۱۸۹۵ء

زندہ گواہ رؤیت نمبر ۸۷	[1] اس نشان کے گواہ مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ شیخ حامد علی صاحب اور ہمارے کنبہ کے اکثر مرد اور عورتیں ہیں۔

﴿۲۱۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۸۸		میں آنکھوں کو کیسا اندیشہ ہوتا ہے۔ پھر کون سی طاقت ہے جس نے پہلے سے خبر دے دی کہ یہ قانون تجھ پر توڑ دیا جائے گا اور بعد میں ایسا ہی کر کے دکھا دیا۔ کیا یہ انسان کا کام ہے؟ ایسی مرض کی حالت میں دعویٰ کرنا تو درکنار کون ہے جو عین تندرستی اور جوانی کی حالت میں بھی دعویٰ کر سکے کہ میری آنکھیں فلاں وقت تک محفوظ رہیں گی۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۸۹	قریباً ۱۸۹۳ء	ہماری ایک لڑکی عصمت بی بی نام تھی ایک دفعہ اس کی نسبت الہام ہوا کہ کرم الجنة دوحة الجنة۔ تفہیم یہ تھی کہ وہ زندہ نہیں رہے گی سو ایسا ہی ہوا۔ ہم اس خیال سے کہ مبادا کسی ناعاقبت اندیش کے دل میں ایسے نشانات کی نسبت کچھ اعتراض پیدا ہو کہ عمر بڑھانے کے لئے دعا کیوں نہ کی گئی۔ اور کی گئی ہو تو وہ قبول کیوں نہ ہوئی یہ امر واضح کر دیتے ہیں کہ ایسے الہامات کے بعد ملہم لوگوں کو فطرتاً دو قسم کی حالتیں پیش آتی ہیں کبھی تو دعا کی طرف غیب سے توجہ اور جوش دیا جاتا ہے اور وہ اس بات کا نشان ہوتا ہے کہ خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ دعا قبول کرے اور کبھی خدا دعا کو قبول کرنا نہیں چاہتا اور اپنی مرضی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تب دعا کرنے والے کی طبیعت پر قبض پیدا کر دیتا ہے اور دعا کے اسباب اور حضور اور جوش کو ظہور میں نہیں آنے دیتا۔[2]	قریباً ۱۸۹۳ء

زندہ گواہ رویت نمبر ۸۸ و ۸۹

[1] اس الہام کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں ذیابیطس کے مرض کا حال ڈاکٹر لوگوں سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اور آنکھوں پر رحمت نازل ہے۔

[2] یہ الہام بہت سے مرد اور عورتوں کو سنایا گیا تھا اور اس وقت قادیان میں بہت ہوں گے جو گواہی دے سکیں۔

﴿۲۱۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۹۰	۷؍جنوری ۱۹۰۰ء	جب ہمارے شرکاء مخالفین مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین نے ہماری مسجد کے دروازہ کے راہ میں ایک ایسی دیوار کھینچی جو کہ ہمارے واسطے اور ہمارے مہمانوں کے واسطے بہت ہی تکلیف کا موجب ہوئی اور اس امر کی چارہ جوئی کے لئے عدالت میں نالش کی گئی اور قریب ڈیڑھ سال تک مقدمہ ہوتا رہا۔ تو اس دیوار کے بنائے جانے سے چند دن پہلے ہمیں اس کے متعلق ایک الہام ہوا کہ جو دلالت کرتا تھا کہ ایسی تکلیف عنقریب پیش آئے گی اور آخر فتح ہوگی اور وہ الہام یہ ہے الرحیٰ تدور و ینزل القضاء۔ ان فضل اللّٰہ لآت ولیس لاحد ان یرد ما اتی ـــ ظفر مبین و انّما یؤخرھم لاجل مسمّی ۔ چکی پھرے گی اور قضا نازل ہوگی یقیناً خدا کا فضل آنے والا ہے اور کسی کی طاقت نہیں جو رد کرے اس کو جب آ گیا۔ وہ فتح مبین ہوگی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان لوگوں کو خدا نے ایک وقت تک ڈھیل دے رکھی ہے۔ یہ الہامات ۷؍جنوری کے الحکم میں اور اربعین نمبر ۳ میں شائع ہو گئے اور عین اس وقت سب احباب کو سنائے گئے چنانچہ ۷؍جنوری ۱۹۰۰ء کو وہ دیوار بنائی گئی جس سے ہمارا راستہ آمد و رفت بند ہو گیا اور ہمارے مہمان بہت تکلیف کے ساتھ دور کے کوچوں سے ہو کر مسجد تک پہنچتے لیکن آخر عدالت کے حکم سے وہ دیوار ۲۰؍اگست ۱۹۰۱ء کو گرائی گئی اور مقدمہ کا خرچہ بھی ہمارے مخالفین پر پڑا۔ فالحمد للّٰہ۔	۲۰؍اگست ۱۹۰۱ء
زندہ گواہ رویت	ان الہامات کے گواہ سید فضل شاہ صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب و دیگر بہت سے احباب ہیں۔ مثلاً شیخ یعقوب علی صاحب۔ حکیم فضل الدین صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب۔ سید عبدالحی عرب حویزی وغیرہ		

﴿۲۱۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۹۱	۱۸۷۸ء آج سے اکیس برس پہلے	ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے بھائی غلام قادر صاحب سخت بیمار ہیں۔ سو یہ خواب بہت سے آدمیوں کو سنایا گیا چنانچہ اس کے بعد وہ سخت بیمار ہو گئے تب میں نے ان کے لئے دعا شروع کی تو دوبارہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے ایک بزرگ فوت شدہ ان کو بلا رہے ہیں اس خوب کی تعبیر بھی موت ہوا کرتی ہے چنانچہ ان کی بیماری بہت بڑھ گئی اور وہ ایک مُشتِ اُستخواں سے رہ گئے اس پر مجھے سخت قلق ہوا اور میں نے ان کی شفا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی جس سے میری تین غرضیں تھیں (۱) میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میری دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں (۲) میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بیمار کو بھی تندرست کرتا ہے یا نہیں (۳) میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ ایسی منذر خواب جو ان کی موت کی نسبت تھی رد ہو سکتی ہے یا نہیں۔ سو جب میں دعا میں مشغول ہوا تو میں نے کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ برادر مذکور پورے تندرست کی طرح بغیر سہارے کے مکان میں چل رہے ہیں چنانچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا بخشی اور وہ اس واقعہ کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہے۔[1]	۱۸۷۸ء آج سے تیئیس برس پہلے
پیشگوئی نمبر ۹۲	۱۸۸۷ء	مذکورہ بالا واقعہ کے پندرہ برس بعد میرے بھائی صاحب کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں امرتسر میں تھا اسی جگہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اب قطعی طور پر ان کی زندگی کا پیالہ پُر ہو چکا ہے چنانچہ میں نے یہ خواب حکیم محمد شریف امرتسری کو سنایا اور اپنے بھائی صاحب کو بھی ایک خط	

زندہ گواہ رؤیت	
	[1] اس نشان کے گواہ قادیان کے بہت لوگ ہیں جو اب تک زندہ موجود ہیں۔

﴿۲۱۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۹۲		لکھا کہ آپ امور آخرت کی طرف متوجہ ہوں چنانچہ انہوں نے عام گھر والوں کو اس مضمون سے اطلاع دی اور پھر چند ہفتے میں وہ اس جہان سے گزر گئے۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۹۳		علی محمد خان صاحب نواب جھجر نے لدھیانہ میں ایک غلہ منڈی بنائی تھی۔ کسی شخص کی شرارت کے سبب ان کی منڈی بے رونق ہوگئی اور بہت نقصان ہونے لگا۔ تب انہوں نے دعا کے لئے میری طرف رجوع کیا لیکن پیشتر اس کے کہ نواب صاحب کی طرف سے میرے پاس کوئی خط اس خاص امر کے لئے دعا کے بارے میں آتا میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پائی کہ اس مضمون کا خط نواب موصوف کی طرف سے آرہے گا۔ چنانچہ میں نے اس واقعہ کی خبر اپنے خط کے ذریعہ سے نواب محمد علی خان☆ مرحوم کو قبل از وقت دیدی اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس طرف سے تو میرا خط روانہ ہوا اور اسی دن ان کی طرف سے اسی مضمون کا خط میری طرف روانہ ہوگیا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا جس کی روانگی کی میں نے اسی وقت ان کو خبر دیدی تھی کہ گویا ایک ہاتھ سے انہوں نے ڈاک میں چھٹی ڈالی اور دوسرے ہاتھ سے وہی خط میرا ان کو مل گیا جس میں اس روانہ شدہ چھٹی کا مع مضمون اس کے ذکر تھا تب تو نواب محمد علی خان☆ خط کو پڑھ کر ایک عالم سکتہ میں آگئے اور تعجب کیا کہ یہ راز کا خط جس کو میں نے	پیشگوئی سے چند روز بعد

زندہ گواہ رویت کے نمبر ۹۲

[1] قادیان کے کئی مرد اور عورتیں اس بات کے گواہ ہیں کہ ان کی موت کے وقت میرا خط ان کے صندوق سے نکل آیا تھا۔

☆ سہو کتابت ہے۔ درست نواب علی محمد خان ہے۔ (ناشر)

﴿۲۱۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۹۳	آج سے بارہ ۱۲ برس پیشتر	ابھی ڈاک میں روانہ کیا کیونکر اس کا حال ظاہر کیا گیا اس علم غیب نے ان کے ایمان کو بہت قوت دی چنانچہ انہوں نے بارہا مجھے جتلایا کہ اس خط سے خدا پر میرا ایمان بہت بڑھ گیا اس خط کو وہ ہمیشہ اپنی کتاب جیبی میں بطور تبرک رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خلیفہ محمد حسین کو بھی جو وزیر اعظم پٹیالہ تھے بڑے تعجب سے وہ خط دکھایا اور موت سے ایک دن پہلے پھر اس خط کو مجھے دکھلایا کہ میں نے اپنی جیبی کتاب میں رکھ لیا تھا اور اس نشان کے ساتھ دوسرا نشان یہ ہے کہ جب عالم کشف میں ان کا دوسرا خط مجھ کو ملا جس میں بہت بیقراری ظاہر کی گئی تھی تو میں نے اس جواب کے خط کو پڑھ کر ان کے لئے دعا کی اور مجھ کو الہام ہوا کہ کچھ عرصہ کیلئے یہ روک اٹھا دی جاوے گی اور ان کو اس غم سے نجات دی جائے گی۔ یہ الہام ان کو اسی خط میں لکھ کر بھیجا گیا تھا جو زیادہ تر تعجب کا موجب ہوا۔ چنانچہ وہ الہام جلد تر پورا ہوا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد ان کی منڈی بہت عمدہ طور پر بارونق ہو گئی اور روک اُٹھ گئی۔ اس نشان میں دو نشان ظاہر ہوئے اول قبل از وقت اطلاع دینا کہ ایسا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ دوئم قبولیت دعا سے اطلاع ہونا کہ منڈی پھر بارونق ہو جائے گی ۔[1]	آج سے بارہ ۱۲ برس پیشتر
پیشگوئی نمبر ۹۴	۱۹۰۱ء	ایک دفعہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ مبارک احمد جو پسر چہارم میرا ہے چٹائی	
زندہ گواہ رویت		[1] نواب صاحب نے اس واقعہ کو اپنی نوٹ بک میں درج کیا تھا اور محمد حسین خان صاحب وزیر پٹیالہ کو بھی میرے سامنے اپنی کتاب دکھائی تھی۔ وزیر صاحب کی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ اور لدہانہ کے کئی آدمی اس واقعہ کے گواہ ہیں۔	

﴿۲۲۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		کے پاس گر پڑا ہے اور سخت چوٹ آئی ہے اور کرتہ خون سے بھر گیا ہے۔ خدا کی قدرت کہ ابھی اس کشف پر شائد تین منٹ سے زیادہ نہیں گذرے ہوں گے کہ میں دالان سے باہر آیا اور مبارک احمد کہ شائد اس وقت سوا دو سال کا ہو گا چٹائی کے پاس کھڑا تھا بچوں کی طرح کوئی حرکت کر کے پیر پھسل گیا اور زمین پر جا پڑا اور کپڑے خون سے بھر گئے اور جس طرح عالم کشف میں دیکھا تھا اسی طرح ظہور میں آ گیا۔ اس واقعہ کی بہت سی عورتیں خادمہ وغیرہ جو ہمارے گھر میں ہیں گواہ ہیں۔	
پیشگوئی نمبر ۹۵	۱۹۰۱ء	ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد میرا چوتھا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ اس سے چند دنوں کے بعد مبارک احمد کو سخت تپ ہوا اور آٹھ دفعہ غش ہو کر آخری غش میں ایسا معلوم ہوا کہ جان نکل گئی ہے۔ آخر دعا شروع کی اور ابھی میں دعا میں تھا کہ سب نے کہا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ تب میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو نہ دم تھا نہ نبض تھی آنکھیں میّت کی طرح پتھرا گئیں تھیں۔ لیکن دعا نے ایک خارق عادت اثر دکھلایا اور میرے ہاتھ رکھنے سے ہی جان محسوس ہونے لگی یہاں تک کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور زندگی کے علامات پیدا ہو گئے۔ تب میں نے بلند آواز سے حاضرین کو کہا کہ اگر عیسیٰ بن مریم نے کوئی مردہ زندہ کیا ہے تو اس سے زیادہ ہرگز نہیں یعنی اس طرح کا مردہ زندہ ہوا ہو گا نہ کہ وہ جس کی جان آسمان پر پہنچ چکی ہو اور ملک الموت نے اس کی روح کو قرارگاہ تک پہنچا دیا ہو۔[1]	

زندہ گواہ رویت کے

[1] اس واقعہ کے قادیان میں رہنے والے بہت سے مرد اور عورتیں گواہ ہیں۔

﴿۲۲۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۹۶		ایک دفعہ میں خود سخت بیمار ہو گیا اور حالت ایسی بگڑی کہ بیماری سے جانبر ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا تب یہ الہام ہوا۔"ما کان لنفسٍ ان تموت الا باذن الله و امّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کے موافق عین نا امیدی کی حالت میں شفا بخشی اور یوں تو ہزارہا لوگ شفا پاتے ہیں مگر ایسی نا امیدی کی حالت میں سینکڑوں انسانوں میں دعویٰ سے یہ پیش کرنا کہ شفا ضرور حاصل ہو جائے گی یہ انسان کا کام نہیں۔	
پیشگوئی نمبر ۹۷	۱۸۹۷ء	شروع اکتوبر ۱۸۹۷ء میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک گواہی کے لئے ایک انگریز حاکم کے پاس حاضر کیا گیا ہوں اور اس حاکم نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے لیکن جیسا کہ شہادت کے لئے دستور ہے مجھے قسم نہیں دی۔ پھر ۱۸؍ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ اس مقدمہ کا سپاہی سمن لے کر آیا ہے۔ یہ خواب مسجد میں عام جماعت کو سنا دی گئی تھی آخر ایسا ہی ظہور میں آیا اور سپاہی سمن لے کر آ گیا اور معلوم ہوا کہ اڈیٹر اخبار ناظم الہند لاہور نے مجھے گواہ لکھا دیا ہے جس پر مولوی رحیم بخش پرائیویٹ سکرٹری نواب بہاولپور نے لائبل☆ کا مقدمہ ملتان میں کیا تھا۔ سو جب میں ملتان میں پہنچ کر عدالت میں گواہی کے لئے گیا تو ویسا ہی ظہور میں آیا حاکم کو ایسا سہو ہو گیا کہ قسم دینا بھول گیا اور اظہار شروع کر دیئے۔[1]	
زندہ گواہ رویت		[1] اس نشان کے گواہ ایک گروہ کثیر ہے جیسا خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور۔ مولوی نورالدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب۔	

☆ Libel : A Published damaging a person (ناشر)

«۲۲۲»

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۹۸	۱۹۰۰ء	ہمارے دوست مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم ایک مدت سے بیمار چلے آتے تھے۔ آخر ۱۹۰۰ء میں ان کی حالت بہت بگڑ گئی اور وہ فاضلکا میں اپنے بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن کے پاس چلے گئے کچھ دنوں کے بعد دعا کے لئے ان کا خط آیا ہم نے دعا کی تو خواب میں دیکھا کہ ایک سڑک ایسی کہ گویا چاند کے ٹکڑے اکٹھے کر کے بنائی گئی ہے اور ایک شخص نہایت خوش شکل عزیز مرحوم کو اس سڑک پر لئے جا رہا ہے اور وہ سڑک آسمان کی طرف جاتی ہے اس خواب کی تعبیر یہی تھی کہ ان کا خاتمہ بخیر ہوگا اور وہ بہشتی ہے اور نورانی چہرہ والا شخص ایک فرشتہ تھا جو اس عزیز کو بہشت کی طرف لے جا رہا تھا۔ ہم نے یہ خواب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھ دیا اور اپنی جماعت میں بھی شائع کر دیا چنانچہ ۶ ماہ کے بعد اس عزیز نے وفات پائی اور جب ہمارے پاس تار پہنچا اور ہم نے تعزیت کا خط لکھنا شروع کیا اور ہماری توجہ اس عزیز کی طرف تھی کہ کس طرح وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ناپدید ہو گیا تو اس حالت میں الہام ہوا ”مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کی راہ سے داخل ہوں“ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عزیز مرحوم کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی[۱] مرحوم مذکور نیک بخت۔ جوان صالح اور اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔	پیشگوئی سے چھ ماہ بعد
زندہ گواہ رویت نمبر ۹۸		[۱] اس کے گواہ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مولوی حکیم نورالدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ حکیم فضل دین صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن قادیانی صاحب۔ شیخ عبدالرحیم صاحب اور کثیر جماعت لاہور۔ کپورتھلہ۔ سیالکوٹ وغیرہ	

﴿۲۲۳﴾

نمبر شمار[1]	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۹۹	جولائی ۱۸۹۷ء	جولائی ۱۸۹۷ء میں جب عزیزی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اسسٹنٹ سرجنی کا آخری امتحان دیا اور ہم نے ان کے لئے دعا کی تو الہام ہوا ''تم پاس ہوگئے ہو'' یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ پاس ہوگیا ہے۔ کیونکہ مخلصوں کے لئے جو یگانگت کی حد تک پہنچتے ہیں ایسے فقرے آجاتے ہیں چنانچہ بائیبل میں بھی اس طرز کی کئی پیشگوئیاں درج ہیں بالآخر عزیز مذکور اپنے امتحان میں بڑی خوبی سے کامیاب ہوا اور لاہور کے میڈیکل کالج میں ہوس سرجن مقرر ہوا۔[1]	جولائی ۱۸۹۷ء
پیشگوئی نمبر ۱۰۰		ہمارے ایک مخلص دوست مرزا محمد یوسف بیگ صاحب ہیں جو سامانہ علاقہ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے ہیں اور ایک مدت دراز سے ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ اسی تعلق میں تمام عمر رہیں گے۔ اور اسی میں اس دنیا سے گذریں گے۔ ایک دفعہ ان کا لڑکا مرزا ابراہیم بیگ مرحوم بیمار ہوا تو انہوں نے میری طرف دعا کے لئے خط لکھا ہم نے دعا کی تو کشف میں دیکھا کہ ابراہیم ہمارے پاس بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بہشت سے سلام پہنچا دو جس کے معنی یہی دل میں ڈالے گئے کہ اب ان کی زندگی کا خاتمہ ہے۔ اگرچہ دل نہیں چاہتا تھا تاہم بہت سوچنے کے بعد میرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو اس حادثہ سے اطلاع دی گئی اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ جوان غریب مزاج فرمانبردار بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے اس جہان فانی سے چل بسا۔[2]	چند روز پیشگوئی کے بعد

زندہ گواہ رویت کے

[1] اس نشان کے گواہ ہماری جماعت کے بہت سے آدمی اور میرزا یعقوب بیگ کے ہم جماعت ہیں۔

[2] مرزا محمد یوسف بیگ صاحب زندہ موجود ہیں جو اس واقعہ کے گواہ ہیں اور ان کے سوا اور بہت سے آدمی بھی اس کے گواہ ہیں۔

﴿۲۲۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مفصلہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکی ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۰۱	آج سے دو برس پہلے	جب بالمقابل تفسیر نویسی میں مخالف مولوی عاجز آ گئے اور مہر علی شاہ گولڑی نے کئی طرح کی قابل شرم کارروائیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو یک طرفہ طور پر تفسیر القرآن کا معجزہ عطا فرمایا اور ستر روز کے عرصہ میں رسالہ اعجاز المسیح لکھا گیا۔ اس عرصہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آئیں اور بہت سا وقت بیماری میں گذرا۔ اس نشان سے زیادہ تر ہمارے قادیان میں رہنے والے احباب حصہ لے گئے کیونکہ وہ ہماری روزمرہ حالت سے واقف تھے۔ حاصل کلام انہیں دنوں میں اس رسالہ کے متعلق یہ الہام ہوا کہ **منعه مانع من السّماء** یعنی روک دیا اس کو روکنے والے نے آسمان سے۔ سو یہ الہام اس صفائی سے پورا ہوا ہے کہ اب تک میاں مہر علی اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ ان کا کوئی حامی جواب دینے پر قادر ہو سکا۔ اگر کارروائی کی تو یہ کی کہ صرف اردو میں ایک کتاب لکھی مگر آخر تحریری ثبوت سے ثابت ہوا کہ وہ بھی اپنی ذاتی لیاقت سے نہیں بلکہ مولوی محمد حسن متوفی کے نوٹوں کا بعینہا سرقہ تھا یہاں تک کہ اس نادان نے اس کی قابل شرم غلطیوں کو بھی صحیح سمجھ لیا اور اس مال مسروقہ اور مجموعہ اغلاط کا نام سیف چشتیائی رکھا۔ وہ ایسی سیف تھی جو انہیں پر چل گئی۔[۱] مر گیا بد بخت اپنے وار سے — کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے کھل گئی ساری حقیقت سیف کی — کم کرو اب ناز اس مُردار سے	آج سے دو برس پہلے
زندہ گواہ رویت نمبر ۱۰۱		[۱]۔ اس نشان کا گواہ اول تو خود کتاب اعجاز المسیح ہے اور بہت سے مخلص جو اس جگہ موجود تھے۔ مثلاً مولوی نورالدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ حکیم فضل دین صاحب۔ پیر منظور محمد صاحب۔ پیر سراج الحق صاحب۔	

﴿۲۲۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۰۲	قریباً ۱۸۹۳ء	خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر اعظم پٹیالہ کسی ابتلا اور فکر اور غم میں مبتلا تھے ان کی طرف سے متواتر دعا کی درخواست ہوئی اتفاقاً ایک دن یہ الہام ہوا۔ ’’چل رہی ہے نسیم رحمت کی ۔ جو دعا کیجئے قبول ہے آج۔‘‘ اس وقت مجھے یاد آیا کہ آج انہیں کے لئے دعا کی جائے چنانچہ دعا کی گئی اور ان کو بذریعہ خط اطلاع دی گئی اور تھوڑے عرصہ کے بعد انہوں نے ابتلاء سے رہائی پائی اور بذریعہ خط اپنی رہائی سے اطلاع دی ان کا خط میرے کسی بستہ میں اب تک پڑا ہوگا اور وہی اس بات کا کامل گواہ ہے۔	قریباً ۱۸۹۳ء
پیشگوئی نمبر ۱۰۳	قریباً ۱۸۸۱ء	ہمارے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی وفات سے ایک دن پہلے الہام ہوا۔ ’’جنازہ‘‘ اور میں نے اس الہام کی بہت لوگوں کو خبر دیدی چنانچہ دوسرے روز بھائی صاحب فوت ہوئے۔ اس واقعہ کے بہت لوگ گواہ ہیں۔	پیشگوئی کے دوسرے روز
پیشگوئی نمبر ۱۰۴		منجملہ ان نشانوں کے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے ہاتھ پر ظہور میں آئے ایک یہ ہے کہ جب کتاب امہات المومنین عیسائیوں کی طرف سے شائع ہوئی تو انجمن حمایت اسلام لاہور کے ممبروں نے گورنمنٹ میں اس مضمون کا میموریل بھیجا کہ اس مضمون کی اشاعت بند کی جائے اور مصنف سے باز پُرس ہو مگر میں ان کے میموریل کے سخت مخالف تھا اور میں نے اپنی تحریر میں صاف طور پر شائع کیا تھا کہ یہ طریق اچھا نہیں مگر ان لوگوں نے میری صلاح کو قبول نہ کیا بلکہ	
زندہ گواہ رویت	ان واقعات کے گواہ بہت سے آدمی ہیں مثلاً مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی محمد علی۔ مولوی شیر علی صاحبان۔		

﴿۲۲۶﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۰۴	تخمیناً ۱۸۹۷ء	بدگوئی کی۔ اسی اثنا میں مجھے الہام ہوا کہ **ستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللّٰہ** یعنی عنقریب جنہیں یہ بات میری یاد آئے گی یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ تمہیں اپنے میموریل میں ناکامی رہے گی اور جس امر کو میں نے اختیار کیا ہے یعنی مخالفین کے اعتراضات کو رد کرنا اور ان کو جواب دینا۔ اس امر کو میں خدائے تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ الہام قبل از وقت ایک گروہ کثیر کو سنایا گیا تھا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا یعنی انجمن کی وہ درخواست نامنظور ہوئی۔	پیشگوئی کے چند روز بعد
پیشگوئی نمبر ۱۰۵	۱۸۸۲ء	جب کہ دلیپ سنگھ کی پنجاب میں آنے کی خبر مشہور تھی تب مجھے دکھلایا گیا کہ دلیپ سنگھ اپنے اس ارادہ میں ناکام رہے گا اور وہ ہرگز ہندوستان میں قدم نہیں رکھے گا چنانچہ میں نے اس کشف کو لالہ شرمپت ساکن قادیان کو جو آریہ ہے اور کئی ہندو مسلمانوں کو بتلا دیا اور ایک اشتہار بھی شائع کر دیا جو فروری ۱۸۸۲ء میں چھپ کر تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دلیپ سنگھ عدن سے واپس ہوا اور اس کی عزت و آسائش میں بہت خطرہ پڑا جیسا کہ میں نے صدہا آدمیوں کو خبر دی تھی۔[۱]	۱۸۸۲ء
پیشگوئی نمبر ۱۰۶	قریباً ۱۸۸۷ء	ایک دفعہ ہمارے مخلص میاں عبد اللہ سنوری پٹواری علاقہ ریاست پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اول مجھے کشفی طور پر دکھایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا و قدر کے اہلِ دنیا کی نیکی و بدی کے	قریباً ۱۸۸۷ء

[۱] اس نشان کے گواہ اکثر قادیان کے لوگ ہیں اور علاوہ ان کے اشتہار جو فروری ۱۸۸۲ء میں چھاپ کر شائع کیا تھا۔

﴿۲۲۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۰۹		متعلق اپنے لئے اور نیز اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ہو جائے پھر تمثل کے طور پر میں نے خدا تعالیٰ بے مثل و بے مانند کو دیکھا اور وہ کاغذ حضرت جلّ شانہ کے آگے رکھ دیا تا اس پر دستخط کر دے تا وہ سب باتیں جن کے لئے درخواست کی گئی ہے ہو جائیں خدا تعالیٰ نے اس پر سرخی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑ دیا اور جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے اور میاں عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے اس لئے میں نے ان قطروں کو بچشم خود دیکھا اور میں اس وقت اس خیال سے کہ خدا نے میرے تجویز کردہ احکام پر دستخط کر دئے چشم پُرآب تھا۔ اور ایک رقّت میرے دل پر طاری تھی اتنے میں میاں عبداللہ نے یہ کہہ کر کہ یہ کہاں سے سرخ قطرے ہمارے پر پڑے مجھے اس حالت سے جگا دیا اور میں نے اپنے کرتہ اور اس کی ٹوپی پر سرخ اور تر قطرے دیکھے جو ابھی خشک نہیں ہوئے تھے اور تمام حال اس کشف کا سنایا اور اس وقت ہم دونوں نے ادھر اُدھر خوب تلاش کر کے دیکھا مگر کوئی چیز ایسی نظر نہ پڑی جس سے ان قطروں کے گرنے کا گمان ہو سکے تب میاں عبداللہ کو بھی یقین ہوا کہ یہ سرخ قطرے معجزے کے طور پر ہیں۔ بعض کپڑے اب تک میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں اور وہ خدا کے فضل و کرم سے غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ میں زندہ موجود ہیں اور اس کیفیت کو حلفاً بیان کر سکتے ہیں اور یہ بات کہ یہ سرخ قطرے کس بات کی طرف اشارہ	
زندہ گواہ	اس کے گواہ میاں عبداللہ سنوری اور دیگر بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے اس موقعہ پر اس کُرتہ کو دیکھا۔		

﴿۲۲۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکی ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قبل از وقت اس بات کے لئے نشان دیا گیا تھا کہ آسمان سے قہری نشان ظاہر ہوں گے اور بعض ہیبت ناک موتیں نشان کی طرح ہوں گی۔ جیسا کہ لیکھرام پنڈت کی موت اور جیسا کہ طاعون دنیا کو کھا رہی ہے۔	
پیشگوئی نمبر ۱۰۷	قریباً ۱۸۸۷ء	پنڈت اگنی ہوتری نے جو برہمو سماج کا ایک منتخب معلم ہے لاہور سے میری طرف ایک خط لکھا کہ میں حصہ سوم براہین احمدیہ کا رد لکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی وہ خط اس جگہ نہیں پہنچا تھا کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے اس مضمون سے آگاہی دے دی تھی چنانچہ کئی ہندو آریوں کو بلا کر بتا دیا گیا تھا اور ایک آریہ کو ہی شام کے وقت ڈاکخانہ میں بھیجا گیا تا وہ گواہ بن سکے۔ چنانچہ جب وہ خط لایا تو اس خط کا وہی مضمون تھا جو الہام الٰہی سے خبر پا کر پہلے لوگوں پر ظاہر کر دیا گیا تھا اور وہ خط سب کو دکھایا گیا اور پنڈت اگنی ہوتری کو جواب لکھا گیا کہ جس الہام کے سلسلہ کا تم رد لکھنا چاہتے ہو اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیش از وقت تمہارے خط کے مضمون سے اطلاع دے دی ہے اگر چاہو تو قادیان میں آ کر اپنے ہندو بھائیوں سے تصدیق کر لو۔[1]	قریباً ۱۸۸۷ء
پیشگوئی نمبر ۱۰۸	یقیناً ۱۸۹۹ء	جب بعض مخالفین کی مخبری سے میرے پر ٹیکس لگانے کے لئے سرکار کی طرف سے مقدمہ ہوا اور میری طرف سے عذر داری کی گئی تو میں ایک دن	پیشگوئی کے کچھ دنوں بعد

زندہ گواہ رویت — [1] اس نشان کے گواہ قادیان کے بہت سے آریہ ہیں۔

﴿۲۲۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۰۸		چھوٹی مسجد میں چند احباب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور آمد خرچ کا حساب کر رہے تھے کہ مجھ پر ایک کشفی حالت طاری ہوئی اور اس میں دکھایا گیا کہ ہندو تحصیلدار بٹالہ جس کے پاس مقدمہ تھا بدل گیا ہے اور اس کے عوض ایک اور شخص کرسی پر بیٹھا ہے جو مسلمان ہے اور اس کشف کے ساتھ بعض امور ایسے ظاہر ہوئے جو فتح کی بشارت دیتے تھے تب میں نے اسی وقت یہ کشف حاضرین کو سنا دیا جن میں سے ایک خواجہ جمال الدین صاحب بی اے انسپکٹر مدارس جموں و کشمیر تھے اور بہت سے جماعت کے لوگ تھے چنانچہ اس کے بعد ایسا ہوا کہ وہ ہندو تحصیلدار یکا یک بدل گیا اور اس کی جگہ میاں تاج الدین صاحب تحصیلدار بٹالہ مقرر ہوئے جنہوں نے نیک نیتی کے ساتھ اصل حقیقت کو دریافت کر لیا اور جو کچھ تحقیقات سے معلوم ہوا اس کی رپورٹ ڈکسن صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور میں بھیج دی اور نیک اتفاق یہ ہوا کہ صاحب موصوف بھی زیرک اور انصاف پسند تھے انہوں نے لکھ دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا ایک شہرت یافتہ فرقہ ہے جن کی نسبت ہم بدظنی نہیں کر سکتے یعنی جو کچھ عذر کیا گیا ہے وہ واقعی درست ہے اس لئے ٹیکس معاف اور مسل داخل دفتر ہو۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۱۰۹	تقریباً ۱۸۸۷ء	ایک دفعہ ہمیں موضع کُنجراں ضلع گورداسپور کو جانے کا اتفاق ہوا اور شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی ہمارے ساتھ تھا جب صبح کو ہم نے جانے کا	تقریباً ۱۸۸۷ء

زندہ گواہ رویت	[1] اس نشان کے گواہ خواجہ جمال الدین صاحب بی اے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی نور الدین صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب۔

﴾۲۳۰﴿

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		قصد کیا تو الہام ہوا کہ اس سفر میں تمہارا اور تمہارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا چنانچہ راستہ میں شیخ حامد علی کی ایک چادر اور ہمارا ایک رومال گم ہوگیا اس وقت حامد علی کے پاس وہی چادر تھی۔	
پیشگوئی نمبر ۱۱۰	قریباً ۱۹۰۰ء	ایک دفعہ ڈاکٹر نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت کا لڑکا سخت بیمار ہوگیا اس کی والدہ بہت بیتاب تھی اس کی حالت پر رحم آیا اور دعا کی تو الہام ہوا ''اچھا ہو جائے گا'' اسی وقت یہ الہام سب کو سنایا گیا جو پاس موجود تھے آخر ایسا ہی ہوا کہ وہ لڑکا خدا کے فضل سے بالکل تندرست ہوگیا۔[1]	قریباً ۱۹۰۰ء
پیشگوئی نمبر ۱۱۱	قریباً ۱۸۹۸ء	ایک دفعہ ہمارے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں بہت خراب ہوگئی تھیں۔ پلکیں گر گئی تھیں اور پانی بہتا رہتا تھا آخر ہم نے دعا کی تو الہام ہوا۔ ''برق طفلی بشیر'' یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ اس الہام کے ایک ہفتہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی اور آنکھیں بالکل تندرست ہوگئیں۔ اس سے پہلے کئی سال انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا تھا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ حالت ابتر ہوتی جاتی تھی۔[2]	پیشگوئی کے ایک ہفتے بعد

زندہ گواہ رویت کے

[1] بہت سے مرد اور عورتیں اس نشان کے گواہ ہیں مثلاً مولوی نورالدین صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی وغیرہ۔

[2] اس الہام کے بہت سے مرد اور عورتیں قادیان میں گواہ ہیں۔

﴿۲۳۱﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل خارق عادت پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۱۲	تخمیناً ۱۸۹۸ء	ایک دفعہ الہام ہوا ’’ بے ہوشی پھر غشی پھر موت‘‘ تفہیم ہوئی کہ ہمارے بڑے مخلص مریدوں میں سے کسی کو ایسا واقعہ پیش آئے گا یعنی پہلے بے ہوشی ہوگی پھر غشی طاری ہوگی پھر مر جائے گا۔ یہ الہام یہاں رہنے والے احباب کو سنایا گیا اور خطوط کے ذریعہ سے باہر بھی لکھا گیا تھا آخر ایک دو ہفتہ کے اندر ہمارے مخلص مرید ڈاکٹر بوڑے خان صاحب اسسٹنٹ سرجن قصور عین الہام کے الفاظ کے مطابق یک دفعہ بے ہوش ہو کر اور پھر غش میں پڑ کر فوراً فوت ہو گئے اور ان کی وفات کا تار آیا۔[1]	تخمیناً ۱۸۹۸ء
پیشگوئی نمبر ۱۱۳	قریباً ۱۸۸۸ء	ایک دفعہ ہمیں لدھیانہ سے پٹیالہ جانے کا اتفاق ہوا روانہ ہونے سے پہلے الہام ہوا کہ ’’اس سفر میں کچھ نقصان ہوگا اور کچھ ہم و غم پیش آئے گا‘‘ اس پیشگوئی کی خبر ہم نے اپنے ہمراہیوں کو دے دی چنانچہ جب کہ ہم پٹیالہ سے واپس آنے لگے تو عصر کا وقت تھا ایک جگہ ہم نے نماز پڑھنے کے لئے اپنا چوغہ اتار کر سید محمد حسن خان صاحب وزیر ریاست کے ایک نوکر کو دیا تا کہ وضو کریں پھر جب نماز سے فارغ ہو کر ٹکٹ لینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ جس رومال میں روپے باندھے ہوئے تھے وہ رومال گر گیا ہے تب ہمیں وہ الہام یاد آیا کہ اس نقصان کا ہونا ضروری تھا پھر جب ہم گاڑی پر سوار ہوئے تو راستہ میں ایک اسٹیشن دوراہہ پر ہمارے ایک رفیق کو کسی مسافر انگریز نے	قریباً ۱۸۸۸ء

زندہ گواہ رویت

[1] اس نشان کے گواہ بہت آدمی یہاں کے اور دیگر مقامات کے ہیں مثلاً مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی نورالدین صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب۔

《۲۳۲》

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بیان فرمائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۱۳		محض دھوکا دہی سے اپنے فائدہ کے لئے کہہ دیا کہ لودیانہ آ گیا ہے چنانچہ ہم اس جگہ سب اتر پڑے اور جب ریل چل دی تب ہم کو معلوم ہوا کہ یہ کوئی اور اسٹیشن تھا اور ایک بیابان میں اترنے سے سب جماعت کو تکلیف ہوئی اور اس طرح پر الہام مذکورہ کا دوسرا حصہ بھی پورا ہو گیا۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۱۱۴	قریباً ۱۸۸۷ء	ایک دفعہ میری بیوی کے حقیقی بھائی سید محمد اسمٰعیل کا (جن کی عمر اس وقت دس برس کی تھی) پٹیالہ سے خط آیا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اسحاق میرے چھوٹے بھائی کو کوئی سنبھالنے والا نہیں ہے اور پھر خط کے آخیر میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ اسحاق بھی فوت ہو گیا ہے اور بڑی جلدی سے بلایا کہ دیکھتے ہی چلے آویں۔ اس خط کے پڑھنے سے بڑی تشویش ہوئی کیونکہ اس وقت میرے گھر کے لوگ بھی سخت تپ سے بیمار تھے۔ ایسی ناگہانی دو موتوں کی خبر میں ان کو سنا نہ سکا اور میں سخت بے قراری میں پڑ گیا کہ جن کو بلاتے ہیں وہ خود خطرناک تپ میں مبتلا ہے اور میں ڈرتا تھا کہ اگر میں اس خط کا مضمون اس بیماری کی حالت میں ان کو سناؤں تو جان کا اندیشہ ہے رات کو اس فکر سے نیند میری جاتی رہی کہ کیا کروں اور میں اس خط کو پوشیدہ بھی نہیں رکھ سکتا تھا جب ایک حصہ رات کا گذر گیا تو فکر کرتے کرتے میرا دل نہایت بے قرار ہو گیا جس کا میں اندازہ نہیں کر سکتا تب مجھے اسی تشویش میں ایک دفعہ غنودگی ہوئی اور یہ الہام	قریباً ۱۸۸۷ء

زندہ گواہ رویت: [1] اس نشان کے گواہ شیخ حامد علی صاحب۔ شیخ عبدالرحیم صاحب ساکن انبالہ چھاؤنی اور فتح خان ایک افغان ہیں۔

﴿۲۳۳﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائی ہیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۱۴		ہوا۔ **ان کیدکنّ عظیم** یعنی اے عورتو تمہارے فریب بہت بڑے ہیں اور اس حالت میں ہم ان کو خط کا مضمون بھی نہیں سنا سکتے تھے اس مصیبت کو سن کر ان کی جان کا اندیشہ تھا اس کے ساتھ ہی تفہیم ہوئی کہ یہ ایک خلاف واقعہ بہانہ بنایا گیا ہے۔ تب میں نے اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے آگے جو اس وقت قادیان میں موجود تھے یہ واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی پوشیدہ طور پر شیخ حامد علی کو جو میرا نوکر تھا پٹیالہ روانہ کیا۔ جس نے واپس آ کر بیان کیا کہ اسحاق اور اس کی والدہ ہر دو زندہ موجود ہیں اور چند روز کی بیماری اور گھبراہٹ اور اشتیاق ملاقات کے سبب یہ خلاف واقعہ خط لکھا کر بھیجا گیا تھا۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۱۱۵	تقریباً ۱۸۹۸ء	ایک دفعہ ہمارے ایک مخلص دوست سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس کسی اپنی تشویش میں دعا کے خواستگار ہوئے جب دعا کی گئی تو الہام ہوا۔ ’’**قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے۔**‘‘ یہ ایک بشارت ان کا غم دور کرنے کے بارے میں تھی۔ چنانچہ چند ہفتہ کے بعد ہی خدا تعالیٰ نے ان کو اس پیش آمدہ غم سے رہائی بخشی۔ پھر ایک مدت کے بعد اس شعر کے دوسرے مصرع کے مطابق ایک اور سخت ابتلا پیش آیا جس سے امید ہے کہ کسی وقت خدا رہائی دے گا جس طرح چاہے گا۔[2]	تقریباً ۱۸۹۸ء
زندہ گواہ رویت		[1] اس نشان کے گواہ مولوی عبدالکریم صاحب۔ شیخ حامد علی۔ میر محمد اسماعیل صاحب۔ ان کی والدہ و دیگر کئی مرد اور عورتیں۔ [2] اس نشان کے گواہ خود سیٹھ صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی نور الدین صاحب۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب و دیگر بہت سے احباب ہیں۔	

﴿۲۳۴﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۱۶	۱۸۸۵ء	میاں عبداللہ سنوری جو علاقہ پٹیالہ میں پٹواری ہیں ایک مرتبہ ان کو ایک کام پیش آیا جس کے ہونے کے لئے انہوں نے ہر طرح سے کوشش کی۔ اور بعض وجوہ سے ان کو اس کام کے ہو جانے کی امید بھی ہوگئی تھی پھر انہوں نے دعا کے لئے ہماری طرف التجا کی۔ ہم نے جب دعا کی تو بلا توقف الہام ہوا ’’اے بسا آرزو کہ خاک شدہ‘‘۔ تب میں نے ان کو کہہ دیا کہ یہ کام ہرگز نہیں ہوگا اور وہ الہام سنا دیا اور آخر کار ایسا ہی ظہور میں آیا اور کچھ ایسے موانع پیش آئے کہ وہ کام ہوتا ہوتا رہ گیا۔[1]	۱۸۸۵ء
پیشگوئی نمبر ۱۱۷	۱۸۸۴ء	ایک دفعہ ہمیں اتفاقاً پچاس روپیہ کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل فقر اور توکل پر کبھی کبھی ایسی حالت گذرتی ہے اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا سو جب ہم صبح کے وقت سیر کے واسطے گئے تو اس ضرورت کے خیال نے ہم کو یہ جوش دیا کہ اس جنگل میں دعا کریں پس ہم نے ایک پوشیدہ جگہ میں جا کر اس نہر کے کنارہ پر دعا کی جو قادیان سے تین میل کے فاصلہ پر بٹالہ کی طرف واقع ہے جب ہم دعا کر چکے تو دعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ’’دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں۔‘‘ تب ہم خوش ہو کر قادیان کی طرف واپس آئے اور بازار کا رخ کیا تا کہ ڈاکخانہ سے دریافت کریں کہ آج ہمارے نام کچھ روپیہ آیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہمیں ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ پچاس روپیہ لدھیانہ سے کسی نے روانہ کئے ہیں اور غالباً وہ روپیہ اسی دن یا دوسرے دن ہمیں مل گیا۔[2]	۱۸۸۴ء

زندہ گواہ رویت کے

[1] اس نشان کے گواہ شیخ حامد علی اور عبداللہ سنوری ہیں۔

[2] اس نشان کے گواہ شیخ حامد علی صاحب ہیں۔

﴿۲۳۵﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
پیشگوئی نمبر ۱۱۸	۱۹۰۰ء	ایک دفعہ مجھے مرض ذیابیطس کے سبب بہت تکلیف تھی کئی دفعہ سَو سَو مرتبہ دن میں پیشاب آتا تھا۔ دونوں شانوں میں ایسے آثار نمودار ہوگئے۔ جن سے کاربنکل کا اندیشہ تھا۔ تب میں دعا میں مصروف ہوا تو یہ الہام ہوا"والموت اذا عسعس" یعنی قسم ہے موت کی جبکہ ہٹائی جائے۔ چنانچہ یہ الہام بھی ایسا پورا ہوا کہ اس وقت سے لے کر ہمیشہ ہماری زندگی کا ہر ایک سیکنڈ ایک نشان ہے۔	۱۹۰۰ء
پیشگوئی نمبر ۱۱۹	۱۳/ اپریل ۱۸۹۹ء	میرے چوتھے لڑکے مبارک احمد کی پیدائش سے دو ماہ پہلے یہ الہام ہوا تھا۔" ربّ اصح زوجتی ھذہ" یعنی اے میرے رب میری اس زوجہ کو بیمار ہونے سے بچا اور بیماری سے شفا دے۔ جس وقت یہ الہام ہوا اس وقت میری بیوی بالکل تندرست تھی گویا اس الہام میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ کسی بیماری کا اندیشہ ہے لیکن بعد میں شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ دو ماہ کے بعد یہ الہام ہر دو پہلو سے پورا ہوا۔ یعنی میری بیوی کو ایک سخت مرض نے گھیرا اور خطرناک حالت ہوئی لیکن آخر اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔[1]	۱۴/ جون ۱۸۹۹ء
پیشگوئی نمبر ۱۲۰	۱۹۰۱ء	ایک دفعہ مجھے الہام ہوا" ربّ ارنی کیف تحی الموتٰی رب اغفر و ارحم من السماء ۔" اے میرے ربّ مجھے دکھا کہ تو مردہ	۱۹۰۱ء

زندہ گواہ رویت

[1] اس کے گواہ مولوی عبدالکریم صاحب ۔ مولوی نور الدین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ مفتی محمد علی صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب و دیگر احباب ہیں اور دوسرے شہروں میں بذریعہ خطوط کے یہ الہام لکھے گئے۔

﴾۲۳۶﴿

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بیان فرمائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۳۰		کیونکر زندہ کرتا ہے اور آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما۔ اس الہام میں یہ خبر دی گئی کہ کبھی ایسا موقع آنے والا ہے کہ ہمیں یہ دعا کرنی پڑے گی اور وہ قبول ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ ایک دفعہ ہمارا لڑکا مبارک احمد ایسا سخت بیمار ہوا کہ سب نے کہا وہ مر گیا ہے ہم اٹھے اور دعا کرتے ہوئے لڑکے پر ہاتھ پھیرتے تھے تو لڑکے کو سانس آنا شروع ہو گیا تھا علاوہ ازیں یہ الہام اس طرح سے بھی پورا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ہمارے ہاتھ سے ہزار ہا روحانی مردہ زندہ کیے ہیں اور کر رہا ہے۔[1]	
پیشگوئی نمبر ۱۳۱	قریباً ۱۸۷۷ء	عرصہ قریباً پچیس برس کا گذرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رؤیا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں اتنے میں میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہو گئے جن میں سے ایک کا نام خیراتی تھا۔ وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے۔ اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان سب سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو تب میں نے یہ دعا کی ربّ اذھب عنی الرجس وطھرنی	پیشگوئی کے چند سال بعد

زندہ گواہ رویت

[1] اس نشان کے گواہ بہت سے مرد اور عورتیں ہیں منجملہ ان کے مولوی نورالدین صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن قادیانی صاحب اور

﴿۲۳۷﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۲۱		تطهیرًا ۔اس دعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اُڑ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ مولوی عبداللہ کی وفات قریب ہے اور میرے لئے آسمان پر ایک خاص فضل کا ارادہ ہے اور پھر میں ہر وقت محسوس کرتا رہا کہ ایک آسمانی کشش میرے اندر کام کر رہی ہے یہاں تک کہ وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہو گیا وہی ایک ہی رات تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے بتمام وکمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہوگئی جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادے سے نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبداللہ غزنوی اس نور کی گواہی کے لئے پنجاب کی طرف کھنچا تھا۔ اور اس نے میری نسبت گواہی دی اور اس گواہی کو حافظ محمد یوسف اور ان کے بھائی محمد یعقوب نے بیان بھی کیا مگر پھر دنیا کی محبت ان پر غالب آ گئی اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ مولوی عبداللہ نے میرے خواب میں دعویٰ کی تصدیق کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ قسم جھوٹی ہے تو اے قادر خدا مجھے ان لوگوں کی ہی زندگی میں جو مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد یا ان کے مرید یا شاگرد ہیں سخت عذاب سے مار ورنہ مجھے غالب کر اور ان کو شرمندہ یا ہدایت یافتہ۔ مولوی عبداللہ صاحب کے اپنے مونہہ کے یہ لفظ تھے کہ	
	مفتی محمد صادق صاحب۔ شیخ حامد علی صاحب۔ مولوی عبدالکریم صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ شیخ یعقوب علی صاحب۔ منشی ظفر احمد صاحب۔ میر ناصر نواب صاحب۔		

﴿۲۳۸﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں ہیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
		آپ کو آسمانی نشانوں اور دوسرے دلائل کی تلوار دی گئی ہے اور جب میں دنیا پر تھا تو امید رکھتا تھا کہ ایسا انسان خدا کی طرف سے دنیا میں بھیجا جائے گا یہ میری خواب ہے۔ **العن من کذب و ایّد من صدق.**	
پیشگوئی نمبر ۱۳۲	قریباً ۱۸۸۷ء	جب مولوی صاحب غزنوی ہماری مذکورہ بالا خواب کے مطابق فوت ہو گئے تو جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے تھوڑے دنوں کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ میں اپنا ایک خواب ان کے آگے بیان کر رہا ہوں اور وہ ایک بازار میں کھڑے ہیں جو ایک بڑے شہر کا بازار ہے اور پھر میں ان کے ساتھ ایک مسجد میں آ گیا ہوں اور ان کے ساتھ ایک گروہ کثیر ہے اور سب سپاہیانہ شکل پر نہایت جسیم مضبوط وردیاں کسے ہوئے اور مسلح ہیں اور انہیں میں سے ایک مولوی عبداللہ صاحب ہیں کہ جو ایک قوی اور جسیم جوان نظر آتے ہیں ۔ وردی کسے ہوئے ہتھیار پہنے ہوئے اور تلوار میان میں لٹک رہی ہے اور میں دل میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ لوگ ایک عظیم الشان حکم کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ باقی سب فرشتے ہیں مگر تیاری ہولناک ہے تب میں نے مولوی عبداللہ صاحب کو اپنا ایک خواب سنایا میں نے انہیں کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک نہایت چمکیلی اور روشن تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کی نوک آسمان میں ہے اور قبضہ میرے پنجہ میں اور اس تلوار میں سے ایک نہایت تیز چمک نکلتی ہے جیسا کہ	یہ پیشگوئی ہمیشہ پوری ہو رہی ہے
زندہ گواہ رویت		خلیفہ نورالدین صاحب۔ منشی تاج الدین صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ۔ میر حامد شاہ صاحب۔ حکیم حسام الدین صاحب۔ شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر الحکم	

﴿۲۳۹﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُسی وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۳۲		آفتاب کی چمک ہوتی ہے اور میں اسے کبھی اپنے دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف چلاتا ہوں اور ہر ایک وار سے ہزارہا آدمی کٹ جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تلوار اپنی لمبائی کی وجہ سے دنیا کے کناروں تک کام کرتی ہے اور وہ ایک بجلی کی طرح ہے جو ایک دم میں ہزاروں کوس چلی جاتی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ ہاتھ تو میرا ہی ہے مگر قوت آسمان سے اور میں ہر ایک دفعہ اپنے دائیں اور بائیں طرف اس تلوار کو چلاتا ہوں اور ایک مخلوق ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتی جاتی ہے۔ یہ خواب تھی جو میں نے مولوی عبداللہ کے پاس بیان کی اور جب میں خواب کو بیان کر چکا اور ان سے تعبیر پوچھی تب مولوی عبداللہ نے اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ تلوار سے مراد اتمام حجت اور تکمیل تبلیغ ہے اور میرے دلائل قاطعہ کی تلوار ہے اور یہ جو دیکھا کہ وہ تلوار دائیں طرف زمین کے کناروں تک مار کرتی ہے اس سے مراد دلائل روحانیہ ہیں جو از قسم خوارق اور آسمانی نشانوں کے ہوں گے۔ اور یہ جو دیکھا کہ وہ بائیں طرف زمین کے کناروں تک مار کرتی ہے اس سے مراد دلائل عقلیہ وغیرہ ہیں جن سے ہر ایک فرقہ پر اتمام حجت ہوگا۔ پر انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب میں دنیا میں تھا تو امیدوار تھا کہ ایسا انسان خدا کی طرف سے دنیا میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کے ایک حصہ کے حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے	
زندہ گواہ رویت	میاں محمد جان صاحب کپورتھلہ۔ میاں فتح دین صاحب۔ میاں عبداللہ صاحب پٹواری۔ خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ وغیرہ احباب ہیں۔		

﴿۲۴۰﴾

نمبر شمار	تاریخ بیان پیشگوئی	جس وحی سے میں مشرف کیا گیا ہوں اُس وحی نے مندرجہ ذیل پیشگوئیاں بتلائیں جو دنیا پر ظاہر ہو چکیں	تاریخ ظہور پیشگوئی
بقیہ پیشگوئی نمبر ۱۳۲		بھائی محمد یعقوب نے بھی تصدیق کی ہے شائد میں نے اس خواب کو سو سے زیادہ لوگوں کو سنایا ہوگا۔ چنانچہ وہ پیشگوئی آج پوری ہو رہی ہے اور روحانی تلوار نے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو فتح کر لیا ہے اور کرتی جاتی ہے۔	
پیشگوئی نمبر ۱۳۳	۱۷/فروری ۱۸۸۳ء و جنوری ۱۸۸۴ء	سید عباس علی لدھیانوی کو ہم نے اپنے ابتدائی خطوط میں اپنے کشوف کے ذریعہ سے اس بات سے پیش از وقت اطلاع دیدی تھی کہ آپ کا انجام اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ اس وقت اپنے تئیں اسی راہ میں فنا شدہ ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ بعض کلمات ان خطوط کے مفصلہ ذیل ہیں۔ ’’بنظر کشفی آپ کے دل میں انقباض معلوم ہوا‘‘ ’’آپ کسی نئے امر کے پیش آنے پر مضطرب نہ ہوں آپ ابتلا سے بچ نہیں سکتے۔‘‘ ’’نیک ظن بننا آسان ہے مگر نبھانا مشکل۔‘‘ ’’نہایت بد نصیب وہ انسان ہے جس کا انجام آغاز کا سا جوش نہیں رکھتا۔‘‘ ان سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا انجام اچھا نہیں۔ چنانچہ چند سالوں کے بعد وہ مرتد ہو گیا۔ مکتوب میرا اُن کی خاص دستخطی موجود ہے جس میں اس پیشگوئی سے کئی سال بعد اس کا انجام بد ہوا۔ یہ مکتوب ان کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ سے ملا۔ اس مکتوب کے دیکھنے سے ہر یک کو معلوم ہوگا کہ دنیا کیسا عبرت کا مقام ہے جب انسان پر شقاوت کے دن آتے ہیں تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ جس شخص کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ تُو برگشتہ ہو جائے گا اور ٹھوکر کھائیگا وہ برگشتہ ہو کر اس پیشگوئی سے کچھ فائدہ اٹھا نہ سکا۔	خطوط سے قریباً نو سال بعد
زندہ گواہ رویت	ان نشانوں کے گواہ منشی ظفر احمد صاحب ۔ حافظ محمد یوسف صاحب ۔ محمد یعقوب صاحب ۔ منشی محمد خان صاحب ۔ عبداللہ سنوری وغیرہ احباب ہیں۔		

اشاعت

یہ کتاب نزول المسیح زیرِ طبع تھی کہ مولوی کرم دین ساکن بھین نے جس کے خطوط اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں ایک مقدمہ دائر عدالت کیا کہ مجھ کو کذاب اور لئیم مواہب الرحمٰن میں (جو حضرت اقدسؑ کی عربی تالیفات سے ہے) لکھا گیا ہے اور اس کتاب میں میرے جو خطوط لکھے گئے ہیں وہ جعلی ہیں اور ایک نسخہ اس کا کسی ذریعہ سے حاصل کر کے اس کو عدالت میں پیش کیا جس کی وجہ سے کتاب کے طبع ہونے میں روک پیش آ گئی یہ مقدمہ مع دیگر مقدمات کے دو ڈھائی سال تک جاری رہا اور آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں (نسبت انجام مقدمات) کے مطابق یہ مقدمات فیصل ہوئے اور حضرت اقدس واطہرؑ نے ان کے فیصلہ کے بعد ایک کتاب اور لکھنی شروع کی جس کا نام نصرۃ الحق رکھا اور جو بعد میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کے جلیل القدر نام سے موسوم ہوئی اور اس کے اندر مقدمات میں جو جو تائیدات الٰہیہ آپ کے شامل حال رہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے اوائل کتاب میں ہی کرمدین مدعی کے متعلق یہ شعر تحریر فرمایا کہ ؎

کذاب اس کا نام دفاتر میں رہ گیا چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا

کتاب نصرۃ الحق بھی زیرِ طبع ہی تھی کہ ایک فتنہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے ارتداد کا اٹھا جس کے دفع کرنے کے واسطے آپ نے حقیقۃ الوحی ایک ضخیم کتاب جو ساتؔ سو صفحہ کی ہے تصنیف فرمائی اور اس میں دوسو آٹھ[۲۰۸] نشانات کا ذکر بھی آپ نے فرمایا جو آپ کی تصدیق میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے فعلی شہادت کے طور پر ظہور پذیر ہوئے اس کے ختم کرنے پر ارادہ تھا کہ یہ کتاب اور نیز نصرۃ الحق کو مکمل کیا جاوے کہ انہیں ایام میں آپ کا ایک مضمون آریوں کے جلسہ میں پڑھا گیا جس کے بالمقابل آریوں کی طرف سے گالیوں سے بھرا ہوا لیکچر حضرت کے خدام کی حاضری میں سنایا گیا اس کے جواب میں کتاب چشمۂ معرفت جو ساڑھے تین سو[۳۵۰] صفحہ کی پُر معارف کتاب ہے، آپ نے شائع فرمائی۔ ابھی اس کو شائع کئے دو تین روز گذرے تھے کہ پیغام صلح کے لکھنے پر ضرورت وقت نے حضور کو توجہ دلائی وہ لکھ ہی رہے تھے اور ختم کیا ہی تھا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے آپ کی طلبی کا پیغام آ پہنچا اور رسالہ الوصیت مجریہ ۱۹۰۶ء کی پیشگوئیوں کے مطابق الرّحیل ثم الرّحیل کا نقارہ بج گیا۔

ان حالات کے ماتحت اس کتاب کا شائع ہونا معرض التواء میں رہا۔ چونکہ اس کے شروع میں نیز کشتی نوح میں آپ نے اس کے اندر ڈیڑھ ۱۵۰سو پیشگوئیوں کے لکھنے کا اور شامل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے یہ بات بتا دینے کے لائق ہے کہ حقیقۃ الوحی متذکرہ صدر کتاب حضرتؑ نے اس کے بعد لکھی تھی جس میں دوسو ۲۰۸ آٹھ نشانات آپ نے قلمبند فرمائے ہیں اور بعض کے گواہان رؤیت بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اس لئے جو شخص حقیقۃ الوحی کا مطالعہ کرے گا وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ ڈیڑھ سو نشانات کی تکمیل کی بجائے دوسو ۲۰۸ آٹھ نشانات آپ نے اس کتاب میں لکھ کر وعدہ کو پورا فرما دیا ہے اور حقیقۃ الوحی نزول المسیح کا تکملہ کیا بلکہ نأت بخیر منھا کے مطابق بڑھ چڑھ کر معاوضہ ہے۔ اس لئے اب ضرورت نہیں کہ ان نشانات کو لکھ کر اس جگہ ایک سو پچاس پورے کئے جاویں کیونکہ حضرت موعودؑ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کتاب حقیقۃ الوحی میں وہ ضرورت سے بہت کچھ زیادہ موجود ہیں۔ نظر براں جس قدر کتاب ھٰذا حضرت اقدسؑ کے روبرو طبع ہوئی تھی اسی کو پبلک کے پیش نظر کیا جاتا ہے اور قیمت بہت ہی کم اس خیال سے رکھی گئی ہے کہ ہر مستطیع و غیر مستطیع اس کو خرید کر پڑھ سکے۔ اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں کو فہم و فراست اپنی طرف سے عطا فرماوے۔ اور چونکہ مسیحؑ جس کے نزول کا اس میں تذکرہ ہے وہ دنیا سے چلا گیا ہے اور بہت سے علوم و فیوض کے خزانے چھوڑ گیا ہے۔ پڑھنے والوں کے دلوں کو ان علوم و فیوض کی طرف رغبت بخشے۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

المذکّر

کمترین خادمان مسیح موعودؑ مہدی حسین مہتمم کتب خانہ حضرت ممدوح

از قادیان دارالامان

ضلع گورداسپور پنجاب

۲۵؍اگست ۱۹۰۹ء ۸؍شعبان المعظم ۱۳۲۷ ہجری

گناہ سے نجات

کیوں کر مل سکتی ہے؟

تصنیف

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے

﴿۹﴾

اس رسالہ میں ہمارا یہ ارادہ ہے کہ دنیا کو دکھائیں کہ جس قدر ہمارا یہ زمانہ اپنی جسمانی حالت کے رو سے ترقی کر گیا ہے اسی قدر اپنی روحانی حالت کے رو سے تنزل میں ہے یہاں تک کہ روحوں میں یہ برداشت ہی نہیں رہی کہ وہ پاک سچائیوں کو چھو بھی سکیں بلکہ انسانوں پر ایک غور کی نظر ڈالنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ مخفی طور پر ایک بھاری کشش ان کو نیچے کی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ دمبدم ایک گڑھے کی طرف حرکت کر رہے ہیں جس کو دوسرے لفظوں میں **اسفل السافلین** کہہ سکتے ہیں اور استعدادوں پر ایک ایسا انقلاب آ گیا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کی خوبصورتی کی نہایت تعریف کر رہے ہیں جو روحانیت کی نظر سے سخت مکروہ اور بدشکل ہیں۔ ہر ایک کانشنس محسوس کر رہا ہے کہ ایک کشش اس کو نیچے کی طرف لے جا رہی ہے اور انہی کششوں کے برباد کن اثروں سے ایک عالم تباہ ہو گیا ہے۔ پاک سچائیوں کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھا جاتا ہے اور سچ مچ رو بخدا ہو جانے کو ایک حماقت سمجھا جاتا ہے۔ تمام نفوس جو زمین پر ہیں یک لخت دنیا پر سرنگوں نظر آتے ہیں گویا ایک پنہانی قوت جاذبہ سے معذور اور مجبور ہو رہے ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ دنیا کا تمام کاروبار کششوں پر ہی چلتا ہے۔ جس پہلو میں یقین کی قوت زیادہ ہے وہ اس دوسرے پہلو کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چونکہ یہ فلاسفی نہایت ہی صحیح ہے کہ ایک کشش کو صرف وہ کشش روک سکتی ہے جو اس کی نسبت بہت زبردست اور طاقتور ہو اس لئے یہ دنیا جو اس سفلی کشش سے متاثر ہو کر نیچے کی طرف کھینچی جا رہی ہے اس کا اوپر کی طرف رخ کرنا بالکل جائے

ناامیدی ہے جب تک کہ ایک ایسی مخالف اور زبردست کشش آسمان سے پیدا نہ ہو جو مخالف پہلو کے یقین کو بڑھا دے یعنی جیسا کہ ایک یقینی نظر سے نفسانی بدعملیوں میں فوائد اور لذّات محسوس ہو رہے ہیں ان سے بڑھ کر رحمانی حکموں میں فوائد دکھائی دیں اور یقین کی نظر سے بدی کا ارتکاب مرنے کے برابر مشہود ہو جو دل کو پکڑ لے اور یہ یقین کی روشنی صرف آسمان سے اس آفتاب کے ذریعہ سے آتی ہے جو امام الوقت ہوتا ہے۔ اس لئے اس امام کا شناخت نہ کرنا جاہلیت کی موت مرنا ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں اس آفتاب سے روشنی حاصل کرنا نہیں ﴿۱۰﴾ چاہتا وہ خدا کے مستمرہ قانون کو توڑنا چاہتا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ آفتاب کے بغیر آنکھیں دیکھ سکیں؟ گو کہ آنکھوں میں بھی ایک نور ہے مگر آفتاب کا محتاج۔ آفتاب حقیقی نور ہے جو آسمان سے آتا اور زمین کو روشن کرتا ہے اور آنکھیں بغیر اس کے اندھی ہیں۔ اور جس شخص کو اس آسمانی نور کے ذریعہ سے یقین پیدا ہوگا اس کو نیکی کی طرف ایک کشش پیدا ہوگی اور اس آسمانی کشش اور زمینی کشش میں لڑائی ہونا ایک طبعی امر ہے کیونکہ اس صورت میں ایک کشش نیکی کی طرف کھینچے گی اور ایک بدی کی طرف۔ اور ایک مشرق کی طرف دھکا دے گی اور ایک مغرب کی طرف۔ اور دونوں کا باہم ٹکرانا اس وقت سخت خطرناک ہوگا جب کہ دونوں میں انتہائی درجہ کی کششیں موجود ہوں گی جن کا دنیا کی انتہائی ترقیات پر موجود نہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ پس جب تم دیکھو کہ زمین نے انتہائی درجہ پر ترقی کر لی ہے تو سمجھ لو کہ یہی دن آسمانی ترقی کے بھی ہیں اور یقین کر لو کہ آسمان پر بھی ایک روحانی تیاری ہے اور وہاں بھی ایک کشش پیدا ہو گئی ہے جو زمینی کشش سے لڑنا چاہتی ہے۔ پس ایسے دن سخت خوفناک ہیں جب کہ زمین غفلت اور برائی میں انتہائی درجہ پر ترقی کر جائے کیونکہ روحانی لڑائی کیلئے وہی وعدہ کے دن ہیں جن کو نبیوں نے طرح طرح کے استعارات میں بیان کیا ہے اور بعض نے اس مثال میں اس کو پیش کیا ہے کہ یہ آسمانی فرشتوں اور زمینی شیطانوں کی ایک آخری لڑائی

ہے جس پر اس دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ اور بعض نے اپنی جہالت اور نادانی سے اس لڑائی کو ایک جسمانی لڑائی سمجھ لیا ہے جو تلوار اور بندوق سے ہوتی ہیں۔ مگر وہ لوگ غلطی پر ہیں اور اپنی سفلی عقل اور حماقت سے روحانی جنگ کو جسمانی جنگ کی طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ غرض ان دنوں زمین کی تاریکی اور آسمان کے نور کا ایک انتہائی جنگ ہے۔ آدم سے لے کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام خدا کے مقدس نبی اس جنگ کی طرف اشارات کرتے آئے ہیں اور اس جنگ کے سپہ سالاروں کے دو مختلف نام رکھے گئے ہیں ایک سچائیوں کو چھپانے والا اور دوسرا سچائیوں کو ظاہر کرنے والا یا دوسرے لفظوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمان سے نورانی فرشتوں کے ساتھ اترنے والا اور میکائیل کا مظہر اور ایک زمین سے تمام شیطانی تاریکیوں کو لے کر ظاہر ہونے والا اور ابلیس کا مظہر ہوگا۔ اب جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ زمینی لشکر خوب تیار ہے اور وہ خوب مسلح ہو کر کھڑے ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں بلکہ بہت کچھ کر بھی چکے ہیں تو طبعاً یہ نیک خواہش پیدا ہوتی ہے اور فراست صحیحہ گواہی دیتی ہے کہ آسمانی گورنمنٹ بھی ان تیاریوں سے غافل نہیں ہے۔ اس گورنمنٹ کی کچھ ایسی عادت ہے کہ وہ ظاہری شور و غوغا کو پسند نہیں کرتی اور وہ بہت کچھ کارروائیاں اندر ہی اندر ہی کر لیتی ہے اور لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی تب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوتا ہے اور زمین پر ایک منار روشن اور نہایت سپید اور وہ آسمانی روشنی منار پر گرتی ہے اور پھر وہ منار تمام دنیا کو روشن کرتا ہے۔ یہ مختصر فقرہ تشریح کا محتاج ہے اور تشریح یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا روحانی سلسلہ اگرچہ جسمانی سلسلے کے بالکل مطابق ہے لیکن بعض امور میں اس میں وہ خواص عجیبہ پائے جاتے ہیں کہ جو جسمانی سلسلہ میں کھلے کھلے طور سے نظر آ نہیں سکتے چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ جب سفلی کشش اپنا کام کرنا شروع کرتی ہے تو گو وہ کشش آسمانی کشش سے بالکل مخالف ہے تاہم آسمانی کشش اس کشش کے طبعی تقاضا سے پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے

﴿۱۱﴾

پس یہ امر معقول ہے کہ ان کششوں کے انتہائی درجہ کے زوروں کے وقت جو دنیا کا آخری زمانہ ہے ان دونوں میں لڑائی ہونا چاہئے تھی کیونکہ اقبال کا تقاضا ہے کہ فریق مخالف کو فنا کرے۔ پس جس موقعہ اور محل میں فریقین برابر درجہ کا اقبال وشوکت رکھیں گے، ایسے دو فریق بغیر لڑائی کے نہیں رہ سکتے کیونکہ ہر ایک خدا کے نبیوں کی کتابوں میں پیشگوئی کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ ایسا ہی عقل بھی اس کو ضروری سمجھتی ہے۔ کیونکہ جب دو مخالف اور پُرزور کششوں میں باہم ٹکر لگے تو ضروری ہے کہ ایک دوسری کو فنا کردیوے یا دونوں فنا ہوجاویں اور اس لڑائی کے بارہ میں نبیوں کی کتابوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام سے پورا ہزار برس گزرا جس میں نبیوں کی پیشگوئی کے مطابق شیطان قید کیا گیا تھا تو سفلی کشش نے زمین پر اپنا رنگ جمانا شروع کیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ اسلام اپنے پاک اصولوں کے لحاظ سے تنزل کی حالت کی طرف مائل ہوگیا تھا اور اس کی روحانی ترقیاں رک گئی تھیں اور اس کی ظاہری فتوحات کا بھی خاتمہ ہوچکا تھا اور وہ شیطان کے قید ہونے کے دنوں میں پیدا ہوا۔ اور ضرور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جیسا کہ تمام نبیوں نے یوحنّا فقیہ تک گواہی دی ہے۔ اور شیطان کے چھوٹنے پر یعنی ۱۰۰۰ عیسوی کے بعد اس کا تنزل شروع ہوگیا اور وہ آگے بڑھنے سے رک گیا تب سے شیطانی کارروائیاں رنگارنگ کے پیراؤں میں شروع ہوئیں اور زمین پر یہ پودا بڑھتا گیا۔ اور اس کی شاخیں کچھ تو مشرق کی طرف پھیل گئیں اور کچھ مغرب کی انتہائی آبادیوں تک جانکلیں اور کچھ جنوب کی طرف اور کچھ شمال کی طرف متوجہ ہوئیں جیسا کہ شیطان کے قید رکھنے کا زمانہ ہزار برس تھا جس پر واقعات خارجیہ نے گواہی دی ہے ایسا ہی نبیوں کی پیشین گوئیوں کے رو سے شیطان کے چھوٹنے کا زمانہ بھی ہزار برس ہی تھا جو ہجرت کی چودھویں صدی کے سر پر پورا ہوجاتا ہے۔ مگر یہ ہزار برس خدائی حساب کے رو سے ہے یعنی چاند کے حساب سے اور خدا کی طرف

﴿۱۲﴾

سے یہودیوں اور مسلمانوں کو پیشگوئیوں کے وقتوں کی شناخت کرنے کے لئے یہی حساب سکھایا گیا ہے اور سورج کے دنوں کے رو سے حساب کرنا انسانوں کی بدعت ہے جو پاک نوشتوں کے منشاء کے مخالف ہے۔ غرض اس حساب کے رو سے شیطان کی مہلت کے آخری دن یہی ہیں جن میں ہم ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ گزر بھی چکے کیونکہ ہجری صدی جس کے سر پر ہزار برس شیطان کے چھوٹنے کا پورا ہو گیا۔ اس کو انیس برس گزر چکے اور شیطان نہیں چاہتا کہ اس سے آزادی اور حکومت چھین لی جاوے۔ ناچار دونوں کششوں کی لڑائی ہو گی جو ابتدا سے مقدر تھی اور ممکن نہیں ہے کہ خدا کا کلام غلط ہو۔ اور ان دنوں پر ایک دوسری شہادت یہ بھی ہے کہ دنیا کی ابتدا سے یعنی آدم کے ظہور سے آج تک چھٹا ہزار بھی گزر گیا جس میں آدم ثانی پیدا ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ چھٹا دن آدم کی پیدائش کا دن ہے اور خدا کی پاک کتابوں کے رو سے ایک ہزار برس ایسا ہے جیسا کہ ایک دن سو یہ امر خدا کے پاک وعدوں کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ وہ آدم پیدا ہو گیا۔ گو وہ ابھی کامل طور پر شناخت نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس آدم کا مقام جو خدا کے ہاتھ سے تجویز کیا گیا وہ شرقی ہے نہ غربی کیونکہ توریت باب ۲۔ آیت ۸☆ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آدم کو ایک باغ میں شرقی طرف جگہ دی گئی تھی پس ضرور ہے کہ یہ آدم بھی مشرقی ملک میں ہی ظاہر ہوتا اول اور آخر کی مماثلت مکانی قائم رہے۔ اور اس اعتراف سے جیسا کہ مسلمانوں کو چارہ نہیں ویسا ہی عیسائیوں کو بھی کوئی گریز کی جگہ نہیں بشرطیکہ دہریت کی رگ مانع نہ ہو۔ پس اصل حقیقت کے سمجھنے کیلئے کچھ مشکلات باقی نہیں رہیں اور یہ مسئلہ نہایت صاف ہے کہ یہ زمانہ نور اور ظلمت کی لڑائی کا زمانہ ہے اور ظلمت نے انتہا تک اپنا کام کر لیا ہے اور یہ امیدیں نہیں کی جاسکتیں کہ بغیر نزول آسمانی نور کے اس ظلمت پر کوئی فتحیاب ہو سکے اور اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ ظلمت اپنے پورے زوروں میں ہے اور راستبازی کا نیم مردہ چراغ فنا ہونے کے قریب ہے اور رسمی

☆ پیدائش باب ۲ آیت نمبر ۸ (ناشر)

عقیدے اور رسمی علم اور رسمی نمازیں اس روشنی کو بحال نہیں کرسکتیں جو گم ہوچکی ہے کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! کیا ظلمت، ظلمت کو دور کرسکتی ہے؟ کسی طرح ممکن نہیں۔ اب تو ایک جدید منار کی ضرورت ہے جو زمین پر تیار ہو جو سفلی آبادیوں سے امتیاز کے ساتھ اونچا ہوتا آسمانی روشنی اس پر نازل ہو اور سماوی چراغ اس پر رکھا جاوے اور پھر تمام دنیا اس روشنی سے منور ہو جاوے کیونکہ اگر چراغ اونچے مقام پر نہ رکھا جائے تو کیونکر اس کی روشنی دور دور تک پھیل سکے۔ اب آپ کو یہ سمجھنا باقی ہے کہ منار کیا چیز ہے پس یاد رہے کہ منار اس نفس مقدس اور مطہر اور بلند ہمت کا نام ہے جو انسان کامل کو ملتا ہے جو آسمانی نور پانے کا مستحق جیسا کہ منار کے معنے میں یہ مطلب داخل ہے اور منار کی بلندی سے مراد اس انسان کی بلند ہمتی ہے اور منار کی مضبوطی سے مراد اس انسان کی استقامت ہے جو طرح طرح کے امتحانوں کے وقت وہ دکھلاتا ہے اور اس کی سفیدی و بریّت ہے جو انجام کار ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہو لیتا ہے یعنی جب اس کی علو ہمت اور کمال استقامت اور کمال صبر اور استقلال اور دلائل کے ساتھ اس کی بریّت ایک چمکتے ہوئے منار کی طرح کھل جاتی ہے تب اس کی جلالی آمد کا وقت آجاتا ہے اور پہلی آمد جو ابتلاؤں کے ساتھ ہے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ تب وہ روحانیت خدائی جلال سے رنگین ہو کر اس وجود پر اترتی ہے جو منار کی صورت پر کھڑا ہے تب باذنہٖ تعالیٰ خدائی تاثیریں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ آمد ثانی میں ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود کی خاص طور کی آمد اسی حقیقت کی کامل تصویر ہے اور مسلمانوں میں جو یہ روایتیں ہیں کہ مسیح موعود منار کے پاس اترے گا۔ اترنے سے مراد ایک جلالی طور کی آمد ہے جو خدائی رنگ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ پہلے اس سے زمین پر موجود نہ تھا مگر ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے۔ جب تک کہ وہ وقت نہ آوے جو خدا نے مقرر کر دیا ہے۔ خدا کی عادت میں یہ بھی داخل ہے کہ روحانی امور کو ذہن نشین کرانے کیلئے

﴿۱۳﴾

ان کے کسی حصہ کی جسمانی تصویر بھی پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ بیت المقدس کی ہیکل اور مکہ معظّمہ کا خانہ کعبہ یہ دونوں تصویریں روحانی تجلیات کی ہیں اسی بنا پر شریعت اسلامی میں یہ سمجھا گیا ہے کہ مسیح موعود منار پر یا منار کے قریب نازل ہوگا۔ ایک ایسے ملک میں جو دمشق کے شرقی طرف ہے جیسا کہ آدم کو بھی شرقی طرف ہی جگہ دی گئی تھی۔ اس جلالی آمد سے پہلے ظاہری منار کے بھی بنائے جانے میں کچھ حرج نہیں بلکہ حدیثوں میں بطور پیش گوئی اس کا ذکر پایا جاتا ہے کہ وہ مسیح موعود کی جلالی آمد کیلئے ایک نشان ہوگا جو اس آمد سے پہلے بنایا جائے گا۔ یہ مقدر ہے کہ مسیح موعود کا آنا دو رنگ میں ہوگا۔ اول معمولی طور پر جس میں طرح طرح کے ابتلا بھرے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کی تکلیفوں کا وقت ہے۔ جب یہ دن پورے ہو جائیں گے تب جلالی آمد کا وقت آ جائے گا اور ضرور ہے کہ اس سے پہلے ایک منار تیار ہو جائے جیسا کہ حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ اس حقیقت کے دکھلانے کے لئے ایک ظاہری منار بھی ہوگا اور وہ باطنی منار کی تصویر ہوگا اور قبل اس کے جو وہ جلالی طور پر نازل ہو دنیا اس کو نہیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہے اور دنیا اس سے محبت نہیں کرتی کیونکہ جس خدا سے وہ آیا ہے اس سے بھی دنیا کو محبت نہیں۔ پس ضرور ہے کہ وہ آمد اول میں ستایا جائے اور دکھ دیا جائے اور طرح طرح کے الزام اس پر لگائے جائیں جیسا کہ اسلامی پیشگوئیوں میں لکھا ہے کہ ابتدا میں مسیح موعود کو قبول نہیں کیا جائے گا اور نادان لوگوں کے کینے اس کی نسبت بہت بڑھ جائیں گے اور شرارتیں انتہا تک پہنچ جائیں گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص ظالمانہ حملہ اس پر کر کے خیال کرے گا کہ اس نے بڑی نیکی کا کام کیا ہے اور ایک اس کو دکھ دے کر یہ سمجھے گا کہ اس نے اپنے فعل سے خدا کو راضی کر دیا ہے۔ اسی طرح ہوتا رہے گا اور ہر ایک قسم کا زلزلہ اس پر آئے گا اور ہر ایک مصیبت کا اس کو سامنا ہوگا یہاں تک کہ عادت اللہ اس میں پوری ہو جاوے گی۔ تب اس کی جلالی آمد کا وقت آ جائے گا اور مستعد دلوں کی

﴿۱۴﴾

آنکھیں کھولی جائیں گی اور وہ خود بخود سوچنے لگیں گے کہ یہ کیا بات ہے اور یہ کس قسم کا کاذب ہے جو زیرنہیں ہوتا اور کیوں خدا کی تائیدیں اس کے شامل حال ہیں اور ہمارے شامل حال نہیں۔ تب خدا کا ایک فرشتہ ان کے دلوں پر اترے گا اور ان کو سمجھائے گا کہ کیا تمہاری حدیثوں اور روایتوں کی پیشگوئیاں ضروری الوقوع ہیں جو تمہاری روک کا باعث ہیں اور کیا ان میں سے بعض کی نسبت وضع اور غلطی ممکن اور محل نہیں اور کیا بعض پیشگوئیوں کا استعارات کے رنگ میں پورا ہونا جائز نہیں۔ اور کیا یہودیوں کی بدنصیبی اور بے ایمانی کا بجز اس کے کوئی اور بھی باعث تھا کہ وہ منتظر رہے کہ تمام باتیں ظاہری صورت میں ہی پوری ہوں اور ان کے خیالات کے مطابق سب کچھ ہو مگر نہ ہوا۔ تو پھر جب کہ وہی خدا اب بھی ہے اور وہی اس کی عادت، تو کیوں جائز نہیں کہ وہی ابتلا تمہیں بھی پیش آیا ہو۔ غرض آخر کار انہی خیالات کی طرف طبعاً انسانوں کے دلوں کا رجوع ہو جائے گا جیسا کہ قدیم سے ہوتا آیا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں کہ حقیقی دین اور راستبازی کے پھیلانے کے لئے یہ جسمانی لڑائیوں کا زمانہ ہے کیونکہ تلوار سچائی کے جوہروں کو ظاہر نہیں کر سکتی بلکہ ان کو اور بھی چھپاتی اور مشتبہ کرتی ہے جو لوگ ایسے خیالات کے خواہشمند ہیں وہ اسلام کے دوست نہیں ہیں بلکہ دشمن ہیں اور ان کی فطرت نہایت پست اور سفلی رنگ میں اور ان کی ہمتیں گری ہوئی اور دل منقبض اور دماغ اَبلہ اور طبیعتیں تاریک ہیں کیونکہ وہ مخالفوں کو ایک ایسے اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں جو درحقیقت وارد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بقول ان کے اسلام اپنی ترقی کے واسطے جہاد کا محتاج ہے اور یہ اسلام کی ہجو ہے کیونکہ جس مذہب میں یہ قوت ہے کہ وہ اپنی سچائی کو عقلی دلائل سے یا کسی اور قسم کے قابل تمسک شہادتوں سے یا آسمانی نشانوں سے باآسانی ثابت کر سکتا ہے۔ ایسے مذہب کے لئے کچھ ضرورت نہیں کہ جبر سے اور تلوار کی دھمکی سے اپنی سچائی کا اقرار کراوے لیکن اگر کسی مذہب میں یہ ذاتی خاصیّت موجود نہیں اور اپنی کمزوری کا تلوار سے تدارک کرتا ہے تو ایسے مذہب کے

﴿۱۵﴾

جھوٹا ہونے کے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس کے کاٹنے کے لئے اسی کی تلوار کافی ہے۔

مگر یہ اعتراض کہ اگر جہاد اب جائز نہیں تو اسلام میں اول زمانہ میں کیوں تلوار سے کام لیا گیا۔ یہ معترضین کی اپنی غلطی ہے جو بباعث ناواقفیت پیدا ہوئی ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ اسلام دین کے پھیلانے کے لئے ہرگز جبر کی اجازت نہیں دیتا۔ دیکھو کیسی ممانعت قرآن میں موجود ہے کہ فرماتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1] یعنی دین میں جبر نہیں کرنا چاہئے۔ پھر کیوں تلوار اٹھائی گئی۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عرب کے وحشی جن میں کوئی تمیز اور تہذیب باقی نہیں رہی تھی وہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن ہو گئے تھے اور جب ان پر توحید اور اسلامی سچائیوں کی کھلے کھلے دلائل سے حجت پوری کی گئی اور ان کے ذہن نشین کیا گیا کہ انسان ہو کر پتھروں کی پوجا کرنا ایک صریح غلطی ہے کہ انسانیت کے بھی برخلاف ہے تو وہ ان معقول باتوں کا کچھ بھی جواب نہ دے سکے اور ان کے لاجواب ہو جانے سے سمجھدار لوگوں کو اسلام کی طرف حرکت پیدا ہو گئی اور بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہو گیا تب انہیں اپنے باطل مذہب کے بچانے کے لئے کوئی تدبیر بجز اس کے خیال میں نہ آئی کہ سخت سخت سزاؤں کے ساتھ لوگوں کو مسلمان ہونے سے روک دیں۔ چنانچہ مکہ معظّمہ میں ابوجہل وغیرہ مکہ کے رئیسوں کی طرف سے یہی عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ ایسی بے رحمی کی وارداتیں مخالفوں کی طرف سے مکہ میں کس قدر ظہور میں آئیں اور کس قدر بے گناہ ظلم سے مارے گئے مگر لوگ پھر بھی مسلمان ہونے سے باز نہیں آتے تھے کیونکہ ہر ایک موٹی عقل کا انسان بھی جانتا تھا کہ بت پرستوں کے مقابل پر کس قدر اسلام معقولیت اور صفائی رکھتا ہے ناچار جب اس تدبیر سے بھی پوری ﴿۱۶﴾ کامیابی نہ ہوئی تو یہ ٹھہری کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قتل کیا جاوے لیکن خدا تعالیٰ آپ کو بچا کر مدینہ میں لے گیا مگر پھر بھی انہوں نے قتل کے لئے تعاقب کیا اور کسی صورت میں اپنی

[1] البقرۃ : ۲۵۷

عادت کو چھوڑنا نہ چاہا۔ پس اس صورت میں اسلام کے لئے بجز اس کارروائی کے اور کیا چارہ تھا کہ وہ ان حملوں کی مدافعت کرتا اور بیجا حملہ کرنے والوں کو سزا دیتا۔ سو اسلام کی لڑائیاں دین پھیلانے کیلئے نہیں تھیں بلکہ مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے تھیں۔ کیا کوئی عقل سلیم قبول کرسکتی ہے کہ اسلام وحشی بت پرستوں کے آگے بھی اپنی توحید کی معقولیت ثابت کرنے سے عاجز تھا اور کیا کوئی عقلمند باور کرسکتا ہے کہ وہ مشرک لوگ جو پتھروں اور جمادات کی پوجا کرتے اور طرح طرح کی ناپاکیوں میں مبتلا تھے اسلام ان کے آگے بھی حجت کے رو سے مغلوب تھا اور تلوار سے کام چلانا چاہتا تھا۔ **معاذاللّٰہ** ہرگز یہ خیالات صحیح نہیں ہیں اور جنہوں نے ایسے اعتراض اسلام پر کئے ہیں انہوں نے سراسر ظلم کی راہ سے حقیقت کو چھپایا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے اس ظلم سے جیسا کہ مولویوں نے حصہ لیا۔ پادریوں نے بھی ان سے کم حصہ نہیں لیا اور اسلام پر اس قسم کے اعتراض کرکے نادان مولویوں کی باتوں کو عوام کے ذہن میں خوب جما دیا اور ان کو یہ دھوکا لگا کہ جس حالت میں ہمارے مولوی جہاد کا فتویٰ دیتے ہیں اور پادری جو بڑے صاحب علم ہیں وہ بھی یہی اعتراض پیش کرتے ہیں سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں جہاد روا ہے۔ اب یہ کس قدر ظلم ہوا کہ دو مختلف شہادتوں سے اسلام پر یہ اعتراض جمایا گیا۔ اگر پادری ایسا طریق اختیار نہ کرتے اور ایمانداری سے سچ کی پیروی کرکے یہ کہتے کہ یہ مولوی نادانی اور جہالت کا فتویٰ دیتے ہیں ورنہ اسلام کی ابتدا میں جس صورت نے یہ ضرورت پیدا کی تھی اب وہ صورت اس زمانہ میں موجود نہیں ہے تو امید تھی کہ جہاد کا خیال ہی دنیا سے اٹھ جاتا مگر جوش زیادہ اور سمجھ کم تھی اس لئے حقیقت کو نہیں سمجھا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ عرب کے لوگ جب بہت سی مفسدانہ حرکات کے بعد اپنی ناحق کی خون ریزیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظر میں **واجب القتل** ٹھہر گئے تھے تب یہ حکم بھی نکلا تھا

کہ وہ سب قتل کے لائق ہیں۔ مگر پھر بھی اگر ایمان لے آویں تو سزائے قتل سے معافی دی جاوے گی۔ غالباً کم فہم مخالفوں نے اسی حکم سے دھوکا کھایا ہے انہیں معلوم نہیں کہ یہ صورت جبر کی نہیں بلکہ واجب القتل کے لئے ایک رعایت ہے اس کو جبر سمجھ لینا اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں۔ وہ لوگ تو قاتل ہونے کی وجہ سے مستوجب قتل تھے نہ کافر ہونے کی وجہ سے اور خدائے رحیم یہ بھی خوب جانتا تھا کہ انہوں نے اسلام کی سچائی کو خوب سمجھ لیا ہے لہٰذا اس کی رحمت نے تقاضا فرمایا کہ ایسے واجب القتل مجرموں کو پھر بھی گناہ معاف کرانے کا ایک موقع دیا جاوے سو اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اسلام کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ کسی کو قتل کرے بلکہ جو لوگ اپنی خونریزیوں کی وجہ سے قتل کے لائق تھے ان کے لئے بھی معافی کی ایک راہ نکال دی۔ اس زمانہ میں اسلام کو یہ مشکلات جابجا پیش آئیں کہ ہر ایک قوم میں اس قدر تعصب بڑھا ہوا تھا کہ کوئی بیچارہ کسی قوم میں سے اگر مسلمان ہو جاتا تو یا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور یا اس کی جان سخت خطرہ میں پڑ جاتی تھی اور زندگی اس پر وبال ہو جاتی تھی۔ تو اس صورت میں اسلام کو امن قائم کرنے کیلئے بھی لڑائیاں کرنی پڑیں اور بجز ان دو صورتوں کے اس ابتلا کے زمانہ میں کبھی اسلام نے جنگ کا نام نہ لیا اور اسلام کا ہرگز مقصود نہ تھا کہ مذہب کیلئے وہ جنگ کرے لیکن اس کو جنگ کرنے پر خواہ نخواہ مجبور کیا گیا۔ پس جو کچھ اس سے ظہور میں آیا وہ حفاظت خود اختیاری اور ضرورت مدافعت کیلئے ظہور میں آیا پھر بعد اس کے ناسمجھ مولویوں نے اس مسئلہ پر اور رنگ چڑھا دیا اور ایک قابل شرم درندگی کو اپنا فخر سمجھا لیکن یہ اسلام کا قصور نہیں ہے یہ خود ان لوگوں کی عقلوں کا قصور ہے جو انسانی خون کو چارپایوں کے خون سے بھی کم قدر سمجھتے ہیں اور ابھی تک خونوں سے سیر نہیں ہوئے بلکہ اسی غرض کیلئے ایک مہدی خونی کے منتظر ہیں۔ گویا تمام قوموں کو یہ ثبوت دینا چاہتے ہیں کہ اسلام اپنی اشاعت کے لئے ہمیشہ جبر اور زبردستی کا محتاج رہا ہے۔ اور اس میں کوئی خفیف اور سُبک سچائی بھی نہیں۔

﴿۱۷﴾

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حال کے بعض مولوی اس انحطاط پر ابھی راضی نہیں ہیں جو اسلام کو پیش آرہا ہے اور وہ ایسے عقیدوں پر زور دے کر کسی اور اسفل مقام تک اسلام کو لے جانا چاہتے ہیں۔لیکن یقیناً سمجھو کہ خدا کو منظور نہیں ہے کہ اسلام ایسی ملامتوں اور تہمتوں کا نشانہ بنے۔نادان مخالفوں کیلئے یہ ابتلا بس ہے کہ وہ اب تک اپنے اس خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ گویا ابتدائی زمانہ میں اور بعد میں بھی اسلام اپنی جماعت بڑھانے کے لئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے۔اب یہ زمانہ اور یہ وقت وہ ہے کہ اس غلطی کو دلوں کے اندر سے نکال دیا جائے نہ یہ کہ اور بھی پختہ کیا جائے۔اگر اسلام کے مولوی اتفاق کر کے اس بات پر زور دیں کہ وہ وحشی مسلمانوں کے دلوں سے اس غلطی کو نکال دیں تو وہ بلاشبہ قوم پر ایک بڑا احسان کریں گے اور نہ صرف یہی بلکہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی خوبیوں کی ایک بھاری جڑ لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی اور وہ سب کراہتیں جو اپنی غلطیوں سے مذہبی مخالف اسلام کی نسبت رکھتے ہیں وہ جاتی رہیں گی تب ان کی نظریں صاف ہو کر جلد تر اس چشمہ نور سے فیض اٹھائیں گی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک خونی انسان کے نزدیک کوئی نہیں آسکتا ہر ایک شخص اس سے ڈرتا ہے خاص کر بچے اور عورتیں اس کو دیکھ کر کانپتی ہیں اور وہ ایک مجنون کی طرح دکھائی دیتا ہے۔اور ایک غیر مذاہب کا مخالف اس کے پاس رات رہنے سے بھی اندیشہ کرتا ہے کہ مبادا غازی بننے کے لئے رات اٹھ کر اس کو قتل نہ کردے کیونکہ انہیں ثوابوں کے خیال سے بعض سرحدی اب تک ناحق کے خون کر کے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ آج ہم نے اپنے ایک ہی عمل سے بہشت حاصل کر لیا ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے مستحق ہو گئے۔سو کس قدر جائے شرم ہے کہ غیر قوموں کو مسلمانوں کی ہمسائیگی سے امان اٹھ گیا ہے اور وہ اپنے دلوں میں کبھی تسلی نہیں پکڑ سکتے کہ اگر موقع پاویں تو یہ قوم ہم سے کچھ نیکی کر سکے گی۔ایسے نمونے بارہا پیش آتے ہیں کہ ایک غیر قوم کے انسان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ درحقیقت مسلمانوں کے اس چھپے ہوئے عقیدہ

﴿۱۸﴾

سے ہراساں اور لرزاں نظر آتا ہے۔

میں ایک ایسا نظارہ دیکھ چکا ہوں اور وہ یہ کہ شاید ۲۰؍نومبر ۱۹۰۱ء کا یہ واقعہ ہے جو ہمارے اس جگہ قادیان میں ایک انگریز آیا اور اس وقت ہماری جماعت کے لوگ بہت جمع تھے اور کوئی مذہبی گفتگو شروع تھی کہ وہ آکر ایک کنارہ پر کھڑا ہوگیا۔ تب اس کو بہت خلق سے بلایا گیا اور اپنے پاس بٹھایا گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایک سیّاح انگریز ہے جو عرب کا ملک بھی دیکھ آیا ہے اور ہماری جماعت کی تصویریں لینا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے کام میں اس کو مدد دی گئی اور اس کو خاطرداری اور دلجوئی کے طور پر کہا گیا کہ وہ چندروز ہمارے پاس رہے مگر معلوم ہوا کہ وہ ڈرتا تھا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے بہت مسلمان دیکھے ہیں کہ عیسائیوں کو بے رحمی سے قتل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایسے چند قصے بغداد کے بھی سنائے جس میں ایسی وارداتیں بڑی بے رحمی سے ہوئی تھیں۔ تب اس کو بڑی نرمی اور خلق سے سمجھایا گیا کہ یہ جماعت جو احمدی فرقہ کہلاتا ہے ایسے عقائد سے سخت بیزار اور ایسے لوگوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور انسانی حقوق کی نسبت جو کچھ اس فرقہ نے کام کرنا ہے وہ یہی ہے کہ اسلام میں سے ایسے خیالات کا استیصال کر دیوے۔ تب اس کا دل مطمئن ہوا اور وہ خوشی سے ہمارے پاس ایک رات رہا۔ ﴿۱۹﴾

اس قصہ کے بیان سے غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایسے عقیدے جو سراسر خلاف واقعہ ہیں غیر قوموں کو بہت مضر ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں بدظنی اور نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ اور مسلمانوں کی سچی ہمدردی کی نسبت ان کے نیک ظن بہت ہی کم ہوگئے ہیں اور اگر کچھ ہیں بھی تو ایسے لوگوں کی نسبت جو مولویانہ زندگی نہیں رکھتے اور اسلامی اصولوں کی پابندی کی چنداں پروا نہیں کرتے پس جبکہ مسلمانوں کی نسبت اس قدر بدظنی بڑھ گئی ہے جس کے بڑھانے کے وہ خود ہی موجب ہیں تو کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ بھی ہوگا کہ ایک

دنیا کو ایسے علماء اور ان کے معتقدوں نے اسلامی فیوض سے محروم کر دیا ہے۔ کیا ایسا مذہب خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو دلوں کے اندر اپنی تعلیم کو بغیر اس کے نہیں اتار سکتا جب تک تلوار کی چمک نہ دکھلاوے۔ مذہب سچا تو وہ ہے جو اپنی ذاتی خاصیت اور طاقت سے دلائل قاطعہ سے خود تلوار کا کام دے نہ یہ کہ لوہے کی تلوار کا محتاج ہو۔

یہی خرابیاں ہیں جو ہر وقت تقاضا کر رہی ہیں جو کوئی مصلح پیدا ہو۔ جب ہم اسلام کی اندرونی حالت پر غور کریں تو ایسی خوفناک حالت ہے جو گویا سورج کو گرہن لگا ہوا ہے اور اس کا بہت سا حصہ تاریک ہو چکا ہے اور کچھ تھوڑا سا باقی ہے۔ مسلمانوں کی عملی حالتیں قابل رحم ہیں۔ بعض حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں جو ان کی اخلاقی حالت پر بہت ہی برا اثر ڈالتی ہیں اور خدا کے مقرر کردہ قوانین کی دشمن ہیں۔ مثلاً خدا کے قانون نے انسانوں کی نوع کے لئے تین قسم کے حقوق قائم کئے تھے۔ یہ کہ بے گناہ کسی کو قتل نہ کریں۔ اور یہ کہ بے خطا کسی کی عزت میں خلل انداز نہ ہوں اور یہ کہ بغیر کسی حق کے کسی کا مال نہ لیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ بعض مسلمانوں نے ان تینوں حکموں کو توڑ دیا ہے۔ وہ ایک بے گناہ کا خون کر دیتے ہیں اور نہیں ڈرتے۔ ان کے احمق مولویوں نے ایسے فتوے بھی دے رکھے ہیں کہ غیر قوموں کی عورتوں کو جن کو وہ کافر اور بے دین کہتے ہیں کسی حیلہ سے بہکا لے جانا جائز ہے یا پکڑ لینا اور پھر اپنی عورت بنانا۔ اور ایسا ہی کافروں کا مال خیانت اور چوری کی راہ سے لینا روا ہے۔ کوئی گناہ نہیں۔ اب سوچنا چاہیئے کہ جس مذہب میں اس قدر خرابی پیدا ہو جائے کہ اس میں ایسے ایسے بھی مولوی فتویٰ دینے والے موجود ہیں وہ مذہب کس قدر خطرناک حالت میں ہے۔ نفس پرست لوگوں نے یہ سب فتوے اپنی طرف سے بنا لئے ہیں اور خدا اور رسول پر افترا کیا ہے یہ تمام گناہ جو نادان وحشی کر رہے ہیں سب ان کی گردن پر ہے۔ وہ بھیڑیئے ہیں مگر بھیڑوں کے لباس میں ظاہر ہوتے ہیں اور دھوکا دیتے ہیں۔ وہ زہر ہیں مگر اپنے تئیں ﴿۲۰﴾

خوبصورت تریاق دکھاتے ہیں وہ اسلام کے لئے اور خدا کی مخلوق کیلئے سخت بدخواہ ہیں اور ان کے دل رحم اور ہمدردی سے خالی ہیں مگر اپنے تئیں چھپاتے ہیں۔ وہ مکاری سے وعظ کرتے اور اپنی نفسانی اغراض مدنظر رکھتے ہیں۔ وہ زاہدانہ لباسوں میں مسجدوں میں آتے مگر فاسقانہ عادتیں ان کی چھپی ہوئی ہیں۔ یہ ایک ملک کی حالت نہیں ہے اور نہ کسی خاص شہر کی نہ کسی خاص فرقہ کی بلکہ تمام اسلامی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے جو علماء کہلاتے اور مولویانہ جُبّے پہنتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہے اپنی صورتیں متدین لوگوں کی طرح بناتے ہیں تا ان کو بہت بزرگ اور مقدس سمجھا جائے مگر ان کے اعمال گواہی دیتے ہیں کہ وہ کیا ہیں اور کس سیرت کے انسان ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں سچی پاکیزگی اور سچی ہمدردی پھیلے کیونکہ اس میں وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔

غرض آج کل اسلام بڑی مشکلات میں پھنس گیا ہے۔ اکثر روحیں مرگئی ہیں ان میں نیکی کی طرف ذرہ حرکت نہیں۔ اعتدال کو ان لوگوں نے یک لخت چھوڑ دیا ہے۔ ان میں ایک وہ گروہ ہے جو قبروں کی پوجا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرح ان کا طواف بجالاتے ہیں۔ اور اپنے پیروں کی روحوں کو ایسا قادر اور متصرف جانتے کہ گویا سب کچھ ان کو خدا کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔ اکثر گدیاں ایسی ہی پاؤ گے جن کے ساتھ قبر بھی ہے جن کی وہ اپنے مریدوں سے پوجا کراتے ہیں اور اگر کوئی ان سے کرامت کا طالب ہوتا ہے تو صاحب قبر کی ہزاروں کرامتیں سنا دیتے ہیں اور ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ ان کے نزدیک اسلام کا مغز قبر پرستی ہے اور تمام دوسرے مسلمانوں کو وہ گمراہ جانتے ہیں۔ یہ تو وہ فریق ہے جس نے افراط کی راہ لی ہے۔ ان کے مقابل پر ایک تفریط کا گروہ بھی موجود ہے اور وہ انکار کرنے میں حد سے گزر گئے ہیں یہاں تک کہ ولایت تو ولایت ان کے نزدیک نبوت بھی کچھ چیز نہیں۔ معجزات سے وہ قطعاً منکر ہیں اور ان پر ہنسی اور ٹھٹھا اُڑاتے ہیں اور وحی کی یہ تعبیر کرتے ہیں

کہ وہ صاحب کتاب کے اپنے دل کے ہی خیالات ہوتے ہیں اور اس کو ایسے خیالات کی تراش خراش میں ایک ملکہ ہوتا ہے۔ اور ایسی پیشگوئی جو عقلی فراست کی حد سے دور ہو اور خالص غیب کی خبر ہو غیر ممکن ہے۔ غرض ان کے نزدیک نہ خدا کی طرف سے کوئی وحی نازل ہوتی ہے اور نہ معجزہ کچھ چیز ہے اور نہ پیشگوئی کچھ حقیقت رکھتی ہے اور مردوں کی قبریں صرف خاک کا ڈھیر ہے جن کے ساتھ روح کا کوئی علاقہ نہیں۔ اور مردوں کا جی اٹھنا کم عقلی کے زمانہ کی کہانیاں ہیں اور آخرت کا فکر دیوانگی ہے اور تمام عقلمندی اسی میں ہے کہ دنیا کمانے کی لیاقتیں حاصل کریں۔ اور جو لوگ دن رات دنیا میں اور دنیا کی کارستانیوں میں مشغول ہیں ان کی پیروی کریں اور ایسے ہی بن جائیں۔ ﴿۲۱﴾

یہ افراط تفریط تو مسئلہ نبوت اور معاد کے متعلق ہے مگر بجز اس کے بات بات میں مسلمانوں کے امور معاشرت میں افراط تفریط پائی جاتی ہے۔ نہ کلام میں اعتدال پایا جاتا ہے۔ نہ کام میں۔ نہ اخلاق میں نہ نکاح میں نہ طلاق میں نہ امساک میں نہ اتفاق میں۔ نہ غضب میں نہ رحم میں۔ نہ انتقام میں نہ عفو میں۔ غرض اس قوم میں عجیب قسم کا طوفان بے تمیزی برپا ہے جہالت کا کچھ انتہا نہیں ضلالت کی کچھ حد و پایاں نہیں۔ پھر جبکہ وہ قوم جو توحید اور میانہ روی کا عمامہ پہن کر دنیا میں ظاہر ہوئی تھی اس کی بے اعتدالیوں کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے تو دوسری قوموں پر کیا افسوس اور کیا ذکر۔

عیسائی قوم کا مرکز ایسی زمین ہے جس میں زیرکی اور قویٰ دماغی کی لطافت بہت کچھ امیدیں دلاتی تھی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دین اور توحید کے معاملہ میں انہوں نے بھی طبعی اور فلسفہ پڑھ کر ڈبو دیا ہے۔ ایک طرف جب ہم نظر کرتے ہیں کہ وہ امور دنیا کی تدبیر اور ترتیب اور آئے دن جدید صنعتوں کے نکالنے میں کس انتہائی نقطہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور پھر جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ وہ خدا شناسی کے مسئلہ میں کیسے گر گئے ہیں اور

کیسے ایک عاجز انسان کو رب العالمین سمجھ بیٹھے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے کاموں میں یہ ذہن رسا اور خداشناسی میں یہ عقل وذکا۔ اور جب ہم غور کریں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں افراط تفریط کے رو سے مابہ الامتیاز کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بنی نوع کے حقوق تلف کرتے ہیں اور عیسائیوں میں ایسے لوگ ہیں جو خدا کے حقوق کو تلف کرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کو جہاد کے مسئلہ کی غلطی نے ایسا سخت دل کر دیا ہے کہ نوع انسان کی سچی محبت ان کے دلوں میں نہیں رہی۔ لہٰذا ان میں سے وحشی لوگ کیسی ادنیٰ غرض نفسانی یا جوش شیطانی کی وجہ سے بے گناہ انسان کا خون کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور بے آبرو کرنے اور مال چھیننے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور بنی نوع کے حقوق کا ایک ضروری حصہ تلف کر کے انسانیت کو داغ لگا دیا ہے۔ پھر جب ہم عیسائیوں کے حالات کو غور کی نظر سے دیکھیں تو بکمال صفائی کھل جاتا ہے کہ انہوں نے خدا کے حقوق تلف کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور ایک عاجز انسان کو بے وجہ خدا بنا رکھا ہے۔ اور جس غرض کے لئے خدا بنایا گیا تھا وہ غرض حاصل بھی نہیں ہوئی۔ اگر گناہ سے پاک ہونے کے لئے یہی نسخہ تھا کہ یسوع مسیح کے خون سے ایمان لایا جائے تو کیوں یہ نسخہ یورپ کے لوگوں کو دنیا پرستی اور طرح طرح کے ناجائز شہوات کے گناہ سے جن کا ذکر کرنا بھی جائے شرم ہے پاک نہیں کر سکا بلکہ بجائے اس کے فوق العادت ترقی ہوئی۔ کیا یورپ کے ملک بدکاریوں میں ایشیائی ملکوں سے کچھ کم ہیں؟ تو پھر اس غیر مؤثر نسخہ پر کیوں نظر ثانی نہیں کی گئی۔ دنیا کی چند روزہ صحت کے لئے ہر ایک ڈاکٹر اور بیمار اس قاعدہ کا پابند رہتا ہے کہ جب ایک نسخہ سے ہفتہ عشرہ تک کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو وہ نسخہ بدلنا پڑتا ہے اور کوئی اور احسن تجویز سوچی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود غلط ثابت ہونے کے اب تک یہ نسخہ بدلایا نہیں گیا۔ کیا باوجود انیس سو برس لاحاصل گزر جانے کے اب تک یہ خیال قابل وقعت ہے کہ خون مسیح پر ایمان لانا حقیقی نجات کو

﴿۲۲﴾

عطا کرتا ہے۔ یا یہ امید کر سکتے ہیں کہ اگر چہ موجودہ زمانہ تک کوئی امتیاز فیصلہ کرنے والے ظاہر نہیں ہوئے لیکن آئندہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ بدکاریوں اور بدمستیوں سے پرہیز کرنے والے عیسائی ہوں گے۔ جو شخص یورپ کے ملکوں میں سے کسی ملک میں رہتا ہے وہ اگر چاہے گواہی دے سکتا ہے کہ یہ بیان درست ہے بلکہ ہر ایک دانشمند جس نے کبھی یورپ کی سیر کی ہے اور کچھ عرصہ پیرس وغیرہ میں رہ چکا ہے اس کو اس گواہی میں تأمل نہیں ہوگا کہ اب بعض حصے یورپ کے اس حالت تک پہنچ گئے ہیں کہ قریب ہے کہ بہتوں کی نظر میں بدکاری کچھ گناہ ہی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ایک بیوی سے زیادہ نکاح حرام ہے مگر بدنظری حرام نہیں۔ درحقیقت فرانس وغیرہ میں لاکھوں عورتیں ایسی پائی جائیں گی جن کو خاوند کی ضرورت نہیں۔ پس اب یا تو کہنا پڑے گا کہ ان کیلئے کوئی نئی آیت انجیل میں سے نکل آئی ہے جس سے یہ سب کارروائیاں حلال ہوگئی ہیں یا ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ خون مسیح کے نسخہ نے الٹا اثر کیا ہے اور دعویٰ غلط نکلا۔ لیکن سچ یہی ہے کہ یہ نسخہ صحیح نہ تھا اور ایک شخص کے مرنے کو دوسرے شخص کے نجات پانے سے کوئی طبعی تعلق نہیں اور خدا کا زندہ ہونا تمام برکات کا مدار ہے نہ کہ مرنا اور سورج کے طلوع کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے نہ کہ ڈوبنے سے۔ اور جبکہ اس نسخہ سے گناہوں سے پاک ہونے کا مقصود حاصل نہ ہوسکا تو وہ اصول بھی صحیح نہ رہا کہ یہ خدا کا بیٹا تھا جس نے اس نیت سے اپنے تئیں ہلاک کیا۔ ہم خدا کی نسبت ایسی موت تجویز نہیں کر سکتے کہ جان بھی گئی اور کام بھی نہ ہوا۔ اول تو یہ بات ہی خدا کے قدیم قانون قدرت کے مخالف ہے کہ خدا بھی موت اور فنا اور ہر ایک نقصان اور ذلت کو اپنے پر قبول کر کے ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ اس دعوے کو نہ تو کسی نظیر سے ثابت کیا گیا ہے تا یہ بات سمجھ میں آجائے کہ دو چار دفعہ پہلے بھی خدا نے ایسے طور سے جنم لیا تھا۔ اور دل قرار پکڑ جائے اور نہ اس دعویٰ کو خدائی کرشموں کے ساتھ جو انسانی معجزات کی

﴿۲۳﴾

حد سے باہر ہوں بپایۂ ثبوت پہنچایا گیا ہے اور پھر باایں ہمہ اس عقیدہ کی اصل غرض جس کے لئے یہ عقیدہ تراشا گیا تھا بالکل مفقود ہے۔ دنیا میں نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے بڑے بڑے دو گناہ ہیں ایک شراب نوشی اور ایک بدکاری۔ اب کہو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ان دو گناہوں میں یورپ کے اکثر مردوں اور عورتوں نے پورا حصہ لیا ہے بلکہ میں اس بات میں مبالغہ نہیں دیکھتا کہ شراب نوشی میں ایشیا کے تمام ملکوں کی نسبت یورپ بڑھا ہوا ہے اور یورپ کے اکثر شہروں میں شراب فروشی کی اس قدر دوکانیں ملیں گی کہ ہمارے قصبوں کی ہر قسم کی دوکانیں ملا کر بھی ان سے کمتر ہوں گی اور تجربہ شہادت دے رہا ہے کہ تمام گناہوں کی جڑھ شراب ہے کیونکہ وہ چند منٹ میں ہی بدمست بنا کر خون کرنے تک دلیر کر دیتی ہے اور دوسری قسم کا فسق و فجور اس کے ضروری لوازم ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں اور اس پر زور دیتا ہوں کہ شراب اور تقویٰ ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو شخص اس کے بدنتیجوں سے آگاہ نہیں وہ عقلمند ہی نہیں اور اس میں ایک اور بڑی مصیبت ہے کہ اس کی عادت کو ترک کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔

اب اگر یہ سوال پیش ہے کہ اگر خون مسیح گناہوں سے پاک نہیں کر سکتا جیسا کہ وہ واقعی طور پر پاک نہیں کر سکا تو پھر گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں کیونکہ گندی زندگی درحقیقت مرنے سے بدتر ہے۔ تو میں اس سوال کے جواب میں نہ صرف پُرزور دعویٰ سے بلکہ اپنے ذاتی تجربہ سے اور اپنی حقیقت اس آزمائشوں سے دیتا ہوں کہ ﴿۲۴﴾ درحقیقت گناہوں سے پاک ہونے کیلئے اس وقت سے جو انسان پیدا ہوا آج تک جو آخری دن ہیں صرف ایک ہی ذریعہ گناہ اور نافرمانی سے بچنے کا ثابت ہوا ہے اور وہ یہ کہ انسان یقینی دلائل اور چمکتے ہوئے نشانوں کے ذریعہ سے اس معرفت تک پہنچ جائے کہ جو درحقیقت خدا کو دکھا دیتی ہے اور کھل جاتا ہے کہ خدا کا غضب ایک کھا جانے والی آگ ہے اور پھر تجلی حسن الٰہی ہو کر ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر یک کامل لذت خدا میں ہے یعنی جلالی اور جمالی طور پر

تمام پردے اٹھائے جاتے ہیں ۔ یہی ایک طریق ہے جس سے جذبات نفسانی رُکتے ہیں اور جس سے چارنا چار ایک تبدیلی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے ۔اس جواب کے وقت کتنے لوگ بول اٹھیں گے کیا ہم خدا پر ایمان نہیں رکھتے ؟ کیا ہم خدا سے نہیں ڈرتے اور اس سے محبت نہیں رکھتے ؟ اور کیا تمام دنیا بجز تھوڑے افراد کے خدا کو نہیں مانتی اور پھر وہ طرح طرح کے گناہ بھی کرتے ہیں اور انواع واقسام کے فسق وفجور میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان اور چیز ہے اور عرفان اور چیز ہے ۔اور ہماری تقریر کا یہ مدعا نہیں ہے کہ مومن گناہ سے بچتا ہے بلکہ یہ مدعا ہے کہ عارف کامل گناہ سے بچتا ہے یعنی وہ کہ جس نے خوف الٰہی کا مزہ بھی چکھا اور محبت الٰہی کا بھی ۔شاید کوئی کہے کہ شیطان کو معرفت کامل حاصل ہے پھر وہ کیوں نافرمان ہے ۔اس کا یہی جواب ہے کہ اس کو وہ معرفت کامل ہرگز حاصل نہیں ہے جو سعیدوں کو بخشی جاتی ہے ۔انسان کی یہ فطرت میں ہے کہ کامل درجہ کے علم سے ضرور وہ متاثر ہوتا ہے اور جب ہلاکت کی راہ اپنا ہیبت ناک منہ دکھاوے تو اس کے سامنے نہیں آتا مگر ایمان کی حقیقت صرف یہ ہے کہ حسن ظن سے مان لے ۔لیکن عرفان کی حقیقت یہ ہے کہ اس مانی ہوئی بات کو دیکھ بھی لے ۔پس عرفان اور عصیان دونوں کا ایک ہی دل میں جمع ہونا محال ہے ۔جیسا کہ دن اور رات کا ایک ہی وقت میں جمع ہو جانا محال ہے ۔

تمہارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ ایک چیز کا مفید ہونا جب ثابت ہو جائے تو فی الفور اس کی طرف ایک رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب مضر ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور دل اس سے ڈرنے لگتا ہے مثلاً جس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم الفار ہے وہ اس کو طباشیر یا کوئی مفید دوا سمجھ کر ایک ہی وقت میں تولہ یا دو تولہ تک بھی کھا سکتا ہے لیکن جس کو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ تو زہر قاتل ہے وہ بقدر ایک ماشہ بھی اس کو استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے کھانے کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہو جائے گا ۔اسی طرح

﴿۲۵﴾ جب انسان کو واقعی طور پر علم ہو جاتا ہے کہ بلا شبہ خدا موجود ہے اور در حقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر میں قابل سزا ہیں۔ جیسے چوری، خونریزی، بدکاری، ظلم، خیانت، شرک، جھوٹ، جھوٹی گواہی دینا، تکبر، ریاکاری، حرام خوری، دغا، دشنام دہی، دھوکہ دینا، بدعہدی، غفلت اور بدمستی میں زندگی گزارنا، خدا کا شکر نہ کرنا، خدا سے نہ ڈرنا، اس کے بندوں کی ہمدردی نہ کرنا، خدا کو پُر خوف دل کے ساتھ یاد نہ کرنا۔ عیاشی اور دنیا کی لذّات میں بکلّی محو ہو جانا اور منعم حقیقی کو فراموش کر دینا۔ دعا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا۔ فروختنی چیزوں میں کھوٹ ملانا یا کم وزن کرنا یا نرخ بازار سے کم بیچنا، ماں باپ کی خدمت نہ کرنا۔ بیویوں سے نیک معاشرت نہ رکھنا۔ خاوند کی پورے طور پر اطاعت نہ کرنا۔ نامحرم مردوں یا عورتوں کو نظر بد سے دیکھنا۔ یتیموں، ضعیفوں، کمزوروں، درماندوں کی کچھ پرواہ نہ کرنا۔ ہمسایہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا اور اس کو دکھ دینا۔ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی توہین کرنا۔ کسی کو دلآزار لفظوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنا یا توہین کے طور پر کوئی بدنی نقص اس کا بیان کرنا یا کوئی بُرا لقب اس کا رکھنا یا کوئی بیجا تہمت اس پر لگانا یا خدا پر افترا کرنا اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعویٰ نبوت یا رسالت یا منجانب اللہ ہونے کا کر دینا یا خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہو جانا یا ایک عادل بادشاہ سے بغاوت کرنا اور شرارت سے ملک میں فساد برپا کرنا تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر یک ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے خود بخود ترک ہو جاتے ہیں۔

شائد پھر کوئی دھوکہ کھا کر یہ سوال پیش کر دے کہ باوجود اس کے کہ جانتے بھی ہیں کہ خدا موجود ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ گناہوں کی سزا ہوگی۔ پھر بھی ہم سے گناہ ہوتا ہے اس لئے ہم کسی اور ذریعہ کے محتاج ہیں تو ہم اس کا وہی جواب دیں گے جو پہلے دے چکے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں اور کسی طرح ممکن نہیں کہ تم اس بات کی پوری بصیرت حاصل کر کے کہ گناہ کرنے

کے ساتھ ہی ایک بجلی کی طرح تم پر سزا کی آگ برسے گی پھر بھی تم گناہ پر دلیر ہو سکو گے۔ یہ
ایسی فلاسفی ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ جہاں جہاں سزا پانے کا
پورا یقین تمہیں حاصل ہے وہاں تم ہرگز اس یقین کے برخلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ بھلا
بتلاؤ کیا تم آگ میں اپنا ہاتھ ڈال سکتے ہو۔ کیا تم پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اپنے تئیں گرا سکتے ہو
کیا تم کنوئیں میں گر سکتے ہو کیا تم چلتی ہوئی ریل کے آگے لیٹ سکتے ہو کیا تم شیر کے مُنہ
میں اپنا ہاتھ دے سکتے ہو۔ کیا تم دیوانہ کتّے کے آگے اپنا پیر کر سکتے ہو کیا تم ایسی جگہ ٹھہر سکتے
ہو جہاں بڑی خوفناک صورت سے بجلی گر رہی ہے۔ کیا تم ایسے گھر سے جلد باہر نہیں نکلتے ﴿۲۶﴾
جہاں شہتیر ٹوٹنے لگا ہے یا زلزلہ سے زمین نیچے کو دھسنے لگی ہے۔ بھلا تم میں سے کون ہے جو
ایک زہریلہ سانپ کو اپنے پلنگ پر دیکھے اور جلد کود کر نیچے نہ آ جائے۔ بھلا ایک ایسے شخص کا
نام تو لو کہ جب اس کے کوٹھہ کو جس کے اندر وہ سوتا تھا آگ لگ جائے تو وہ سب کچھ چھوڑ کر
باہر کو نہ بھاگے تو اب بتلاؤ کہ ایسا تم کیوں کرتے ہو اور کیوں ان تمام موذی چیزوں سے
علیحدہ ہو جاتے ہو مگر وہ گناہ کی باتیں جو ابھی میں نے لکھی ہیں ان سے تم علیحدہ نہیں ہوتے
اس کا کیا سبب ہے۔ پس یاد رکھو کہ وہ جواب جو ایک عقلمند پوری سوچ اور عقل کے بعد دے
سکتا ہے وہ یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں علم کا فرق ہے یعنی خدا کے گناہوں میں اکثر
انسانوں کا علم ناقص ہے اور وہ گناہوں کو بُرا تو جانتے ہیں مگر شیر اور سانپ کی طرح نہیں سمجھتے
اور پوشیدہ طور پر ان کے دلوں میں یہ خیالات ہیں کہ یہ سزائیں یقینی نہیں ہیں یہاں تک کہ
خدا کے وجود میں بھی ان کو شک ہے کہ وہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو پھر کیا خبر کہ روح کو بعد
مرنے کے بقا ہے یا نہیں اور اگر بقا بھی ہے تو پھر کیا معلوم کہ ان جرائم کی کچھ سزا بھی ہے یا
نہیں بلاشبہ بہتوں کے دلوں کے اندر یہی خیال چھپا ہوا موجود ہے جس پر انہیں اطلاع نہیں

لیکن وہ خوف کے تمام مقامات جن سے وہ پرہیز کرتے ہیں جن کی چند نظیریں میں لکھ چکا ہوں ان کی نسبت سب کو یقین ہے کہ ان چیزوں کے نزدیک جا کر ہم ہلاک ہو جائیں گے اس لئے ان کے نزدیک نہیں جاتے بلکہ ایسی مہلک چیزیں اگر اتفاقاً سامنے بھی آ جائیں تو چیخیں مار کر ان سے دور بھاگتے ہیں۔ سو اصل حقیقت یہی ہے کہ ان چیزوں کے دیکھنے کے وقت انسان کو علم یقینی ہے کہ ان کا استعمال موجب ہلاکت ہے۔ مگر مذہبی احکام میں علم یقینی نہیں ہے بلکہ محض ظن ہے اور اُس جگہ رویت ہے اور اِس جگہ محض کہانی ہے۔ سو مجرد کہانیوں سے گناہ ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ میں اس لئے تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک مسیح نہیں ہزار مسیح بھی مصلوب ہو جائیں تو وہ تمہیں حقیقی نجات ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ گناہ سے یا کامل خوف چھڑاتا ہے یا کامل محبت اور مسیح کا صلیب پر مرنا اول خود جھوٹ اور پھر اس کو گناہ کا جوش بند کرنے سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ سوچ لو کہ یہ دعویٰ تاریکی میں پڑا ہوا ہے جس پر نہ تجربہ شہادت دے سکتا ہے اور نہ مسیح کی خودکشی کی حرکت کو دوسروں کے گناہ بخشے جانے سے کوئی تعلق پایا جاتا ہے۔ حقیقی نجات کی فلاسفی یہ ہے کہ اسی دنیا میں انسان گناہ کے دوزخ سے نجات پا جائے مگر تم سوچ لو کہ کیا تم ایسی کہانیوں سے گناہ کے دوزخ سے نجات پا گئے یا کبھی کسی نے ان بیہودہ قصوں سے جن میں کچھ بھی سچائی نہیں اور جن کو حقیقی نجات کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں نجات پائی ہے۔ مشرق و مغرب میں تلاش کرو۔ کبھی تمہیں ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو ان قصوں سے اس حقیقی پاکیزگی تک پہنچ گئے ہوں جس سے خدا نظر آ جاتا ہے اور جس سے نہ صرف گناہ سے بیزاری ہوتی ہے بلکہ بہشت کی صورت پر سچائی کی لذّتیں شروع ہو جاتی ہیں اور انسان کی روح پانی کی طرح بہ کر خدا کے آستانہ پر گر جاتی ہے اور آسمان

﴿۲۷﴾

سے ایک روشنی اترتی اور تمام نفسانی ظلمت کو دور کر دیتی ہے۔ اسی طرح جبکہ تم روز روشن میں چاروں طرف کھڑکیاں کھول دو تو یہ طبعی قانون تمہیں نظر آ جائے گا کہ فی الفور سورج کی روشنی تمہارے اندر آ جائے گی لیکن اگر تم اپنی کھڑکیاں بند رکھو گے تو محض کسی قصہ یا کہانی سے وہ روشنی تمہارے اندر نہیں آ سکتی۔ تمہیں روشنی لینے کے لئے یہ ضرور کرنا پڑے گا کہ اپنے مقام سے اٹھو اور کھڑکیاں کھول دو تب خود بخود روشنی تمہارے اندر آ جائے گی اور تمہارے گھر کو روشن کر دے گی۔ کیا کوئی صرف پانی کے خیال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ اس کو چاہیے کہ اُفتاں وخیزاں پانی کے چشمہ پر پہنچے اور اس زلال پر اپنی لبیں رکھ دے تب اُس آب شیریں سے سیراب ہو جائے گا۔

سو وہ پانی جس سے تم سیراب ہو جاؤ گے اور گناہ کی سوزش اور جلن جاتی رہے گی وہ یقین ہے۔ آسمان کے نیچے گناہ سے پاک ہونے کے لئے بجز اس کے کوئی بھی حیلہ نہیں۔ کوئی صلیب نہیں جو تمہیں گناہ سے چھڑا سکے۔ کوئی خون نہیں جو تمہیں نفسانی جذبات سے روک سکے ان باتوں کو حقیقی نجات سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ حقیقتوں کو سمجھو۔ سچائیوں پر غور کرو اور جس طرح دنیا کی چیزوں کو آزماتے ہو اس کو بھی آزماؤ۔ تب تمہیں جلد سمجھ آ جائے گی کہ بغیر سچے یقین کے کوئی روشنی نہیں جو تمہیں نفسانی ظلمت سے چھڑا سکے اور بغیر کامل بصیرت کے مصفّا پانی کے تمہاری اندرونی غلاظتوں کو کوئی بھی دھو نہیں سکتا۔ اور بغیر رویت حق کی زلال کے تمہاری جلن اور سوزش کبھی دور نہیں ہو سکتی۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو اور اور تدبیریں تمہیں بتلاتا ہے اور جاہل ہے وہ انسان جو اور قسم کا علاج کرنا چاہتا ہے۔ وہ لوگ تمہیں روشنی نہیں دے سکتے بلکہ اور بھی ظلمت کے گڑھے میں ڈالتے ہیں اور تمہیں آب شیریں نہیں دیتے بلکہ

وہ اور بھی جلن اور سوزش زیادہ کرتے ہیں۔کوئی خون تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا مگر وہ خون جو یقین کی غذا سے خود تمہارے اندر پیدا ہو۔اور کوئی صلیب تمہیں چھڑا نہیں سکتی مگر راہِ راست کی صلیب یعنی سچائی پر صبر کرنا۔سو تم آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ تم روشنی سے ہی دیکھ سکتے ہو نہ کسی اور چیز سے اور صرف سیدھی راہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو نہ کسی اور راہ سے۔دنیا کی چیزیں تم سے نزدیک ہیں اور دین کی چیزیں دور۔پس جو نزدیک ہے انہیں پر غور کرو اور ان کا قانون سمجھ لو اور پھر دور کو اس پر قیاس کر لو۔کیونکہ وہی ایک ہے جس نے یہ دونوں قانون بنائے ہیں۔تم میں سے کون ہے جو بغیر آنکھوں کے دیکھ سکتا ہے یا بغیر کانوں کے سن سکتا ہے یا بغیر زبان کے بول سکتا ہے پھر تم کیوں اسی قانون سے روحانی امور میں فائدہ نہیں اٹھاتے۔تم آنکھوں کے ہوتے ہوئے کسی ایسے مقام پر ٹھہر سکتے ہو جو اتھاہ گڑھے کے قریب ہے یا کانوں کے ہوتے ہوئے تم ایسی آواز سے متنبہ نہیں ہو سکتے جو چوروں کی آمد کی تمہیں خبر دیتی ہے یا زبان کے ہوتے ہوئے جو تمہیں کڑوی اور شیریں میں فرق دکھلاتی ہے پھر بھی کڑوی اور زہریلی چیزیں کھا سکتے ہو جو تمہاری زبان کو کاٹیں اور تمہارے معدہ میں فساد پیدا کریں اور قے لاویں اور بدن کو سوجاویں اور انجام کار ہلاک کر دیں۔سو تم انہیں اعضا سے سمجھ لو کہ تم روحانی طور پر بھی روحانی زندگی کے لئے اس بات کے محتاج ہو کہ تمہیں ایک روشنی ملے جو بُرے راہوں کی برائی تمہیں دکھائی دے اور تمہیں ایک آواز ملے جو چوروں اور ڈاکوؤں کے گذرگاہ سے تمہیں علیحدہ کرے اور تمہیں ایک ذائقہ ملے جس سے تم کڑوی اور شیریں اور زہر اور تریاق میں فرق کر سکو سو جن باتوں کو ہلاکت سے بچنے کے لئے تمہیں طلب کرنا چاہیے وہ یہی ہیں۔یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تم بغیر روشنی حاصل کرنے کے محض اندھے رہ کر پھر کسی کے خون سے نجات پا جاؤ۔نجات کوئی ایسی شے نہیں ہے جو اس

﴿۲۸﴾

دنیا کے بعد ملے گی، سچی اور حقیقی نجات اسی دنیا میں ملتی ہے۔ وہ ایک روشنی ہے جو دلوں پر اترتی ہے اور دکھا دیتی ہے کہ کون سے ہلاکت کے گڑھے ہیں۔ حق اور حکمت کی راہ پر چلو کہ اس سے خدا کو پاؤ گے اور اپنے دلوں میں گرمی پیدا کرو تا سچائی کی طرف حرکت کر سکو۔ بدنصیب ہے وہ دل جو ٹھنڈا پڑا ہے اور بدبخت ہے وہ طبیعت جو افسردہ ہے اور مردہ ہے وہ کانشنس جس میں چمک نہیں۔ پس تم اس ڈول سے کم نہ رہو جو کنوئیں میں خالی گرتا اور بھر کر نکلتا ہے اور اس چھاننی کی صفت مت اختیار کرو جس میں کچھ بھی پانی نہیں ٹھہر سکتا اور ایک راہ سے آتا اور دوسری راہ سے چلا جاتا ہے۔ کوشش کرو کہ تندرست ہو جاؤ اور وہ دنیا طلبی کے تپ کی زہریلی گرمی دور ہو جائے جس کی وجہ سے نہ آنکھوں میں روشنی ہے نہ کان اچھی طرح سن سکتے ہیں نہ زبان کا مزہ درست ہے۔ اور نہ ہاتھوں میں زور اور نہ پیروں میں طاقت ہے۔ ﴿۲۹﴾ ایک تعلق کو قطع کرو تا دوسرا تعلق پیدا ہو۔ ایک طرف سے دل کو روکو تا دوسری طرف دل کو راہ مل جائے۔ زمین کا نجس کیڑا پھینک دو تا آسمان کا چمکیلا ہیرا تمہیں عطا ہو۔ اور اپنے مبدء کی طرف رجوع کرو وہی مبدء جبکہ آدم اس خدائی روح سے زندہ کیا گیا تھا تا تمہیں تمام چیزوں پر بادشاہت ملے جیسا کہ تمہارے باپ کو ملی۔

دن گزر گیا اب عصر کا وقت ہے چار بجنے کے قریب رات ہوا چاہتی ہے۔ سورج غروب ہونے کو ہے۔ اب اگر دیکھنا ہے دیکھ لو۔ پھر کیا دیکھو گے۔ قبل اس کے کہ کوچ کرو۔ اپنے کھانے کے لئے عمدہ چیزیں آگے بھیجو نہ پتھر اور اینٹ۔ اور پہننے کے لئے لباس روانہ کرو نہ کانٹے اور خس و خاشاک۔ وہ خدا جو بچے کے پیدا ہونے سے پہلے پستان میں دودھ ڈالتا ہے اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی زمانہ میں تمہارے ہی ملکوں میں ...... ایک بھیجا ہے تا ماں کی طرح اپنی چھاتیوں سے تمہیں دودھ پلاوے۔ وہی تمہیں یقین کا دودھ پلائے گا

جوسورج سے زیادہ سفید اور تمام شرابوں سے زیادہ سرور بخشتا ہے۔ پس اگر تم جیتے پیدا ہوئے ہو مردہ نہیں ہو تو آؤ اس پستان کی طرف دوڑو۔ کہ تم اس سے تازہ دودھ پیو گے۔ اور وہ دودھ اپنے برتنوں سے پھینک دو کہ جو تازہ نہیں اور گندی ہواؤں نے اس کو متعفن کر دیا ہے اور اس میں کیڑے چل رہے ہیں جن کو تم دیکھ نہیں سکتے۔ وہ تمہیں روشن نہیں کر سکتا بلکہ اندر داخل ہوتے ہی طبیعت کو بگاڑ دے گا کیونکہ اب وہ دودھ نہیں ہے بلکہ ایک زہر ہے۔ ہر ایک سفیدی کو بنظر تعریف نہ دیکھو کیونکہ بعض سپید سے بعض سیاہ ہی اچھے ہیں۔ جیسا کہ بال سیاہ جوانی کی طاقت پر دلالت کرتا ہے اور بال سفید ضعف اور کمزوری اور پیرانہ سالی پر اسی طرح ریا کاری کی سپیدی اور نیکی کی نمائش کسی کام کی نہیں ہے اس سے گنہ گار سادہ وضع اچھا ہے کہ جو فریب سے اپنے گناہ کو نہیں چھپاتا۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کی مغفرت سے زیادہ قریب ہے۔ ان چیزوں پر بھروسہ مت کرو جو یقینی نہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقی روشنی نہیں جن کے نیچے کوئی پاک فلسفہ نہیں کہ وہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ تم اپنے دلوں کی خواہشوں کا اندازہ کرو کہ وہ کیا چیز چاہتے ہیں اور کس طور سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس طرح ہم بدی سے الگ ہو سکتے ہیں۔

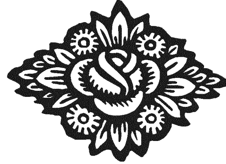
کس علاج پر ان کا کانشنس بولتا ہے کہ یہ ہمارے لئے کافی ہوگا۔ کیا کوئی دل اس بات کو قبول کرتا ہے کہ مسیح کا خون اس کو گناہ کرنے سے خوف دلائے بلکہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ اور بھی دلیر کرتا ہے۔ کیونکہ مسیح کے خون پر بھروسہ کرنے والا جانتا ہے کہ اس کے گناہ کا فدیہ ادا ہو چکا ہے لیکن گناہ کے زہر کا علم جس کو دیا جائے گا وہ کسی طرح گناہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے۔ سو خدا کی طرف سے ایک بھیجا گیا ہے جو ایسے علم تک تمہیں پہنچانا چاہتا ہے جس سے تمہارے دل خدا کو دیکھ لیں اور بدی کے زہر کو دیکھ لیں تب خود بخود تم گناہ

﴿۳۰﴾

سے بھاگو گے جیسا کہ ایک انسان شیر سے بھاگتا ہے پس اس رسالہ کا ضروری فرض یہی ہوگا کہ اس کی تعلیم اور اس کے نشانوں کو دنیا میں پھیلاوے تا جو لوگ صلیب اور مسیح کے خون میں نجات ڈھونڈتے ہیں وہ حقیقی نجات کے چشمہ کو دیکھ لیں۔ حقیقی نجات ان پانیوں میں نہیں ہے جن میں ایک حصہ پانی اور بیس حصہ کیچڑ اور غلاظت۔ دلوں کو دھونے والا پانی آسمان سے اپنے وقت پر اترتا ہے۔ جو نہر اس سے لبالب چلتی ہے وہ کیچڑ اور میلے پانی سے بہت دور ہوتی ہے اور لوگ صاف اور عمدہ پانی اس کا استعمال کرتے ہیں لیکن وہ نہر جو خشک ہے اور کچھ تھوڑا پانی اس میں کھڑا ہے اور وہ بھی متعفن اس میں وہ لطافت اور صفائی نہیں رہ سکتی اور بہت سا کیچڑ اس سے مل جاتا ہے۔ اور کئی حیوان اس میں بول و براز کرتے ہیں اسی طرح جس دل کو خدا کا علم دیا گیا ہے اور یقین بخشا گیا ہے وہ اس لبالب نہر کی مانند ہے جو تمام کھیتوں کو سیراب کرتی جاتی ہے اور اس کا صاف اور ٹھنڈا پانی دلوں کو تسکین بخشتا اور کلیجوں کی جلن کو دور کرتا ہے اور وہ نہ صرف آپ پاک ہے بلکہ پاک بھی کرتا ہے کیونکہ وہ حکمت اور دانش بخشتا ہے کہ جو دلوں کا زنگ دور کرتی ہے گناہ سے نفرت دلاتی ہے مگر وہ جو تھوڑے پانی کی مانند ہے جس میں کیچڑ ملا ہوا ہے وہ مخلوق کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ اپنے تئیں صاف کر سکتا ہے۔ سو اب وقت ہے اٹھو اور یقین کا پانی تلاش کرو کہ وہ تمہیں ملے گا اور کثرت یقین سے ایک دریا کی طرح بہہ نکلو۔ ہر ایک شک و شبہ کی نجاست سے پاک ہو کر گناہ سے دور ہو جاؤ۔ یہی پانی ہے جو گناہ کے نقوش کو دھوئے گا اور تمہارے لوح سینہ کو صاف کر کے ربّانی نقوش کے لئے مستعد کر دے گا۔ تم نفسانی حروف کو اس لوحِ خاطر سے کسی طرح مٹا نہیں سکتے جب تک کہ یقین کے صاف پانی سے اس کو دھو نہ ڈالو۔ قصد کرو تا تمہیں توفیق دی جائے اور ڈھونڈو تا تمہارے لئے میسر کیا جائے اور دلوں کو نرم کرو تا ان باتوں کو سمجھ سکو۔

کیونکہ ممکن نہیں کہ سخت دل حقیقتوں کو سمجھ سکے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم بغیر اس راہ کے کہ خدا کی عظمت تمہارے دل میں قائم ہو اور اس زندہ خدا کا جلال تم پر کھلے اور اس کا اقتدار تم پر ظاہر ہو اور دل یقین کی روشنی سے بھر جائے کسی اور طریق سے تم گناہ سے سچی نفرت کر سکو۔ ہرگز نہیں ایک ہی راہ ہے اور ایک ہی خدا اور ایک ہی قانون۔

(ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول نمبر ا صفحہ ۹ تا ۳۰ مطبوعہ جنوری ۱۹۰۲ء)



عصمتِ انبیاء علیہم السلام

نجات کس طرح مل سکتی ہے
اور اُس کی حقیقی فلاسفی کیا ہے

تصنیف

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

مضمون کے ذیلی عنوانات اصل مسودہ میں موجود نہیں بلکہ ایڈیٹر ریویو نے دیے ہیں۔

(ناشر)



﴿۱۷۵﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

نجات کس طرح مل سکتی ہے اور اُس کی حقیقی فلاسفی کیا ہے

مذہبی مسائل میں سے نجات اور شفاعت کا مسئلہ ایک ایسا عظیم الشان اور مدار المہام مسئلہ ہے کہ مذہبی پابندی کے تمام اغراض اسی پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور کسی مذہب کے صدق اور سچائی کے پرکھنے کے لئے وہی ایک ایسا صاف اور کھلا کھلا نشان ہے جس کے ذریعہ سے پوری تسلی اور اطمینان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں مذہب درحقیقت سچا اور خدا کی طرف سے ہے اور یہ بات بالکل راست اور درست ہے کہ جس مذہب نے اس مسئلہ کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا یا اپنے فرقہ میں نجات یافتہ لوگوں کے موجودہ نمونے کھلے کھلے امتیاز کے ساتھ دکھلا نہیں سکا اس مذہب کے باطل ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ مگر جس مذہب نے کمال صحت سے نجات کی اصل حقیقت دکھلائی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اپنے موجودہ زمانے میں ایسے انسان بھی پیش کئے ہیں جن میں کامل طور پر نجات کی روح پھونکی گئی ہے اس نے مہر لگا دی ہے کہ وہ سچا اور منجانب اللہ ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان طبعًا اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کہ وہ صدہا طرح کی غفلتوں اور پردوں اور نفسانی حملوں اور لغزشوں اور کمزوریوں اور جہالتوں اور قدم قدم پر تاریکیوں اور ٹھوکروں اور مسلسل خطرات اور وساوس کی وجہ سے اور نیز دنیا کی انواع اقسام کی آفتوں اور بلاؤں کے سبب سے ایک ایسے زبردست ہاتھ کا ضرور محتاج ہے جو اُس کو اِن تمام مکروہات سے بچاوے۔ کیونکہ انسان اپنی فطرت میں ضعیف ہے اور وہ کبھی ایک دم کے

﴿۱۷۶﴾

لئے بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کرسکتا کہ وہ خود بخود نفسانی ظلمات سے باہر آ سکتا ہے۔ یہ تو انسانی کانشنس کی شہادت ہے اور ماسوا اس کے اگر غور اور فکر سے کام لیا جائے تو عقل سلیم بھی اسی کو چاہتی ہے کہ نجات کے لئے شفیع کی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ تقدّس اور تطہّر کے مرتبہ پر ہے اور انسان نہایت درجہ ظلمت اور معصیت اور آلودگی کے گڑھے میں ہے اور بوجہ فقدان مناسبت اور مشابہت عام طبقہ انسانی گروہ کا اس لائق نہیں کہ وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض پا کر مرتبہ نجات کا حاصل کرلیں پس اس لئے حکمت اور رحمت الٰہی نے یہ تقاضا فرمایا کہ نوع انسان اور اس میں بعض افراد کاملہ جو اپنی فطرت میں ایک خاص فضیلت رکھتے ہوں درمیانی واسطہ ہوں اور وہ اس قسم کے انسان ہوں جن کی فطرت نے کچھ حصہ صفات لاہوتی سے لیا ہو اور کچھ حصہ صفات ناسوتی سے تا باعث لاھوتی مناسبت کے خدا سے فیض حاصل کریں۔ اور بباعث ناسوتی مناسبت کے اس فیض کو جو اوپر سے لیا ہے نیچے کو یعنی بنی نوع کو پہنچاویں اور یہ کہنا واقعی صحیح ہے کہ اس قسم کے انسان بوجہ زیادت کمال لاھوتی اور ناسوتی کے دوسرے انسانوں سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں گویا یہ ایک مخلوق ہی الگ ہے کیونکہ جس قدر ان لوگوں کو خدا کے جلال اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے جوش دیا جاتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں وفاداری کا مادہ بھرا جاتا ہے اور پھر جس قدر بنی نوع کی ہمدردی کا جوش ان کو عطا کیا جاتا ہے وہ ایک ایسا امر فوق العادت ہے جو دوسرے کے لئے اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ تمام اشخاص ایک مرتبہ پر نہیں ہوتے بلکہ ان فطرتی فضائل میں کوئی اعلیٰ درجہ پر ہے کوئی اس سے کم اور کوئی اس سے کم۔ اور ایک سلیم العقل کا پاک کانشنس سمجھ سکتا ہے کہ شفاعت کا مسئلہ کوئی بناوٹی اور مصنوعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خدا کے مقرر کردہ انتظام میں ابتدا سے اس کی نظریں موجود ہیں اور قانون قدرت میں اس کی شہادتیں صریح طور پر ملتی ہیں۔

اب شفاعت کی فلاسفی یوں سمجھنی چاہئے کہ شفع لُغت میں جُفت کو کہتے ہیں پس شفاعت کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ضروری امر جو شفیع کی صفات میں سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کو دوطرفہ اتحاد حاصل ہو یعنی ایک طرف اس کے نفس کو خدا تعالیٰ سے تعلق شدید ہوا یسا کہ گویا وہ کمال اتحاد کے سبب حضرت احدیّت کے لئے بطور جفت اور پیوند کے ہو اور دوسری طرف اس کو مخلوق سے بھی شدید تعلق ہو گویا وہ ان کے اعضا کی ایک جز ہو۔ پس شفاعت کا اثر مترتب ہونے کے لئے درحقیقت یہی دو جز ہیں جن پر ترتب اثر موقوف ہے۔ یہی راز ہے جو حکمت الٰہیہ نے آدم کو ایسے طور سے بنایا کہ فطرت کی ابتدا سے ہی اس کی سرشت میں دو قسم کے تعلق قائم کر دیئے یعنی ایک تعلق تو خدا سے قائم کیا جیسا قرآن شریف میں فرمایا فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ[1] یعنی جب میں آدم کو ٹھیک ٹھیک بنالوں اور اپنی روح اس میں پھونک دوں تو اے فرشتو اسی وقت تم سجدہ میں گر جاؤ۔☆ اس مذکورہ بالا آیت سے صاف ثابت ہے کہ خدا نے آدم میں اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اپنی روح پھونک کر اس کی فطرت کو اپنے ساتھ ایک تعلق قائم کر

﴿۱۷۷﴾ ﴿۱۷۸﴾

☆ اس آیت میں ایک عمیق راز کی طرف اشارہ ہے جو انتہائی درجہ کے کمال کا ایک نشان ہے اور وہ یہ کہ انسان ابتدا میں صرف صورت انسان کی ہوتی ہے مگر اندر سے وہ بے جان ہوتا ہے اور کوئی روحانیت اس میں نہیں ہوتی اور اس صورت میں فرشتے اس کی خدمت نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک پوست بے مغز ہے لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ سعید انسان پر یہ زمانہ آجاتا ہے کہ وہ خدا سے بہت ہی قریب جا رہتا ہے تب جب ٹھیک ٹھیک ذوالجلال کی روشنی کے مقابل پر اس کا نفس جا پڑتا ہے اور کوئی حجاب درمیان نہیں ہوتا کہ اس روشنی کو روک دے تو بلا توقف الوہیّت کی روشنی جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی روح کہہ سکتے ہیں اس انسان کے اندر داخل ہو جاتی ہے اور وہی ایک خاص حالت ہے جس کی نسبت کلام الٰہی میں کہا گیا کہ خدا نے

[1] الحجر:۳۰

دیا۔ سو یہ اس لئے کیا گیا کہ تا انسان کو فطرتاً خدا سے تعلق پیدا ہو جائے ایسا ہی دوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ ان لوگوں سے بھی فطرتی تعلق ہو جو بنی نوع کہلائیں گے کیونکہ جبکہ ان کا وجود آدم کی ہڈی میں سے ہڈی اور گوشت میں سے گوشت ہوگا تو وہ ضرور اس روح میں سے

بقیہ حاشیہ

آدم میں اپنی روح پھونک دی اس حالت پر نہ کسی تکلف سے اور نہ ایسے امر سے جو شریعت کے احکام کے رنگ میں ہوتا ہے فرشتوں کو یہ حکم ہوتا ہے جو اس کے آگے سجدہ میں گریں یعنی کامل طور پر اس کی اطاعت کریں گویا وہ اس کو سجدہ کر رہے ہیں یہ حکم فرشتوں کی فطرت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے کوئی مستحدث امر نہیں ہوتا۔ یعنی ایسے شخص کے مقابل پر جس کا وجود خدا کی صورت پر آ جاتا ہے خود فرشتے طبعاً محسوس کر لیتے ہیں کہ اب اس کی خدمت کیلئے ہمیں گرنا چاہئے اور ایسے قصے در حقیقت قصے نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں عادت الٰہی اسی طرح واقع ہے کہ اُن قصوں کے نیچے کوئی علمی حقیقت ہوتی ہے پس اس جگہ یہی علمی حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قصے کے پیرایا میں ظاہر کرنا چاہا ہے کہ کامل انسان کی نشانی کیا ہے؟! پس فرمایا کہ انسان کامل کی نشانی یہ ہے کہ انسانی خِلقت کے کسی حصہ میں وہ کم نصیب نہ ہو اور اس کے روحانی جسمانی اعضا نے بشری بناوٹ سے پورا حصہ لیا ہو اور کمال اعتدال پر اس کی فطرت واقع ہو (۲) اور دوسری یہ نشانی ہے کہ الٰہی روح نے اس کے اندر دخول کیا ہو (۳) اور تیسری یہ نشانی ہے کہ فرشتے اس کو سجدہ کریں یعنی تمام فرشتے جو زمین اور آسمان کے کام میں لگے ہوئے ہیں اس کے خادم ہوں اور اُس کی منشاء کے موافق کام کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا تمام لشکرِ ملائکہ بھی اس شخص کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اس کی طرف جھک جاتا ہے تب ہر ایک میدان میں اور ہر ایک مشکل کے وقت میں فرشتے اس کی مدد کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کیلئے ہر دم کمر بستہ رہتے ہیں گویا وہ ہر وقت اس کے سامنے سجدہ میں ہیں کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ ہے لیکن ان باتوں کو زمینی خیال کے لوگ سمجھ نہیں سکتے کیونکہ آسمانی روح سے ان کو حصہ نہیں دیا گیا۔ منہ

﴿۱۷۸﴾

بھی حصہ لیں گے جو آدم میں پھونکی گئی پس اس لئے آدم طبعی طور پر ان کا شفیع ٹھہرے گا۔ کیونکہ بباعث نفخ روح جو راستبازی آدم کی فطرت کو دی گئی ہے ضرور ہے کہ اس کی راست بازی کا کچھ حصہ اس شخص کو بھی ملے جو اس میں سے نکلا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہر ایک جانور کا بچہ اس کی صفات اور افعال میں سے حصہ لیتا ہے اور دراصل شفاعت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ فطرتی وارث اپنے مورث سے حصہ لے کیونکہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ شفاعت کا لفظ شفع کے لفظ سے نکلا ہے جو زوج کو کہتے ہیں پس جو شخص فطرتی طور پر ایک دوسرے شخص کا زوج ٹھہر جائے گا ضرور اس کی صفات میں سے حصہ لے گا۔ اسی اصول پر تمام سلسلہ خلقی توارث کا جاری ہے یعنے انسان کا بچہ انسانی قویٰ میں سے حصہ لیتا ہے اور گھوڑے کا بچہ گھوڑے کے قویٰ میں سے حصہ لیتا ہے اور بکری کا بچہ بکری کے قویٰ میں سے حصہ لیتا ہے اور اسی وارثت کا نام دوسرے لفظوں میں شفاعت سے فیضیاب ہونا ہے کیونکہ جبکہ شفاعت کی اصل شفع یعنی زوج ہے۔ پس تمام مدار شفاعت سے فیض اٹھانے کا اس بات پر ہے کہ جس شخص کی شفاعت سے مستفیض ہونا چاہتا ہے اُس سے فطرتی تعلق اُس کو حاصل ہوتا جو کچھ اُس کی فطرت کو دیا گیا ہے اس کی فطرت کو بھی وہی ملے یہ تعلق جیسا کہ وہبی طور پر انسانی فطرت میں موجود ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی ایک جز ہے ایسا ہی کسبی طور پر بھی یہ تعلق زیادت پذیر ہے یعنی جب ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ جو فطرتی محبت اور فطرتی ہمدردی بنی نوع کی اس میں موجود ہے اس میں زیادت ہو تو اس میں بقدر دائرہ فطرت اور مناسبت کے زیادت بھی ہو جاتی ہے اسی بنا پر قوت عشقی کا تموّج بھی ہے کہ ایک شخص ایک شخص سے اس قدر محبت بڑھاتا ہے کہ بغیر اس کے دیکھنے کے آرام نہیں کرسکتا۔ آخر اس کی شدت محبت اس دوسرے شخص کے دل پر بھی اثر کرتی ہے اور جو شخص انتہا درجہ پر کسی سے محبت کرتا ہے وہی شخص کامل طور پر اور سچے طور پر اس کی بھلائی کو بھی چاہتا ہے چنانچہ یہ امر بچوں کی نسبت ان کی ماؤں

﴿۱۷۹﴾

کی طرف سے مشہود اور محسوس ہے۔ پس اصل جڑ شفاعت کی یہی محبت ہے جب اس کے ساتھ فطرتی تعلق بھی ہو کیونکہ بجز فطرتی تعلق کے محبت کا کمال جو شرطِ شفاعت ہے غیر ممکن ہے اس تعلق کو انسانی فطرت میں داخل کرنے کے لئے خدا نے حوّا کو علیحدہ پیدا نہ کیا بلکہ آدم کی پسلی سے ہی اس کو نکالا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا[1] یعنے آدم کے وجود میں سے ہی ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوّا ہے۔ تا آدم کا یہ تعلق حوّا اور اس کی اولاد سے طبعی ہو نہ بناوٹی۔ اور یہ اس لئے کیا کہ تا آدم زادوں کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلقات غیر منفک ہوتے ہیں مگر غیر طبعی تعلقات کے لئے بقا نہیں ہے کیونکہ ان میں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے۔ غرض خدا نے اس طرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدم کے لئے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہیئے تھے طبعی طور پر پیدا کئے پس اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ کامل انسان جو شفیع ہونے کے لائق ہو وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے ان دونوں تعلقوں سے کامل حصہ لیا ہو اور کوئی شخص بجز ان ہر دو قسم کے کمال کے انسان کامل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے آدم کے بعد یہی سنت اللہ ایسے طرح پر جاری ہوئی کہ کامل انسان کے لئے جو شفیع ہو سکتا ہے یہ دونوں تعلق ضروری ٹھہرائے گئے یعنی ایک یہ تعلق کہ ان میں آسمانی روح پھونکی گئی۔ اور خدا نے ایسا ان سے اتّصال کیا کہ گویا ان میں اتر آیا اور دوسرے یہ کہ بنی نوع کی زوجیت کا وہ جوڑ جو حوّا اور آدم میں باہمی محبت اور ہمدردی کے ساتھ مستحکم کیا گیا تھا ان میں سب سے زیادہ چمکایا گیا اسی تحریک سے ان کو بیویوں کی طرف بھی رغبت ہوئی اور یہی ایک اول علامت اس بات کی ہے کہ ان میں بنی نوع کی ہمدردی کا مادہ ہے اور اسی کی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کہ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ بِاَهْلِهٖ یعنے تم میں سے سب سے زیادہ بنی نوع کے ساتھ بھلائی کرنے والا وہی ہو سکتا ہے کہ پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے مگر جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظلم اور شرارت کا برتاؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی

[1] النساء:۲

﴿۱۸۰﴾ کر سکے کیونکہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے سب سے پہلے آدم کی محبت کا مصداق اس کی بیوی کو ہی بنایا ہے۔ پس جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا اور یا اس کی خود بیوی ہی نہیں وہ کامل انسان ہونے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور شفاعت کی دو شرطوں میں سے ایک شرط اس میں مفقود ہے۔ اس لئے اگر عصمت اس میں پائی بھی جائے تب بھی وہ شفاعت کرنے کے لائق نہیں لیکن جو شخص کوئی بیوی نکاح میں لاتا ہے وہ اپنے لئے بنی نوع کی ہمدردی کی بنیاد ڈالتا ہے کیونکہ ایک بیوی بہت سے رشتوں کا موجب ہو جاتی ہے اور بچے پیدا ہوتے ہیں ان کی بیویاں آتی ہیں اور بچوں کی نانیاں اور بچوں کے ماموں وغیرہ ہوتے ہیں اور اس طرح پر ایسا شخص خواہ نخواہ محبت اور ہمدردی کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کی اس عادت کا دائرہ وسیع ہو کر سب کو اپنی ہمدردی سے حصہ دیتا ہے لیکن جو لوگ جوگیوں کی طرح نشوونما پاتے ہیں ان کو اس عادت کے وسیع کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا۔ اس لئے ان کے دل سخت اور خشک رہ جاتے ہیں۔

اور عصمت کو شفاعت سے کوئی حقیقی تعلق نہیں کیونکہ عصمت کا مفہوم صرف اس حد تک ہے کہ انسان گناہ سے بچے اور گناہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کو عمداً توڑ کر لائق سزا ٹھہرے☆۔ پس صاف ظاہر ہے کہ عصمت اور شفاعت میں کوئی تلازم ذاتی نہیں

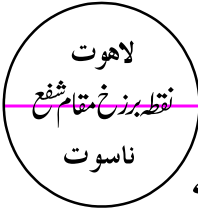
☆ حاشیہ۔ جبکہ عقل اور انصاف کے رو سے گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ ایک فعل کو اس وقت کہا جائے گا جبکہ ایک انسان اُس فعل کے ذریعہ سے خدا کے حکم کو توڑ کر سزا کے لائق ٹھہرے تو اس صورت میں ضروری ہوا کہ گناہ کے صادر ہونے سے پہلے خدا کا حکم موجود ہو۔ اور نیز اس گناہ کے مرتکب کو وہ حکم پہنچ بھی گیا ہو اور نیز اس فعل کے مرتکب کی نسبت عقل تجویز کر سکتی ہو کہ اس فعل کے ارتکاب سے درحقیقت وہ سزا کے لائق ٹھہر چکا ہے۔ (مثالیں بطور استثناء) زید ایک ﴿۱۸۱﴾ ایسے دور دراز ملک میں ہے کہ خدا کی شریعت اس کو نہیں پہنچی پس اگر شریعت کے احکام میں سے کسی ایک حکم یا چند حکم کو زید نے توڑ دیا ہے تو اس خلاف ورزی احکام الٰہی سے وہ مجرم

کیونکہ تعریف مذکورہ بالا کے رو سے نابالغ بچے اور پیدائشی مجنوں بھی معصوم ہیں وجہ یہ کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ کوئی گناہ عمداً کریں اور نہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کسی فعل کے ارتکاب سے قابل سزا ٹھہرتے ہیں۔ پس بلاشبہ وہ حق رکھتے ہیں کہ ان کو معصوم کہا جائے مگر کیا وہ یہ حق بھی رکھتے ہیں کہ وہ انسانوں کے شفیع ہوں اور مُنَجِّی کہلائیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ مُنَجِّی ہونے اور معصوم ہونے میں کوئی حقیقی رشتہ نہیں اور ہرگز عقل سمجھ نہیں سکتی کہ عصمت کو شفاعت سے کوئی حقیقی تعلق ہے ہاں عقل اس بات کو خوب سمجھتی ہے کہ شفیع کے لئے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ بالا دو قسم کے تعلق اس میں پائے جائیں اور عقل بلاتردد یہ حکم کرتی ہے کہ اگر کسی انسان میں یہ دو صفتیں موجود ہوں کہ ایک خدا سے تعلق شدید ہو اور دوسری طرف مخلوق سے بھی محبت اور ہمدردی کا تعلق ہو تو بلاشبہ ایسا شخص ان لوگوں کے لئے جنہوں نے عمداً اُس سے تعلق نہیں توڑا دلی جوش سے شفاعت کرے گا اور وہ شفاعت اس کی منظور کی جائے گی کیونکہ جس شخص کی فطرت کو یہ دو تعلق عطا کئے گئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہی ﴿۱۸۱﴾

بقیہ حاشیہ

نہیں ہے کیونکہ شریعت سے اس کو اطلاع نہیں لیکن اگر زید عقل اور فہم رکھنے کی حالت میں بت پرستی کرنے لگے اور خدا کی توحید سے برگشتہ ہو جائے تو وہ باوجود اس کے کہ شریعت اس کو نہیں پہنچی تب بھی مجرم ہے کیونکہ جس توحید کو قرآن لایا ہے وہ عیسائیوں کی تثلیث کی طرح ایسا امر نہیں ہے جو انسانی فطرت میں منقوش نہ ہو بلکہ وہ روزازل سے بشری فطرت میں منقوش ہے لہٰذا اس کی خلاف ورزی کیلئے شریعت کا پہنچنا ضروری نہیں صرف انسانی عقل کا پایا جانا ضروری ہے اور اگر شریعت موجود ہے اور ایک شخص کو پہنچ گئی ہے لیکن وہ نابالغ ہے یا مجنون ہے اور اُس حالت میں وہ کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے جو شریعت کی رو سے گناہ کہلاتا ہے تو وہ سزا کے لائق نہیں کیونکہ انسانی عقل اس کو دی نہیں گئی اس لئے وہ باوجود شریعت کے پھر بھی معصوم ہے۔ منہ

ہے کہ وہ خدا کی محبت تامہ کی وجہ سے اس فیض کو کھینچے اور پھر مخلوق کی محبت تامہ کی وجہ سے وہ فیض ان تک پہنچاوے اور یہی وہ کیفیت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہتے ہیں۔ شخص شفیع کے لئے جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اس کے دل میں اترا ہوا ہو اور اس کی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلّی پیدا ہو گئی ہو اور اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہ نکلی ہو اور اس طرح پر الٰہی قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو۔ اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اس کی ہمدردی میں اس کا دل اڑا جاتا ہو ایسا کہ گویا عنقریب اس پر غشی طاری ہو گی اور گویا شدت قلق سے اس کے اعضا اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں اور اس کی ہمدردی نے اس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غمخوار سے بڑھ کر ہے پس جبکہ یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جُفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جُفت تب دونوں پلہ میزان کے اس میں مساوی ہوں گے۔ یعنی وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہوگا اور مظہر ناسوت کامل بھی اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا۔ اس طرح پر............ ﴿۱۸۲﴾



اسی مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیع ہونے کی شان میں فرمایا ہے دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی[1] یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال

[1] النجم : ۹،۱۰

کہلاتا ہے پورا حصہ لیا لہٰذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے لہٰذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔

اور پھر ایک اور مقام میں اُس کے الٰہی قرب کی نسبت یوں فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [1] یعنی لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے وجود سے بالکل کھویا گیا ہوں میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہو گئی ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر یک انسان جب تک وہ کامل نہیں خدا کے لئے خالص طور پر عبادت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ عبادت اس کی خدا کے لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے نفس کے لئے کیونکہ وہ اپنے نفس کی عظمت اور بزرگی چاہتا ہے جیسا کہ خدا کی عظمت اور بزرگی کرنی چاہئے اور یہی عبادت کی حقیقت ہے اور ایسا ہی ایک حصہ اس کی عبادت کا مخلوق کے لئے ہوتا ہے کیونکہ جس عظمت اور بزرگی اور قدرت اور تصرف کو خدا سے مخصوص کرنا چاہئے اس عظمت اور قدرت کا حصہ مخلوق کو بھی دیتا ہے۔ اس لئے جیسا کہ وہ خدا کی پرستش کرتا ہے نفس اور مخلوق کی بھی پرستش کرتا ہے بلکہ عام طور پر جمیع اسباب سفلیہ کو اپنی پرستش سے حصہ دیتا ہے کیونکہ خدا کے ارادہ اور تقدیر کے مقابل پر ان اسباب کو بھی کارخانہ محو و اثبات میں دخیل سمجھتا ہے۔ پس ایسا انسان خدا تعالیٰ کا سچا پرستار نہیں ٹھہر سکتا جو کبھی خدا کی عظمت کا اپنے نفس کو شریک ٹھہراتا ہے اور کبھی مخلوق اور کبھی اسباب کو بلکہ سچا پرستار وہ ہے جو خدا کی تمام عظمتیں اور تمام بزرگیاں اور تمام تصرف خدا کو ہی دیتا ہے نہ کسی اور کو۔ اور

﴿۱۸۳﴾

[1] الانعام: ۱۶۳

جب اس مرتبہ توحید پر انسان کی پرستش پہنچ جائے تب اس وقت وہ حقیقی طور پر خدا کا پرستار کہلا سکتا ہے اور ایسا انسان جیسا کہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا واحد لاشریک ہے ایسا ہی وہ اپنے فعل سے یعنی اپنی عبادت سے بھی خدا کی توحید پر گواہی دیتا ہے پس اسی مرتبہ کاملہ کی طرف اشارہ ہے جو آیت مذکورہ بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ تو لوگوں کو کہہ دے کہ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہیں یعنی نفس کو اور مخلوق کو اور اسباب کو میری عبادت میں سے کوئی حصہ نہیں۔

اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ میری قربانی بھی خاص خدا کے لئے ہے اور میرا جینا بھی خدا کے لئے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یاد رہے کہ نَسِیْکہ لغت عرب میں قربانی کو کہتے ہیں اور لفظ نُسُک جو آیت میں موجود ہے اُس کی جمع ہے اور نیز دوسرے معنی اس کے عبادت کے بھی ہیں پس اس جگہ ایسا لفظ استعمال کیا گیا۔ جس کے معنے عبادت اور قربانی دونوں پر اطلاق پاتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل عبادت جس میں نفس اور مخلوق اور اسباب شریک نہیں ہیں درحقیقت ایک قربانی ہے اور کامل قربانی درحقیقت کامل عبادت ہے اور پھر بعد اس کے جو فرمایا کہ میرا جینا بھی خدا کے لئے ہے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے یہ آخری فقرہ قربانی کے لفظ کی تشریح ہے تا کوئی اس وہم میں نہ پڑے کہ قربانی سے مراد بکرے کی قربانی یا گائے کی قربانی یا اونٹ کی قربانی ہے اور تا اس لفظ سے کہ میرا جینا اور میرا مرنا خاص خدا کے لئے ہے صاف طور پر سمجھا جائے کہ اس قربانی سے مراد روح کی قربانی ہے اور قربانی کا لفظ قرب سے لیا گیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قویٰ اور نفسانی جنبشوں پر موت آ جائے غرض یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب تام پر ایک بڑی دلیل ہے اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے

تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا کے لئے ہو گئی تھی اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا۔ اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرّہ آمیزش نہیں رہی تھی پس اس طرح پر آپ نے اس شرط کے ایک حصہ کو پورا کیا جو شفیع کے لئے ایک لازمی شرط ہے اور آخری فقرہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ میرا جینا اور مرنا اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہان کی پرورش میں لگا ہوا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ میری قربانی بھی تمام جہان کی بھلائی کے لئے ہے ایسا ہی دوسرا حصہ شرط شفاعت کا ہمدردیٔ مخلوق ہے اور ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی کا دوسرا لفظ یعنی تَدَلّٰی اسی ہمدردی پر دلالت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ تَدَلّٰی کا ثلاثی مجرّد دَلو ہے اور دَلو کہتے ہیں ڈول کو کوئیں کے اندر ڈبونا تا پانی اس میں بھر جائے اور دوسرے معنے دَلو کے یہ ہیں کہ کسی کو اپنا شفیع پکڑنا۔ پس تَدَلّٰی کے یہ معنی ہیں کہ شفاعت کے لئے دور افتادہ لوگوں کی طرف بکمال ہمدردی و غمخواری توجہ کرنا اور ان سے بہت نزدیک ہو کر ان کا مکدر پانی اٹھانا اور پاک پانی ان کو عطا کرنا۔ ﴿۱۸۴﴾

اور چونکہ خدا سے محبت کرنا اور اس کی محبت میں اعلیٰ مقام قرب تک پہنچنا ایک ایسا امر ہے جو کسی غیر کو اُس پر اطلاع نہیں ہو سکتی اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال ظاہر کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تمام چیزوں پر خدا کو اختیار کر لیا تھا اور آپ کے ذرہ ذرہ اور رگ اور ریشہ میں خدا کی محبت اور خدا کی عظمت ایسے رچی ہوئی تھی کہ گویا آپ کا وجود خدا کی تجلّیات کے پورے مشاہدہ کے لئے ایک آئینہ کی طرح تھا۔ خدا کی محبت کاملہ کے آثار جس قدر عقل سوچ سکتی ہے وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جو کسی دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے وہ یا تو اس کے کسی احسان کی وجہ سے اُس سے محبت کرتا ہے اور یا اُس کے حسن

کی وجہ سے کیونکہ جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے اُس وقت سے آج تک تمام بنی آدم کا متفق علیہ یہ تجربہ ہے کہ احسان محبت کی تحریک کرتا ہے اور باوجود اس کے کہ بنی آدم اپنی طبائع میں بہت سا اختلاف رکھتے ہیں تاہم جمیع افراد انسانی کے اندر یہ خاصیّت پائی جاتی ہے کہ وہ احسان سے ضرور بقدر اپنی استعداد کے متاثر ہو کر مُحسن کی محبت دل میں پیدا کر لیتے ہیں یہاں تک کہ نہایت خسیس اور سنگدل اور کمینہ فرقہ انسانوں کا جو چور اور ڈاکو اور دیگر جرائم پیشہ لوگ ہیں جو بذریعہ مختلف قسم کے جرائم کے وجہ معاش پیدا کرتے ہیں وہ بھی احسان سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک چور جس کا نقب زنی کام ہے اگر اس کو رات کے وقت دو گھروں میں نقب لگانے کا موقع ملے اور ان دونوں میں سے ایک ایسا شخص ہو جو کبھی اس نے اس کے ساتھ نیکی کی تھی اور دوسرا محض اجنبی ہو تو اس چور کی فطرت باوجود سخت ناپاک ہونے کے ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرے گی کہ نقب کے وقت اجنبی کے گھر کو تو عمداً چھوڑ دے اور اس اپنے دوست کے گھر میں نقب لگاوے بلکہ انسان تو انسان حیوانات اور درندوں میں بھی یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ احسان کرنے والے پر حملہ نہیں کرتے چنانچہ اس بارہ میں کتے کی سیرت اور خصلت اکثر انسانوں کے تجربہ میں آ چکی ہے کہ کس قدر وہ اپنے محسن کی اطاعت اختیار کرتا ہے پس اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ احسان موجب محبت ہے ایسا ہی حسن کا موجب محبت ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ حسن کے مشاہدے میں ایک لذّت ہے اور انسان ایسی چیز کی طرف طبعاً میل کرتا ہے جس سے اس کو لذّت پیدا ہوتی ہے اور حسن سے مراد صرف جسمانی نقوش نہیں ہیں کہ آنکھ ایسی ہو اور ناک ایسا ہو اور پیشانی ایسی ہو اور رنگ ایسا ہو بلکہ اس سے مراد ایک ذاتی خوبی اور ذاتی کمال اور ذاتی لطافت ہے جو کمال اعتدال اور بےنظیری سے ایسے مرتبہ پر واقع ہو جو اس میں ایک کشش پیدا ہو جائے پس تمام وہ خوبیاں جن کو انسانی فطرت تعریف میں داخل کرتی ہے حسن میں داخل ہیں اور انسان کا دل

﴿۱۸۵﴾

ان کی طرف کھنچا جاتا ہے مثلاً ایک شخص ایک ایسا پہلوان بہادر سرآمد روزگار نکلا ہے کہ کوئی شخص کُشتی میں اُس کے ساتھ برابری نہیں کرسکتا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ شیروں کو بھی ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے اور میدان جنگ میں اپنی شجاعت اور طاقت سے ہزار آدمی کو بھی شکست دے سکتا ہے اور ہزاروں دشمنوں کے محاصرہ میں آ کر جان بچا کر نکل جاتا ہے تو ایسا شخص بالطبع دلوں کو اپنی طرف کھینچے گا اور لوگ ضرور اُس سے محبت کریں گے اور گو لوگوں کو اس کی اس بے مثل پہلوانی اور شجاعت سے کچھ بھی فائدہ نہ ہو بلکہ وہ کسی دور دراز ملک کا رہنے والا ہو جس کو دیکھا بھی نہ ہو یا اس زمانہ سے وہ پہلے گزر چکا ہو مگر تاہم لوگ اس کے قصوں کو محبت سے سنیں گے اور اس کے ان کمالات کی وجہ سے اس سے محبت کریں گے سو اس محبت کی کیا وجہ ہے؟!! کیا اس نے کسی پر احسان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ احسان تو اس نے کسی پر نہیں کیا پس بجز حُسن کے اس کی کوئی اور وجہ نہیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ تمام روحانی خوبیاں حسن میں داخل ہیں اور اُن کا نام حسنِ اخلاق اور حسنِ صفات ہے جو حسنِ اعضا کے مقابل پر واقع ہے اور احسان میں اور حسن اخلاق اور حسن صفات میں یہ فرق ہے کہ کسی شخص کے نیک خُلق یا نیک صِفت کو اُس وقت اور اُس شخص کی نسبت احسان کے نام سے موسوم کیا جائے گا جبکہ ایک شخص اس نیک خلق یا نیک صفت کے اثر سے متمتع ہو جائے اور اس سے کوئی فائدہ اٹھا لے پس وہ شخص جو اس نیک خلق اور نیک صفت سے فائدہ اٹھائے گا۔ اس کی نسبت وہ نیک خلق اور نیک صفت احسان ہوگا جس کا ذکر بطور مدح اور شکر کے وہ کرے گا۔ لیکن دوسرے لوگوں کی نسبت وہ نیک خلق اس کا حُسن میں داخل ہوگا۔ مثلاً صفت فیّاضی اور سخاوت اس شخص کے حق میں احسان ہے جو فیضیاب ہوا مگر دوسروں کی نظر میں حسنِ صفات سمجھا جائے گا۔ ﴿۱۸۶﴾

غرض خدا کا قانون قدرت اور ایسا ہی صحیفہ فطرت جس کا سلسلہ قدیم سے اور انسان کی بنیاد کے وقت سے چلا آتا ہے وہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق شدید پیدا

ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے احسان اور حسن سے تمتع اٹھایا ہو اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ احسان سے مراد خدا تعالیٰ کے وہ اخلاقی نمونے ہیں جو کسی انسان نے اپنی ذات کی نسبت بچشم خود دیکھے ہوں مثلاً بیکسی اور عاجزی اور کمزوری اور یتیمی کے وقت میں خدا اس کا متولّی ہوا ہو اور حاجتوں اور ضرورتوں کے وقت میں خدا نے خود اس کی حاجت براری کی ہو اور سخت اور کمر شکن غموں کے وقت میں خدا نے خود اس کی مدد کی ہو اور خدا کی طلبی کے وقت میں بغیر توسط کسی مرشد اور ہادی کے خود خدا نے اُس کو رہنمائی کی ہو اور حسن سے مراد بھی وہی خدا کی صفات حسنہ ہیں جو احسان کے رنگ میں بھی ملاحظہ ہوتی ہیں۔ مثلاً خدا کی قدرت کاملہ اور وہ رفق اور وہ لطف اور وہ ربوبیّت اور وہ رحم جو خدا میں پایا جاتا ہے اور وہ عام ربوبیّت اُس کی جو مشاہدہ ہو رہی ہے اور وہ عام نعمتیں اس کی جو انسانوں کے آرام کے لئے بکثرت موجود ہیں اور وہ علم اس کا جس کو انسان نبیوں کے ذریعہ سے حاصل کرتا اور اس کے ذریعہ سے موت اور تباہی سے بچتا ہے اور اس کی یہ صفت کہ وہ بیقراروں درماندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اس کی یہ خوبی کہ جو لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں وہ اُن سے زیادہ اُن کی طرف جھکتا ہے یہ تمام صفات خدا کی اس کے حسن میں داخل ہیں اور پھر وہی صفات ہیں کہ جب ایک شخص خاص طور پر ان سے فیضیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ اُس کی نسبت احسان بھی کہلاتی ہیں گو دوسرے کی نسبت فقط حُسن میں داخل ہیں۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی ان صفات کو جو درحقیقت اُس کا حُسن اور جَمال ہے احسان کے رنگ میں بھی دیکھ لیتا ہے تو اُس کا ایمان نہایت درجہ قوی ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی طرف ایسا کھنچا جاتا ہے جیسا کہ ایک لوہا آہن رُبا کی طرف کھنچا جاتا ہے اُس کی محبت خدا سے بہت بڑھ جاتی ہے اور اس کا بھروسا خدا پر بہت قوی ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ اس بات کو آزما لیتا ہے جو اُس کی تمام بھلائی خدا میں ہے اس لئے اس کی امیدیں خدا پر نہایت مضبوط ہو جاتی ہیں اور وہ طبعاً نہ کسی تکلّف اور بناوٹ

سے خدا کی طرف جھکا رہتا ہے اور اپنے تئیں ہر دم خدا سے مدد پانے کا محتاج دیکھتا ہے اور اس کی ان صفات کاملہ کے تصور سے یقین رکھتا ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ خدا کے فیض اور کرم اور جود کے بہت سے نمونے اس کا چشم دید مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے اس کی دعائیں قُوّت اور یقین کے چشمہ سے نکلتی ہیں اور اس کا عقد ہمت نہایت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے اور آخر کار بمشاہدہ آلاء اور نعماءِ الٰہی کے نُورِ یقین بہت زور کے ساتھ اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور اس کی ہستی بکلّی جل جاتی ہے اور بباعث کثرت تصوّرِ عظمت اور قُدرتِ الٰہی کے اس کا دل خدا کا گھر ہو جاتا ہے اور جس طرح انسان کی روح اس کے زندہ ہونے کی حالت میں کبھی اس کے جسم سے جدا نہیں ہوتی اسی طرح خدائے قادر ذوالجلال کی طرف سے جو یقین اس کے اندر داخل ہوا ہے وہ کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا اور ہر وقت پاک روح اس کے اندر جوش مارتی رہتی ہے اور اُسی پاک روح کی تعلیم سے وہ بولتا اور حقائق اور معارف اُس کے اندر سے نکلتے ہیں اور خدائے ذوالعزّت و الجَبَرُوت کی عظمت کا خیمہ ہر وقت اُس کے دل میں لگا رہتا ہے اور یقین اور صدق اور محبت کی لذّت ہر وقت پانی کی طرح اس کے اندر بہتی رہتی ہے جس کی آبپاشی سے ہر یک عضو اس کا سیراب نظر آتا ہے آنکھوں میں ایک جدا سیرابی مشہود ہوتی ہے پیشانی پر الگ ایک نور اُس سیرابی کا لہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور چہرہ پر محبت الٰہی کی ایک بارش برستی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور زبان بھی اُس نور کی سیرابی سے پورا حصہ لیتی ہے۔ اسی طرح تمام اعضاء پر ایک ایسی شگفتگی نظر آتی ہے جیسا کہ ابر بہار کے برسنے کے بعد موسم بہار میں ایک دلکش تازگی درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں اور پھولوں اور پھلوں میں محسوس ہوتی ہے لیکن جس شخص میں یہ روح نہیں اُتری اور یہ سیرابی اُس کو حاصل نہیں ہوئی اُس کا تمام جسم مردار کی طرح ہوتا ہے اور یہ سیرابی اور تازگی اور شگفتگی جس کی قلم تشریح نہیں کر سکتی یہ اس مردار دل کو مل ہی نہیں سکتی جس کو نور یقین کے

﴿۱۸۷﴾

چشمہ نے شاداب نہیں کیا بلکہ ایک طرح کی سڑی ہوئی بدبو اس سے آتی ہے مگر وہ شخص جس کو یہ نور دیا گیا ہے اور جس کے اندر یہ چشمہ پھوٹ نکلا ہے اس کی علامات سے یہ ایک علامت ہے کہ اس کا جی ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ ہر یک بات میں اور ہر یک قول میں اور ہر یک فعل میں خدا سے قوّت پاوے اُسی میں اُس کی لذّت ہوتی ہے اور اسی میں اس کی راحت ہوتی ہے وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ اور قوت پانے کے لئے جو الفاظ خدا کے کلام میں مقرر کئے گئے ہیں وہی ہیں جو استغفار کے نام سے مشہور ہیں۔

استغفار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے یہ لفظ غَفْر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مُسْتَغْفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنے اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد لیا گیا کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اس کے تمام قویٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیّوم بھی ہے یعنی جو کچھ بنایا ہے اس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے پس جبکہ خدا کا نام قیّوم بھی ہے یعنی اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیّت سے پیدا ہوا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیّومیّت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچاوے کیونکہ خدا کی خالقیّت نے انسان پر یہ احسان کیا کہ اس کو

﴿۱۸۸﴾

خدا کی صورت پر بنایا۔ پس اسی طرح خدا کی قیّومیّت نے تقاضا کیا کہ وہ اس پاک نقشِ انسانی کو جو خدا کے دونوں ہاتھوں سے بنایا گیا ہے پلید اور خراب نہ ہونے دے لہٰذا انسان کو تعلیم دی گئی کہ وہ استغفار کے ذریعہ سے اُس کی قیّومیّت سے قوت طلب کرے پس اگر دنیا میں گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا تب بھی استغفار ہوتا کیونکہ دراصل استغفار اس لئے ہے کہ جو خدا کی خالقیّت نے بشریّت کی عمارت بنائی ہے وہ عمارت مسمار نہ ہو اور قائم رہے اور بغیر خدا کے سہارے کے کسی چیز کا قائم رہنا ممکن نہیں۔ پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ[1] یعنی خدا ہی ہے جو قابل پرستش ہے کیونکہ وہی زندہ کرنے والا ہے اور اسی کے سہارے سے انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ یعنی انسان کا ظہور ایک خالق کو چاہتا تھا اور ایک قیّوم کو تا خالق اس کو پیدا کرے اور قیّوم اس کو بگڑنے سے محفوظ رکھے سو وہ خدا خالق بھی ہے اور قیّوم بھی۔ اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیّت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیّومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے پس استغفار صفت قیّومیّت کا فیض حاصل کرنے کے لئے کرتے رہنے کی طرف اشارہ سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[2] یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اس بات کی مدد چاہتے ہیں کہ تیری قیّومیّت اور ربوبیّت ہمیں مدد دے اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے تا ایسا نہ ہو کہ کمزوری ظہور میں آوے اور ہم عبادت نہ کر سکیں۔ ﴿۱۸۹﴾

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے کہ استغفار کی درخواست کے اصل معنی یہی ہیں کہ وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ کوئی حق فوت ہو گیا ہے بلکہ اس خواہش سے ہوتی ہے کہ کوئی حق فوت نہ ہو اور انسانی فطرت اپنے تئیں کمزور دیکھ کر طبعاً خدا سے طاقت طلب کرتی ہے جیسا کہ بچہ

[1] البقرۃ:۲۵۶ [2] الفاتحۃ:۳

ماں سے دودھ طلب کرتا ہے پس جیسا کہ خدا نے ابتدا سے انسان کو زبان آنکھ دل کان وغیرہ عطا کئے ہیں ایسا ہی استغفار کی خواہش بھی ابتدا سے ہی عطا کی ہے اور اس کو محسوس کرایا ہے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ خدا سے مدد پانے کا محتاج ہے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ[1] یعنی خدا سے درخواست کر کہ تیری فطرت کو بشریت کی کمزوری سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف سے فطرت کو ایسی قوت دے کہ وہ کمزوری ظاہر نہ ہونے پاوے اور ایسا ہی اُن مردوں اور اُن عورتوں کے لئے جو تیرے پر ایمان لاتے ہیں بطور شفاعت کے دعا کرتا رہ کہ تا جو فطرتی کمزوری سے ان سے خطائیں ہوتی ہیں ان کی سزا سے وہ محفوظ رہیں اور آئندہ زندگی ان کی گناہوں سے بھی محفوظ ہو جائے یہ آیت معصومیت اور شفاعت کے اعلیٰ درجہ کی فلاسفی پر مشتمل ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان اعلیٰ درجہ کے مقام عصمت پر اور مرتبہ شفاعت پر تبھی پہنچ سکتا ہے کہ جب اپنی کمزوری کے روکنے کے لئے اور نیز دوسروں کو گناہ کے زہر سے نجات دینے کے لئے ہر دم اور ہر آن دعا مانگتا رہتا ہے اور تضرعات سے خدا تعالیٰ کی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے جو بوسیلہ ایمان اس سے پیوند کرتے ہیں۔ معصوم انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی قوت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی کامل روشنی نہیں رکھتی بلکہ خدا سے اُس پر روشنی اترتی ہے۔ اس میں اصل راز یہ ہے کہ کامل فطرت کو صرف ایک کشش دی جاتی ہے تا وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے اسی خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں اور ایسا ہی انسان کامل بھی اسی سرچشمۂ طاقت سے عبودیّت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت اور فضل کی

﴿۱۹۰﴾

[1] محمّد: ۲۰

طاقت کھینچتا ہے لہٰذا انسانوں میں سے وہی معصوم کامل ہے جو استغفار سے الٰہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کشش کے لئے تضرع اور خشوع کا ہردم سلسلہ جاری رکھتا ہے تا اس پر روشنی اترتی رہے اور ایسے دل کو اس گھر سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کے شرق اور غرب اور ہر ایک طرف سے تمام دروازے آفتاب کے سامنے ہیں پس ہر وقت آفتاب کی روشنی اس میں پڑتی ہے لیکن جو شخص خدا سے طاقت نہیں مانگتا وہ اس کوٹھڑی کی مانند ہے جس کے چاروں طرف سے دروازے بند ہیں اور جس میں ایک ذرہ روشنی نہیں پڑ سکتی۔ پس استغفار کیا چیز ہے یہ اس آلہ کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اترتی ہے تمام راز توحید اسی اصول سے وابستہ ہے کہ صفت عصمت کو انسان کی ایک مستقل جائیداد قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کے حصول کے لئے محض خدا کو سرچشمہ سمجھا جائے۔ ذات باری تعالیٰ کو تمثیل کے طور پر دل سے مشابہت ہے جس میں مصفّٰی خون کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اور انسانِ کامل کا استغفار ان شرائین اور عروق کی مانند ہے جو دل کے ساتھ پیوستہ ہیں اور خون صافی اس میں سے کھینچتی ہیں اور تمام اعضا پر تقسیم کرتی ہیں جو خون کے محتاج ہیں۔

ذَنْب اور جرم میں فرق

یہ کہنا بالکل غلطی ہے کہ آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ[1] میں ذَنْب کا لفظ موجود ہے جو گناہ کو کہتے ہیں کیونکہ ذَنْب اور جرم میں فرق ہے جرم کا لفظ تو ہمیشہ ایسے گناہ کے لئے آتا ہے جو سزا کے لائق ہوتا ہے مگر ذَنْب کا لفظ بشریت کی کمزوری کے لئے بھی آ جاتا ہے اسی لئے نبیوں پر انسانی کمزوری کی وجہ سے ذَنْب کا لفظ اطلاق پایا ہے مگر جرم کا لفظ اطلاق نہیں پایا اور خدا کی کتاب میں کسی نبی کو مجرم کے لفظ سے نہیں پکارا گیا اور نیز خدا کی کتاب میں یعنی قرآن شریف میں مجرم کے لئے تو جہنم کی وعید ہے یعنی خدا کی طرف سے عہد ہے کہ وہ جہنم میں

[1] محمّد: ۲۰

ڈالا جائے گا مگر مُذنِب کے لئے کوئی وعید نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّہٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَلَا یَحۡیٰی [1] یعنی جو شخص خدا کے پاس مجرم ہو کر آئے گا۔ اس کی سزا جہنم ہے نہ اس میں وہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ سو اس جگہ خدا نے مُجۡرِمًا کہا مُذۡنِبًا نہیں کہا کیونکہ بعض صورتوں میں معصوم کو بھی مُذۡنِب کہہ سکتے ہیں مگر مجرم نہیں کہہ سکتے اس پر ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۃ آل عمران میں یہ آیت ہے وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّحِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَاَخَذۡتُمۡ عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا [2] اس آیت سے بنصِّ صریح ثابت ہوا کہ تمام انبیاء جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں مامور تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاویں اور انہوں نے اقرار کیا کہ ہم ایمان لائے اور پھر جب آیت وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ [3] کو اس آیت کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور ذَنۡب سے مراد نعوذ باللہ جرم لیا جائے تو حضرت عیسیٰ بھی اس آیت کی رو سے مجرم ٹھہریں گے کیونکہ وہ بھی اس آیت کی رو سے ان مومنین میں داخل ہیں جو آنحضرت پر ایمان لائے پس بلاشبہ وہ بھی مُذۡنِب ٹھہرے۔ یہ مقام عیسائیوں کو غور سے دیکھنا چاہئے۔ پس ان آیات سے بوضاحت تمام ثابت ہوا کہ اس جگہ ذَنۡب بمعنی جرم نہیں ہے بلکہ انسانی کمزوری کا نام ذَنۡب ہے جو قابل الزام نہیں۔ اور مخلوق کی فطرت کے لئے ضروری ہے کہ یہ کمزوری اس میں موجود ہو اور کمزوری کا نام اس لئے ذَنۡب رکھا ہے کہ انسان کی فطرت میں طبعًا یہ قصور اور کمی واقع ہے تا وہ ہر وقت خدا کا محتاج رہے اور تا اس کمزوری کے دبانے کے لئے ہر وقت خدا سے طاقت مانگتا رہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بشری کمزوری ایک ایسی چیز ہے کہ اگر خدا کی طاقت اس کے ساتھ شامل نہ ہو تو نتیجہ اس کا بجز ذَنۡب کے اور کچھ نہیں پس جو چیز مُوصِل اِلی الذَنب ہے

﴿۱۹۱﴾

[1] طٰہٰ: ۷۵ [2] اٰل عمران: ۸۲ [3] محمّد: ۲۰

بطور استعارہ اس کا نام ذَنب رکھا گیا اور یہ محاورہ شائع متعارف ہے کہ جو اعراض بعض امراض کو پیدا کرتے ہیں کبھی انہیں اعراض کا نام امراض رکھ دیتے ہیں پس کمزوریٔ فطرت بھی ایک مرض ہے جس کا علاج استغفار ہے۔

غرض خدا کی کتاب نے بشریت کی کمزوری کو ذَنب کے محل پر استعمال کیا ہے اور خود گواہی دی ہے کہ انسان میں فطرتی کمزوری ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا[1] یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے یہی کمزوری ہے کہ اگر الٰہی طاقت اس کے ساتھ شامل نہ ہو تو انواع اقسام کے گناہوں کا موجب ہو جاتی ہے پس استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر دم اور ہر آن خدا سے مدد مانگی جائے اور اس سے درخواست کی جائے کہ بشریت کی کمزوری جو بشریت کا ایک ذَنب ہے جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے ظاہر نہ ہو سو مداومت استغفار دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذَنب پر فتح پائی اور وہ ظہور میں نہ آ سکا اور خدا کا نور اترا اور اس کو دبا لیا۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ استغفار کا لفظ غَفر سے نکلا ہے اور اس کے اصل معنی دبانے اور ڈھانکنے کے ہیں یعنی یہ درخواست کرنا کہ بشریت کی کمزوری ظاہر ہو کر کوئی نقصان نہ پہنچاوے اور وہ ڈھکی رہے کیونکہ بشر چونکہ خدا نہیں ہے اور نہ خدا سے مستغنی ہے اس لئے وہ اس بچہ کی طرح ہے جو ہر قدم میں ماں کا محتاج ہوتا ہے تا وہ اُس کو گرنے سے بچاوے اور ٹھوکر سے محفوظ رکھے ایسا ہی یہ بھی ہر قدم میں خدا کا محتاج ہوتا ہے تا وہ اس کو ٹھوکر اور لغزش سے بچاوے سو اس علاج کے لئے استغفار ہے۔ ﴿۱۹۲﴾

اور کبھی یہ لفظ توسّع کے طور پر ان لوگوں پر بھی اطلاق پاتا ہے جو اول کسی گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور اس جگہ استغفار کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو گناہ صادر ہو چکا ہے اس کی سزا سے خدا بچاوے لیکن یہ دوسرے معنی خدا کے مقرب لوگوں کے حق میں درست اور روا نہیں ہیں وجہ یہ کہ خدا نے تو پہلے سے ان پر ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے کہ وہ کوئی سزا نہیں پائیں گے

[1] النسآء : ۲۹

اور جنت کے اعلیٰ مقام ان کو ملیں گے اور خدا کی رحمت کی گود میں وہ بٹھائے جائیں گے اور نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ ایسے وعدے ان کو دئے جاتے ہیں اور ان کو بہشت دکھایا جاتا ہے پھر اگر وہ ان معنوں کے رو سے استغفار کریں کہ وہ اپنے گناہوں کے سبب سے دوزخ میں نہ پڑیں تو ایسا استغفار تو خود ان کے لئے ایک گناہ ہوگا کہ وہ خدا کے وعدوں پر یقین نہیں کرتے اور خدا کی رحمت سے اپنے تئیں دور سمجھتے ہیں پھر ایسا شخص جس کے حق میں خدا تعالیٰ یہ فرماوے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1] یعنی تمام دنیا کے لئے تجھے ہم نے رحمت کر کے بھیجا ہے اور تو رحمت مجسم ہے۔ وہ اگر اپنی نسبت ہی یہ شک کرے کہ خدا کی رحمت میرے شامل ہوگی یا نہیں تو پھر دوسروں کے لئے کیونکر رحمت کا باعث ہوگا۔

یہ تمام قرینے ان لوگوں کے لئے جو انصاف سے سوچتے ہیں صریح اس حقیقت کو کھولتے ہیں جو استغفار کے دوسرے معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت خطا کاری اور شرارت ہے بلکہ معصوم کے لئے اول علامت یہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور ہر آن اور ہر حالت میں بشریت کی کمزوری سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالیٰ سے طاقت طلب کرتا رہے جس کو دوسرے لفظوں میں استغفار کہتے ہیں کیونکہ اگر ایک بچہ ہر وقت ماں کے ہاتھ کے سہارے سے چلتا ہے اور روا نہیں رکھتا کہ ایک سیکنڈ بھی ماں سے دور ہو وہ بچہ بلاشبہ ٹھوکر سے بچ رہے گا لیکن وہ بچہ جو ماں سے علیحدہ ہو کر چلتا ہے اور خود بخود کبھی کسی خوفناک زینہ پر چڑھتا ہے اور کبھی کسی خوفناک زینہ سے اترتا ہے وہ ضرور ایک دن گرے گا اور اس کا گرنا سخت ہوگا۔ پس جس طرح خوش قسمت بچہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی پیاری ماں سے ہرگز علیحدگی اختیار نہ کرے اور ہرگز اس کی گود سے جدا نہ ہو اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے یہی عادت ان مبارک مقدسوں کی ہوتی ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر ایسے جا پڑتے ہیں جیسا کہ ماں کی گود میں بچے اور جیسا کہ ایک بچہ اپنا

[1] الانبیاء:۱۰۸

تمام کام اپنی ماں کی طاقت سے نکالتا ہے اور ہر یک دوسرا بچہ جو اس سے مخالفت کرتا ہے یا کوئی کتا اس کے سامنے آتا ہے یا کوئی اور خوف نمودار ہوتا ہے یا کسی لغزش کی جگہ پر اپنے تئیں پاتا ہے تو فی الفور اپنی ماں کو پکارتا ہے تا وہ جلد تر اس کی طرف دوڑے اور اس آفت سے اس کو بچاوے۔ یہی حال ان روحانی بچوں کا ہوتا ہے کہ بعینہٖ اپنے ربّ کو ماں کی طرح سمجھ کر اس کی طاقتوں کو اپنا ذخیرہ سمجھتے ہیں اور ہر وقت اور ہر دم اس کی طاقتوں کو طلب کرتے رہتے ہیں اور جس طرح شیر خوار بچہ جب بھوک کے وقت اپنا منہ اپنی ماں کے پستان پر رکھ دیتا ہے اور اپنی طبعی کشش سے دودھ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو جبھی کہ ماں محسوس کرتی ہے کہ گریہ اور زاری کے ساتھ اس بچہ کے نرم نرم ہونٹ اس کے پستان پر جا لگے ہیں تو طبعاً اس کا دودھ جوش مارتا ہے اور اس بچہ کے منہ میں گرتا جاتا ہے پس یہی قانون ان بچوں کے لئے بھی ہے جو روحانی دودھ کے طالب اور جویاں ہیں۔ ﴿۱۹۳﴾

ضرورت شفاعت

ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی شخص یہ سوال بھی پیش کرے کہ انسان کو شفاعت کی کیوں ضرورت ہے اور کیوں جائز نہیں کہ ایک شخص براہِ راست توبہ اور استغفار کر کے خدا سے معافی حاصل کر لے۔ اس سوال کا جواب قانون قدرت خود دیتا ہے کیونکہ یہ بات مسلّم ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انسان بلکہ تمام حیوانات کی نسل کا سلسلہ شفاعت پر ہی چل رہا ہے کیونکہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ شفاعت کا لفظ شفع سے نکلا ہے جس کے معنی جفت ہے پس اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ تمام برکات تناسل شفع سے ہی پیدا ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ایک انسان کے اخلاق اور قوت اور صورت دوسرے انسان میں اسی ذریعہ سے آ جاتے ہیں یعنی وہ ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے ایسا ہی ایک حیوان جو دوسرے سے پیدا ہوتا

ہے مثلاً بکری بیل گدھا وغیرہ وہ تمام قویٰ جو ایک حیوان سے دوسرے حیوان میں منتقل ہوتے ہیں وہ بھی درحقیقت ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ پس یہی جوڑ جب ان معنوں سے لیا جاتا ہے کہ ایک ناقص ایک کامل سے روحانی تعلق پیدا کر کے اس کی روح سے اپنی کمزوری کا علاج پاتا ہے اور نفسانی جذبات سے محفوظ رہتا ہے تو اِس جوڑ کا نام شفاعت ہے جیسا کہ چاند سورج کے مقابل ہو کر ایک قسم کا اتحاد اور جوڑ اس سے حاصل کرتا ہے تو معاً اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو آفتاب میں ہے اور چونکہ اس روحانی جوڑ کو جو پُرمحبت دلوں کو انبیاء کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس جسمانی جوڑ سے ایک مناسبت ہے جو زید کو مثلاً اپنے باپ سے ہے اس لئے یہ روحانی فیضیاب بھی خدا کے نزدیک اولاد کہلاتی ہے اور اس تولّد کو کامل طور پر حاصل کرنے والے وہی نقوش اور اخلاق اور برکات حاصل کر لیتے ہیں جو نبیوں میں موجود ہوتے ہیں پس دراصل یہی حقیقت شفاعت ہے اور جس طرح جسمانی شفع یعنی جوڑ کا یہ لازمہ ذاتی ہے کہ اولاد مناسب حال اس شخص کے ہوتی ہے جس سے یہ جوڑ کیا گیا ہے ایسا ہی روحانی شفع کا بھی خاصہ ہے۔ غرض یہی حقیقت شفاعت ہے کہ خدا کا قانون قدرت جسمانی اور روحانی اس طرح پر قدیم سے واقع ہے کہ تمام برکات جوڑ سے ہی پیدا ہوتی ہیں صرف یہ فرق ہے کہ ایک قسم کو شفع کہا گیا ہے اور دوسری قسم کا نام شفاعت رکھا گیا اور انسان کو جس طرح کہ سلسلہ تناسل کے محفوظ رکھنے کے لئے شفع کی ضرورت ہے ایسا ہی روحانیت کا سلسلہ باقی رکھنے کے لئے شفاعت کی ضرورت ہے اور خدا کے کلام نے دونوں قسموں کو بیان فرما دیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے کہ خدا نے آدم کو جوڑا پیدا کیا اور پھر اس جوڑا سے بہت سی مخلوق مرد اور عورت پیدا کئے اور ایسا ہی فرماتا ہے کہ خدا نے زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کیا جو آدم تھا جس میں خدائی روح تھی پھر وہ نور آدم سے دوسرے نبیوں میں منتقل ہوتا گیا اور ابراہیم اور اسحاق اور اسماعیل اور یعقوب اور موسیٰ اور داؤد اور عیسیٰ وغیرہ

﴿۱۹۴﴾

سب اس نور کے وارث ہوئے یہاں تک کہ آخری وارث ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پس ان تمام پاک نبیوں نے جیسا کہ آدم سے وارثت میں جسمانی نقوش پائے ایسا ہی بحیثیت خلیفہ ہونے آدم کے اس سے خدائی روح بھی پایا پھر ان کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً اور لوگ بھی وارث ہوتے گئے۔

قرآن شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ثبوت

اور قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بارے میں مختلف مقامات میں ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ [1] ترجمہ۔ کہہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کس قدر صراحت سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں یعنی اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور جس طرح نور ظلمت کو دور کرتا ہے اور تریاق زہر کا اثر زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے۔ پس اسی طرح پُرجوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کی جاتی ہے وہ گناہوں کے خس و خاشاک کو بھسم کرنے کے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام عظمت اور بزرگی کو

﴿۱۹۵﴾

[1] اٰل عمران: ۳۲

مان کر پورے صدق اور صفا اور محبت اور اطاعت سے آپ کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے وہ ظلمت جو اس کے اندر ہے دور ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اس کے اندر باقی نہیں رہتا اور پھر اس نور سے قوت پاکر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے ہر یک عضو میں سے محبت الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے تب اندرونی ظلمت بکلّی دور ہو جاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اس میں نور پیدا ہو جاتا ہے اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی اس کے دل سے کوچ کرتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اس کو اس اتباع سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اس سے مسلوب ہو جاتی ہے اور نیکی کرنے کی طرف اس کو رغبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ آپ قرآن شریف میں فرماتا ہے حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ [1] کہ خدا نے تم پر پاک روح نازل کرکے ہر یک نیکی کی تم کو رغبت دی اور کفر اور فسق اور عصیان تمہاری نظر میں مکروہ کر دیا۔

لیکن اگر اس جگہ یہ سوال ہو کہ وہ نور جو بذریعہ نبی علیہ السلام کے پیروی کرنے والے کو ملتا ہے جس سے گناہ کے جذبات دور ہو جاتے ہیں وہ کیا چیز ہے سو اس سوال کا یہ جواب ہے کہ وہ ایک پاک [1] معرفت ہے جس کے ساتھ کوئی تاریکی شک وشبہ کی نہیں۔ اور وہ ایک [2] پاک محبت ہے جس کے ساتھ کوئی نفسانی غرض نہیں۔ اور وہ ایک پاک لذت [3] ہے جو تمام لذتوں

[1] الحجرات : ۸

سے بڑھ کر ہے جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں۔ اور وہ ایک[۴] زبردست کشش ہے جس پر کوئی کشش غالب نہیں۔ اور ایک قوی[۵] الاثر تریاک ہے جس سے تمام اندرونی زہریں دور ہوتی ہیں۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جو نور کے طور پر روح القدس کے ساتھ سچی پیروی کرنے والے کے دل پر نازل ہوتی ہیں پس ایسا دل نہ صرف گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے بلکہ طبعاً اس سے متنفر بھی ہو جاتا ہے۔ ان پانچ[۵] چیزوں کی طاقت کا جدا جدا بیان تو بہت طول چاہتا ہے مگر صرف پاک معرفت کی خاصیتوں کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کیونکر پاک معرفت گناہ سے روکتی ہے۔ ﴿۱۹۶﴾

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان بلکہ حیوان بھی ہر یک نقصان رساں چیز کی نسبت علم صحیح اور یقینی پاکر پھر اس کے نزدیک نہیں جا سکتا۔ چور کو اگر یہ اطلاع ہو کہ جس جگہ میں نقب لگانا چاہتا ہوں اس جگہ مخفی طور پر ایک جماعت کھڑی ہے جو عین نقب زنی کی حالت میں مجھے پکڑ لے گی تو وہ ہرگز اس بات پر جرأت نہیں کر سکتا کہ نقب لگاوے بلکہ اگر ایک پرند بھی اس بات کو تاڑ جائے کہ یہ چند دانہ جو میرے لئے زمین پر پھیلائے گئے ہیں ان کے نیچے دام ہے تو وہ ان دانوں کے نزدیک نہیں آتا ایسا ہی اگر مثلاً ایک نہایت عمدہ لطیف کھانا پکایا گیا ہو مگر کسی شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اس کھانے میں زہر ہے تو وہ کبھی اس کھانے کے نزدیک نہیں آتا پس ان تمام مشاہدات سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب ایک موذی اور نقصان رساں چیز کی نسبت پورا علم حاصل کر لے تو کبھی اس چیز کی طرف رغبت نہیں کرتا بلکہ اس کی شکل سے بھاگتا ہے لہٰذا یہ امر قابل تسلیم ہے کہ اگر انسان کو کسی ذریعہ سے اس بات کا علم ہو جائے کہ گناہ ایسی مہلک زہر ہے جو فی الفور ہلاک کرتی ہے تو بلا شبہ بعد اس علم کے انسان گناہ کا مرتکب ہرگز نہیں ہوگا لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ وہ ذریعہ کونسا ہے۔ کیا عقل یہ ذریعہ ہو سکتی ہے۔ تو اس کا یہی جواب ہے کہ عقل ہرگز کامل ذریعہ نہیں ہو سکتی جب تک کوئی

آسمانی مددگار نہ ہو کیونکہ دل میں یہ یقین ہونا کہ گناہ کے لئے واقعی ایک سزا ہے جس سے انسان بھاگ نہیں سکتا۔ یہ یقین کامل طور پر اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب کامل طور پر معلوم ہو کہ خدا بھی ہے جو گناہ پر سزا دے سکتا ہے لیکن مجرد عقلمند جس کو آسمان سے کوئی روشنی نہیں ملی خدا تعالیٰ پر کامل طور پر یقین نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے خدا کے کلام کو نہیں سنا اور نہ اس کے چہرہ کو دیکھا اس لئے اس کو خدا تعالیٰ کی نسبت بشرطیکہ وہ زمین و آسمان کی مخلوقات پر غور کر کے صحیح نتیجہ تک پہنچ سکے صرف اس قدر علم ہوسکتا ہے کہ ان تمام مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہئے لیکن اس یقینی قطعی علم تک نہیں پہنچ سکتا کہ وہ صانع موجود بھی ہے اور ظاہر ہے کہ **ہونا چاہئے** اور ہے میں بڑا فرق ہے یعنی جو شخص صرف اسی قدر علم رکھتا ہے کہ فقط ہونا چاہئے کے مرتبہ پر آ کر ٹھہر گیا ہے پھر ماوراء اس کے اس کی نظر کے سامنے تاریکی ہی تاریکی ہے وہ اس شخص کی مانند اپنے علم کی رو سے ہرگز نہیں کہ جو اس صانع حقیقی کی نسبت صرف یہ نہیں کہتا کہ **ہونا چاہئے** بلکہ اس نور کی شہادت سے جو اس کو دیا گیا ہے محسوس بھی کر لیتا ہے کہ وہ **ہے بھی** اور یہ نہیں کہ صرف وہ آسمانی نور سے خدا کی ہستی کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ اس آسمانی نور کی ہدایت سے اس کے عقلی اور ذہنی قویٰ بھی ایسے تیز کئے جاتے ہیں کہ اس کا قیاسی استدلال بھی اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتا ہے پس وہ دوہری قوت سے خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہے۔ اس جگہ آسمانی نور سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا یقینی مکالمہ اسے نصیب ہوتا ہے یا صاحب مکالمہ سے نہایت شدید اور گہرا تعلق اس کو ہوتا ہے اور مکالمہ الٰہیہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ عام لوگوں کی طرح ظنی طور پر وہ الہام کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ ظنی الہام کچھ چیز نہیں ہے بلکہ وہ عقل سے بھی نیچے گرا ہوا ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ درحقیقت وہ یقینی اور قطعی طور پر خدا تعالیٰ کی ایسی پاک اور کامل وحی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نشان ایک لازمی امر کی طرح ہوتے ہیں اور وہ وحی اپنی ذات میں نہایت شوکت اور عظمت رکھتی ہے اور اپنے

﴿۱۹۷﴾

پُر رعب اور لذیذ الفاظ کے ساتھ ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر گھس جاتی ہے اور اس پر خدا کے نشانوں اور فوق العادت علامات کی ایک چمکتی ہوئی مہر ہوتی ہے اور انسان کو خدا پر پورا یقین حاصل کرنے کے لئے یہ ایک پہلی ضرورت ہے کہ ایسی وحی سے بذات خود فیضیاب ہو یا ایک فیضیاب سے تعلق شدید رکھتا ہو جو روحانی تاثیر سے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہو پس ہر یک مذہب جو یہ تازہ بتازہ وحی جو زندہ نشان اپنے ساتھ رکھتی ہے پیش نہیں کرسکتا وہ ان بوسیدہ ہڈیوں کی مانند ہے جو خاک نے قریباً ان کو خاک کی مانند کردیا ہے اور ایسے مذہب سے ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی سچی تبدیلی پیدا کرسکے اور اس پر فخر اور ناز کرنے والے صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو محض باپ دادوں کی لکیر پر چلنا چاہتے ہیں اور حق جوئی کی ان کی روح میں کوئی خواہش نہیں اور نہ ایسی خواہش کے وہ آرزومند ہیں بلکہ شدت تعصب اور گمراہی کے پیار سے ان کی اندرونی حالت کی ایک کایا پلٹ ہو رہی ہے ان کو اس بات کی پروا نہیں کہ وہ کیونکر یقینی طور پر خدا پر ایمان لاسکتے ہیں اور وہ خدا کن صفات کا ہونا چاہئے جس پر یقینی ایمان آسکتا ہے اور وہ کونسے امور ہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی کی نسبت یقین کو پیدا کرسکتے ہیں اور نیز یقین کی علامات کیا ہیں جو صاحبِ یقین کے لئے بطور امتیازی نشان کے ہوتی ہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ کوئی مذہب کسی حد تک معقولیت کے رنگ میں ہو اور ظاہری تہذیب اور شائستگی سے موصوف بھی ہو لیکن صرف اسی حد تک نہیں کہا جائے گا کہ وہ مذہب خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات کی نسبت یقین کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے بلکہ دنیا کے تمام مذہب اس وقت تک سراسر لغو اور بے فائدہ اور بیہودہ اور بے جان اور مردہ ہیں جب تک کہ ایک سالک کو یقین کے صافی چشمہ تک نہ پہنچاویں۔

افسوس کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے وجود اور اس کی ہستی اور اس کی عظمت اور قدرت اور دیگر صفاتِ حسنہ پر یقین لانا کیا چیز ہے بلکہ اگر ان کی حالت پر افسوس سے یہ ﴿۱۹۸﴾

رائے ظاہر کی جائے کہ وہ چشمۂ صافیہ یقین سے بے نصیب ہیں لہٰذا وہ سچی پاکیزگی سے بھی بے نصیب ہیں جو یقین کے بعد حاصل ہوتی ہے تو وہ اس بات سے بہت غصہ کرتے ہیں اور جوش میں آ کر کہتے ہیں کہ کیا ہم خدا پر یقین نہیں رکھتے کیا ہم اس کو نہیں مانتے پس ان تمام باتوں کا یہی جواب ہے کہ درحقیقت نہ تم خدا پر یقین رکھتے ہو اور نہ اس کو مانتے ہو۔ افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ ایک سوراخ پر جوان کو دلی یقین ہوتا ہے کہ اس میں ایک زہریلا سانپ ہے وہ اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتے کیونکہ اس میں اپنی ہلاکت دیکھتے ہیں لیکن وہ ہر یک گناہ دلیری سے کر لیتے ہیں وہ ایک ہلاہل زہر کو نہیں کھاتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ہم مر جائیں گے لیکن بڑے بڑے خوفناک جرائم ان سے ظہور میں آتے ہیں بلکہ یقین تو یقین ظن غالب کے مرتبہ پر بھی وہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کرتے جس سے کسی ضرر کا احتمال ہے مثلاً وہ کسی ایسی چھت کے نیچے سونا پسند نہیں کرتے جس کا شہتیر کسی قدر ٹوٹ گیا ہے وہ کسی ایسے گاؤں میں رہنا نہیں چاہتے جس میں ہیضہ یا طاعون شروع ہوگئی ہے پھر کیا باعث ہے کہ باوجود دعویٰ یقین کے خدا تعالیٰ کے حکموں کو توڑتے ہیں پس یقیناً سمجھو کہ حق یہی بات ہے کہ درحقیقت ان کو یقین نہیں بلکہ ان کو یہ ظن غالب بھی نہیں کہ ایک مقتدر ذات موجود ہے جو ایک دم میں ہلاک کر سکتی ہے۔

عیسائیوں کا خدا

آج کل یہ بیماری کسی خاص فرقہ سے مخصوص نہیں بلکہ جیسے عیسائیوں میں ہے ایسا ہی مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے اور بقدر مراتب مشرقی لوگوں نے بھی اس سے حصہ لیا ہے جیسا کہ مغربی لوگوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں فرق یہ ہے کہ مسلمان تو لاپروائی سے سچے اور قادر خدا سے لاپروا ہیں تاہم ہمیشہ خدا اپنا نور ان پر ظاہر کرتا رہتا ہے اور ہر زمانہ میں ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور بہت سے سعادت کے فرزند اس نور سے حصہ لیتے ہیں لیکن

عیسائی تو مدت ہوئی کہ اس خدا کو کھو بیٹھے ہیں جس پر یقین آنے سے پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور اس کی عظمت اور جلال کے تصور سے درحقیقت گناہ سے سچی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے اور یہ لوگ بجائے اس حیّ قیّوم کے ایک عاجز انسان کو جو مریم کا بیٹا اور یسوع کہلاتا ہے خدا قرار دیتے ہیں حالانکہ نہ وہ دعاؤں کا جواب دے سکتا ہے اور نہ خود کسی کو پکار سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی عظمت اور قدرت ظاہر کر سکتا ہے پس اس کے ذریعہ سے اگر سچی پاکیزگی حاصل ﴿۱۹۹﴾ ہو تو کیونکر ہو اس کی قدرت کے نمونے جو کتابوں میں لکھے ہیں وہی ہیں جو اس نے یہودیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھائے تمام رات کی دعا قبول نہ ہوئی ماں پر قابل شرم الزام قائم ہوا اس کی مدافعت کسی خدائی چمکار سے نہ کر سکا اس کے معجزات میں اگر وہ صحیح بھی مان لئے جائیں کوئی ایسی خوبی نہیں جو دوسرے انبیاء کے معجزات میں نہ ہو بلکہ ایلیا نبی کے معجزات اور اس کا مُردے زندہ کرنا یہ کمال قدرت مسیح کے معجزات سے بہت بڑھ کر ہے ایسا ہی یسعیاہ نبی کے معجزات بھی درحقیقت بعض ایسے ہیں کہ مسیح کے معجزات کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں اور حضرت مسیح کی پیشگوئیاں تو نہایت ردّی حالت میں ہیں کہ بجائے اس کے کہ ان سے کوئی نیک اثر دلوں پر پڑے ان کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ یہ کس قسم کی پیشگوئیاں ہیں کہ قحط پڑیں گے، زلزلے آئیں گے، لڑائیاں ہوں گی۔ حالانکہ ان پیشگوئیوں سے پہلے بھی ملک میں سب کچھ ہو رہا تھا۔ پس ایسے خدا پر کیونکر ایک عقلمند ایمان لاوے یہ تو پہلے قصے ہیں خدا جانے ان واقعات میں سچ کس قدر ہے اور جھوٹ کس قدر لیکن اس زمانہ کے لوگوں کے لئے اس نئے خدا کے ماننے میں جس کا یہودیوں کی تعلیم میں بھی نام و نشان نہیں اور بھی مشکلات بڑھ گئے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے نہ تو مردے زندہ ہوتے بچشم خود دیکھے اور نہ بیماروں میں سے بھوتوں کا نکلنا بچشم خود مشاہدہ کیا اور نہ وہ وعدے پورے ہوئے جو ان کی نسبت کئے گئے تھے یعنی یہ کہ اگر وہ کوئی زہر کھالیں تو اثر نہیں کرے گی اور اگر ایک

پہاڑ کو کہیں کہ ایک جگہ سے اٹھ جائے تو وہ فی الفور اٹھ جائے گا اور سانپوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑیں گے اور وہ نہیں کاٹیں گے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر یورپ کے عیسائی خودکشی سے مرتے ہیں فی الفور زہران میں اثر کر جاتی ہے اور پہاڑ کا تو کیا ذکر اگر ایک الٹا پڑا ہوا جوتا ہو تو فقط حکم سے اس کو سیدھا نہیں کر سکتے جب تک ہاتھ ہلا کر سیدھا نہ کریں اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں سے ہمیشہ مرتے رہتے ہیں۔ اب اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ ان آیات کے حقیقی معنے مراد نہیں لینے چاہئیں بلکہ اس جگہ مجازی معنے مراد ہیں مثلاً زہر سے یہ مراد ہے کہ وہ غصہ کھا لیتے ہیں اور سانپوں سے یہ مراد کہ شریران کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو قبل اس کے کہ ہم ان تاویلوں میں بھی گفتگو کریں ہم حق رکھتے ہیں کہ اس وقت یہ سوال پیش کر دیں کہ جبکہ یہ تمام دعوے جو نشانوں کے لئے دئے گئے اور بار بار حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو کچھ میں نشان دکھاتا ہوں میرے پیرو بھی وہی نشان دکھائیں گے صرف استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں اور ان سے نشان مراد نہیں ہیں تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح کی طرف معجزات منسوب کئے جاتے ہیں وہ بھی استعارہ کے رنگ میں ہیں کیونکہ حضرت مسیح بار بار انجیلوں میں فرما چکے ہیں کہ جو کچھ مَیں معجزات دکھاتا ہوں وہی معجزات میرے سچے پیرو بھی دکھاتے رہیں گے اب چونکہ ایسے معجزات کے مطالبہ کے وقت یہ جواب ملتا ہے کہ ان مقامات سے مراد معجزات نہیں ہیں بلکہ محض مسیحی لوگوں کی اخلاقی حالتیں مردا ہیں تو کیوں نہ کہا جائے کہ حضرت مسیح کے معجزات سے بھی ایسے ہی امور مراد ہیں نہ درحقیقت معجزات۔ غرض عیسائیوں کے لئے یہ سوال ایک سخت مصیبت کی جگہ ہے جس کا کوئی بھی جواب ان کے پاس نہیں۔ اب اگر اس مقام میں ذرہ زیادہ سوچا جائے تو درحقیقت یہ ایک مصیبت نہیں بلکہ تین[۳] مصیبتیں ہیں (۱) ایک تو یہ کہ مسیح کا فرمانا کہ جو کچھ میں معجزات دکھلاتا ہوں وہی معجزات بلکہ ان سے بڑھ کر میرے پیرو بھی دکھائیں گے یہ بات صریح جھوٹی نکلی (۲) دوسری اس جھوٹ نے یہ

﴿۲۰۰﴾

بھی ثابت کر دیا کہ مسیح نے بھی کوئی معجزہ نہیں دکھلایا کیونکہ اگر مسیح نے کوئی معجزہ دکھلایا تھا تو ضروری تھا کہ مسیح کے پیرو بھی معجزات دکھلانے پر قادر ہوتے (۳) تیسری اگر فرض محال کے طور پر ہم قبول بھی کر لیں کہ مسیح سے معجزات ظاہر ہوئے تھے اور ان عبارات کی کچھ پروا نہ کریں جہاں انجیلوں میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے حرامکار نشان مانگتے ہیں ان کو کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا تاہم ایسے معجزات سے جو پہلے نبیوں کے معجزات سے کچھ زیادہ نہیں ہیں بلکہ کم ہیں مسیح کی خدائی ثابت نہیں ہوسکتی۔ پس جب کہ مسیح کی خدائی ایسی ہے کہ ایک سلیم العقل آدمی کو کسی طرح اس پر یقین نہیں آسکتا تو ایسی خدائی کیونکر گناہ سے روک سکتی ہے۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ امر جو اول درجہ پر گناہ سے روکتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین ہے یعنی یہ یقین کہ درحقیقت ایک خدا ہے جو گناہ کی سزا دیتا ہے مگر مسیح کی نسبت ایسا یقین کیونکر پیدا ہو بھلا کوئی ہمیں یہ تو بتلاوے کہ اُس میں اور ان لوگوں میں جو مر چکے ہیں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ ہم اور ہر یک عقلمند خوب جانتا ہے کہ خدا میں اور مخلوق میں ایک مابہ الامتیاز ضرور چاہئے لیکن اس جگہ اس مابہ الامتیاز کا تو ذکر کیا یہاں تو اس قدر بھی مابہ الامتیاز ثابت نہیں جو ایک مردہ انسان اور زندہ انسان میں ہوسکتا ہے۔ افسوس کہ حضرات عیسائی صاحبان تو مسیح کی خدائی کے لئے شور وفریاد کر رہے ہیں لیکن ہم تو اسی قدر پر راضی ہوسکتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو ایک زندہ انسان کے مرتبہ پر ثابت کر کے دکھلاویں۔ ہمیں کسی مذہب سے بغض نہیں اگر ابن مریم خدا ہے تو ہم سب سے پہلے اسے قبول کرنے کو طیار ہیں اگر درحقیقت وہی شفیع ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اول المومنین ہم ہی ہوں لیکن محض باطل اور سراسر لغو اور جھوٹ کو ہم کیونکر قبول کر لیں۔ اگر خدا ایسا ہی کمزور اور عاجز ہونا چاہئے جیسا کہ یسوع ابن مریم ہے تو پھر ایسے خدا کے ماننے کی کچھ بھی ضرورت نہیں اور نہ کسی طرح اس پر یقین آسکتا ہے ﴿۲۰۱﴾ لیکن اگر یسوع مسیح ایسا خدا ہے کہ ہم اُسی طرز سے اس کو شناخت کر سکتے ہیں جس طرح خدا تعالیٰ

ہریک زمانہ میں نبیوں کی معرفت اور خود بخود بھی اپنے تئیں شناخت کراتا رہا ہے اور وہ بھی اس سے ناآشنا سا نہیں رہے جن کو آسمانی کتابیں نہیں پہنچیں تو ہم اس کے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پس کیا زمین کے پردہ پر کوئی ایسے صاحب ہیں جو مسیح کا کوئی امتیازی نشان ہمیں دکھلاویں یعنی ہم اس کی آواز سن سکیں اور اس کی خدائی کے نشانوں کو ہم دیکھ سکیں کیونکہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر اس سچے خدا پر بھی محض شکی ایمان ہو جو واقعی خدا ہے تب بھی ایسا ایمان گناہوں سے مُنَجّی نہیں ہوسکتا پھر ایسا مصنوعی خدا جو یہودیوں کے ہاتھ سے ماریں کھاتا رہا اس پر اگر محض شکی طور پر خدائی کا خیال جمایا جائے تو ایسا خیال کس مرض سے نجات دے گا۔ یہ یقینی امر ہے کہ وہ خدا جو درحقیقت خدا ہے اُس پر ایمان لانا بھی اسی حالت میں گناہ سے چھڑا سکتا ہے جبکہ وہ ایمان یقین کے درجہ پر پہنچ گیا ہو تو پھر کسی انسان کو خدا بنانا اور اس کی خدائی پر یقینی دلائل پیش نہ کرنا کس قدر جائے شرم ہے اور درحقیقت ایسے لوگ راستی کے دشمن ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان لوگوں کو اس قابل شرم کارروائی کے لئے کونسی ضرورت پیش آئی تھی اور ازلی ابدی خدا کے ماننے میں کون سے نقصان محسوس ہوئے تھے جن کا تدارک اس مصنوعی خدا سے کیا گیا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچا خدا جو آدم پر ظاہر ہوا اور پھر شیث پر اور پھر نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور تمام نبیوں پر یہاں تک کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ہمیشہ زندہ اور حیّ و قیّوم ہے اور جیسا کہ وہ پہلے زمانوں میں نبیوں کی معرفت اَنَا المَوجود کہتا تھا اب بھی اسی طرح کہتا ہے اور جیسا کہ پہلے نبیوں نے اس کی باشوکت آوازیں سنیں اور اس کے نشان دیکھے ویسا ہی ہم بھی آوازیں سنتے اور نشان دیکھتے ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے زمانوں میں وہ اپنے لوگوں کی دعائیں سنتا اور جواب دیتا تھا ایسا ہی اب بھی وہ ہماری دعائیں سنتا اور جواب دیتا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے راستباز اس سے محبت کرنے اور اس کا چہرہ دیکھنے سے سچی پاکیزگی حاصل کرتے تھے ویسا ہی ہم بھی حاصل کر رہے

ہیں پس اس طاقتور اور مقتدر خدا کو وہی چھوڑے گا جو سخت بد قسمت اور اندھا ہوگا ہم یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں جس قدر جھوٹے طور پر خدا بنائے گئے ہیں جیسا کہ یسوع ابن مریم اور رام چندر اور کرشن اور بدھ وغیرہ یہ محض بے دلیل بنائے گئے ہیں اور اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ایک بکری کو انسان کہا جائے حالانکہ نہ وہ بولتی ہے اور نہ انسانوں کی طرح چل سکتی ہے اور نہ انسانوں کی طرح اس کی صورت ہے اور نہ انسانوں کی طرح وہ عقل رکھتی ہے اور نہ کوئی علامت انسانیت کی اس میں پائی جاتی ہے۔ پس کیا تم ایک بکری کو انسان کہہ سکتے ہو حالانکہ بہت سی باتوں میں بکری کو انسان سے شراکت بھی ہے مثلاً بکری کھاتی ہے جیسا کہ انسان کھاتا ہے اور بکری پیشاب اور پاخانہ کرتی ہے جیسا کہ انسان کرتا ہے لیکن کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ مسیح یا رام چندر وغیرہ کو خدا سے کوئی خاص شراکت ہے جو ثابت ہو سکے۔ ﴿۲۰۲﴾

ان خداؤں کے بنائے جانے کی بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ بمقابل ایک تفریط کے افراط کا طریق اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً راجہ راون نے جب ایک نہایت سختی سے راجہ رام چندر کی ذلّت کی اور اس کی عورت کو نکالے جانے سے رام چندر کی تمام جماعت کو سخت صدمہ پہنچایا تو جو فریق راجہ رام چندر کا حامی تھا انہوں نے فی الفور راجہ راون کو انسانوں کی نسل سے خارج کیا اور راجہ رام چندر کو ایسے یقین کامل سے پرمیشر بنا دیا کہ اب تک تمام ہندو بجائے اپنے پرمیشر کا نام لینے کے رام رام ہی کیا کرتے ہیں بلکہ ان کے سلام کا لفظ بھی رام رام ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کو یسوع کے خدا بنانے میں ابھی اس قدر غلو نہیں جیسا کہ ہندوؤں کو رام چندر کے خدا بنانے میں غلو ہے یہاں تک کہ ہندوؤں کو اپنے پرمیشر کا نام قریباً بھول ہی گیا ہے اور ہر ایک موقع پر کثرت استعمال رام رام کی ہے۔ پس جس بالمقابل غیرت اور غلو کی وجہ سے راجہ رام چندر کو خدا بنایا گیا ہے انہیں اسباب سے

یسوع ابن مریم کو بھی خدا بنایا گیا یعنی اول شریر یہودیوں نے حضرت مسیح کی ولادت کو ناجائز قرار دیا اور حضرت مریم کو آلودہ دامنی کا الزام لگایا اور پھر حضرت مسیح کے چال چلن پر بہت افترا کیا چنانچہ چند فاضل یہودیوں کی کتابیں جو اس وقت ہمارے مطالعہ میں ہیں ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی زندگی کا بہت ہی بُرا نقشہ کھینچا ہے یہ کتابیں ان فاضل یہودیوں کی ان دنوں میں شام کے وقت ہمارے حلقہ میں محض اس غرض سے پڑھی جاتی ہیں کہ تا ہماری جماعت کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آج کل بعض نادان پادری جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی پر افترا اور بہتان کے طور پر حملے کرتے ہیں ان سے بدتر حملے حضرت مسیح کی زندگی پر کئے گئے ہیں یہاں تک کہ بعض ایسے حملے ہیں جن کے لکھنے سے بھی شرم اور حیا مانع ہے اُن کی ماں پر نہایت ناپاک الزام ہے ایسا ہی ان کی بعض دادیوں یعنی **تمر** اور **راحب** اور **بنت سبع** پر حرامکاری کے الزام ہیں جن کو پادری صاحبان بھی قبول کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ الزام ہیں جو حضرت مسیح کے چال چلن پر ہیں اور یہ کہ انہوں نے کس طرح ہر ایک بات میں فریب سے کام لیا اور کیونکر خدا نے توریت کے وعدہ کے موافق ان کو آخرکار سزائے موت دے دی یہ تمام ذلّت اور اہانت اور تہمت کے ایسے الفاظ ہیں جو ایک مسلمان بغیر اس کے جو بے اختیار غصہ میں آ جائے ان کو پڑھ نہیں سکتا۔ پس جب اس قدر حضرت مسیح کی توہین کی گئی کہ جو ایک معمولی انسان کے درجہ پر سے بھی ان کو گرایا گیا تو اس صورت میں یہ واقعہ ایک طبعی امر تھا کہ جو جماعت حضرت مسیح پر ایمان لائی تھی وہ رفتہ رفتہ افراط کی طرف مائل ہو جاتی لہٰذا پُرجوش آدمی جن کو پہلے سے شرک سے پیار تھا بجز اس کے خوش نہ ہو سکے کہ حضرت مسیح کو خدا بنا دیا جائے گویا کہ وہ اس طرح پر یہودیوں کے اُن حملوں کا بدلہ اتارنا چاہتے تھے جو نہایت سختی سے حضرت مسیح پر کئے گئے تھے۔اور عجیب تر یہ بات ہے کہ جن انجیلوں سے عیسائی لوگ حضرت مسیح کی خدائی ثابت

﴿۲۰۳﴾

کرنا چاہتے ہیں انہیں انجیلوں کے حوالہ سے ایک فاضل یہودی نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ انسان درحقیقت ایک دنیا پرست اور مکّار تھا جس سے نہ کوئی معجزہ ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی سچی نکلی اور وہ لکھتا ہے کہ انجیلوں میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ گویا مسیحؑ نے بہت سے معجزات یہودیوں کو دکھلائے یہ قول خود انجیلوں کے ہی بیان سے جھوٹ ثابت ہوتا ہے کیونکہ انجیل کی گواہی سے ثابت ہے کہ جب بزرگانِ قوم یسوع سے کوئی معجزہ طلب کرتے تھے تو اس کے جواب میں یسوع کا یہی طریق تھا کہ وہ ان بزرگوں کو گندی گالیاں دے کر یہی کہا کرتا تھا کہ ان کو کوئی معجزہ دکھایا نہیں جائے گا۔ اور پھر کہتا ہے کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ بعض بیماروں کو اس نے اچھا کیا تھا تو یہ کوئی مفید دلیل اس کی خدائی کے لئے نہیں کیونکہ اسی زمانہ میں اس کے مخالف بھی ایسے معجزات دکھاتے تھے اور پھر کیا عقل قبول کر سکتی ہے کہ ایسے معجزات جن سے بہت بڑھ کر اور نبی دکھلاتے رہے ان سے یسوع کا خدا ہونا ثابت ہو جائے گا غرض جبکہ یہودیوں نے نہایت سختی سے حضرت مسیحؑ کی توہین کی تو اس کا ایک ضروری نتیجہ تھا کہ اِس تفریط کے مقابل پر افراط بھی کی جاتی پس جب افراط کا سیلاب عیسائیوں میں زور سے چلا اُسی زمانہ میں حضرت مسیحؑ کے خدا بنانے کے لئے بنیاد رکھی گئی یہ بات اُس وقت بخوبی سمجھ آ سکتی ہے جبکہ ایک طرف یہودیوں کے حملوں کو دیکھا جائے اور دوسری طرف ان حملوں سے بچنے کے لئے عیسائیوں کی مبالغہ آمیز باتوں کو غور سے سوچا جائے اب چونکہ یہودیوں کی کتابیں بھی اشاعت پا چکی ہیں اور بعض فاضل یہودیوں نے ان کو فرانسیسی زبان میں شائع کیا ہے اور پھر انگریزی زبان میں بھی وہ چھپ گئی ہیں لہٰذا ان دنوں میں حق کے طالبوں کے لئے اصل حقیقت سمجھنے کے لئے نہایت آسانی ہو گئی ہے۔ یہودیوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جب سے کہ حضرت موسیٰؑ کو توریت ملی اور پھر وقتاً فوقتاً نبی آتے رہے کسی نے تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ یہی تعلیم دیتے رہے کہ تمہارا

خدا ایک ہے اور غائب ہے۔ یہودیوں کا یہ بھی عذر ہے کہ جب موسیٰ نے کوہ سینا پر خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ اپنا چہرہ دکھلا تو خدا نے اس وقت کیوں کہا کہ میرا چہرہ کوئی دیکھ نہیں سکتا چاہئے تھا کہ خدا اُس وقت یسوع کی شکل دکھلا دیتا کہ میرا چہرہ یہ ہے۔ غرض یہود نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عیسائی مذہب ایک ایسا مذہب ہے کہ توریت کے پرانے وثیقہ کو جس پر تمام نبیوں کی مہریں ہیں چاک کرنا چاہتا ہے اور توریت کا بنیادی پتھر جو توحید ہے اس کے استیصال کے درپے ہے۔ الحاصل عیسائیوں نے ایسے خدا کو پیش کر کے کہ جس کی تعلیم خدا کی بابت ہرگز ہرگز توریت کی تعلیم کے مطابق نہیں اور نہ قرآن کے مطابق ہے ایک مکروہ بدعت کو دنیا میں پھیلانا چاہا ہے ان کو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں کہ ایسے نئے عقیدہ نے اگر توریت اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں کی مخالفت کی ہے تو بارے وہ عقل کے ذریعہ سے ہی ثابت کیا جاتا بلکہ ان کو عقل کی راہ سے بھی عجیب لا پرواہی ہے گویا ان کے نزدیک عقلی استدلال کی مذہب پر کوئی حکمرانی نہیں بلکہ ان کے نزدیک عقل کو یہ حق حاصل نہیں کہ توحید اور تثلیث کے بارے میں اپنی کوئی شہادت دے سکے وہ دوسروں کی خوردہ گیری اور نکتہ چینی کے بہت عادی ہیں مگر تعجب کہ اپنے عقیدہ کی نسبت بھول کر بھی ایک غور کی نظر نہیں کرتے۔ ان کا اصلی کام یہ ہونا چاہئے تھا کہ حضرت مسیح کی خدائی کو جس کے تورات۔ قرآن۔ عقل تینوں مکذب ہیں اول ثابت کر لیتے اور پھر کفّارہ اور نجات وغیرہ خود تراشیدہ باتوں پر زور دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنے عقیدہ کی اصل بنیاد کو نظر انداز کر کے بیہودہ باتوں میں پڑ گئے لیکن اس کے ساتھ مَیں یہ بیان کرنا بھی چاہتا ہوں کہ اس غلطی کی تہ میں ایک سچائی بھی مخفی ہے اور گو بیہودہ توہمات کے حاشیہ سے اُس سچائی کا ایسا منہ کالا کر دیا گیا ہے کہ اب بجائے خوبصورتی کے ایک نہایت بد اور ڈراؤنی شکل نظر آتی ہے تاہم پھر بھی اس سیاہ بادل کے اندر ایک واقعی سچائی کی برقی روشنی ہے جو نہایت دھیمے طور پر اس کی مہلک تعلیم مسیح کو خدا بنانے میں بھی محسوس ہو

﴿۲۰۴﴾

رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا اور اپنا نور اس کے اندر رکھا اور اپنی روح اس میں پھونکی اور یہی خبر قرآن شریف سے بھی ملتی ہے پس یہ امر انسانی استعداد اور فطرت سے کچھ بڑھ کر نہیں ہے کہ خدا اپنے بندہ کے صافی دل میں اس طور سے نزول جلالی فرماوے کہ اس کی عظمت کا خیمہ اُس کے دل میں قائم ہو جائے اور بندہ کو خدا سے ایک ایسا تعلق پیدا ہو جائے جیسا کہ مثلاً جب لوہے کو ایک نہایت تیز اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے تو وہ بظاہر آگ کی صورت پر ہی نظر آجاتا ہے مگر تاہم درحقیقت وہ لوہا ہے نہ آگ۔ پس درحقیقت یہی تعلق خدا کے کامل محبّوں کو خدا سے ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اندر محسوس کرنے لگتے ہیں کہ خدا ان میں اترا ہے اور بسا اوقات اس عالم اتّحاد میں بعض لوگوں کی زبان پر شطحیات بھی جاری ہو جاتی ہیں یعنی وہ لوگ اُس الٰہی تعلق کو ایسے رنگ سے بیان کرتے ہیں کہ عام آدمی اس دھوکے میں پڑتے ہیں کہ گویا وہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے قریباً اس قسم کے کلمات تمام الٰہی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ﴿۲۰۵﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال

قرآن شریف میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو اسی بنا پر خدا کا قول اور فعل ٹھہرایا گیا ہے مثلاً قول کی نسبت یہ آیت ہے مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی [1] یعنی اس نبی کا قول بشری ہوا وہوس کے چشمہ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کا قول خدا کا قول ہے اب دیکھو کہ اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال خدا تعالیٰ کے اقوال ثابت ہوتے ہیں پھر اس کے مقابل پر ایک دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے افعال بھی خدا تعالیٰ کے افعال ہیں جیسا کہ فرمایا ہے مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی [2] یعنی جو کچھ تو نے چلایا یہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی خدا کے

[1] النجم: ۴، ۵ [2] الانفال: ۱۸

افعال ہیں۔ پھر جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بھی خدا کے اقوال ہوئے اور افعال بھی خدا کے افعال ہوئے تو اب بتلاؤ کہ بجز اس کے کیا نتیجہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم ذات حضرت باری ہیں مگر باوجود اس کے عقلمند مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ قرار نہیں دیتے اور عیسائیوں کی طرح آنجناب کو الوہیت کا کوئی اقنوم نہیں ٹھہراتے حالانکہ اس جگہ عملی طور پر بھی ثبوت ہے اور وہ یہ کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کے لئے غیرت رکھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ آنجناب کے لئے غیرت دکھلائے ہے اور جن لوگوں نے آنجناب کو دکھ دئے تھے اور ناحق کے خون کئے تھے اور آپ کو وطن سے نکالا تھا خدا تعالیٰ نے آنجناب کو وفات نہیں دی جب تک کہ ان لوگوں کو عذاب کا مزا نہ چکھا لیا۔ اور جن لوگوں نے ساتھ دیا تھا ان کو تختوں پر بٹھا دیا۔ اب جب ہم آنجناب کے ان حالات کا یسوع مسیح کے حالات سے مقابلہ کرتے ہیں تو مجبوراً ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر یسوع مسیح کے لئے کوئی اپنی تائید ظاہر نہ کی بلکہ الٹا یہودیوں کی تائید کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے یسوع کو صلیب پر چڑھا دیا اور بڑی بڑی ذلتیں پہنچائیں۔ خسرو ﴿۲۰۶﴾ پرویز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے جب ارادہ کیا تو ایک ہی رات میں خود قتل کیا گیا۔ لیکن جب یہودیوں کی جھوٹی مخبری سے یسوع مسیح کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تو صرف ایک دو سپاہیوں نے تین گھنٹہ کے اندر یسوع مسیح کو گرفتار کر کے حوالات میں داخل کر دیا اب کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ کوئی الٰہی جلال بھی تھا جو باوجود تمام رات کی دعاؤں کے گرفتار ہونے سے بچ نہ سکا اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ پر جس قدر لوگ حملہ کی نیت پر آپ کے گھر جمع ہوئے تھے اور گھر کا محاصرہ کر لیا تھا وہ باوجود سخت در سخت کوششوں کے نامراد رہے اور بغیر اس کے جو آنجناب یسوع مسیح کی طرح تمام رات دعائیں کرتے عنایت ایزدی سے بچائے گئے اور

اس جرگہ سے روز روشن میں صاف نکل گئے اور کوئی آپ کو دیکھ نہ سکا لیکن حضرت مسیح کی درد ناک دعا ایلی ایلی لما سبقتانی جس پر اب تک یہودی ہنسی ٹھٹھا مارتے ہیں ایسی نامقبول ہوئی کہ باقرار عیسائیاں اس دعا کے بعد نتیجہ یہی نکلا کہ مصلوب ہو گئے۔ یہ تو حضرت مسیح کی ذات کے ساتھ خدا تعالیٰ کے معاملات تھے پھر حواریوں کے حالات بھی ایسے ہی ہیں ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ابھی تم زندہ ہو گے کہ میں واپس آؤں گا اب دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے جھوٹ نکلی اور دو ہزار برس ہونے لگے آنے کا نام ونشان نہیں وہ تمام انتظار کرنے والے ایسی حالتوں میں مرے کہ ہمیشہ یہود اُن سے ٹھٹھا کرتے رہے کہ تمہارا استاد کہاں دوبارہ آیا اور وہ ہمیشہ اس سوال سے شرمندہ رہے اور کوئی جواب نہ دے سکے ان کو بارہ تختوں کا وعدہ دیا گیا تھا مگر خود حضرت مسیح کی زندگی میں ایک حواری مرتد ہو گیا اور دوسرے نے بھی مرتدوں کا سا کام کیا اور اس حساب سے تخت صرف دس رہ گئے حالانکہ پیشگوئی میں بارہ کا وعدہ تھا۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں تختوں پر بیٹھنے کا اپنے اصحاب کو وعدہ دیا تھا۔ سو ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ وہ وعدہ سچا ہو گیا۔ غرض حضرت مسیح کی تعلیم میں ان الفاظ سے جن سے ان کو خدا بنایا جاتا ہے کوئی نادر اور عجیب لفظ نہیں اس لئے کہ اور نبیوں کی شان میں بھی اس قسم کے الفاظ بہت آئے ہیں آدم کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا ہے اور اسرائیل کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا بلکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تم سب خدا ہو مگر کیا ایسے لفظوں سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہئے کہ جن لوگوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال پائے ہیں وہ درحقیقت خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں حضرت مسیح نے بھی تو ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ﴿۲۰۷﴾

مسیح موعود کا ظہور

غرض بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کے معاملہ میں ناحق ایک تنکے کا پہاڑ بنایا گیا ہے دیکھو میں **بھی خدا سے الہام پاتا ہوں** اور بیس برس سے زیادہ عرصہ سے

خدا تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہے ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہوا ہے میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس قسم کے مردے کہ جو سنت اللہ کے رو سے زندہ ہوتے رہے ہیں وہ مجھ سے بھی زندہ ہوئے اسی طرح میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ دس ہزار سے زیادہ میری دعائیں قبول ہوئی ہیں اور جس قسم کے الفاظ انجیلوں میں یسوع مسیح کی نسبت ہیں جن سے ان کی خدائی نکالی جاتی ہے ان سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ کا کلام میری نسبت ہے اور ایسے کلمات میں نے کتابوں کے ذریعہ سے شائع بھی کر دئے ہیں خدا نے میرا نام آدم رکھا ہے۔ خدا نے میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔ خدا نے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ موعود جس کے انتظار میں تمام نبی گزر گئے ہیں وہ تو ہی ہے مگر باوجود اس کے میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں حالانکہ میری نسبت خدا کے کلام میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں جن کے ذریعہ سے مسیح ابن مریم کی نسبت بآسانی خدا کہلا سکتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ کفر ہے اسی لئے میں تمام دنیا سے زیادہ حیران ہوں کہ کونسی کوئی خاص فضیلت مسیح ابن مریم میں تھی جس کی وجہ سے اس کو خدا بنایا گیا کیا اس کے کوئی خاص معجزات تھے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر یہاں معجزات ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیا اس کی پیشگوئیاں اعلیٰ قسم کی تھیں مگر میں خلاف واقعہ کہوں گا اگر یہ اقرار نہ کروں کہ جو پیشگوئیاں مجھے عطا کی گئی ہیں وہ **مسیح ابن مریم** سے بہت بڑھ کر ہیں کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انجیلوں میں مسیح ابن مریم کی شان میں بڑے اعلیٰ درجہ کے لفظ ہیں جن سے ان کو خدا ماننا پڑتا ہے مگر میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا دنیا اور آخرت میں موجب لعنت ہے کہ وہ الفاظ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میری شان میں وارد ہوئے ہیں جن کی نسبت میں پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خالص خدا کے الفاظ ہیں نہ انجیلوں کی طرح محرّف۔ مبدّل۔ مُغیّر۔ وہ ان الفاظ کی شان سے کہیں بڑھ کر ہیں جو مسیح ابن مریم کی نسبت پادری صاحبان انجیلوں میں دکھلاتے ہیں مگر کیا مجھے جائز ہے کہ

﴿۲۰۸﴾ میں بھی خدائی کا دعویٰ کروں یا خدا کا بیٹا کہلاؤں پس اسی طرح یقیناً سمجھو کہ مسیح ابن مریم بھی خدا کا بیٹا نہیں نہ خدا ہے میں **مسیح محمدی** ہوں اور وہ **مسیح موسوی** تھا۔ خدا کی تقدیر نے یہ مقدر کیا تھا کہ اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں جس کی شریعت کی ابتدا موسیٰ سے ہے ایک مسیح آوے اور اس کے مقابل پر یہ بھی مقدر کیا تھا کہ اسماعیلی سلسلہ کے آخر میں بھی جس کی شریعت کی ابتدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ایک مسیح آوے سو ایسا ہی ہوا۔ موسیٰ خدا کا بندہ اسرائیل کے لئے شریعت لایا خدا کو معلوم تھا کہ موسیٰ سے قریباً چودھویں صدی پر بنی اسرائیل شریعت کے حقائق اور رموز کو چھوڑ دیں گے اور نیز اخلاقی حالت ان کی بہت ابتر ہو جائے گی سو اسی غرض سے خدا نے حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی پر مسیح ابن مریم کو پیدا کیا اس ملک میں جس میں بنی اسرائیل کی سلطنت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ سو جب توریت کتاب استثنا کے وعدہ کے مطابق دنیا میں مثیل موسیٰ آیا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا نے آپ کے بعد بھی جب چودھویں صدی پہنچی تو پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا اور وہ **میں ہوں** اور جس طرح مثیل موسیٰ بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھ کر ہے ایسا ہی مثیل عیسیٰ **بھی** بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔

عصمت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے

اب میں دیکھتا ہوں کہ جس مسئلہ عصمت اور شفاعت کو عیسائیوں کی طرف سے بار بار پیش کیا جاتا ہے وہ ایک سراسر دھوکا ہے جو عیسائیوں کو لگا ہوا ہے اگر معصوم کے یہ معنے ہیں کہ کوئی دشمن کسی کی عملی زندگی کی نسبت کوئی نکتہ چینی نہ کرے تو آؤ ہم یہود کی کتابیں دکھلاتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح اور ان کی ماں کے چال چلن پر بہت نکتہ چینی کی ہے اور اگر معصوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص اپنے منہ سے یہ کہے کہ میں نیک ہوں تو آؤ ہم انجیل سے

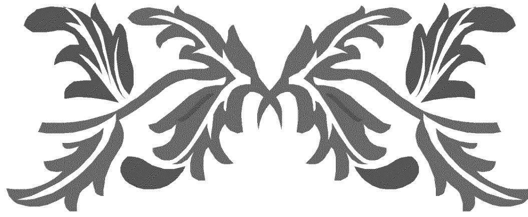
آپ لوگوں کو دکھلاتے ہیں کہ مسیح نے اقرار کیا ہے کہ میں نیک نہیں ہوں پس جبکہ خود مسیح ابن مریم کی عصمت کسی طور سے ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ انجیلوں سے بعض حرکات اس کی عصمت کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ شراب پینا، انجیل کے ابدی احکام حرمت خنزیر وختنہ وغیرہ کا توڑنا، ناحق دوسرے کے مالوں کو نقصان پہنچانا۔ فقیہوں فریسیوں کو گالیاں دینا، بدکردار عورتوں کو جسم چھونے کا موقع دینا، حرام کا تیل سر پر ملوانا۔ شاگردوں کو غیر لوگوں کے کھیتوں سے خوشے توڑنے سے منع نہ کرنا۔ اب بتلاؤ کہ یہ تمام امور گناہ ہیں یا نہیں اگر شراب پینا اچھا کام تھا تو یوحنا نے شراب پینے سے کیوں نفرت کی دانیال نے کہا کہ شراب پینے والوں پر آسمان کے دروازے بند رہتے ہیں۔ ختنہ جو ابدی حکم تھا اس سے کیوں روک دیا۔ حالانکہ آج کل کی تحقیقات کے رو سے بھی وہ بہت سے امراض کو مفید ہے ایسا ہی سوٴر ہمیشہ کے لئے حرام تھا اس کو کھانے کا کیوں فتویٰ دیا اور خود کہا کہ توریت منسوخ نہیں ہوئی۔ اور پھر آپ ہی اسے منسوخ کیا اور یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح ابن مریم کی عصمت انجیل کی رو سے ثابت کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ اس مسلول کی صحت ثابت کرنا جس کا مرض ذبول اور دستوں کی حالت تک پہنچ چکا ہے۔ کیا ضروری نہ تھا کہ پہلے حضرت مسیح کی عصمت ثابت کر لیتے پھر دوسروں پر نکتہ چینی کرتے قرآن میں استغفار کا لفظ دیکھ کر فی الفور یہ دعویٰ کر دینا کہ اس سے گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور انجیل کے اس لفظ کو ہضم کر جانا کہ میں نیک نہیں کیا یہ ایمانداری ہے۔ پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آخرت کا شفیع وہ ثابت ہوسکتا ہے جس نے دنیا میں شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو۔ سو اس معیار کو آگے رکھ کر جب ہم موسیٰ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہا اس نے اترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال دیا۔ اس کی توریت گواہ ہے اسی طرح جب ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اجلٰی بدیہیات معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپ

﴿۲۰۹﴾

نے غریب صحابہ کو تخت پر بٹھا دیا اور آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس کے کہ بُت پرستی اور شرک میں نشو ونما پایا تھا ایسے موحّد ہو گئے جن کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور پھر آپ کی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیونکر اور کہاں سے مل سکتے ہیں۔ ہمارے **سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم** کی شفاعت پر اس سے بڑھ کر اور زبردست شہادت کیا ہوگی کہ **ہم اس جناب کے واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہیں ہمارے دشمن وہ نہیں پا سکتے** اگر ہمارے مخالف اس امتحان کی طرف آویں تو چند روز میں فیصلہ ہو سکتا ہے مگر وہ فیصلہ کے خواہاں نہیں ہیں وہ اسی خدا کو ماننے کے لئے ہمیں مجبور کرتے ہیں جو نہ بول سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ پیش از وقت کچھ بتلا سکتا ہے مگر ہمارا خدا ان سب باتوں پر قادر ہے۔ مبارک وہ جو ایسے کا طالب ہو۔

(ماخوذ از ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ نمبر ۵۔ مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹)





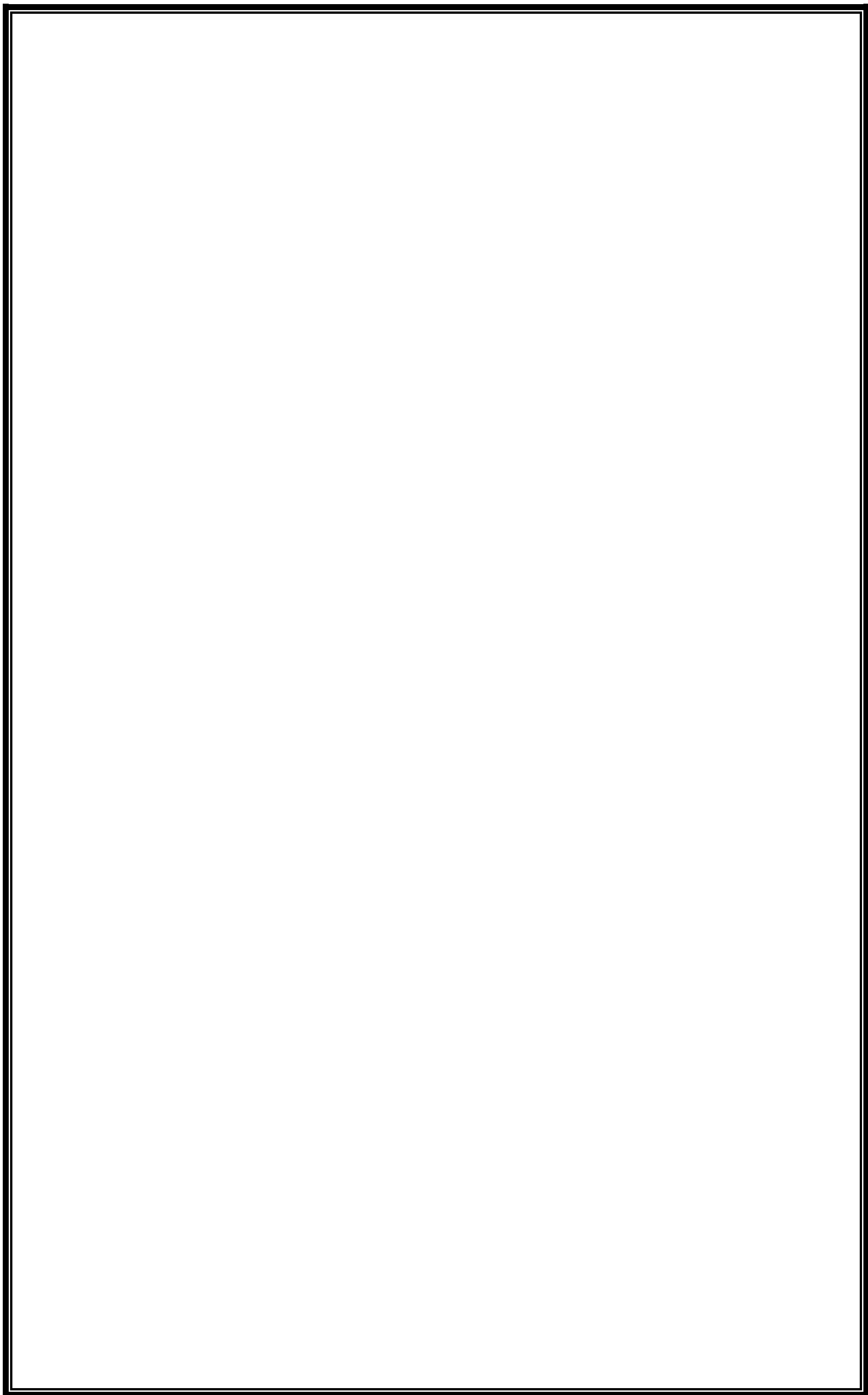
انڈیکس

روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸

مرتبہ: مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی

زیر نگرانی

سید عبد الحی



آیات قرآنیہ

الفاتحة

البقرة

اٰل عمران

النساء

المائدة

الانعام

الاعراف

الانفال

التوبة

ھود

الحجر



احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

(بترتیب حروف تہجی)

احادیث بالمعنی



الہامات ورؤیا وکشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ا،ب،ت،ث

ج، ح، خ، ر، ز، س، ش

ع، غ، ف، ق، ک

ل، م، ن

ھ، و، ی

فارسی الہامات

اردو الہامات

انگریزی الہامات

آپؑ کے کشوف

آپؑ کے رؤیا

☆☆☆

مضامین

آ،ا

آخرین

آریہ

آسمان

آواگون

استغفار

اسلام

اشتہار

اللہ تعالیٰ جل جلالہ

صفاتِ باری تعالیٰ

الوہیت مسیح (نیز دیکھئے اسماء میں عیسیٰ علیہ السلام)

الہام

امامت

امتِ محمدیہ

انجمن حمایت اسلام ۲۲۳، ۲۲۶

انسان

انعامات

اہل بیت

س، ش، ص، ض

شیطان

صالحین

صحابہ

صوفی

ضلالت

ط، ع، غ

طاعون

ف، ق

قربانی

قسم

قضاوقدر

ک، گ، ل، م

کافر

کرامت

کسوف وخسوف

کشش

مصلح

معجزہ

مقدمہ

ن، و، ہ، ی

نجات

نشان

☆☆☆

اسماء

د، ڈ، ر، ز

غلام احمد قادیانی حضرت مرزا

آپ کے دعاوی

علامات زمانہ

مسیح موعود کے نام

خاندانی حالات

مسیح موعود کی بعثت کی اغراض

مسیح موعودؑ اور مخالفین

آپ کی تصنیفات (نیز دیکھئے کتابیات)

نشانات صداقت

مسیح موعود اور مہر علی شاہ گولڑوی

تفسیر سورۃ فاتحہ

مسیح موعود اور دعا

انبیاء سے مشابہت

آپ اور مسیح ابن مریم

آپ کی نبوت

آپ کا قبول و انکار

آپ کی پیشگوئیاں

متفرق

ف، ق، ک

ل،م،ن

و، ہ، ی

☆☆☆

مقامات

ع، غ، ف، ق

ک، گ، ل

م، ن، و، ہ، ی



کتابیات

ب، پ، ت

ج، چ، ح، خ، د، ذ، ر

س، ش، ط، ع، غ

☆☆☆